30°45'

44°30' 4 53 000m E. 54 55 56 57 58 59 4 60 35' 61 62

4 53 000m E. 55 4 60

Prepared and published by the Defense Mapping Agency
Aerospace Center, St. Louis, Missouri
COMPILED IN 1990 FROM BEST AVAILABLE SOURCES

LEGEND

POPULATED PLACES

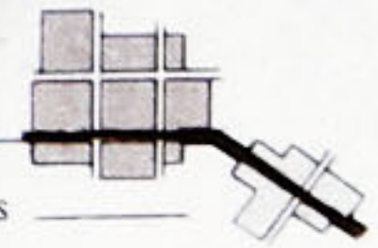

Densely built-up areas

Sparsely to moderately built-up areas

ROADS

All weather, hard surface

Divided highway

Two or more lanes wide

One lane wide

All weather, loose surface

Two or more lanes wide

One lane wide

Dry weather, loose surface

Fair or dry weather

Track; Trail

Road under construction, classification unknown

RAILROADS

Normal gauge 1.44m (4'8½")

Single track; Double track

Station: Location known

Location unknown

Turntable

BRIDGES

Road; Railroad

Footbridge

BOUNDARIES

International

First-order administrative division (MUḤĀFAẒAT)

Second-order administrative division

Third-order administrative division

Ruins, Native hut — Ruins

Building; School; Hospital

Tunnel: Road; Railroad

Well (other than water); Tank — Oil — Oil

Mine: Active, Inactive

Wall; Barbed wire fence

Pipeline: Aboveground; Belowground — oil pipeline — underground gas pipeline

Tents: Pointed; Curved

OBSTRUCTIONS

Single; Group

Elevation of obstruction top above sea level — 126

Elevation of obstruction above ground level — (83)

High tension powerline

Telephone line — Tel

RELIEF

Escarpment; Mound

Depression

Spot elevations: Highest; Normal — .442 .162

Levee

DRAINAGE

Drains: Perennial; Intermittent

Less than 18m wide

18m to 25m wide

Over 25m wide

Sabkha; Land subject to inundation

Lake: Intermittent; Dry

Spring: Perennial; Intermittent

Well: Perennial; Intermittent

Cistern — Cistern

VEGETATION

NOTES

IN DEVELOPED AREAS ONLY THROUGH ROADS ARE CLASSIFIED

A LANE ON THIS MAP IS CONSIDERED TO BE 2.5 TO 5.5 METERS (8 TO 18 FEET) WIDE

CAUTION: NOT ALL TELEPHONE AND ELECTRIC SERVICE LINES ARE SHOWN

ROAD CLASSIFICATION SHOULD BE REFERRED TO WITH CAUTION

ALIGNMENT OF ALL BOUNDARIES IS APPROXIMATE

SLOPES ON THIS MAP ARE LESS THAN 5%

Meters 1000 500

1 ½

1 ½

CONVERSION GRAPH

(1 meter = 3.28 feet)

Meters Feet

300

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



Marfat.com

13739

فرمادی ہے۔ کہ ازواج مطہرات اہلبیت ہیں بالمعنی الاعم داخل ہیں مگر حدیث ثقلین میں لفظ اہلبیت بالمعنی الاخص مستعمل ہوا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی ان نساءہ من اھل مسکنہ ولیس المراد وانما اھل بیتہ اھلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ ای الذین منعتھم خلفاء بنی امیۃ صدقۃ التی خصہ اللہ سبحانہ بھا وکانت تفرق علیھم فی ایامہ وایام الخلفاء الاربعۃ لقولہ بعدہ وزید کان عاش حتی ادرک ذلک لانہ توفی سنۃ ثمان وستین (شرح صحیح مسلم المسمی بالکمال اکمال المعلم للامام ابی عبداللہ محمد بن خلیفۃ الوشتانی الابی المالکی مطبوعہ مصر جزء سادس ص ۲۳۶)

ترجمہ حضرت کی ازواج آپ کے اہلبیت سکونت سے ہیں اور وہ مراد نہیں آپ کے اہلبیت تو آپ کے اہل و آپ کے عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے یعنی وہ لوگ جنکو خلفائے بنی امیہ نے حضرت کا وہ صدقہ نہ دیا جسکے ساتھ اللہ سبحانہ نے آپ کو خاص کیا تھا۔ اور جو آپ کے عہد مبارک اور خلفائے اربعہ کے عہد مبارک میں اُن پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ لفظ بعدہ (حضرتؐ کے بعد) سے ظاہر ہے اور حضرت زید زندہ رہے۔ یہانتک کہ اُنہوں نے یہ دیکھ لیا۔ کیونکہ اُنہوں نے ۱۲۰ سنہ اڑسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ انتہے۔ حضرت زید کی تفسیر اہلبیت کی نسبت علامہ شہاب خفاجی یوں لکھتے ہیں۔ وھو الذی فھم عنہ صلے اللہ علیہ وسلم ھنا لانہ علم بالوحی مایکون بعدہ فی امر الخلافۃ والفتن فلذا خصھم و حرض علی رعایتھم کما اقتضاہ المقام (نسیم الریاض۔ جزء ثالث) ترجمہ اور یہی معنی وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سمجھے گئے کیونکہ حضرت کو بذریعہ وحی معلوم تھا۔ جو کچھ معاملہ خلافت میں آپ کے بعد ہونے کو تھا۔ اور جو فتنے برپا ہونے والے تھے۔ اسواسطے اُن کو خاص کیا۔ اور اُن کی رعایت پر ترغیب دی۔ جیسا کہ مقتضائے مقام تھا۔ انتہے۔

(۴) حضرت امام حسن بن علیؓ ایک مجمع میں جس میں حضرت امیر معاویہ بھی موجود ہیں۔ اپنے والد کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فی حجۃ الوداع

Marfat.com

ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ما لم تضلوا بعدہ کتاب اللہ و
عترتی اھل بیتی فاحلوا حلالہ وحرموا حرامہ واعملوا بمحکمہ
وامنوا بمتشابھہ وقولوا امنا بما انزل اللہ من الکتاب واحب
اھل بیتی وعترتی ووالوا من والاھم وانصروا علی من عاد
واحبھما لن یزالا فیکم حتی یردا علی الحوض یوم القیامۃ ثم
دعاوھو علی المنبر علیا فاجتذبہ بیدہ فقال اللھم وال من وال
وعاد من عاداہ اللھم من عادی علیا فلا تجعل لہ فی الارض
مقعدا ولا فی السماء مصعدا واجعلہ فی اسفل درک من النا
(کتاب الاحتجاج للطبرسی مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ صفحہ ۱۳۹) ترجمہ میں تمہیں
خدا کی سوگند دیتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ جس کے
بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی کتاب اللہ اور میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں
پس تم قرآن کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھو اور اس کے محکم پر عمل کرو
اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ۔ اور کہو کہ ہم ایمان لائے کتاب پر جو اللہ نے نازل
اور تم میرے اہل بیت اور میری عترت سے محبت رکھو۔ اور دوست رکھو اسکو
جو انکو دوست رکھے۔ اور ان کو انکے دشمنوں کے برخلاف مدد دو۔ اور قرآن
وعترت تم میں ہمیشہ رہیں گے یہاں تک کہ دونو قیامت کے دن حوض پر میرے
پاس آئیں گے۔ پھر حضرت نے جبکہ آپ منبر پر تھے علیؑ کو بلایا اور اسے اپنے
دست مبارک سے کھینچا پس یوں فرمایا۔ اے اللہ دوست رکھ اسکو جو
دوست رکھے۔ اور دشمنی کر اس سے جو اس سے دشمنی کرے اے اللہ جو
سے دشمنی کرے اسکا زمین و آسمان میں ٹھکانا نہ بنا۔ اور اسے دوزخ کے
نیچے کے طبقے میں ڈال۔ انتہا۔ اس روایت سے حدیث ثقلین کا مطلب
ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے اوامر و نواہی پر عمل کرو۔ اور اہلبیت سے محبت رکھو
(۵) شیخ مفید بسند معتبر از عبداللہ بن عباس روایت کردہ است کہ علی بن ابی
وعباس وفضل بن عباس بر حضرت رسول داخل شدند در مرضے کہ در آن از دنیا

Marfat.com

فارقت نمود و گفتند یا رسول اللہ مردان و زنان انصار در مسجد حاضر شدہ اند و ہمہ
تو میگریند حضرت فرمود کہ چرا گریند گفتند کہ ترسند کہ تو در ین مرض از ایشان
مفارقت نمائی۔ حضرت فرمود کہ دست مرا گیر بدیس بیرون آمد و چادرے بر خود
پیچیدہ بود۔ و عصابہ بر سر بستہ بود۔ پس بر منبر نشست و حمد و ثنائے حق تعالیٰ
ادا کرد۔ و فرمود۔ اما بعد ایہا الناس چہ انکار میکنید مردن پیغمبر خود را من مکرر خبر
مرگ خود را بشما دادم۔ و خبر مرگ شما را بہ شما گفتم اگر پیش از من پیغمبرے ہمیشہ در دنیا
ماند ہر آئینہ من ہمیشہ در میان شما میماندم بدانید کہ من میروم بسوئے پروردگار خود
و در میان شما چیزے میگذارم کہ اگر بآن متمسک شوید ہرگز گمراہ نشوید و آن کتاب
خدا است کہ در میان شما است و در ہر صبح و شام تلاوت میکنید پس رغبت منمائید
بدنیا و حسد مبرید بر یکدیگر و دشمنی مکنید باہم و برادران باشید چنانچہ خدا شما را امر فرمودہ
است و بہ تحقیق کہ اہلبیت و عترت خود را در میان شما میگذارم و شما را وصیت میکنم
بایشان۔ پس وصیت میکنم شما را بانصار زیرا کہ در اعتقاد جہانے ایشان را و جہانیان
ایشان را نزد خدا و نزد رسول و نزد مؤمنان۔ تو صعود دادند بر اسباب شما و خانہائے خود
ضعف ہیولائے خود را بشما بخشیدند و اختیار کردند شما را بر خود ہر چند کہ خود محتاج بودند
پس کسے کہ والی امرے شود در میان مسلمانان باید کہ نیکوکار انصار را بنوازد و از بدکردار
ایشان عفو نماید۔ و این آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالیٰ را ملاقات
نمود۔ (حیات القلوب ملا محمد باقر مجلسی مطبوعہ نولکشور جزء ثانی صفحہ ۴۲۹) ترجمہ
شیخ مفید نے بسند معتبر عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ علی بن ابی طالب
و عباس و فضل بن عباس حضرت رسول کی خدمت میں اُس بیماری میں حاضر ہوئے
جس میں آپ نے دنیا سے انتقال فرمایا۔ اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول انصار کے
مرد اور عورتیں مسجد میں حاضر ہوئے ہیں اور سب آپ پر روتے ہیں حضرت نے فرمایا
کس لئے روتے ہیں اُنہوں نے عرض کی کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اس بیماری میں آپ اُن سے
جدا ہو جائیں گے حضرت نے فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑو۔ پس آپ باہر آئے۔ اور آپ چادر
اوڑھے اور سر پر عصابہ باندھے ہوئے تھے۔ پس آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کی اور فرمایا۔ اما بعد ایہا الناس تم اپنے پیغمبر کے مرنے کا کیا انکار کرتے ہو۔

Marfat.com

میں نے کئی بار اپنے مرنے کی خبر تم کو دی ہے۔ اور تمہارے مرنے کی خبر تمکو دی ہے۔ اگر مجھ سے پہلے کوئی پیغمبر ہمیشہ دنیا میں رہا ہوتا تو بیشک میں ہمیشہ تمہارے درمیان رہتا۔ جان لو کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں اور تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اوس سے تمسک کروگے تو کبھی گمراہ نہوگے اور وہ چیز خدا کی کتاب ہے۔ جو تمہارے درمیان ہے اور جسکی ہر صبح و شام تم تلاوت کرتے ہو۔ پس تم دنیا میں رغبت نکرو۔ اور ایک دوسرے پر حسد اور باہم دشمنی نکرو اور بھائی بنکر رہو۔ جیسا کہ خدا نے تمکو حکم دیا ہے۔ اور تحقیق میں تمہارے درمیان اپنے اہلبیت و عترت کو چھوڑ چلا ہوں اور اُن کے بارے میں تمکو وصیت کرتا ہوں پس میں تمکو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ تمنے ان کے حقوق کو اور خدا اور رسول اور مؤمنوں کے نزدیک ان کی کوششوں کو پہچانا اُنہوں نے تم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ اور اپنے میووں کا آدھا حصہ تم کو دیدیا۔ اور تم کو اگرچہ وہ خود محتاج تھے اپنے اوپر ترجیح دی۔ پس جو شخص مسلمانوں کے درمیان حاکم ہو اُسے چاہئے۔ کہ انصار میں سے نیکوکار کی عزت افزائی کرے اور بدکار کو معاف کردے یہ اخیر مجلس تھی کہ حضرت منبر پر رونق افروز ہوئے یہانتک کہ آپنے حق تعالیٰ سے ملاقات کی۔ انتہے۔ اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن سے استمساک کرنا چاہئے اور اہلبیت کی تعظیم اور ان کے حقوق کی رعایت چاہئے۔ اور انصار کے حقوق کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۷) شیخ مفید بسند معتبر از ابو سعید خدری رضؓ روایت کردہ است کہ آخر خطبہ کہ حضرت رسول خدا برائے ما خواند خطبہ بود کہ در مرض آخر خود خواند و از خانہ بیرون آمد تکیہ کردہ بر حضرت امیر المؤمنین و بر میمونہ آزاد کردۂ خود پس بر منبر نشست و گفت ایہا الناس بدرستیکہ در میان شما میگذارم دو چیز بزرگ و ساکت شد پس مردے برخاست و گفت یا رسول اللہ این دو چیز کہ گفتی کدام اند۔ پس حضرت در غضب شد تا رنگ مبارکش سرخ شد و فرمود کہ من نگفتم آنرا مگر آنکہ مے خواستم تفسیر آن بکنم ولیکن از ضعف بیماری نفسم تنگ شد پس فرمود کہ یکے از آنہا قرآن است کہ ریسمانے ست آویختہ از آسمان بزمین۔ یک طرفش بدست خداست و یک طرفش بدست شما۔ و دیگرے اہلبیت من اند

پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ این سخن را بشما میگویم و میدانم کہ مردانے چند ہستند کہ ہنوز در پشتہاے اہل شرک اند و بدنیا نیامدہ اند۔ و امید از ایشاں زیادہ از اکثر شما دارم پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ دوست نمیدارد اہلبیت مرا بندۂ مگر آنکہ حق تعالیٰ عطا میکند باو نورے در روز قیامت تا آنکہ در حوض کوثر بر من وارد شود و دشمن نمیدارد ایشانرا بندۂ مگر آنکہ حق رحمت خود را از و محجوب میگرداند در روز قیامت راوی گفت کہ من این حدیث را بخدمت امام محمد باقر عرض کردم و حضرت تصدیق آن فرمود۔ (حیات القلوب۔ جلد ثانی صفحہ ۸۵۰) ترجمہ شیخ مفید نے معتبر سند کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آخر خطبہ جو حضرت رسول خدا نے ہمارے واسطے پڑھا۔ وہ خطبہ تھا جو آپ نے اپنی اخیر بیماری میں پڑھا۔ اور آپ دولتخانہ سے حضرت امیر المؤمنین اور اپنے آزاد کئے ہوئے غلام میمونہ پر سہارا لئے نکلے پس آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور فرمایا اے لوگو! تحقیق میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑتا ہوں اور آپ خاموش ہو گئے۔ پس ایک شخص نے اُٹھکر عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ دو چیزیں جو آپ نے فرمائیں کونسی ہیں۔ پس حضرت غصہ میں آگئے۔ یہانتک کہ آپ کا رنگ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا میں یہ کہکر چاہتا تھا کہ اُسکی تفسیر کروں مگر بیماری کی کمزوری سے میرا سانس رُک گیا۔ پھر فرمایا کہ اُن دو میں سے ایک قرآن ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ایک رسّی ہے اُسکا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پس فرمایا کہ خدا کی قسم میں یہ بات تم سے کہتا ہوں اور جانتا ہوں کہ چند شخص ہیں جو ابھی مشرکوں کی پشت میں ہیں اور دنیا میں نہیں آئے ہیں میں تم میں سے اکثر کی نسبت ان سے زیادہ امید رکھتا ہوں۔ پس فرمایا۔ کہ خدا کی قسم کوئی بندہ میرے اہلبیت کو دوست نہیں رکھتا مگر یہ کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو ایک نور عطا کریگا یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیگا۔ اور کوئی بندہ میرے اہلبیت کو دشمن نہیں رکھتا مگر یہ کہ خدائے تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنی رحمت کو روک لے گا راوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث حضرت امام محمد باقرؓ پر پیش کی اور حضرت امام نے اسکی تصدیق فرمائی انتہے۔ اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ ہدایت کیلئے تمسک قرآن کیساتھ خام ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا

Marfat.com

روایات مذکورہ بالا میں سے پہلی تین روایتوں سے جو کتب اہلسنت و جماعت سے ماخوذ ہیں یہ امر ظاہر ہے۔ کہ حدیث ثقلین میں تمسک بالعترت سے مراد اہلبیت کی محبت و احترام اور اُن کے حقوق کی رعایت ہے۔ اور بنا بر تفسیر حضرت زید بن ارقم اہلبیت سے مراد آل علیؑ وغیرہ ہیں۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم تھا۔ کہ حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بعض ملوک بنو امیہ اُن کے حقوق کی رعایت نہ کریں گے۔ اس لئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے قرب وصال میں متعدد دفعہ اُن کے بارے میں وصیت فرمائی۔ شیعہ کے ہاں بھی حدیث ثقلین میں جہاں تمسک بالعترت کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد وجوب محبت و توقیر اور رعایت حقوق ہے۔ جیسا کہ انہی کی تینوں روایتیں صراحۃً دلالت کر رہی ہیں۔ شیعوں کے سلطان العلماء مولوی سید محمد مجتہد بن مولوی سید دلدار علی مجتہد کہتے ہیں۔ کہ ظاہر حدیث تمسک میں قرآن و عترت کی مساوات ہے پس تمسک بالعترت سے مراد عترت کے اوامر و نواہی کا امتثال ہے جیسا کہ تمسک بالقرآن سے مراد قرآن کے اوامر و نواہی کا اتباع ہے مجتہد موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کتاب خدا کافی ہوتی تو جناب رسالتمآب نے کس لئے اسکو اہلبیت سے مقرون فرمایا۔ اور یوں ارشاد ہوا۔ کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر وارد ہوں گے حاصل کلام یہ کہ کتاب اہلبیت کے ساتھ کافی ہو سکتی ہے نہ کہ تنہا (طعن الرماح ص۱۷۵ و ۲۱۰) جواب میں گذارش ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمسک بالثقلین سے مراد ہر دو کے حقوق کی رعایت ہے چنانچہ حق قرآن یہ ہے کہ اسکے اوامر و نواہی کا امتثال کیا جائے۔ اور حق اہلبیت یہ ہے کہ انکا احترام کیا جائے۔ اور ان کے حقوق ملحوظ رکھے جائیں تمسک بالعترت کے جو معنی مجتہد صاحب نے بیان کئے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ روایت ۱ میں صراحت ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھو۔ اور اہلبیت سے محبت رکھو روایت نمبر (۵) میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن کی نسبت فرمایا کہ جب تک تم اس کے ساتھ تمسک کرو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ بعد ازاں حضور نے اہلبیت کے بارے میں وصیت فرمائی پھر انصار کے حقوق جتا کر ان کے بارے میں وصیت فرمائی۔ اسی طرح روایت

Marfat.com

نمبر (۶) میں جو مصدقہ امام محمد باقر ہے۔ حضور پُر نور نے ہدایت کیلئے قرآن کے متمسک ہونے کو یوں بیان فرمایا کہ وہ ایک رسی ہے جسکا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا بندوں کے ہاتھ میں ہے بعد ازاں اہلبیت کی محبت کی ترغیب دلائی۔ پس حدیث ثقلین میں تمسک بالعترت کے معنی اتباع اوامر و نواہی عترت بتانا خلاف ارشاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اس حدیث میں عترت کو قرآن کے ساتھ مقرون اسلئے نہیں کیا کہ قرآن کے طرح مستقل طور پر عترت کے اقوال و افعال کا بھی امتثال کرنا چاہیئے خواہ وہ مخالف قرآن ہوں۔ بلکہ اس اقتران کا راز قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (شوریٰ ع ۳) کا مقتضا ہے۔ کیونکہ تبلیغ و انعام قرآن کا شکر محبت اہل بیت بتایا گیا ہے لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں قرآن کی نسبت وصیت فرمائی وہاں ساتھ ہی محبت اہلبیت کی ترغیب دلائی۔ قرآن و عترت کے باہم جدا نہونے کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مجتہد صاحب یہ سمجھے ہیں کہ عترت قرآن کا متمم ہے یعنی عترت کے بغیر قرآن ناتمام ہے بالفاظ دیگر قرآن تنہا ناقص و ناکافی ہے مگر یہ مجتہد صاحب کی سمجھ کا قصور ہے۔ کیونکہ حضرت مولیٰ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں۔ واعلموا انہ لیس علی احد بعد القرآن من فاقۃ۔ یعنی جان لو کہ قرآن کے بعد کسیکو کوئی حاجت نہیں۔ میثم بحرانی شیعی اس قول کے شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ لوگوں کے لئے قرآن کے نزول اور اسکے بیان واضح کے بعد اُن کے معاش و معاد کی اصلاح میں کسی حَکَم کے بیان کی حاجت نہیں (دیکھو تحفہ شیعہ حصہ اول ص۱۲۵) بلکہ خود قرآن مجید میں ہے کہ یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے روشن دلیل ہے۔ وہ ہر چیز کی تفصیل ہے وہ لوگوں کے لئے کافی ہے اسمیں ہر چیز کا بلیغ بیان ہے (تحفہ شیعہ حصہ اول ص۱۵۶) ان تمام دلائل سے قطع نظر اگر مجتہد صاحب کے قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تمسک بالعترت سے مراد عترت کے اقوال و افعال کا امتثال ہے تو ہم گذارش کریں گے کہ احادیث ائمہ میں اختلاف و تباین کا وہ طوفان برپا ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں جسکے مقابلہ میں اُس کی ضد موجود نہو اور احادیث کی صحت و عدم صحت کا معیار قرآن کریم ہے یعنی جو حدیث قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح اور جو خلاف ہو وہ غلط ہے۔ مگر حسب عقیدہ شیعہ قرآن اصلی امام غائب کے پاس ہے اور جو قرآن موجود ہے وہ

ع تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اسکے بدلے کچھ مگر دوستی ناتے میں۔ ۱۲

Marfat.com

محرّف اور ناقابل حجت ہے اب حدیث کی صحت کسطرح معلوم کی جائے۔ جب صحت و عدم صحت معلوم نہ ہوئی تو اس پر عمل کسطرح کیا جائے۔ یہ نفیس بحث تحفہ شیعہ حصہ اول میں موجود ہے جسکو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

اہلسنّت وجماعت تمام اہلبیت کی توقیر و تعظیم کو واجب سمجھتے ہیں اور ان کی کتب احادیث میں اہلبیت کے مناقب و فضایل کے لیے علیحدہ باب باندھے گئے ہیں اور وہ اہلبیت کی تشریح یوں کرتے ہیں۔ بیت سہ ست بیت نسب و بیت سکنیٰ و بیت ولادت پس بنو ہاشم اولاد عبد المطلب اہل بیت پیغمبر اند صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از جہت نسب و اولاد جد قریب را بیت مے خوانند و میگو بند خانہ فلانے بزرگ ست و ازواج مطہرۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت سکنےٰ اند و اطلاق اہلبیت بر زنان مرد اخص و اعرف ست بحسب عرف و عادت و اولاد شریف آنحضرت اہل بیت ولادت اند (اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ۔ جلد رابع صد ۶۹۲)۔ ترجمہ بیت تین ہیں بیت نسب اور بیت سکونت اور بیت ولادت۔ پس بنو ہاشم اولاد عبد المطلب نسب کی جہت سے اہل بیت پیغمبر ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جد قریب کی اولاد کو بیت کہتے ہیں چنانچہ کہا کرتے ہیں فلاں شخص کا گھر بزرگ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہلبیت سکونت ہیں۔ اور اہلبیت کا اطلاق مرد کی عورتوں پر بحسب عرف و عادت اخص و اعرف ہے اور حضرت کی اولاد شریف اہل بیت ولادت ہیں۔ انتہےٰ۔ مگر شیعہ بارہ اماموں اور دو ایک عورتوں کے سوا باقی کے اہلبیت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ان کو بُرا کہتے ہیں۔ مثلاً حضرتؐ کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ حسب لغت و عرف و قرآن وہ ضرور اہلبیت ہیں لفظ اہلبیت دو کلموں سے مرکب ہے اہل اور بیت اہل کے معنی کسان کسان سرائے کے ہیں جیسا کہ صراح میں ہے اور بیت کے معنی گھر کے ہیں۔ پس اہلبیت کے معنے گھر کے لوگ ہیں اور گھر کے لوگوں میں ازواج قطعاً داخل ہیں یہی قرآن کریم کا فیصلہ ہے دیکھو آیات ذیل :-

(۱) قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى

وہ (فرشتے) بولے (ابراہیمؑ سے) آپ ڈریے تحقیق ہم تو قوم لوط کیطرف بھیجے گئے ہیں۔ اور آپکی بی بی (سارہ) کھڑی تھی پس ہنسی پس خوشخبری دی ہم نے اسکو اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے بعد یعقوب کی۔ کہنے لگی ہائے میری خرابی۔

Marfat.com

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوزٌ وَّهٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ط اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ط اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ہود۔ ع)

کیا میری اولاد ہوگی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے اے اہلبیت نبی تم پر خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں ہیں بے شک وہ ستودہ بزرگ ہے

ان آیتوں میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی ہے حضرت سارہ اس پر تعجب کرتی ہیں۔ فرشتے حضرت سارہ کو لفظ اہلبیت سے خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ یہ جائے تعجب نہیں تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے تفسیر صافی میں آیہ اخیر کے تحت میں ہے۔ یعنی ان ھذہ وامثالھا مما یکرمکم اللہ بہ یا اھل بیت النبوۃ فلیس ھذا مکان تعجب۔ ترجمہ یعنی اے اہلبیت نبوت یہ اور اسکی مثل اور برکتیں اللہ تعالیٰ تمکو عطا کرے گا۔ پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ انتہے تفسیر صافی کی عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت سارہ اہلبیت ابراہیمؑ ہے۔ کیونکہ تعجب کرنے والی وہی ہے تفسیر مجمع البیان میں ہے ویعنی باھل البیت اھل بیت ابراھیم وانما جعلت سارۃ من اھل بیتہ لانہا کانت ابنۃ عمہ ولا دلالۃ فی الآیۃ علی ان زوجۃ الرجل من اھل بیتہ۔ ترجمہ اہل بیت سے مراد اہل بیت ابراہیمؑ ہیں اور سارہ حضرت ابراہیمؑ کے اہلبیت میں شمار کی گئی کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے چچا کی بیٹی تھی اور اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ مرد کی زوجہ اُس کے اہلبیت سے ہے انتہے۔ آیات مذکورہ بالا میں صاف مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور فرشتوں میں گفتگو ہو رہی تھی تو زوجہ ابراہیم وہیں کھڑی تھی جسکو فرشتوں نے بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی۔ وہی زوجہ ابراہیمؑ اس بشارت پر تعجب کرتی ہے اس تعجب کے دور کرنے کے لئے فرشتے اسی زوجہ ابراہیم سے بلفظ اہلبیت خطاب کر رہے ہیں۔ باایں ہمہ شیعہ کے علامہ طبرسی کا یہ کہنا کہ حضرت سارہ کو اہل بیت اس لئے کہا گیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے چچا کی بیٹی تھی محض تعصب بے بنیاد ہے قرآن مجید میں کسی جگہ حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم کے چچا کی بیٹی نہیں کہا گیا۔ کتب شیعہ میں بھی ایسا نہیں بلکہ اسے حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی لکھا ہے چنانچہ تفسیر صافی میں وامرأتہ قائمۃ کے تحت میں یوں لکھا ہے وھی سارۃ ابنۃ لاحج وھی ابنۃ خالتہ یعنی وہ سارہ بیٹی لاحج کی ہیں اور وہ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی ہے انتہے اسی طرح ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ وشیخ علی بن ابراہیم ذکر کردہ است کہ چون نمرود ابراہیمؑ را در آتش انداخت حق تعالیٰ تصدیق کلمہ خود بر سر گرد انید نمرود از ابراہیمؑ خائف شد گفت اے ابراہیم از دیدن تو بر من رعب و بامن یک دیدار بیا تا ابراہیم

Marfat.com

نکاح خود آوردہ بود۔ واو دختر خالہ ابراہیمؑ بود۔ و ایمان با ابراہیمؑ آوردہ بود۔ (حیات القلوب نولکشوری جلد اول صـ۱۷۱) طرفہ یہ کہ شیعہ چچا اور چچا کی اولاد کو بھی اہلبیت میں داخل نہیں سمجھتے۔ اسی واسطے حضرت عباس اور اولاد عباس کو اہل بیت نبی میں شمار نہیں کرتے۔ اور سنئے شیعہ کے رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں احمد بن محمد عن ابن محبوب عن جمیل عن ابی عبیدہ الحذاء عن ابی جعفر علیہ السلام قال مر امیر المؤمنین علیہ السلام بقوم فسلم علیہم فقالوا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ فقال لہم امیر المؤمنین علیہ السلام لا تجاوزوا بنا مثل ما قالت الملائکۃ لابینا ابراہیم علیہ السلام انما قالوا رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت (اصول کافی نولکشوری۔ باب التسلیم صـ۶۷۷)

ترجمہ (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا گذر ایک جماعت پر ہوا۔ آپ نے ان پر سلام کہا۔ انہوں نے جواب میں کہا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ ورضوانہ اس پر حضرت امیر علیہم السلام نے فرمایا کہ مجھے اس سے نہ بڑھاؤ۔ جو فرشتوں نے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا۔ انہوں صرف یہ کہا تھا۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انتہے۔ جو قرآن اسوقت ہمارے ہاتھ میں ہے اور جس پر ہمارا ایمان ہے اسمیں تو یہ خطاب حضرت سارہ سے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا رہا وہ قرآن موہوم جسے شیعہ امام غائب کے پاس غار سامرہ میں بتاتے ہیں اور جس پر انکا ایمان ہے اسمیں وہ جانیں کسطرح ہے۔ شیعوں کے سرآمد محدثین ملا خلیل اس حدیث کی شرح میں یوں لکھتے ہیں۔ مخفی نماند کہ ظاہر لابینا ابراہیم اینست کہ این خطاب ملائکہ از تتمہ خطاب بازن او سارہ نبودہ بلکہ باخودش بودہ بعد از سلامے کہ کردہ بودند درحین وداع بودہ (صافی شرح اصول کافی نولکشوری کتاب العشرۃ جزء ہفتم۔ صـ۱۳۳)

ترجمہ مخفی نہ رہے کہ لابینا ابراہیم (ہمارے باپ ابراہیم سے) کے ظاہر معنے تو یہ ہیں۔ کہ کہ فرشتوں کا یہ خطاب سارہ زوجۂ ابراہیمؑ کے ساتھ خطاب کے تتمہ سے نہیں بلکہ خود حضرت ابراہیم سے تھا اس سلام کے بعد جو انہوں نے کہا تھا۔ یہ وداع کے وقت تھا۔ انتہے ملا صاحب گھبرا گئے ہیں ورنہ ایسا نہ لکھتے۔ کیونکہ فرشتے اس خطاب کے بعد وداع نہیں ہوئے۔ بلکہ وہیں موجود ہیں اور حضرت ابراہیمؑ ان سے دربارۂ عذاب قوم لوط مجادلہ و

Marfat.com

مباحثہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آیۃ لاحقہ سے ظاہر ہے اور وہ یہ ہے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ط اس کا فارسی ترجمہ مقبول ما یہ یوں ہے پس آن ہنگام کہ برفت از ابراہیم ترس و فزعے کہ در دلش آمد بود بشارت او را بمجادلہ و مباحثہ مے کرد با فرشتگان ما در شان قوم لوط۔ (خلاصۃ المناسبح) جاننا غور ہے کہ ایات زیر بحث میں صرف تین ذاتوں کا ذکر ہے حضرت ابراہیم حضرت سارہ اور ملائکہ یہ سو واضح رہے کہ ملائکہ علیہم السلام تو حضرت ابراہیم کے اہلبیت نہیں ہو سکتے درحالیکہ یہی خطاب کرنے والے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم پر بھی اہلبیت نبی کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے اہلبیت کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لامحالہ یہاں اہلبیت کا اطلاق حضرت ابراہیم کی زوجہ حضرت سارہ پر ہوا ہے۔ اور یہی حق ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ پس زوجہ کا شوہر کے اہلبیت میں ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ تعجب ہے شیعہ اس آیت کے ہوتے ہوئے کیوں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے اہلبیت میں داخل نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ (۱) اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہدیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی
تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اور اسکی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیا دے
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۲) دوں۔ اور خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ (۲) اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور سرائے
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ آخرت کو چاہتی ہو تو تم میں سے نیکوکاروں کے لئے
اَجْرًا عَظِيْمًا (۳) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ خدا نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے (۳) اے پیغمبر کی بیویو
مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ تم میں سے جو بیحیائی کا کام کرے گی اس کو دوہری
ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا سزا دی جائیگی۔ اور یہ خدا پر آسان ہے۔
(۴) وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ (۴) اور جو تم میں سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری
تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَ اور نیک عمل کرے گی۔ ہم اس کو دوہرا ثواب دیں گے
اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (۵) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے
لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا (۵) اے پیغمبر کی بیویو تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو اگر تم
تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ پرہیزگاری کرو تو دبی زبان سے بات کیا کرو جس سے وہ جس کے دل

لطیفہ: جو فرمایا کہ جبریل ہمیں ان کو جزا نیک ہے حضرت کی ازواج سب نیک ہی ہیں الطیبات للطیبین مگر حق تعالیٰ معاف تو شجرہ ممنوعہ کسی کو نہیں بتایا تا نذر نہ ہو جاوے کھانے سے اور نگاہ رہے (موضح القرآن) فتکون ہمیں من بیانیہ جو کہ ازواج مطہرات سب فسقات تھیں۔ (مدارک و بیضاوی)

Marfat.com

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (۶) وَقَرْنَ
فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ۝ (۷) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى
فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب)

اور نیک بات کہا کرو۔ (۶) اور اپنے گھروں میں
ٹکی رہو۔ اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے
بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو۔
اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اُس کی رسول کی فرمانبرداری
کرو۔ اے اہل بیت نبیؐ خدا تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے
کہ تم سے گندگی کو دور کرے۔ اور تم کو خوب
پاک کرے۔ (۷) اور تمہارے گھروں میں
جو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں پڑھکر سنائی
جاتی ہیں۔ اُن کو یاد کرو بیشک اللہ لطف کرنے والا خبردار ہے

آیات مذکورہ بالا کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں:۔

آیہ (۱) و (۲)۔ ہجرت کے نویں سال ازواج مطہرات نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مقدور سے زیادہ نفقہ اور کسوت طلب کیا۔ اس پر آپ نے ایلاء کیا۔ یعنی سوگند کھائی کہ ایک ماہ اُن کے ساتھ مخالطت نہ کروں گا۔ جب ۲۹ روز گذرنے پر مہینہ پورا ہوا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیۂ تخییر لائے۔ اسوقت ازواج مطہرات تھیں یعنی حضرت عائشہ و حفصہ و ام حبیب بنت ابی سفیان و سودہ بنت زمعہ و ام سلمہ بنت ابی امیہ و صفیہ بنت حیی بن اخطب خیبریہ و میمونہ بنت حارث الہلالیہ و زینب بنت جحش اسدیہ و جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ان سب نے زینتِ دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ نہ دنیا چاہتی تھیں نہ ان کے دلوں میں دنیا کی زینت کی کچھ ہوس تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت اُن سے مفارقت کر کے دے دلا کر رخصت فرما دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضائے خدا و رسول کی طلبگار تھیں۔ اور حسن آخرت کی متمنی تھیں۔ اس عمل نیک پر اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اُنہی نو پر مقصور کر دیا۔ اور فرما دیا۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ[1] یعنی عورتوں نے آپ کو اختیار کیا ہے! اس لئے آپ بھی اُن پر دوسری عورتوں کو اختیار نہ کریں۔ (خلاصہ از تفسیر حسینی)

[1] اس کے بعد تیرے واسطے اور عورتیں حلال نہیں اگرچہ اُن کا حسن تجھ کو اچھا لگے ۱۲

Marfat.com

آیہ (۳) و (۴) اسی عمل نیک پر جزائے مذکور کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ شرف بخشا کہ خود اُن سے خطاب کیا اور اُن کو اپنے حبیب پاک کیطرف نسبت دیکر فرمایا۔ کہ اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے اگر کوئی ناشائستہ حرکت کرے گی۔ تو دیگر عورتوں کی نسبت اُسے دُگنا عذاب ہوگا۔ اور اگر نیک عمل کرے گی۔ تو اُسے دوسری عورتوں سے دُگنا ثواب ملے گا۔ اس سے ازواج مطہرات کا مقربات درگاہ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حُرّ کی حد رقیق کی حد سے دُگنی ہے۔ اور انبیائے کرام کو اُن اُمور پر عتاب ہوتا ہے۔ جن پر دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ یہی حال عالم کا بمقابلہ جاہل ہے۔ یہاں سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ازواج مطہرات باقی تمام عورتوں سے بہتر تھیں۔ کیونکہ اُن کا عذاب و ثواب باقی تمام عورتوں کے عذاب و ثواب سے دُگنا ہے۔ یہاں ازواج مطہرات کے لئے یہ بھی بشارت ہے کہ اُن سے کوئی ٹھکلی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ کیونکہ آیہ (۳) از قبیل لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (زمر۔ ۶) ہے۔ باایں ہمہ جو لوگ ازواج مطہرات کے حق میں دریدہ دہنی کرتے ہیں وہ حقیقت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی ازواج کو ناشائستہ حرکات سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اجر مضاعف کے علاوہ اُن کے لئے آخرت میں رزق کریم تیار کر رکھا ہے۔ پس اُن کا بہشتی ہونا ظاہر ہے۔

آیہ (۵) اس آیت میں اللہ عزوجل نے ازواج مطہرات کے لئے تضعیف ثواب و عذاب کی وجہ بیان فرمادی کہ تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ تم میں وہ وصف ہے جو اوروں میں نہیں۔ یعنی تم اُمہات المؤمنین (وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔ احزاب ۶) اور زوجات خیرالمرسلین ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر تم حکم الٰہی اور رضائے رسول کی مخالفت سے ڈرتی ہو۔ تو پس پردہ سے مردوں کے ساتھ کلام کرنے میں نرمی نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا اگرچہ فاجر سے۔ فاجر مؤمن میں کسی شہوت و طمع کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مگر منافق میں ہو سکتا ہے۔ اور تم ایسی نیک بات کہا کرو جو تہمت و اطماع سے پاک ہو۔ یعنی سنجیدگی و خشونت سے کلام کیا کرو۔ اور ناز و کرشمہ سے بات نہ کیا کرو۔ کیونکہ ناز و کرشمہ تاثیر میں نرمی کلام سے بڑھکر ہے۔ اور آیہ (۶) تم اپنے گھروں میں آرام و قرار پکڑو۔ کیونکہ تمہارا تبرز یعنی باہر نکلنا

ف۱ مگر قرل اوری بر جمیل در عرض و تقدیر دگر چہ محالست ہر آئینہ باطل شد کردار تو۔ ۱۲ (خلاصۃ التبویح)

Marfat.com

کرشمہ آمیز کلام سے بھی زیادہ طمع دلانے والا ہے۔ اور تم جاہلیت اولیٰ کی عورتوں کی طرح چلنے میں تبختر نہ کرو۔ کیونکہ تبختر تو تبرز سے بھی اشد ہے۔ اور تم نماز و زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ اور تمام اوامر و نواہی میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اے اہل بیت نبی اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرے اور پاک صاف بنائے۔ جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے۔ آیہ (۷) میں ازواج مطہرات کو یہ تعلیم ہے کہ تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں تم اُن کو یاد کرلو تاکہ خود عمل کرو اور دوسروں کو بھی بتاؤ۔

آیہ (۶) میں جسے آیہ تطہیر کہتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت ہیں۔ کیونکہ آیہ (۱) سے آیہ (۷) تک اُن ہی سے خطاب ہے۔ اور اُن ہی کے لئے اوامر و نواہی واقع ہیں۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آیات سابقہ ولاحقہ کے احکام تو ازواج کے لئے ہیں۔ درمیان میں صرف آیہ (۶) میں ان سے خطاب نہیں۔ بلکہ فقط حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخاطب ہیں۔ ان کا یہ قول محض ہٹ دھرمی ہے۔ ان چاروں کا آیات میں ذکر تک نہیں۔ باعتبار موارد آیات سابقہ ولاحقہ کسی اجنبی کے ساتھ فصل موجب فساد بلاغت ہے۔ زوجہ کا مرد کے اہل بیت ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ شیعہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی آیہ قرآن پیش نہیں کرتے۔ اُن کے دلائل یہ ہیں:۔

(۱) صحیح مسلم میں بروایت سعد بن ابی وقاص مذکور ہے۔ کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا بھیجا اور اُن کو جمع کر کے فرمایا۔ اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی (یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں) اور صحیح مسلم ہی میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ وارد ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں کو اپنی چادر مبارک میں لے کر فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ جواب میں گزارش ہے کہ ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ چار اہلبیت ہیں۔ مگر اہل بیت کا حصر ان چاروں میں ثابت نہیں ہوتا۔ دیگر آنکہ ہم نص قرآنی سے ثابت کر چکے ہیں کہ زوجہ اہلبیت ہے چونکہ آیات زیر بحث میں سوائے ازواج مطہرات کے اور کسی کا ذکر نہیں۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند بزرگوں کو الگ کر کے اپنے اہلبیت فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے

Marfat.com

کہ ازواج مطہرات کے علاوہ یہ بھی اہلبیت ہیں۔ اور وعدہ تطہیر میں داخل ہیں۔ ازواج کو علیحدہ کر کے اس لئے نہیں فرمایا۔ کہ ان کے اہلبیت ہونے پر خود قرآن ناطق ہے اسی واسطے ایسا ہی معاملہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے بیٹوں کے لئے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی (دلائل النبوۃ۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۷ھ) لکھتے ہیں۔ عن ابی اسید الساعدی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للعباس لا تبرح انت وبنوک غدا فان لی فیکم حاجۃ قال فجمعھم العباس فی بیت فاتاھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم کیف اصبحتم قالوا بخیر نحمد اللہ بابینا انت وامنا یا رسول اللہ قال تقاربوا تقاربوا فزحف بعضھم الی بعض قال فلما امکنوہ اشتمل علیھم بملاءتہ ثم قال صلے اللہ علیہ وسلم اللھم ھذا العباس عمی وھؤلاء اھل بیتی استرھم من النار کسستری ایاھم بملاءتی ھذہ فامنت اسکفۃ الباب وحوائط البیت آمین آمین آمین ثلاثاً۔ ترجمہ۔ ابو اسید ساعدی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا۔ کل تم اور تمہارے بیٹے گھر سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ راوی نے کہا۔ پس عباس نے اُن کو ایک گھر میں جمع کیا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ اور فرمایا۔ تم پر سلام ہو تم نے صبح کس طرح کی۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ بخیریت ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ اے رسول اللہ ہمارا باپ اور ہماری ماں آپ پر قربان ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دوسرے کے نزدیک ہو جاؤ۔ ایک دوسرے کے نزدیک ہو جاؤ۔ پس بعض نے بعض کی طرف بیٹھے بیٹھے حرکت کی۔ راوی کا قول ہے کہ جب وہ آپ کے اختیار میں آگئے تو آپ نے اُن کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا۔ پھر فرمایا۔ یا اللہ یہ عباس میرا چچا ہے۔ اور یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں۔ ان کو آگ سے چھپا لے۔ جیسا کہ میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس اس پر سائبان دروازہ اور گھر کی دیواروں نے تین بار آمین کہی تھی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور ان کے بیٹے بھی اہلبیت نبی میں داخل ہیں۔

Marfat.com

(۲) سنن ترمذی تفسیر سورۂ احزاب میں بروایت عمر بن ابی سلمہ مذکور ہے کہ جب آیہ
یُرِیْدُ اللّٰہُ ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا۔ اور ان کو اپنی چادر میں لے کر یوں
اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا حضرت
نے عرض کی وانا معھم یا نبی اللہ (اے پیغمبر خدا میں ان کے ساتھ ہوں)
فرمایا۔ انت علی مکانک وانت علی خیر (تو اپنے رتبہ پر ہے اور تو نیکی پر
اس سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ ام سلمہ اہلبیت میں سے نہ تھیں۔ مگر یہ استدلال
درست نہیں کیونکہ حضور کا ارشاد صریح دلیل ہے اس امر کی کہ آیت کا نزول ازواج
حق میں ہے۔ آپ نے ان چار بزرگوں کو بھی اپنی دعا سے اس وعدہ میں داخل فرمایا تو
آیت کا نزول ان کے حق میں ہوتا تو دعا کی کیا حاجت تھی۔ اور کس واسطے تحصیل حاصل
فرماتے اس واسطے آپ نے ام سلمہ کو اس دعا میں شریک نہ فرمایا۔ کیونکہ اُس کے حق
آپ نے اس دعا کو تحصیل حاصل خیال فرمایا۔ (تحفہ اثنا عشریہ)۔ پس انت علی خیر
ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اہلبیت ہونے کا شرف تجھے پہلے سے حاصل ہے۔ جیسا کہ
ناطق ہے۔ اسی کی تائید یوں ہوتی ہے۔ کہ ایک روایت (صواعق محرقہ۔ صـ۹۲) میں
کہ ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ انا من اھل البیت (اے رسول خدا میں
سے ہوں۔) آپ نے فرمایا۔ بلیٰ انشاء اللہ (ہاں انشاء اللہ)

(۳) آیہ تطہیر میں جمع مذکر کی ضمیریں بتا رہی ہیں۔ کہ یہ خطاب ازواج سے نہیں پس
جواب میں گزارش ہے کہ سورۂ ہود میں آیہ (اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ و
برکاتہ علیکم اھل البیت) میں خطاب تو بی بی سارہ سے ہے۔ جیسا کہ
بیان ہو چکا صیغہ بھی واحد مؤنث حاضر ہے۔ پھر علیکم میں ضمیر مذکر کیوں لائی گئی
اسکا جواب جو شیعہ دیں وہی جواب ہماری طرف سے آیہ تطہیر میں سمجھ لیں۔ علاوہ ازیں
اس تقدیر پر تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اہلبیت میں شمار نہیں
اگر شیعہ کہیں کہ آیہ تطہیر میں تغلیباً جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں
ازواج مطہرات کے ساتھ حضرت علی و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اہلبیت
ہیں اس لئے عنکم میں تغلیب ہے بلکہ دو تغلیبیں ہیں ایک تو مذکر کی تغلیب مؤنث

137393

Marfat.com

ور دوسرے مخاطب کی تغلیب غائب پر اس لئے کہ غیر ازواج پہلے مذکور نہیں اور نہ
ں کو امر دہنی کے ساتھ خطاب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمع مذکر کی ضمیر بلحاظ لفظ اہل ہے
رب کا قاعدہ ہے کہ جب مؤنث کو لفظ مذکر سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو اس مؤنث کے لئے مذکر
کے صیغے لاتے ہیں۔ ہاں بلحاظ عموم لفظ آل عیا بھی وعدہ تطہیر میں داخل ہیں جیسا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا۔

ہی حدیث زید بن ارقم میں جو پہلے آچکی ہے مذکور ہے کہ حضرت زید نے فرمایا کہ ازواج مطہرات
بیت نبیؐ میں سے ہیں۔ مگر مسلم کی دوسری روایت میں یوں ہے۔ فقلنا من اھل بیتہٖ
نسائہ قال لا وایم اللہ ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا
فترجع الی ابیھا وقومھا اھل بیتہ اصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ
بعدہٗ فترجمہ پس ہم نے پوچھا کہ حضرت کے اہلبیت کون ہیں۔ کیا حضرت کی ازواج اہلبیت
ہیں حضرت زید نے کہا۔ نہیں خدا کی قسم عورت زمانے کا ایک حصہ شوہر کے ساتھ ہوتی ہے
پھر وہ اُس کو طلاق دیدیتا ہے۔ پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے
حضرت کے اہلبیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے رانتھے
حضرت زید بن ارقم کے یہ دو قول بظاہر متناقض ہیں۔ اُن میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے
کہ پہلی روایت میں جواز واج کو اہلبیت میں بتایا گیا وہاں اہلبیت سے مراد اہل بیت
سکونت ہیں۔ اور دوسری روایت میں جو اُن کو اہلبیت سے خارج بیان کیا گیا۔ وہاں اہلبیت
سے مراد وہ اہلبیت ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُس صدقہ سے محروم کئے گئے جو
اُن کو خلفائے اربعہ کے عہد میں ملتا رہا۔ اگر اس تطبیق کو تسلیم نہ کیا جائے تو ہم پہلی روایت
کو ترجیح دیں گے کیونکہ یہ نص قرآن کے موافق ہے۔ علاوہ ازیں دوسری روایت کے
اسناد میں حسان بن ابراہیم ہے جس کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال النسائی
لیس بالقوی وقال ابن عدی حدث بافرادات کثیرۃ وھو من اھل
الصدق الا انہ یغلط یعنی نسائی نے کہا کہ حسان بن ابراہیم قوی نہیں۔ اور ابن
عدی نے کہا کہ اُس نے بہت سی مفردات روایت کی ہیں اور وہ اہل صدق سے ہے۔ مگر
غلطی کرتا ہے انتہٰی۔ اگر اس ترجیح کو بھی مسلم نہ رکھا جائے۔ تو ہم کہیں گے اذا تعارضا
تساقطا۔ پس حضرت زید کے ہر دو قول میں سے کوئی بھی قابل استناد نہ رہا۔ خلاصہ کلام یہ

Marfat.com

کہ ازواج مطہرات ضرور اہلبیت ہیں۔ اور قطعاً وعدۂ تطہیر میں داخل ہیں اسی واسطے ان کو مطہرات کہتے ہیں۔

آیہ تطہیر سے شیعہ آل عبا کی معصومیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے تو ان کا غیر معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ معصوم کے حق میں یوں نہیں کہا جاتا۔ کہ میں اُسے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ ادائے رجس کے ساتھ ارادہ الٰہی کے تعلق کے بعد وہ رجس سے محفوظ ہیں۔ اگر آیۂ تطہیر سے ائمہ شیعہ کی عصمت ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ وضو اور غسل کرنے والے بھی معصوم ہوں کیونکہ ان کے حق میں یوں آیا ہے۔ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (مائدہ۔ ع۲) ترجمہ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کرے تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ (ترجمہ شیعہ) شیعہ کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ بما فرض عليكم من الوضوء والغسل من الاحداث والجنابة اى ينظف اجسادكم بذلك من الذنوب واللام دخلت فيه لشبيين الفراد اى يريد ذلك لتطهيركم كما قال الشاعر ؎ اريد لانسى ذكرها فكانما تمثل لى ليلى بكل سبيل ؎ ويويد ما قلنا ما روى عن قتادة عن شهر بن حوشب عن ابى امامة ان النبى قال ان الوضوء يكفر ما قبله وفى لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ اى يريد الله تعالىٰ مع تطهيركم من ذنوبكم بطاعتكم اياه فيما فرض عليكم من الوضوء والغسل اذا قمتم الى الصلوٰة مع وجود الماء والتيمم عند عدمه ان يتم نعمته باباحته لكم التيمم وتصييره لكم الصعيد الطيب طهورا رخصة لكم منه مع سوابغ نعمه التى انعم بها عليكم۔ ترجمہ ولیکن خدا چاہتا ہے کہ پاک کرے تم کو تم پر حدث سے وضو اور جنابت سے غسل واجب کرکے یعنی تمہارے جسموں کو اس کے ساتھ گناہوں سے پاک کرے۔ اور اس میں لام ارادہ کے بیان کرنے کے لئے ہے۔ یعنی اللہ یہ چاہتا ہے تمہاری تطہیر کے لئے جیسا کہ شاعر کا قول ہے ؎ اريد لانسى ذكرها فكانما تمثل لى ليلى بكل سبيل ؎ اور ہمارے قول کا مؤید ہے وہ جو قتادہ نے شہر بن حوشب سے اور ان سے

Marfat.com

ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وضو کفارہ ہے اُن گناہوں کا جو پہلے ہو چکے۔ اور کہ پورا کرے اپنی نعمت تم پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تم پر نماز پڑھنے کے وقت پانی ملنے کی صورت میں وضو اور غسل اور نہ ملنے کی صورت میں تیمم فرض کیا ہے اِس فرض کی بجا آوری سے وہ چاہتا ہے کہ تم کو گناہوں سے پاک کرے۔ اور اس تطہیر کے علاوہ تمہارے واسطے تیمم کو مباح اور پاک مٹی کو بطور رخصت طہور (پاک کرنے والی) بنا کر چاہتا ہے کہ اپنی نعمت تم پر پورا کرے۔ مع ان بڑی نعمتوں کے جو اس نے تمہیں عنایت کیں انتہےٰ۔ بلکہ آیت تطہیر کی نسبت یہ آیت ثبوت مدعا میں مفید تر ہے کیونکہ اس میں اتمام نعمت بھی مذکور ہے اور اتمام نعمت تطہیر کے بعد شر شیطان اور معاصی سے حفاظت کے بغیر متصور نہیں۔ صاحب مجمع البیان نے اس آیت کی جس طرح تفسیر کی ہے۔ اسی طرح آیت تطہیر کا بھی یہی صاف مطلب ہے کہ اوامر و نواہی جن کے ساتھ آیات ماقبل میں ازواج مطہرات کو خطاب ہے وہ اس لئے ہیں کہ ان کی بجا آوری سے اللہ تعالیٰ ان کو پورے طور پر پاک بنانا چاہتا ہے۔ مگر افسوس ہے صاحب مجمع البیان نے آیت تطہیر کی تفسیر اس طرح نہیں کی۔ بلکہ اُس کی تحت میں یوں لکہا ہے۔ واستدلت الشیعة علی اختصاص الآیة بهؤلاء الخمسة علیهم السلام بان قالوا ان لفظة انما محققة لما اثبت بعدها نافیة لما لم یثبت فان قول القائل انما لك عندی درهم وانما فی الدار زید یقتضی انه لیس عنده سوی الدرهم ولیس فی الدار سوی زید واذا تقرر هذا فلا یخلو الارادة فی الآیة ان تکون هی الارادة المحضة او الارادة التی یتبعها التطهیر واذهاب الرجس ولا یجوز الوجه الاول لان الله تعالیٰ قد اراد من کل مکلف هذه الارادة المطلقة فلا اختصاص لها باهل البیت دون سائر الخلق ولان هذا القول یقتضی المدح والتعظیم لهم بغیر شك وشبهة ولا مدح فی الارادة المجردة فثبت الوجه الثانی وفی ثبوته ثبوت عصمة المعینین بالآیة من جمیع القبائح وقد علمنا ان من عدا من ذکرناه من اهل البیت غیر مقطوع علی عصمته فثبت ان الآیة مختصة بهم لبطلان تعلقها بغیرهم ترجمہ [illegible]

آیہ تطہیر کے مختص ہونے پر استدلال کیا ہے بدین طور کہ وہ کہتے ہیں کہ لفظ اِنَّمَا مثبت ہے اُس کا جو اس کے بعد مذکور ہے اور نافی ہے اس کا جو مذکور نہیں۔ کیونکہ کسی کا یہ کہنا انما لک عندی درھم واتما فی الدار زید مقتضی ہے اس امر کا کہ اس کے پاس سوا درہم کے نہیں اور گھر میں سوا زید کے نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو آیت میں جو ارادہ مذکور ہے۔ وہ یا تو محض ارادہ ہے یا وہ ارادہ کہ جس کے بعد پاک کرنا اور گناہ کا دور کرنا ہے۔ وجہ اول یہاں جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ مطلقہ ہر مکلف کے لئے ہے۔ اس لئے اس کو اہلبیت سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ یہ قول بلاشک و شبہ اہلبیت کی مدح و تعظیم کا مقتضی ہے اور ارادہ مجردہ میں کوئی مدح نہیں۔ لہذا وجہ ثانی ثابت ہو گئی۔ اور وجہ ثانی کے ثابت ہونے سے اُن پنجتن کی عصمت تمام قبائح سے ثابت ہو گئی جن کے ساتھ یہ آیت مختص ہے۔ اور یہ ہمیں معلوم ہے کہ اہل بیت مذکورین کے سوا اوروں کی عصمت قطعی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ آیت اُن ہی کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ ان کے سوا اوروں کے ساتھ اس آیت کا تعلق باطل ہے۔ انتہے۔ شیعہ کے استدلال کے جواب میں گزارش ہے کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ آیہ تطہیر میں خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔ اور بلحاظ عموم لفظ آل عبا بھی اس میں داخل ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ یہ آیت پنجتن سے مختص ہے درست نہیں۔ ارادۂ باریتعالیٰ قرآن مجید میں دو طرح کا ہے۔ ایک تو ارادۂ شرعیہ دینیہ۔ جہاں اللہ تعالیٰ مراد کو پسند کرتا ہے۔ اور اس سے راضی ہے۔ اور اس کو مؤمنوں کے لئے اُس نے مشروع کر دیا ہے۔ ایسا ارادہ متضمن اس امر کو نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس مراد کو خلق کیا ہے۔ اور نہ یہ کہ اُس مراد کو مقدر کر دیا ہے اور نہ یہ کہ وہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ آیات ذیل میں۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (بقرہ۔ ع ۲۳) ترجمہ اللہ چاہتا ہے تم پہ آسانی اور نہیں چاہتا تم پہ مشکل۔

(۲) یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ (نساء۔ ع ۵)۔ ترجمہ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے اور تم کو چلا دے اگلوں کی راہ۔ اور تم کو معاف کرے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

Marfat.com

(۳) وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ (نساء۔ رکوع ۵) ترجمہ۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر رحمت سے متوجہ ہووے۔ اور جو لوگ اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم مڑ جاؤ راہ سے بہت دور۔

دوسرا ارادہ کونیہ جو متضمن ہے اُس مراد کے خلق اور تقدیر کو جیسا کہ آیات ذیل ہیں۔

(۱) مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ (انعام۔ ع ۱۵) ترجمہ سو جس کو اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ہدایت کرے اُس کا سینہ حکم برداری کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جس کو راہ سے بھلانا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ آسمان پر زور سے چڑھتا ہے۔

(۲) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ (ہود۔ ع ۳) ترجمہ اور میری نصیحت تم کو فائدہ نہ دے گی اگر میں چاہوں تم کو نصیحت کروں۔ اگر اللہ چاہتا ہوگا۔ کہ تم کو بے راہ چلا دے۔

آیہ تطہیر میں ارادہ از قبیل قسم اول ہے۔ کیونکہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا (یا اللہ یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں پس ان سے گندگی دور کر دے اور ان کو پاک کر دے طور پر پاک کر) پس آپ نے اذہاب رجس اور تطہیر طلب کی۔ اگر آیت میں [illegible] کہ اللہ تعالیٰ نے اہلبیت سے گندگی دور کر دی اور ان کو پاک کر دیا [illegible] ضرورت نہ تھی۔ رہا یہ اعتراض کہ ارادہ مجردہ تو ساری خلقت کے لئے ہے۔ اس میں اہلبیت کی کوئی خصوصیت نہیں۔ حالانکہ یہ مقام اہلبیت کی مدح کا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اذہاب رجس کا مآل تخلیہ ہے۔ اور تطہیر کا مآل تحلیہ ہے۔ اس آیت [illegible] طرف سے وعدہ ہے کہ اگر اہلبیت مناہی سے باز رہیں [illegible] تو اللہ تعالیٰ ان کو بطریق احسن تخلی عن الرذائل اور متحلی [illegible] شامل ہے کہ ان کے اعمال مقبول ہیں [illegible] کے لئے خصوصیت ہے۔ کیونکہ تمام دن [illegible] نہیں اسی واسطے ہم اہلبیت کے عابدوں کو [illegible] کی [illegible]

Marfat.com

اتم حالاً اور احسن اخلاقاً اور از کے نفساً پاتے ہیں۔ اور اُن ہی کی طرف سلاسل صوفیہ منتہی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر زمانے میں قطب اہلبیت ہی سے ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آیہ تطہیر سے اہلبیت کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت میں شیعہ کے نزدیک بقول صاحب مجمع البیان اہل بیت سے مراد آل عبا اور حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر ہیثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں یوں لکھتا ہے اختلف الناس فی المراد باھل البیت فی قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت فقال الجمھور ان نساء النبی مرادات بھذہ الآیۃ ومن الناس من خصھا بمن مستدلین بسیاق الکلام قبلھا وبعدھا واتفقت الشیعۃ علی انھا خاصۃ بعلی وفاطمہ والحسن والحسین وھو قول ابی سعید الخدری ترجمہ آیۂ تطہیر میں اہلبیت سے کیا مراد ہے۔ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کا قول ہے کہ اس آیت سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مراد ہیں۔ اور بعض لوگ اس کے قبل و بعد سیاق کلام سے استدلال کر کے اس آیت کو ازواج سے مخصص کرتے ہیں۔ اور شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ یہ آیت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے خاص ہے۔ اور یہی قول ہے ابو سعید خدری کا۔ انتہیٰ۔ شیعہ حضرت علی و امام حسن و امام حسین کا اہلبیت اور معصوم ہونا تو اس آیہ تطہیر سے بتاتے ہیں۔ مگر باقی نو اماموں کا اہلبیت و معصوم ہونا ان کے نزدیک کسی آیت قرآنی سے ثابت نہیں۔ بلکہ حدیثوں سے ثابت کرتے ہیں۔ جن کی صحت و اعتبار کا معیار اُن کے پاس کوئی نہیں۔ یہاں اتنا اور عرض کر دینا مناسب ہے۔ کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جو افضل آل عبا ہیں اپنے غیر معصوم ہونے کے معترف ہیں۔ چنانچہ صفین میں جو خطبہ آپ نے پڑھا۔ اُس میں حاکم و رعایا کے حقوق بیان فرمائے ہیں اس خطبہ میں آپ فرماتے ہیں فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا آمن ذلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ منی انما انا وانتم عبید مملوکون لرب لا یملک الا ھو مطبوعہ بیروت جزء اول صفحہ ۲۱۰۔ روضہ کلینی نولکشوری۔ صفحہ ۱۶۵) ترجمہ پس تم سچ بات کہنے سے اور مشورہ دینے سے باز نہ رہو کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں مگر اپنے فعل میں خطا سے

Marfat.com

کہ اللہ میری ذات کے لئے ایسا کام بنا دے جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔ انتہے۔

شیعہ اور سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) شیعہ حقیقت میں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آئمہ کو جناب رسالتمآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی طرح معصوم جانتے ہیں۔ اور اُن پر نزول وحی کے قائل ہیں جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں بیان ہُوا۔

(۲) تحفہ شیعہ حصہ اول میں مذکور ہے کہ تقیہ اور جھوٹ بولنا مترادف ہیں۔ اور امام جعفر صادق کا یہ قول بھی آچکا ہے۔ کہ تقیہ میرے دین اور میرے آباء کے دین سے ہے۔ جس میں تقیہ نہیں۔ اُس کا کوئی دین نہیں۔ شیعہ کے زبدۃ المحققین وعمدۃ المدققین حاجی کریم خان کرمانی لکھتے ہیں۔ گمان مکن کہ آئمہ سابقہ علیہم السلام درین عالم بنور ولایت قائم بودند۔ واسرار ولایت را آشکار کردند۔ حاشا بلکہ جمیع شرائع کہ بیان کردند مشوب بتقیہ بود۔ واین امر در نزد فقہائے اہلبیت سلام اللہ علیہم بدیہی ست کہ تقیہ ایشاں بسر حد اعلےٰ بود۔ حتے آنکہ بسا بود کہ روزہ را از راہ تقیہ میخوردند و نماز را بہمراہی ایشان میکردند۔ واحکام را برحسب دلخواہ مخالفان میفرمودند۔ واما حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہب سنیان و بعضے از علما چنانست کہ تقیہ نمیفرمودند۔ ومذہب حق اینست کہ تقیہ میفرمودند باشد تقیہ (ارشاد العوام۔ جلد سیوم۔ مطبوعہ ایران ۱۲۷۱ھ۔ صـ۱۱۱) ترجمہ تو یہ گمان نہ کو کہ آئمہ سابقہ علیہم السلام اِس دنیا میں نور ولایت کے ساتھ قائم تھے۔ اور اُنہوں نے ولایت کے اسرار ظاہر کر دئے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ تمام شریعتیں جو اُنہوں نے بیان کیں تقیہ کے ساتھ مخلوط تھیں۔ اور فقہائے اہلبیت سلام اللہ علیہم کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ کہ اُن کا تقیہ اعلیٰ درجہ کا تھا۔ یہانتک کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ وہ تقیہ سے روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور سُنیوں کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور مخالفین کی مرضی کے موافق احکام بیان فرماتے تھے۔ رہے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سنیوں اور ہمارے بعض عالموں کا مذہب یہ ہے۔ کہ آپ تقیہ نہ فرماتے تھے۔ اور مذہب حق یہ ہے۔ کہ آپ بہت سی بات سخت تقیہ فرماتے تھے انتہے۔ خلاصہ یہ کہ حسب عقیدہ شیعہ آئمہ تو درکنار

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دین حق کو چھپاتے رہے۔ اور کچھ کا کچھ بتاتے رہے۔
(۳) شیعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان میں یہانتک کوشاں ہیں کہ آپ کی شان مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی گھٹاتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کے محدث ومجتہد سید نعمت اللہ حسینی جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔ قد روی الصدوق طاب ثراہ عن النبیؐ قال اعطیت ثلاثا وعلی مشارکی فیہا واعطی علیؑ ثلثۃ ولم اشارکہ فیہا۔ فقیل یا رسول اللہ وما الثلاث التی شارکک علیؑ قال لواء الحمد لی وعلیؑ حاملہ والکوثر لی وعلیؑ ساقیہ والجنۃ والنار لی وعلی قسیمہما واما الثلاث التی اعطی علیا ولم اشارکہ فیہا فانہ اعطی شجاعۃ ولم اعط مثلہ واعطی فاطمۃ الزہراء زوجۃ ولم اعط مثلہا واعطی ولد بہ الحسن والحسین ولم اعط مثلہما۔ ترجمہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) طاب ثراہ نے روایت کی کہ نبیؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے تین چیزیں دی گئیں علیؑ ان میں میرے ساتھ شریک ہے۔ اور علیؑ کو تین چیزیں دی گئیں ہیں ان میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ وہ تین چیزیں کونسی ہیں جن میں علیؑ آپ کے ساتھ شریک ہے۔ فرمایا لواء حمد میرے واسطے ہے۔ اور علیؑ اس کے اٹھانے والا ہے۔ کوثر میرے واسطے ہے۔ اور علیؑ اس کا ساقی ہے۔ بہشت ودوزخ میرے ہیں علیؑ ان دونوں کے بانٹنے والا ہے۔ لیکن وہ تین چیزیں جو علیؑ کو دی گئیں ہیں ان میں علیؑ کا شریک نہیں سو علیؑ کو شجاعت ملی جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علیؑ کو فاطمہ زہراؑ زوجہ ملی۔ جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علیؑ کو حسن وحسین دو بیٹے ملے۔ جن کی مثل مجھے نہ ملے انتہے۔ اس کے ساتھ ملاحظہ ہو تحفہ شیعہ۔ حصہ اول۔ صہ ۱۳۲ تا ۱۳۳۔
(۴) شیعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کو سوائے تین چار کے کافر ومنافق ومرتد بتاتے ہیں۔ جیسا کہ تحفہ شیعہ حصہ اول میں مذکور ہوا۔ یہ صحابہ کرام وہی بزرگ ہیں۔ جو آپ پر ایسے وقت میں ایمان لائے۔ جب کوئی امید دنیوی نفع کی نہ تھی بلکہ ہر طرح کی ذلت ومضرت کا سامنا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت میں اپنی آبرو اور جان ومال سے دریغ نہ کیا۔ اور کفار ومشرکین کے ہاتھوں سے اذیتیں اٹھائیں۔ خدا اور رسول کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ خویش واقارب سے

Marfat.com

رشتہ الفت توڑا۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سفر کی صعوبتیں جھیلیں۔ فقر و فاقہ کی مصیبتیں سر پر لیں۔ عزت دنیا سے مُنہ موڑا۔ سفر و حضر میں اپنے آقائے نامدار کے ہم رکاب رہے۔ آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔ آپ کی قربت و قرابت کو مایہ فخر و عزت سمجھا۔ آپ کو بیٹیاں دے کر رسول اللہ کے خسر ہونے کا تاج سر پر رکھا۔ آپ کی بیٹیاں اور نواسیاں لیکر دامادی کا شرف حاصل کیا۔ تاحیات آپ کے جلیس و انیس اور وزیر و مشیر رہے۔ ان بزرگوں کے حق میں شیعہ کی اس دریدہ دہنی کا جو اثر اسلام اور پیغمبر اسلام پر پڑتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں +

(۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات جو امہات المومنین ہیں اور جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ ان میں سے حضرت عائشہ دختر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت حفصہ دختر حضرت عمر فاروق سے شیعہ کو خاص عداوت ہے۔ ملا محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں حضرت ام سلمہ کے گھر اُترے اور خلاف عادت ایک ماہ وہیں رہے اور دوسری ازواج کے ہاں تشریف نہ لے گئے۔ حضرت عائشہ نے خدمت میں حاضر ہو کر یوں عرض کی۔ یا رسول اللہ بر من گران آمد بنا مدن تو منزل من درین مرتبہ و من پناہ مے برم بخدا از غضب تو یا رسول اللہ۔ حضرت فرمود کہ اگر راست میگفتی این سخن را افشا نے کردی رازے را کہ بتو سپردم و مبالغہ نمودم کہ اظہار نکنی۔ بتحقیق کہ خود ہلاک شدی۔ و گروہے۔ از مردم را ہلاک کردی۔ پس حضرت کنیزک ام سلمہ را فرمود کہ ہمہ زنان مرا طلب کہ جمع شوند چون ہمہ جمع شدند در منزل ام سلمہ۔ حضرت با ایشان فرمود کہ بشنوید آنچہ باشما مے گویم۔ پس بدست مبارک خود اشارہ نمود بسوے علی بن ابی طالب۔ و فرمود کہ این برادر منست و وصی و وارث منست و قیام نمایندہ ست بامور شما و بامور سائر امت بعد از من۔ پس اطاعت نمایید او را در ہر چہ شما را بآن امر میکند۔ و نافرمانی او مکنید کہ نافرمانی او ہلاک مے شوید۔ پس ما حضرت امیر المومنین فرمود۔ کہ یا علی این زنان را کہ بتو سفارش مے نمایم ایشان را نگاہداری بکن و ترک ایشان را بکش مادام کہ اطاعت تو نمایند۔ و امر کن ایشانرا بامر خود و نہی کن ایشانرا از آنچہ ترا نشک مے اندازد۔ و اگر نافرمانی کنند ایشانرا رہا کن۔ و طلاق بگو۔ پس حضرت امیر المومنین فرمود کہ یا رسول اللہ ایشان

Marfat.com

زنانند و کار ایشانست سستی در امور و ضعف رائے۔ حضرت فرمود تا آنکہ صلاح ایشانرا در مدارا دانی مدارا کن با ایشاں۔ و ہر کہ ترا نافرمانی کند از ایشان پس او را طلاق بگو طلاقے کہ خدا و رسول از و شاد گردند۔ پس زنان آنحضرت ہمہ ساکت شدند و حرفے نگفتند مگر عائشہ کہ او سخن گفت و گفت یا رسول اللہ ہرگز ما چنین نبودیم کہ ما را امرے بفرمائی و ما غیر آن را بجا آوریم۔ حضرت فرمود کہ نہ چنین ست اے حمیرا بلکہ مخالفت من نمودی بدترین مخالفتہا و بخدا سوگند کہ ہمیں سخنے را کہ الحال گفتم مخالفت خواہی کرد و نافرمانی علی خواہی کرد بعد از من (حیات القلوب نولکشوری۔ جلد دوم۔ صـ۶۷۷)

ترجمہ۔ یا رسول اللہ اس مرتبہ آپکا میرے گھر میں نہ آنا مجھ پر ناگوار گذرا۔ یا رسول اللہ میں آپ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر یہ بات تو سچ کہتی ہے تو اُس راز کو افشا نہ کرتی۔ جو میں نے تجھ سے کہا تھا۔ اور تاکید کر دی تھی کہ کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ البتہ تو خود ہلاک ہو گئی اور تو نے لوگوں کے ایک گروہ کو ہلاک کر دیا۔ پس حضرت ام سلمہ کی لونڈی کو حکم دیا کہ میری تمام بیویوں کو بلا۔ کہ جمع ہو جائیں۔ جب ام سلمہ کے گھر میں سب جمع ہو گئیں۔ تو حضرت نے اُن سے فرمایا۔ کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اُس کو سنو۔ پس اپنے دست مبارک سے علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور وارث ہے۔ اور میرے بعد تمہارے امور اور تمام امت کے امور کو قائم کرنے والا ہے۔ جس بات کا وہ تم کو حکم دے اُس میں اُس کی اطاعت کرنا۔ اور اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ کیونکہ اُس کی نافرمانی سے تم ہلاک ہو جاؤ گی۔ پس آپ نے حضرت امیر المؤمنین سے فرمایا۔ کہ اے علی یہہ عورتیں جن کی میں تجھ سے سفارش کرتا ہوں اُن کی نگہبانی کرنا اور ان کا خرچ برداشت کرنا۔ جب تک یہہ تیری اطاعت کریں اور اُن کو اپنے امر کا حکم دینا اور جو چیز تجھ کو شک میں ڈالے اُس سے ان کو منع کرنا۔ اگر یہہ نافرمانی کریں۔ تو ان کو چھوڑ دینا اور طلاق دے دینا۔ پس حضرت امیر المؤمنین نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ یہہ عورتیں ہیں ان کا کام امور میں سستی اور ضعف رائے ہے۔ حضرت نے فرمایا جب تک تو ان کی صلاح مدارات میں جانے۔ ان کے ساتھ مدارات کرنا۔ اور ان میں سے جو تیری نافرمانی کرے اس کو ایسی طلاق دینا کہ جس سے خدا و رسول راضی ہو جائیں۔ یہہ سنکر حضرت کی تمام عورتیں چپ ہو گئیں اور کچھ نہ کہا۔ مگر عائشہ نے بات کہی اور یوں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم ایسی

Marfat.com

کرنہ تھیں کہ آپ ہم کو کوئی امر فرمائیں اور ہم اس کے برعکس کریں۔ حضرت نے فرمایا اے
حمیرا ایسا نہیں بلکہ تو میری نہایت ہی بری مخالفتیں کرتی رہی ہے۔ اور خدا کی قسم کہ یہی بات جو
بھی میں نے کہی۔ تو اس کی مخالفت کرے گی۔ اور میرے بعد علیؑ کی نافرمانی کرے گی۔ انتہیٰ
اسی طلاق کے متعلق شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے یوں لکھا ہے۔ روی عن الباقر علیہ السلام
انہ قال لما کان یوم الجمل وقد رشق هودج عائشة بالنبل قال امیر المؤمنین علیه السلام
والله ما ارانی الا مطلقها فانشد الله رجلا سمع من رسول الله صلے الله علیه وآله وسلم یقول
یا علی امر نسائی بیدك من بعدی۔ لما قام فشهد قال فقام ثلثة عشر رجلا فیهم بایان
فشهدوا انهم سمعوا رسول الله صلے الله علیه وآله یقول لعلی بن ابے طالب یا علی
امر نسائی بیدك من بعدی قال فبکت عائشة عند ذلك حتے سمعوا بکاءها فقال
علی علیه السلام لقد انبأنی رسول الله صلے الله علیه وآله بنبأ فقال ان الله تعالے
یمدك یا علی یوم الجمل بخمسة آلاف من الملائکة مسومین۔
(کتاب الاحتجاج مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ۔ صفحہ ۸۲) ۔ ترجمہ۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ
آپ نے فرمایا۔ جنگ جمل کے روز جب کہ عائشہؓ کے ہودے پر تیر لگے ہوئے تھے امیر المومنین
علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں اپنے آپ کو عائشہؓ کا طلاق دینے والا ہی گمان کرتا ہوں
پس آپ نے ایک شخص سے اللہ کی قسم دے کر پوچھا جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کو
یہ کہتے سنا تھا کہ اے علی میری عورتوں کا اختیار میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ جب اس
شخص نے کھڑے ہو کر شہادت دی تو تیرہ شخصوں نے جن میں دو بدری تھے کھڑے ہو کر شہادت
دی کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کو سنا ہے کہ آپ علی بن ابی طالب سے فرما
رہے تھے۔ اے علی میری عورتوں کا اختیار میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ راوی کا بیان
ہے کہ یہ سن کر عائشہ رو پڑی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کے رونے کی آواز سنی پس علی
علیہ السلام نے بیان کیا۔ کہ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے مجھے ایک خبر سنائی اور
فرمایا۔ اے علیؑ جنگ جمل میں اللہ تعالےٰ تیری مدد کو پانچ ہزار فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں
پر بھیجے گا۔ انتہیٰ۔ اس مضمون کو ملا باقر مجلسی نے اپنے رسالہ رجعت میں ایک طویل حدیث میں
بحوالہ شیخ صدوق وغیرہ اکابر محدثین شیعہ بسند معتبر نقل کیا ہے۔ جس میں سعد بن عبداللہ قمی
چالیس سے زائد مشکل سوالات کے حل کے لئے امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور

Marfat.com

یون بیان کرتا ہے۔ پس حضرت بجانب من التفات نمود و فرمود کہ اے سعد بچہ مطلب آمدۂ گ
شوق ملازمت تو مرا آوردہ است۔ فرمود کہ آن مسائلے کہ داشتی چہ شد۔ گفتم حاضر است
فرمود کہ از نورچشم پرس آنچہ ے خواہی۔ و اشارہ بحضرت صاحب الامر فرمود۔ گفتم اے مولا
فرزند مولائے من روایت بما رسیدہ است کہ حضرت پیغمبرؐ امر طلاق زنان خود را باختیار
امیر المومنین صلوات اللہ علیہ گزاشت حتےٰ آنکہ در روز جمل حضرت امیر رسولے فرستاد بنزد عائشہ
و فرمود کہ اسلام و اہل اسلام را ہلاک کردی بآن غش و فریبے کہ از تو صادر شد و فرزندان خود را
بجہالت و ضلالت بہلاکت انداختی۔ اگر دقت ازین عمل بہ میداری فبہا والا ترا طلاق مے گویم۔ این
چہ طلاق بود کہ بعد از وفات بآنحضرت مفوض بود۔ حضرت صاحب الامر فرمود کہ حق تعالےٰ شان
زنان پیغمبرؐ را عظیم گردانیدہ بود۔ و ایشان را بشرف مادر مومنان مخصوص ساختہ بود۔ و حضرت
رسول ..... بحضرت امیر المومنین علیہ السلام فرمود کہ این شرف برای ایشان باقی
است تا مطیع خدا باشند و ہر یک از ایشان کہ بعد از من معصیت خدا کند و بر تو خروج کند۔ تو
او را طلاق بگو و ازین شرف بیندار (رسالہ رجعت مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۲۱) ترجمہ۔ پس
حضرت امام عسکری نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے سعد تو کس مطلب کے لئے آیا ہے۔
میں نے عرض کی۔ آپ کی زیارت کا شوق مجھے یہاں لایا ہے۔ فرمایا وہ تیرے مسئلے کیا ہوئے
میں نے عرض کی کہ حاضر ہیں۔ آپ نے حضرت صاحب الامر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ میرے
نورچشم سے پوچھ لے جو تو چاہتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا اور میرے آقا کے بیٹے
ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت پیغمبر نے اپنی عورتوں کی طلاق کا معاملہ حضرت امیر المومنین
صلوات اللہ علیہ کے اختیار میں دے دیا ہے۔ یہاں تک کہ جنگ جمل کے دن حضرت امیر نے
ایک شخص کے ہاتھ عائشہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اس دغا و فریب سے جو تجھ سے سرزد ہوا تو نے اسلام
اور اہل اسلام کو ہلاک کر دیا۔ اور جہالت و ضلالت سے اپنے بیٹوں کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اگر
تو اس کام سے باز آجائے۔ تو بہتر۔ ورنہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا۔ یہ کیسی طلاق تھی جو وفات
شریف کے بعد حضرت امیر کے اختیار میں دی گئی۔ حضرت صاحب الامر نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے
پیغمبرؐ کی عورتوں کا رتبہ بڑا بنایا تھا۔ اور ان کو امہات المومنین کے شرف سے مخصوص کیا تھا۔ اور حضرت
رسول نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ شرف ان کے واسطے باقی ہے جب تک خدا
کی فرمانبردار رہیں۔ ان میں سے جو میرے بعد خدا کی نافرمانی کرے۔ اور تجھ پر خروج کرے

Marfat.com

تو اس کو طلاق دے دینا۔ انتہیٰ۔ شیخ صدوق نے اس روایت کو اپنی کتاب کمال الدین و تمام النعمۃ فی اثبات الغیبۃ (مطبوعہ ایران۔ صفحہ ۲۵۳-۲۵۴) میں ذکر کیا ہے۔ ملا محمد باقر مجلسی نے بحوالہ علی بن ابراہیم اور عیاشی ایک طویل روایت میں حضرت عائشہ رض و حضرت حفصہ کی نسبت یوں لکھا ہے۔ پس حق تعالےٰ برائے رفع استبعاد جاہلان کہ نگویند کہ چون تواند بود کہ زنان پیغمبرؐ کافر و منافق باشند مثلے برائے ایشان بیان فرمود و کفر ایشان را در آن مثل بر ہر عاقل ہویدا گردانید۔ چنانچہ بعد ازیں آیات فرمودہ است کہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوْحٍ وَّامْرَأَةَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا الآیۃ (حیات القلوب جلد دوم۔ صفحہ ۴۵۷)۔ ترجمہ۔ پس اللہ تعالےٰ نے جاہلوں کے استبعاد کو دور کرنے کے لئے کہ یوں نہ کہیں کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی بیویاں کافر و منافق ہوں۔ انکے واسطے ایک مثل بیان فرمائی۔ اور اس مثل میں ان کا کفر ہر عقلمند پہ ظاہر کر دیا۔ چنانچہ ان آیتوں کے بعد فرمایا ہے "اللہ تعالےٰ نے کافروں کے لئے ایک مثل بیان کی نوحؑ کی عورت اور لوط کی عورت۔ یہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پس انہوں نے ان دو بندوں سے خیانت کی۔ پس ان بندوں نے ان عورتوں سے اللہ کا کچھ عذاب دور نہ کیا۔ اور حکم ہوا کہ دوزخ میں چلی جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ" (سورہ تحریم)۔ انہیں ہی ملا صاحب آگے چل کر لکھتا ہے۔ ابن بابویہ و برقی بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ اند کہ چون حضرت قایم آل محمد ظاہر شود۔ عائشہ را زندہ گردانند۔ تا آنکہ او را حد بزنند و تا آنکہ انتقام بکشد برائے حضرت فاطمہؑ۔ راوی گفت کہ فدای تو شوم۔ بچہ سبب او را حد بزنند۔ فرمود کہ برائے افترائے کہ برائے مادر ابراہیم گفت۔ راوی پرسید کہ چرا حضرت رسولؐ او را حد نزد و حق تعالےٰ او را تاخیر فرمود کہ قایم آل محمد این حد را جاری گرداند۔ حضرت فرمود کہ برای آنکہ حق تعالےٰ او را برائے رحمت فرستادہ است۔ و قایم را برائے انتقام و عذاب خواہد فرستاد۔ (حیات القلوب جلد دوم۔ صفحہ ۴۷۷)۔ ترجمہ۔ ابن بابویہ اور برقی نے معتبر سند کے ساتھ امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت قایم آل محمد ظاہر ہوں گے۔ وہ عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ اس پر حد ماریں اور حضرت فاطمہ کا بدلہ لیں۔ راوی نے کہا۔ میں آپ پہ قربان جاؤں۔ کس واسطے اس پر حد ماریں گے حضرت قایم نے فرمایا کہ عائشہ نے ابراہیم کی والدہ (ماریہ قبطیہ) پر جو بہتان لگایا تھا۔ اس کی وجہ سے حد ماریں گے۔ راوی نے پوچھا کہ حضرت رسول نے کس واسطے حد نہ ماری۔ اور حق تعالےٰ نے کیوں

Marfat.com

حد کو کس واسطے اتنی تاخیر میں ڈالا کہ قائم آل محمد اس حد کو جاری کریں۔ حضرت محمد باقر نے فرمایا۔ ا
واسطے کہ حق تعالےٰ نے محمد کو رحمت کے لئے بھیجا ہے۔ اور قائم کو انتقام و
کے لئے بھیجے گا۔ انتہے ٭

(ح) شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کو
اور صلبی بیٹی نہ تھی۔ دیکھو عبارت ذیل :-

(ا) ربیب و ربیبہ کو ابن و بنت کہنا بہت متعارف ہے۔ جیسے زینب اور رقیہ بنت رسو
اللہ کہلاتی ہیں۔ حالانکہ وہ بنت حقیقی رسول اللہ نہ تھیں۔ بلکہ یا بنت خدیجہ تھیں یا بنت اخت خدیج
تھیں کہ جناب رسول خدا کی تربیت میں تھیں (رمی الجمرات بجواب کتاب آیات بینات متعلق مبحث ع
کلثوم۔ جلد ثالث۔ مطبوعہ مطبع مظہر العلوم ۱۲۹۵ھ ہجری۔ صفحہ ۸) :-

(ب) علمائے شیعہ کے نزدیک صرف حضرت فاطمہؓ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
اکلوتی بیٹی تھیں۔ جو بعثت کے پانچویں سال میں پیدا ہوئیں اور ۱۸ سال کی عمر میں ۱۱ھ ہجری میں
انتقال کر گئیں۔ اور زینب اور رقیہ اور ام کلثوم آنحضرت کی ربیبہ جناب خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں
(تاریخ اسلام مؤلفہ ایس۔ ذاکر حسین جعفر۔ جلد اول۔ مطبوعہ جے اینڈ سنز پرنٹنگ ورکس دہلی ۳۷
ہجری۔ صفحہ ۲۱)

(ج) بنات الرسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی آپ نے شجرہ میں خلاف عقیدہ
شیعہ لکھ کر عوام شیعوں کو خواہ مخواہ مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ کیونکہ تمام مجتہدین اور طبقہ محققین ع
کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدہ طاہرہ بتول عذرا، فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے سوا حقیقی رسالت روحی
کی کوئی اور صلبی بیٹی نہ تھی۔ رقیہ زینب سب ربیبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ اس لئے مجازی
طور پر وہ بنات الرسول کہلاتی تھیں (انظر بجواب رسالہ شیر و شکر۔ مؤلفہ سید محمد رضی الرضوی القمی
علامۃ الحائری۔ مطبوعہ لال سٹیم پریس لاہور ۱۳۲۸ھ ہجری۔ صفحہ ۶ - ۷)۔ یہ سارا قصہ اس واسطے گھ
گیا ہے۔ کہ کہیں حضرت مولےٰ علی مرتضےٰ کی طرح حضرت عثمان غنی کے لئے بھی دامادی رسول کا شرف
ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ بحار الانوار میں یوں لکھا ہے "اور عثمان کی تزویج میں بہت اختلاف
اور اس کا نکاح ان حضرت کی کسی دختر کے ساتھ ثابت نہیں ہے" (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحا
جلد دہم۔ صفحہ ۱۵۶)

(د) حضرت فاطمۃ الزہراء کی نسبت کتب شیعہ میں امور ذیل درج ہیں :-

Marfat.com

(ا) شیعہ کے رئیس المحدثین لکھتے ہیں۔ عن یعقوب بن شعیب قال لما زوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ علیًا فاطمۃ علیہما السلام دخل علیہا وھی تبکی۔ فقال لھا ما یبکیك فواللہ لو کان فی اھلی خیر منہ ما زوجتکہ وما انا زوجتہ ولکن اللہ زوجك واصدق عنك الخمس ما دامت السمٰوٰت والارض (فروع کافی مطبوعہ نولکشور۔ جلد دوم ص۱۵۰) ترجمہ۔ یعقوب بن شعیب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے علی علیہ السلام کا فاطمہ علیہا السلام سے نکاح کر دیا۔ تو آپ فاطمہؓ کے پاس گئے اور وہ رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تو کیوں رونی ہے۔ اللہ کی قسم اگر میرے اہل میں کوئی علیؓ سے بہتر ہوتا۔ میں تیرا نکاح علی سے نہ کرتا۔ اور میں نے تو اس کا نکاح نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے تیرا نکاح کر دیا۔ اور خمس کو تیرا مہر قرار دیا۔ جب تک کہ آسمان و زمین قایم ہیں۔ انتہےٰ۔ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء حضرت علی کے ساتھ نکاح کرنے میں خوش نہ تھیں:۔

(ب)۔ بقول شیعہ جب حضرت عمر فاروق مع ایک جماعت کے جناب امیر المومنین سے بیعت لینے کے لئے ان کا گھر جلانے گئے۔ تو حضرت فاطمۃ الزہراء نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا گریبان پکڑ لیا جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔ عن ابی جعفر وابی عبد اللہ علیہما السلام قالا ان فاطمۃ علیہا السلام ما ان کان من امرھم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ (اصول کافی نولکشوری صفحہ ۲۹۱)۔ ترجمہ۔ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام کا بیان ہے۔ کہ جب ان کی طرف سے ہوا جو ہوا۔ تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور عمر کو اپنی طرف کھینچا۔ پھر فرمایا۔ آگاہ رہ خدا کی قسم اے خطاب کے بیٹے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں برا جانتی ہوں اس امر کو کہ کسی بے گناہ (اطفال شیر خوار) کو مصیبت پہنچے۔ تو بے شک تو جان جاتا کہ میں اللہ کو قسم دیتی۔ پھر میں اللہ کو جلد اجابت کرنے والا پاتی۔ انتہیٰ:۔

(ج) کتاب مناقب (ابن شہر آشوب) میں مذکور ہے کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام ابو بکرؓ کے پاس سے اپنے گھر واپس آئیں۔ امیر المومنین علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے پسر ابو طالب تم مانند پردہ نشین عورتوں کے ہو گئے ہو۔ اور مثل بیچاروں کے چھپے ہوئے حجرے میں بیٹھے ہو۔ اور اپنا حق طلب نہیں کرتے۔ باوجود اس کے کہ تم نے شجاعان زمانہ کو خاک مذلت میں گرایا۔ اور ان

Marfat.com

نامردوں سے مغلوب ہوگئے جواب ابو قحافہ کے بیٹے نے ظلم و جبر سے میرے باپ کے بخشے ہوئے اور میرے فرزندوں کی قوت و معیشت کو مجھ سے لے لیا ہے الخ۔ (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد دہم۔ مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ۔ صفحہ ۲۱۲) :-

(۸) حضرت فاطمۃ الزہراء کی بیٹی جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی ام کلثوم کا نکاح جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا تھا۔ اس سے شیعہ انکار کرتے ہیں۔ اور اقرار کرتے ہیں تو ان الفاظ میں۔ ذالك فرج غصبناہ (فروع کافی نولکشوری۔ جلد دوم صفحہ یعنے وہ ایک فرج ہے جو ہم سے چھینی گئی۔ اس نکاح کی مفصل بحث حسب گنجائش انشاء اللہ تعالےٰ آگے آئے گی ٭

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا عباس رضؓ اور ان کی اولاد کو شیعہ اچھا نہیں سمجھتے، اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ عباس رضؓ نے ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہراء کا نکاح حضرت عمرؓ سے کرایا تھا چنانچہ شیعہ کے شہید ثالث یوں لکھتے ہیں۔ وظاہر ابواسطہ این وکالت فضولی وامثال آن حضرت امیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام عباس رضؓ را مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت واخلاص نمے دانست ولہذا چنانکہ سابقا در احوال سید الشہداء مذکور شد آن حضرت از عباس وعقیل مخلفین خائفین تعبیر فرمودہ اند۔ (مجالس المومنین مطبوعہ ایران صفحہ ۷۸)۔ انوار نعمانیہ میں ایک طویل حدیث میں حضرت امیر علیہ السلام اپنے تقاعد کا سبب قلت اعوان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ولم یبق معی من اھل بیتی احدا اطول به واقوی اما حمزۃ فقتل یوم احد وجعفر قتل یوم موته وبقیت بین خلفین خائفین ذلیلین حقیرین العباس وعقیل وھم قریبوا عهد بالاسلام۔ ..... ترجمہ۔ اور میرے اہل بیت میں سے میرے ساتھ کوئی نہ رہا جس سے مجھے تقویت پہنچتی۔ امیر حمزہ تو جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ اور حضرت جعفر جنگ موتہ میں شہادت پائی۔ اور میں دو پیچھے رہنے والے ڈرنے والوں ذلیل وحقیر یعنے عباس وعقیل کے درمیان رہ گیا۔ اور وہ قریب زمانے کے اسلام لانے والے ہیں۔ انتہے۔ اسی مضمون کو امام باقر علیہ السلام یوں ادا فرماتے ہیں۔ ومن کان بقی من بنی ھاشم انما کان جعفر حمزۃ فمضیا وبقی معه رجلان ضعیفان ذلیلان حدیثا عهد بالاسلام عباس وعقیل (فروع کافی۔ جلد ثالث۔ کتاب الروضہ صفحہ ۹۲۔ نیز دیکھو حیات القلوب نولکشوری۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۵۶)۔ ترجمہ بنی ہاشم میں سے کون باقی تھا۔ جعفر و حمزہ جو تھے وہ عالم بقا کو رحلت کر چکے تھے۔ اور امیر کے ساتھ

Marfat.com

منیعت وذلیل شخص عباس وعقیل باقی تھے۔جو تازہ اسلام لائے تھے۔مولوی محمد مہدی علی خاں
ں نقل فرماتے ہیں۔کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں لکھا ہے۔کہ ابو جعفر طوسی بسند معتبر روایت
وہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر وابو طالب وعبداللہ ابنائے عبدالمطلب بود۔
دالمطلب با او مقارنت کرد کہ عباس ازان بہم رسید۔زبیر با عبدالمطلب دعوای کرد ویرخاش برآمد
ین کنیز از مادر ما بمیراث رسیدہ است۔تو بے رخصت او با او مقارنت کردی واین فرزندی کہ بہم رسید
نی عباس بندۂ ماست۔پس عبدالمطلب اکابر قریش را بشفاعت نزد وی فرستاد کہ تا آنکہ زبیر راضی شد
دست از عباس بردارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس وفرزندانش در مجلسے کہ ما وفرزندان ما
شستہ باشند نہ نشینند۔ودر ہیچ امرے با ما شریک نشود وحصہ نہ برد۔پس باین مضمون نامہ نوشتہ
ند واکابر قریش مہر کردند واین نامہ نزد آئمہ علیہم السلام بود۔پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا
حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ معاذ اللہ معاذ اللہ کنیزک زادے اور تو بہ تو بہ ولدالزنا تھے۔
یران کی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند ہری دستخطی آئمہ کے پاس موجود تھی۔شاید اسی سبب سے حضرت
اس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ایسا ذلیل کیا۔کہ ان کی بیٹی ام کلثوم کا
بر واکراہ نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ کر دیا۔کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہ
کریں۔کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اس کے بہت سے احادیث و
نباران کی شان میں موجود ہیں۔چنانچہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں بسند معتبر فرماتے ہیں۔کہ حضرت
ام زین العابدین فرمود کہ در حق عبداللہ بن عباس وپدرش این آیہ نازل شد۔مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ
مٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔پس اب تو صاف باپ بیٹے دونوں کا دنیا و عاقبت میں اندھا
ونا ان کی کتابوں سے نکل آیا۔بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونوں یعنے عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ
ضی اللہ تعالےٰ عنہما کا اعمیٰ اور بے بصیرت ہونا ثابت ہوگیا۔استغفر اللہ۔استغفر اللہ۔انتہے۔(آیات
ینات۔جزء اول۔فضائل صحابہ۔مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۳۰۹ھ ہجری۔صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲) شیعہ کی طرف
سے آیات بینات کے جواب میں جو ہی الجمرات لکھی گئی ہے۔اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔کہ
شیعہ اس کے جواب سے عاجز ہیں۔چنانچہ مجیب نے اس مقام پر یوں لکھا ہے۔عباس خواہ مثل
بوجہل اور ابولہب کے کہ جس کی شان میں تبت یدا ابی لہب ہے۔اور پیغمبر صاحب کے حقیقی چچا تھے
فر ہوں۔خواہ مثل ابوبکر وعمر کے منافق ہوں شیعوں کے مذہب کا کوئی ضرر نہیں ہے۔اور یہ جو
ب نے فرمایا کہ عباس اہل بیت سے ہیں کون مسخرا عباس کو اہل بیت کہتا ہے جز ایک بے ایمان زید

Marfat.com

بن ارقم کے کہ بسرا سر بے ایمانی وقت استشہاد جناب امیر بحدیث من کنت مولاہ اس نے سکوت ا
کیا۔ اور بدعای جناب امیر کی سزا دنیا ہی میں پائی۔ انتہے۔ (رمی الجمرات بجواب کتاب آیات بینا
جلد ثالث مطبوعہ مطبع مظہر العلوم۔ صفحہ ۹۷) رمی الجمرات اول سے آخر تک اسی قسم کے سب وشت
سے پر ہے۔ جس کا یہ فرقہ عادی ہے۔ اسی واسطے اس کتاب کے ٹائیٹل پیج یعنے لوح پر یہ اعلان
کر دیا گیا ہے "یہ کتاب خاص حضرات شیعہ کے واسطے چھاپی گئی ہے۔ لہذا اہلسنت وجماعت
دیکھیں۔ اور نہ خریدیں"۔

من کان فی ھذہ اعمی الآیہ کا شان نزول جو اوپر مذکور ہوا۔ وہ رجال کشی میں بالا
یوں وارد ہے۔ جعفر بن معروف قال حدثنا یعقوب بن یزید الانباری عن حماد بن عی
عن ابراھیم بن عمر الیمانی عن الفضیل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال اتی رج
الی ابی علیہ السلام فقال ان فلانا یعنے عبد اللہ بن العباس یزعم انہ یعلم کل ایۃ نزل
فی القرآن فی ای یوم نزلت وفیم نزلت قال فسلہ فیمن نزلت ومن کان فی ھذہ اعمی
فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا وفیم نزلت ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم
وفیم نزلت یاایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا فاتاہ الرجل وقال وددت ان
امرک بھذا واجھنی بہ فاسائلہ ولکن سلہ ما العرش ومتی خلق وکیف ھو فالضرفا
الی ابی فقال لہ ما قال فقال وھل اجابک فی الایات قال لا قال ولکن اجیبک فیھا بنور
علم غیر المدعی والمنتحل ما الاولیان فنزلتا فی ابیہ واما الاخیرۃ فنزلت فی ابی
فینا الحدیث۔ (رجال کشی۔ مطبوعہ مطبع مصطفویہ بمبئی۔ صفحہ ۳۶) ترجمہ۔ جعفر بن معروف کا بیان ہے
کہ ہم سے حدیث کی یعقوب بن یزید انباری نے۔ اس نے حماد بن عیسے سے۔ اس نے ابراہیم بن عمر یما
سے۔ اس نے فضیل بن یسار سے۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے میرے والد (ا
زین العابدین) علیہ السلام کے پاس آکر عرض کی۔ کہ فلاں شخص یعنے عبد اللہ بن عباس کہتا ہے۔ کہ ہر ایک
آیت جو قرآن میں نازل ہوئی۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کس دن نازل ہوئی۔ اور کس بارے میں نازل ہ
میرے والد نے اس شخص سے کہا کہ تو عبد اللہ بن عباس سے پوچھ کہ یہ آیت۔ ومن کان فی ھ
اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلاً کس بارے میں نازل ہوئی۔ اور ولا ینفعکم نصحی
اردت ان انصح لکم کس بارے میں نازل ہوئی اور یاایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابط
کس بارے میں نازل ہوئی۔ وہ شخص عبد اللہ کے پاس آیا۔ عبد اللہ نے کہا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ جس نے

Marfat.com

ومن کان فی ھذہ اعمیٰ کا شان نزول جو اوپر مذکور ہوا وہ رجال کشی میں بالاسناد یوں مذکور ہے۔ جعفر بن معروف قال حدثنا یعقوب بن یزید الانباری عن حماد بن عیسیٰ عن ابراھیم بن عمر الیمانی عن الفضیل بن یسار من ابی جعفر علیہ السلام قال اتی رجل الی ابی علیہ السلام فقال ان فلانا یعنی عبد اللہ بن عباس یزعم انہ یعلم کل آیۃ نزلت فی القرآن فی ای یوم نزلت وفیم نزلت قال فسلہ فیمن نزلت ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا وفیم نزلت ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم وفیم نزلت یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا فاتاہ الرجل (وسألہ ما قال) فقال ودت الذی امرک بھذا واجھنی بہ فاسائلہ ولکن سالہ ما العرش ومتی خلق وکیف ھو فانصرف الرجل الی ابی فقال لہ ما قال فقال وھل اجابک فی الآیات قال لا قال ولکنی اجیبک فیھما بنور وعلم غیر المدعی والمنتحل اما الاولیان فنزلتا فی ابیہ واما الاخیرۃ فنزلت فی ابی وفینا الحدیث (رجال کشی۔ مطبوعہ مطبع مصطفویہ بمبئی صفحہ ۳۴) ترجمہ (بسند صحیح اسناد) فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایک شخص نے میرے والد (امام زین العابدین) علیہ السلام کے پاس آکر عرض کی۔ کہ فلاں شخص یعنی عبداللہ بن عباس کہتا ہے کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں نازل ہوئی۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کس دن نازل ہوئی اور کس بارے میں نازل ہوئی۔ میرے والد نے اس شخص سے کہا۔ کہ تو عبداللہ بن عباس سے پوچھ کہ یہ آیت (ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا) کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور آیت (ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم) کس بارے میں نازل ہوئی۔ اور آیت (یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا) کس بارے میں نازل ہوئی۔ وہ شخص عبداللہ بن عباس کے پاس آیا۔ اور اس سے وہ دریافت کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ کاش وہ جس نے تجھے یہ حکم دیا میرے سامنے ہوتا۔ تو میں اس سے پوچھتا۔ لیکن تو اس سے دریافت کر تاکہ عرش کیا ہے۔ کب پیدا کیا گیا اور کیا ہے۔ وہ شخص لوٹ کر میرے والد کے پاس آیا۔ اور کہ سنایا جو عبداللہ نے کہا تھا۔ میرے والد نے کہا۔ کیا اس نے ان آیتوں کی نسبت تجھے کچھ جواب دیا۔ اس نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مدعی منتحل کیا میں تجھے نور وعلم سے ان کی نسبت جواب دیتا ہوں۔ پہلی دو آیتیں تو اس کے باپ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ رہی اخیر کی آیت۔ سو وہ میرے باپ کے اور ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ الحدیث۔ انتہیٰ۔ اسی طرح امام باقر علیہ السلام ہی فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے یوں دعا مانگی۔ اللھم العن ابنی فلان واعم ابصارھما کما عمیت قلوبھما واجعل عمی ابصارھما دلیلا علی عمی قلوبھما۔ (رجال کشی صفحہ ۳۵) یعنی خدایا تو فلاں کے دونوں بیٹوں (عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس حاشیہ) پر لعنت بھیج۔ اور ان کی آنکھیں اندھی کر دے جیسا کہ ان کے دل اندھے ہیں۔ اور ان کی آنکھوں کے اندھاپن کو انکے دلوں کے اندھاپن کی دلیل بنا دے۔ انتہیٰ۔ رجال کشی صفحہ ۳۷ پر امام حسن مجتبیٰ کا یہ قول مذکور ہے۔ فاما انت یا ابن عباس ففیمن نزلت ھذہ الآیۃ فلیس المولی ولیس العشیرۃ فی ابیک۔ یعنی اے عبداللہ بن عباس یہ تو بتا کہ یہ آیت۔ (فلیس المولیٰ ولیس العشیرۃ) کس کے بارے میں

Marfat.com

شیعہ اور ائمہ اہلبیت عظام

مولےٰ مرتضےٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ

مولےٰ مرتضےٰ کی ذاتی شجاعت و قوت کے بارے میں کتب شیعہ میں بہت سی روایات وارد ہیں جن میں سے چند بطور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

(۱) سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھا ہے۔ روی البرسی فی کتابہ لما وقعۃ خیبر وان الفتح فیھا کان علی ید علیؑ ان جبرئیلؑ جاء الی رسول اللہؐ مستبشرا بعد قتل مرحب فسالہ النبیؐ عن استبشارہ فقال یا رسول اللہؐ ان علیا لما رفع السیف لیضرب بہ مرحبا امر اللہ سبحانہ اسرافیل ومیکائیل ان یقبضا عضدہ فی الھواء حتی لا یضرب بکل قوتہ ومعھ ھذا قسمہ نصفین وکذا ما علیہ من الحدید وکذا فرسہ ووصل السیف الی الارض فقال لی اللہ سبحانہ یا جبرئیل بادر الی تحت الارض وامنع سیف علی عن الوصول الی ثور الارض حتی لا تنقلب الارض فمضیت فامسکتہ فکان علی جناحی اثقل من مدائن قوم لوط وھی سبع مدائن قلعتھا من الارض السابعۃ ورفعتھا فوق رئیشۃ واحدۃ من جناحی الی قرب السماء وبقیت منتظر الامر الی وقت السحر حتی امرنی اللہ بقلبھا فما وجدت ثقلا کثقل سیف علی فسالہ النبیؐ لم لا قلبتھا من ساعۃ رفعتھا فقال یا رسول اللہؐ انہ قد کان فیھم شیخ کافر نائم علی قفاہ وشیبتہ الی السماء فاستحی اللہ سبحانہ ان یھدم بھم فلما ان کان وقت السحر انقلب ذلک الشایب عن قفاہ فامرنی بعذابھا وفی ذلک الیوم ایضا لما فتح الحصن واسروا نساءھم فکان فیھم صفیۃ بنت ملک الحصن فاتت النبیؐ وفی وجھھا اثر شجۃ فسالہ النبیؐ عنھا فقالت ان علیا لما اتی الحصن وتعسر علیہ اخذہ اتی الی برج من بروجہ فھزہ فاھتز الحصن کلہ وکل من کان فوق برتفع سقط منہ وانا کنت جالسۃ فوق سریری فھویت من علیہ فاصابنی السریر فقال لھا النبیؐ یا صفیۃ ان علیا لما غضب ھز الحصن غضب اللہ لغضب علیؑ فزلزل السموت کلھا حتی خافت الملائکۃ ووقعوا علی وجوھھم وکفی بھا شجاعۃ ربانیۃ واما باب خیبر فقد کان اربعون رجلا یجاولون علی سدہ وقت اللیل ولما دخل الحصن طلب ترسہ من یدہ من کثرۃ الضرب فقلع الباب وکان فی یدہ بمنزلۃ الترس یقاتل فیھا حتی فتح اللہ علیہ

Marfat.com

ترجمہ۔ برسی نے اپنی کتاب میں واقعہ خیبر اور اس کے حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہونے کے بیان میں روایت کی ہے۔ کہ مرحب کے قتل کے بعد جبرئیل بشارت دینے کے لئے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسالتمآبؐ نے اس بشارت کی نسبت دریافت کیا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی۔ یارسول اللہ جب علی نے اپنی تلوار مرحب پر مارنے کے لئے اٹھائی۔ تو اللہ سبحانہ نے اسرافیلؑ و میکائیلؑ کو حکم دیا۔ کہ علی کا بازو ہوا میں روک لو تاکہ وہ اپنی پوری قوت سے نہ ماریں۔ باوجود اس کے مرحب کو مع اس کی زرہ اور گھوڑے کے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور تلوار طبقات زمین میں پہنچ گئی۔ پس مجھے اللہ سبحانہ نے حکم دیا۔ کہ اے جبرئیل جلدی زمین کے نیچے پہنچ۔ اور علیؑ کی تلوار کو گاؤ زمین تک پہنچنے نہ دے۔ تاکہ زمین زیروزبر نہ ہو جائے۔ لہٰذا میں گیا۔ اور اسے روکا۔ اور وہ میرے بازو پر قوم لوط کے شہروں سے بھاری تھی۔ اور وہ سات شہر تھے۔ جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑا اور اپنے بازو کے ایک پر پر آسمان کے قریب تک اٹھایا۔ اور وقت صبح تک حکم کا منتظر رہا۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ان شہروں کے الٹانے کا حکم دیا۔ سو میں نے ان شہروں کا بوجھ تلوار علیؑ کا سا نہ پایا۔ جناب رسالتمآبؐ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ تو نے ان شہروں کو اٹھاتے ہی کیوں نہ الٹا دیا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ان میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سو رہا تھا۔ اور اس کے سفید بال آسمان کی طرف تھے۔ پس اللہ سبحانہ کو شرم آئی کہ ان کو عذاب دے۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ تو اس بوڑھے نے کروٹ لی۔ پس اللہ نے مجھے عذاب کا حکم دیا۔ اور اسی دن جب قلعہ فتح ہوا۔ اور ان کی عورتیں اسیر ہو گئیں۔ ان میں شاہ قلعہ کی بیٹی صفیہ تھی۔ وہ نبیؐ کی خدمت میں آئی۔ اور اس کے منہ پر ضرب کا نشان تھا۔ حضورؐ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے عرض کی کہ جب علیؑ قلعہ کی طرف آئے۔ اور اس کا فتح کرنا ان پر دشوار ہوا۔ تو وہ اس کے برجوں میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسے ہلایا۔ پس وہ تمام قلعہ ہل پڑا۔ اور جو اونچی جگہ پر تھے گر پڑے میں اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر سے گر پڑی۔ اور مجھے ضرب آئی۔ جناب رسالتمآبؐ نے اس سے فرمایا اے صفیہ جب علیؑ غضب میں آیا۔ اور قلعہ کو ہلایا۔ تو علیؑ کے غضب سے خدا غضب میں آیا پس تمام آسمانوں میں زلزلہ پڑ گیا۔ یہاں تک کہ فرشتے ڈر گئے۔ اور اپنے منہ کے بل گر پڑے۔ یہ شجاعت ربانیہ کافی ہے۔ رہا در خیبر۔ سو چالیس آدمی مل کر اس کو رات کے وقت بند کیا کرتے تھے۔ جب علیؑ قلعہ میں داخل ہوئے۔ تو کثرت ضرب سے آپ کی ڈھال پارہ پارہ ہو کر گر پڑی۔ پس آپ نے اس دروازے کو اکھیڑ لیا۔ اور وہ آپ کے ہاتھ میں مانند ڈھال کے تھا۔ حضرت امیرؑ جنگ کرتے رہے اور

Marfat.com

وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فتح دی۔ انتہیٰ۔

(۲) ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ علی بن ابراہیم از ابو واثلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے با بن الخطاب براہے مے رفتم۔ ناگاہ اضطرابے در او یافتم۔ وصدائے از سینہ او شنیدم مانند ک از ترس مدہوش شود۔ گفتم چہ شد ترا اے عمر۔ گفت مگر نمے بینی شیر بیشۂ شجاعت را و معدن ک وفتوت را و کشندۂ طاغیان و باغیان را روزنندہ بدو شمشیر و علمدار صاحب تدبیر را۔ چون نظر کرد علی بن ابی طالب را دیدم۔ گفتم اے عمر این علی بن ابی طالب ست۔ گفت نزدیک من بیا تا شمۂ از شجا و دلیری و بسالت او برائے تو بیان کنم۔ بدانکہ حضرت رسولؐ در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریز وہر کہ از ما بگریزد گمراہ باشد و ہر کہ کشتہ شود شہید باشد و پیغمبر ضامن بہشت باشد برائے او۔ چو بجنگ ایستادیم ناگاہ دیدم کہ صد نفر از شجاعان و صنادید قریش روبما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران خود داشتند۔ پس ما را از جائے خود کندند و ہمہ گریختیم۔ در آنجا علیؑ را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلۂ گوسفندان حملہ کند بر مشرکان حملہ مے کرد و از ایشان پروائے نمے کرد۔ چون ما را دید کہ مے گریزیم گفت قبیح و پارہ پارہ و بریدہ و خاک آلودہ باد روہائے شما۔ بکجا مے گریزید۔ بسوئے جہنم مے شتابید چون دید کہ ما برنمے گردیم۔ بر ما حملہ کرد و شمشیر پہنے در دست داشت کہ مرگ از ان مے چکید و گفت بیعت کردید و بیعت را شکستید۔ واللہ کہ شما سزاوار تر بکشتہ شدن از انہا کہ من مے کشم۔ چون بدیدیم نظر کردیم مانند دو کاسۂ زیت کہ آتش دران افروختہ باشند مے درخشید۔ و مانند دو قدح پر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود۔ من جزم کردم کہ ہمۂ ما را بیک حملہ ہلاک خواہد کرد۔ پس من از سائر گریختگان نزدیک او رفتم و گفتم۔ اے ابوالحسن بخدا ترا سوگند مے دہم کہ دست از ما برداری نہ یہ اکہ عرب کارشان اینست کہ گاہ مے گریزند و گاہ حملہ مے کنند۔ ننگ گریختن را بر طرف مے کنند گویا از روی من شرم کرد و دست از ما برداشت و بر کافران حملہ کرد و تا این ساعت ترس او از دل من بدر رفتہ است۔ و ہر گاہ کہ او را مے بینم ہراسان مے شوم۔ (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۰۳۔ ۴۰۴)۔ ترجمہ۔ علی بن ابراہیم نے ابو واثلہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے بیان کیا۔ ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ کسی راستے میں جا رہا تھا۔ یکایک میں نے ان میں ایک اضطرابی حالت دیکھی۔ اور ایک آواز ان کے سینے سے سنی جیسے کوئی ڈر کر بیہوش ہو جائے۔ میں نے کہا۔ اے عمر تمہیں کیا ہو گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ کیا تو نہیں دیکھتا شیر بیشۂ شجاعت اور معدن کرم و فتوت کو اور گمراہوں اور سرکشوں کے قتل کرنے والے اور دو شمشیر کے چلانے والے کو اور علم دار صاحب تدبیر کو۔ میں نے جو دیکھا تو علی بن ابی طالب کو پایا۔ میں نے کہا۔ اے عم

Marfat.com

ہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ عمر نے کہا۔ میرے پاس آؤ تاکہ میں ایک شمہ ان کی بہادری اور دلیری کا تم سے بیان کروں۔ سنو حضرت رسولؐ نے احد کے دن ہم سے بیعت لی تھی کہ ہم نہ بھاگیں۔ اور جو کوئی ہم میں سے بھاگے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اور جو کوئی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ پیغمبرؐ اس کے لئے بہشت کے ضامن ہونگے چنانچہ جب ہم لڑنے کھڑے ہوئے۔ تو دیکھا کہ سو نفر قریش کے سردار اور بہادروں نے ہماری طرف رُخ کیا۔ ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھ سو سو بہادروں سے زیادہ رکھتا تھا۔ پس ان لوگوں نے ہمیں اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔ اور ہم بھاگ گئے۔ وہاں ہم نے علی کو دیکھا کہ جس طرح غضبناک شیر چیونٹیوں کے گلہ پر حملہ کرتا ہے۔ مشرکوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اور ان سے بالکل نہ ڈرتے تھے۔ انہوں نے جب ہمیں دیکھا کہ ہم بھاگ رہے ہیں۔ کہنے لگے۔ قبیح اور پارہ پارہ اور خاک آلودہ ہو جائیں تمہارے چہرے۔ کہاں بھاگے جاتے ہو۔ جہنم کی طرف جاتے ہو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہم نہیں لوٹتے۔ تو ہم پر حملہ کیا۔ ایک چوڑی تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔ جس سے موت ٹپک رہی تھی۔ کہنے لگے۔ تم نے بیعت کی۔ اور بیعت کو توڑا۔ خدا کی قسم جن لوگوں کو میں مار رہا ہوں ان سے بھی زیادہ تم مارے جانے کے قابل ہو۔ ہم نے جب ان کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔ تو مثل دو پیالہ روغن زیتون کے جن میں آگ روشن ہو چمک رہی تھیں۔ اور مثل دو پیالہ خون کے بسبب شدت خشم کے سرخ ہو گئی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ہم سب کو ایک ہی حملہ میں ہلاک کر دیں گے۔ لہٰذا میں ان تمام فراریوں میں سب سے پہلے ان کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے ابوالحسن میں آپ کو خدا کی قسم دلاتا ہوں۔ کہ اب ہمارے قتل سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ کیونکہ عرب کا کام یہی ہے۔ کہ کبھی بھاگتے ہیں۔ اور کبھی حملہ کرتے ہیں۔ جب حملہ کرتے ہیں تو بھاگنے کی شرم بالائے طاق رکھ دیتے ہیں گویا علیؑ نے میرے منہ سے شرم کی۔ اور ہم لوگوں کے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور کافروں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت تک ان کا خوف میرے دل سے نہیں گیا۔ اور جب ان کو دیکھتا ہوں۔ ایسا ہی خائف ہو جاتا ہوں۔ انتہے۔

(۳۴) شیعہ کے علامہ طبرسی بروایت امام جعفر صادق لکھتے ہیں۔ کہ مہاجرین و انصار میں سے بارہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کی مخالفت کی تھی۔ اور برخلاف تقریریں کی تھیں۔ حضرت سلمان فارسی نے کچھ سخت تقریر کی۔ تو حضرت عمرؓ اس پر حملہ کرنے اٹھے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ فهمّ به عمر بن الخطاب فوثب اليه امير المؤمنين عليه السلام واخذ بجامع ثوبه ثم جلد به الارض ثم قال يا ابن صهاك الحبشية لولا كتاب من الله سبق وعهد من رسول الله تقدم اليك انا اضعف ناصرا واقل عددا۔ (کتاب الاحتجاج مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ صفحہ ۴۵)۔

Marfat.com

ترجمہ۔ پس عمر بن خطاب نے سلمان پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ حضرت امیر المومنین عمر کی طرف چھپٹے اور ان کا گریبان پکڑ لیا۔ پھر انہیں زمین پر دے مارا۔ پھر فرمایا۔ اے ضحاک حبشیہ کے بیٹے۔ اگر پہلے سے اللہ کا نوشتہ نہ ہوتا اور رسول اللہ سے عہد نہ ہوتا۔ تو میں تجھے دکھا دیتا۔ کہ از روے مددگار ہم میں کون کمزور ہے۔ اور از روے گنتی کون کم ہے۔ انتہے +

(۴) شیعہ کے قطب راوندی (متوفی ۵۷۳ھ ہجری) نے حضرت امیر علیہ السلام کے معجزات کے ضمن میں یوں لکھا ہے۔ ومنها ما روی عن سلمان الفارسی رضی الله عنه قال ان علیاء بلغه عن عمر ذکره شیعته فاستقبله فی بعض طرق یأتین المدینة وفی ید علیء قوس فقال یا عمر بلغنی عنك ذکرك شیعتی فقال اربع علی ظلعك فقالء انك لها هنا ثم رمی بالقوس علی الارض فاذا هو ثعبان کالبعیر فاغرًا فاه وقد اقبل نحو عمر لیبتلعه فصاح عمر الله الله یا ابا الحسن لا عدت بعد هاذی شیئ وجعل یتضرع الیه فضرب بیده الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیته مغوثًا (کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۱ھ ہجری۔ صفحہ ۲۰-۲۱)۔ ترجمہ۔ اور منجملہ معجزات ایک وہ ہے جس کو سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت سلمان کا بیان ہے۔ کہ حضرت علیؑ کو خبر ملی کہ عمر نے ان کے شیعوں کا کچھ ذکر کیا ہے۔ (اتفاق سے) باغات مدینہ کے کسی راستے میں علیؑ کو عمرؓ مل گئے۔ علیؑ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ انہوں نے کہا۔ اے عمر مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے میرے شیعوں کا کچھ ذکر کیا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ کہ اپنی جان پر رحم کر۔ علی نے کہا۔ میں یہیں تیری خبر لیتا ہوں۔ پھر کمان زمین پر پھینک دی۔ تو وہ ایک اژدہا منہ کھولے مانند اونٹ کے بن گئی۔ اور عمرؓ کی طرف چلی تاکہ ان کو نگل جائے یہ دیکھ کر عمرؓ چلائے۔ اللہ اللہ اے ابوالحسن میں پھر ایسا قصور نہ کروں گا۔ اور علی کے آگے عاجزی کرنے لگے۔ پس علیؑ نے اژدہا پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ تو وہ بدستور کمان ہو گیا۔ اور عمر خوف زدہ اپنے گھر کو چلے گئے۔ انتہے +

(۵)۔ قطب راوندی کتاب مذکور کے پندرہویں باب میں ائمہ دوازدہ کی امامت کی صحت پر دلالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ومنها ان علیاء قد جری بینه وبین ابی بکر کلام قد تقدم ذکره فی حدیث فدك فی باب فاطمةء وذلك ان ابا بکر امر خالد بن الولید ان یقتل علیاء اذا سلم من صلوٰة الفجر بالناس فاتی خالد وجلس له جنب علیء ومعه سیف فتفکر ابو بکر فی صلوٰته فی عاقبة ذالك فخطر بباله ان بنی هاشم یقتلونی

Marfat.com

ان قتل علی فلما فرغ من التشهد التفت الی خالد قبل ان یسلم وقال لا تفعل ما امرتک
به ثم قال السلام علیکم فقال علی لخالد اکنت ترید ان تفعل ذالک قال نعم فمد یده
الی عنقه وخنقه باصبعیه حتی کادت عیناه یسقطان من راسه وناشده بالله ان
یترکه وشفع الیه الناس فخلاه ثم کان خالد بعد ذالک یرصد الفرصة والفجاة لعله
یقتل علیا غرة فبعث بعد ذالک عسکر مع خالد الی موضع فلما خرجوا من المدینة و
کان خالد مدججا وحوله شجعان قد امروا ان یفعلوا کلما یامرهم خالد فرای علیا
یجئ من ضیعته منفردا بلا سلاح فلما دنی منه وکان فی ید خالد عمود من حدید
فرفعه لیضرب لهم ذالک فاحضروا جماعة من الحدادین فقالوا لا نتمکن من انتزاعه الا بعد جعله فی النار
وفی ذالک هلاکه فلما علموا حاله قالوا علی هو الذی یخلصه من ذالک کما جعله فی جیده وقد الان
الله له الحدید کما الان لداود فشفع ابوبکر الی علی فاخذ القلادة وفکه بعضه من بعضه باصبعه فبهتوا
(کتاب الخرائج والجرائح۔ صفحہ ۱۲۳) ترجمہ۔ اور منجملہ دلالات کے یہ ہے۔ کہ علیؑ اور ابوبکرؓ کے درمیان گفتگو
ہوئی۔ جس کا ذکر حدیث فدک میں باب فاطمہؑ میں پہلے آچکا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ابوبکرؓ نے خالد بن
ولید کو حکم دیا۔ کہ علی کو نماز فجر میں سلام کے بعد قتل کر دو۔ چنانچہ خالدؓ آئے۔ اور علیؑ کے پہلو میں
بیٹھ گئے۔ اور ان کے پاس تلوار تھی۔ پھر ابوبکر کو نماز ہی میں اس کے انجام کا خیال آیا۔ ان کے دل
میں دغدغہ پیدا ہوا۔ کہ اگر علیؑ قتل کر دئے گئے۔ تو بنو ہاشم مجھے قتل کر دیں گے۔ پس جب وہ التحیات
سے فارغ ہوئے۔ تو خالد کی طرف سلام پھیرنے سے پہلے متوجہ ہوئے۔ اور کہا جو میں نے تم سے کہا تھا
وہ نہ کرنا۔ اس کے بعد کہا السلام علیکم۔ پس علی نے خالد سے کہا۔ کہ کیا تم یہ کرنا چاہتے تھے۔ خالد نے
کہا ہاں۔ پس علی نے اپنا ہاتھ ان کی گردن کی طرف بڑھایا۔ اور دو انگلیوں سے ان کا گلا گھونٹ دیا
یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کی دونوں آنکھیں ان سے گر پڑیں۔ خالد نے ان کو اللہ کی قسم دے کر کہا
کہ مجھے چھوڑ دیجئے۔ اور لوگوں نے بھی سفارش کی۔ تو علیؑ نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد خالد موقع اور
گھات کے منتظر رہتے تھے۔ تاکہ علی کو اچانک قتل کر دیں۔ چنانچہ اس کے بعد ایک لشکر خالد کے ہمراہ کسی مقام
میں بھیجا گیا۔ جب یہ لوگ مدینہ سے باہر نکل گئے۔ اور خالد مسلح تھے۔ اور ان کے ہمراہ بہادر لوگ تھے۔ جنکو
یہ حکم دیا گیا تھا کہ جو کچھ خالد انہیں حکم دیں وہی کریں۔ پس خالد نے علی کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے کھیت
سے اکیلے بغیر ہتھیار کے چلے آرہے ہیں۔ جب وہ خالد کے قریب پہنچے۔ اور خالد کے ہاتھ میں ایک لوہے
کا گرز تھا۔ خالد نے اسے اٹھایا۔ کہ علیؑ کے سر پر ماریں۔ علی نے وہ گرز ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور

Marfat.com

اسے گلوبند کی طرح موڑ کر ان کے گلے میں ڈال دیا۔ خالد ابو بکرؓ کے پاس لوٹ کر گئے۔ سب لوگوں نے اس
توڑنے کی کوشش کی۔ مگر نہ ہو سکا۔ آخر انہوں نے لوہاروں کی ایک جماعت کو بلایا۔ لوہاروں نے
کہ یہ گلوبند بغیر آگ میں گلانے کے ہرگز گردن سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور آگ میں دھکائیں تو خا
مرجائے گا۔ جب لوگوں کو اس کا حال معلوم ہوا۔ تو کہنے لگے کہ علی ہی اس سے نجات دلا سکتے
جس طرح انہوں نے اس کو ان کی گردن میں ڈالا ہے۔ اللہ نے علیؓ کے لئے لوہے کو نرم کر دیا ہے
جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے نرم کر دیا تھا۔ پس ابو بکرؓ نے علی سے سفارش کی۔ تو علی
اس گلوبند کو پکڑ کر ایک انگلی سے اس کا ایک ایک ٹکڑا الگ کر دیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران
رہ گئے۔ انتہے ❊

(۶)۔ ارشاد القلوب میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے روایت
ہے۔ کہ ہم ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت خوب دن چڑھ
گیا تھا۔ کہ ناگاہ خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے بڑے لشکر کے ساتھ آئے۔ جس کے گھوڑوں کے
سموں سے غبار آسمان تک چڑھ گیا تھا۔ اور ان کے ہنہنانے سے زمین کا میدان گونج رہا تھا
کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کلان چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں پہنایا ہوا ہے۔ جب خالد سامنے آئے
اپنے گھوڑے سے اتر کر مسجد کے اندر گئے اور ابو بکر کے روبرو کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے ان پر
نظریں ڈالیں۔ اور اس بات کو اپنے دلوں میں خوب سمجھ گئے۔ اس دم خالد نے کہا کہ اے ابو قحافہ
کے بیٹے۔ اب تم انصاف کرو کہ خدا نے تم کو ایسی جگہ پر بٹھایا ہے۔ جس کے تم سزاوار نہ تھے۔ تم اس
مرتبہ پر ایسے بلند ہوئے ہو جیسے مچھلی پانی پر ابھر آتی ہے۔ اور وہ جب ہی ابھرتی ہے کہ جب اس میں
چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ پھر خالد نے طائف سے اپنے واپس آنے کی حالت اور حضرت علیؑ کے
راہ میں ملنے کی کیفیت بیان کرنے کے بعد کہا۔ کہ اے ابو بکر علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا۔ اور
میرا گلا پکڑ کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اور مجھ کو گھسیٹتے ہوئے دور تک لے گئے۔ وہاں حارث بن کلا
ثقفی کی کلان چکی منگوائی۔ اور اس کا بہت بڑا اور موٹا سا ایک پاٹ اٹھایا۔ اور میری گردن میں
دونوں ہاتھوں سے اس طرح سے لپیٹ دیا جیسے کہ گرم کی ہوئی لاکھ کسی چیز سے لپٹ جاتی ہے
اور سب ہمراہی میرے کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے۔ کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ کچھ بھی جرأت
کر سکیں۔ خدا ان کو اس جہالت کی سزا دے۔ یہ لوگ حضرت علی کو ایسی خائفانہ نظر سے دیکھتے
جیسے کوئی ملک الموت کو دیکھتا ہے۔ قسم ہے اس کی ذات کی جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں

Marfat.com

کیا ہر چند کہ قریب سو آدمیوں کے بلکہ زیادہ نہایت طاقتور پہلوان عرب لوگ اس پاٹ کے جدا
نے کے واسطے جمع ہوئے۔ لیکن کسی سے وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب ہم کو لوگوں کے مجبور ہونے
ے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی نے جادو کیا ہے۔ یا ان میں فرشتوں کی قوت ہے۔ زاں بعد ابوبکر
ے عمرؓ کو طلب کیا۔ اور قیس بن عبادہ انصاری کو بلا کر چکی کے پاٹ جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب قیس
ی عاجز ہوا۔ اور اس سے بھی علیحدہ نہ ہو سکا۔ اور کچھ تدبیر نہ پڑی۔ تو خالد اسی حالت سے کہ
ٹ ان کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ مدت دراز تک مدینہ میں پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابوبکر
ے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے تشریف لائے ہیں۔ اور ان کی پیشانی پر عرق آرہا ہے
ور چہرے کا رنگ سرخ ہے۔ یہ خبر پا کر ابوبکر نے اقرع بن سراقہ باہلی اور اشوش بن اشجع ثقفی کو
بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد میں بلا لاؤ۔ وہ دونوں اسی دم حضرت کے پاس گئے۔
ور پیام دیا کہ ابوبکر آپ کو کسی خاص کام کے لئے بلاتے ہیں۔ جس کے سبب سے وہ بہت متردد
ں۔ اس وقت وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ ان کے پاس مسجد نبوی میں چلیں۔ حضرت علی نے اس بات
ا کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا آپ ہمارے سوال کا جواب کیوں ہمیں دیتے جس کے لئے ہم آپ کے
س آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا کیا برا طریق ہے۔ مسافر تو پہلے اپنے گھر جاتا ہے۔ پھر کہیں جا کر
ی سے ملتا جلتا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں ناکامیاب واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد ابوبکر ایک
ماعت کے ساتھ خود ہی حضرت علیؓ کے مکان پر گئے۔ ان کے ہمراہ خالد بن ولید بھی تھے۔ جب حضرت
لی کی نظر خالد پر پڑی فرمایا کہ اے ابوسلیمان تمہاری گردن میں کیا اچھا ہار پڑا ہوا ہے۔ بہرحال
دونوں طرف سے بڑی دیر تک گفتگو رنجش انگیز کدورت آمیز ہوتی رہی۔ جب ایسی گفتگو باہم
ونے لگی۔ تب ابوبکر نے کہا۔ کہ ہم اس لئے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ ہم آپ سے یہ عرض کرتے ہیں کہ خالد کی
دن میں سے اس لوہے کو کھول لو کہ اس کے بوجھ سے ان کو سخت تر تکلیف ہے۔ اور ان کے حلقوم پر
ی اس کا اثر ہو گیا ہے۔ اب تو آپ نے اپنے سینے کی سوزش بجھا لی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر ہم اپنے
سینے کی سوزش بجھانا چاہتے تو ہماری ذوالفقار تا بدار ہیں ان کی بیماری کا پورا علاج تھا۔ اور یہ لوہا
خالد کی گردن میں ہے ہم اس کو ہرگز جدا نہ کریں گے۔ وہ خود ہی اس کو اپنی قوت سے جدا کر لیں۔
دیکھیں تو تم میں سے کوئی ایسا طاقتور ہے جو اس کو جدا کر سکے۔ اس وقت بریدہ اسلمی اور عامر بن
طفیل اور عمار یاسر نے بہت کچھ خوشامدیں درآمدیں کر کے التجائیں کیں۔ مگر آپ نے کسی کے معروض
پر توجہ نہ فرمایا۔ آخر کار جب ابوبکر نے کہا کہ اے علی خدا کے واسطے اور اپنے بھائی مصطفےٰ رسول اللہ علیہ

Marfat.com

کے واسطے خالد کی حالت زار پر رحم کیجئے۔ اور اس طوق آہنی گراں سنگ کو ان کے حلق سے جدا کر
جب ابو بکر نے بہت کچھ لجاجت و سماجت کی۔ تب حضرت علی شرمندہ ہو گئے۔ کیونکہ آپ میں شر
حیا بہت تھی۔ پھر آپ نے خالد کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ کر اسے
ہاتھ پر لپیٹتے جاتے تھے۔ وہ موم کی طرح لپٹتا جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے کو آپ نے خالد کے سر پر مار
بعد اس کے دوسرا ٹکڑا کھول کر پھر خالد کے سر پر مارا۔ تو خالد نے آہ کر کے کہا کہ یا امیر المومنین
اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ گو تم ناخوشی سے ہم کو امیر المومنین کہتے ہو۔ اگر اس لفظ کو نہ کہتے
تو تیسرا ٹکڑا ہم تمہارے نیچے سے نکال لیتے۔ اور وہ ویسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے۔ یہاں تک
کہ کل پاٹ توڑ ڈالا۔ جب حاضرین نے یہ زور و توان دیکھا۔ سب کے سب تعجب میں رہ گئے (مظہر
الغرائب مصنفہ عمدۃ المناظرین مولوی محمد جہانگیر خاں۔ مطبوعہ مطبع اکبری آگرہ ۱۳۲۳ھ ہجری۔ صفحہ ۸۰ تا ۸۲)

(۷) شیعہ کے علامہ مجلسی بحار الانوار میں حضرت فاطمۃ الزہرا کی وفات کے ذکر میں ایک
طویل روایت محمد بن حمام کی لکھتے ہیں۔ جس کا ایک حصہ یوں ہے۔ جب مسلمانوں کو ان معصومہ کے انتقال
کی اطلاع ہوئی۔ بقیع میں آئے اور چالیس قبریں تازی پائیں۔ اور ان قبروں میں قبر ان معصومہ کی
ان لوگوں پر مشتبہ ہو گئی۔ پس لوگوں نے آواز بنوحہ و فریاد بلند کی۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت
اور سرزنش کرنے لگے۔ اور کہا کہ تمہارے پیغمبر نے ایک دختر چھوڑی تھی۔ حیف ہے کہ وہ مر جائے
اور دفن ہو اور تم اس کی وفات کے وقت حاضر نہ ہو۔ اور اس پر نماز نہ پڑھو۔ اور اس کی قبر کو
نہ پہچانو۔ پس ان کے سرگروہ یعنے ابو بکر اور عمر نے کہا۔ کہ مسلمانوں کی عورتوں میں سے کسی کو لاؤ۔
کہ ان قبروں کو کھودے۔ تاکہ فاطمہؓ کو قبر سے نکال کر نماز پڑھیں۔ اور لوگ ان کی قبر کو دیکھیں۔ جب
خبر امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی۔ تو حضرت غضبناک گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور زیادتی
غصہ سے حضرت کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور رگیں گلو مبارک کی پھولی ہوئی تھیں۔ اور زرد قبا زیب جسم تھی
وہ قبا جناب سختی اور جنگ کے وقت پہنتے تھے۔ اور ذوالفقار ہاتھ میں لئے ہوئے اور اس پر تکیہ کئے
ہوئے بقیع میں تشریف لائے۔ اور لوگوں کی جانب تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے حضرت کو اس
حال سے دیکھا۔ کہنے لگے کہ اس وقت علی بن ابی طالب اس طرح آئے ہیں۔ کہ جس طرح دیکھتے ہو
اور وہ خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ کہ اگر کوئی پتھر قبروں پر سے اٹھایا گیا۔ میں ضرور سب کو اس تلوار سے
قتل کروں گا۔ پس عمر اور جو لوگ ہمراہ اس کے تھے۔ انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے ملاقات
کی۔ اور عمر نے کہا۔ کہ اے ابوالحسن تم کو کیا کام ہے۔ قسم خدا کی ہم قبر فاطمہ کو کھودیں گے۔ اور ان پر نما

Marfat.com

پڑھیں گے۔ پس حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ہاتھ اپنا اس کے گریبان میں ڈالا۔ اور حرکت دے کر اُسے زمین پر گرا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے حبشن کے لڑکے میں نے اپنا حق چھوڑا۔ اس خوف سے کہ لوگ دین سے مرتد ہو جائیں گے۔ لیکن قبر فاطمہ۔ قسم اس خدا کی کہ جان علی کی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کہ اگر تو اور اصحاب تیرے اس باب میں کسی چیز کا ارادہ کریں گے۔ تو میں زمین کو تم لوگوں کے خون سے سیراب کر دوں گا۔ اور اگر تو چاہتا ہے تو مجھ سے مقابلہ کر۔ اس حال میں ابوبکر آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے ابوالحسن آپ کو قسم حرمت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی اور قسم اس خدا کی کہ بالائے عرش ہے کہ اس سے ہاتھ اٹھائیے۔ اور جو آپ کے خلاف مرضی اور مکروہ طبع ہوگا ہم نہ کریں گے۔ پس حضرت نے اس سے ہاتھ اٹھایا۔ اور لوگ متفرق ہو گئے۔ اور پھر اس امر کا ارادہ نہ کیا۔ انتہٰے۔ (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد دہم۔ صفحہ ۲۳۱-۲۳۲) ✣

حضرت امیرؑ کی ذاتی شجاعت و کرامات مندرجہ بالا کی موجودگی میں ان کو کسی کا کیا ڈر تھا۔ حضرات ابوبکر و عمر و خالد تو کیا۔ اگر دنیا کے تمام لوگ ان کے مقابلہ میں آجاتے۔ تو ہرگز نہ گھبراتے۔ چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں۔ انی واللہ لو لقیتہم واحدا وھم طلاع الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزو ثانی صفحہ ۶۵)۔ ترجمہ۔ قسم ہے خدا کی تحقیق میں اگر اکیلا ان کا مقابلہ کروں۔ اور تمام روی زمین ان سے پُر ہو۔ تو میں کچھ پروا نہ کروں۔ اور نہ ڈروں۔ انتہٰے۔ یہ حضرت امیر نے بطور فرض فرمایا۔ ورنہ ان کے مددگار بکثرت تھے۔ جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔ ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است۔ کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار نفر از رہا و آزاد کردہ ہا۔ و یکے از ایشان قدری نبودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم است و حروری نبودند کہ امیرالمومنین را نامزا گویند و معتزلی نبودند کہ گویند خدا را در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا برائے خود سخن نمے گفتند و در شب و روز گریہ مے کردند و مے گفتند خداوندا روحہائے ما را قبض کن پیش از آنکہ خبر [illegible] را بشنویم۔ (حیات القلوب جلد ثانی صفحہ ۷۵۷)۔ ترجمہ۔ ابن بابویہ [illegible] سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا کے اصحاب بارہ ہزار نفر تھے۔ آٹھ ہزار مدینے کے رہنے والے اور دو ہزار مکہ کے رہنے والے۔ اور دو ہزار آزاد کئے ہوئے۔ ان بارہ ہزار میں کوئی قدری نہ تھا کہ بندہ کو مجبور کہے۔ اور مرجی نہ تھا کہ سب کے ایمان کو یکساں کہے۔ اور حروری نہ تھا کہ امیرالمومنین کو برا کہے۔ اور معتزلی نہ تھا۔ کہ کہے خدا کو بندہ کے فعل میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اور یہ لوگ دین خدا میں

Marfat.com

.....اپنی رائے سے کوئی بات نہ کرتے
اور رات دن رویا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ خداوندا ہماری جانیں اس سے پہلے قبض کرلے۔ کہ
حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر سنیں۔ انتہے۔ آن بارہ ہزار کے علاوہ بے شمار فرشتے بھی حضر
ائمہؑ کے شیعہ میں داخل ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی دو روایتوں سے ظاہر ہے حدثنا احمد بن محمد عن
الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن الفضیل عن ابی الصباح الکنانی عن ابی جعفرؑ
قال قال واللہ ان فی السماء سبعین صنفًا من الملائکۃ لو اجتمع اھل الارض ان
یعدوا عدد صنف منھم ما عدّدھم وانھم لیدینون بولایتنا (بصائر الدرجات فی فضائل آل محمدؐ علیہم السلام
مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ ہجری۔ جزء ثانی۔ باب سادس)۔ ترجمہ۔ بحذف اسناد۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں
کہ قسم ہے خدا کی۔ تحقیق آسمان میں ستر قسم کے فرشتے ہیں۔ اگر تمام روئے زمین کے لوگ ایک قسم کو ملکر
گنیں۔ تو نہ گن سکیں گے۔ تحقیق وہ سب ہماری ولایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ انتہے۔ وروی بعض اصحابنا
عن احمد بن محمد السیاری قال وقد سمعتہ انا من احمد بن محمد قال حدثنی ابو محمد عبید من
ابی عبداللہ الفارسی وغیرہ رفعوہ الی ابی عبداللہؑ قال ان الکروبین قوم من شیعتنا
من الخلق الاول جعلھم اللہ خلف العرش لو قسم نور واحد منھم علی اھل الارض لکفاھم
ثم قال ان موسیٰؑ لما سأل ربہ ما سأل امر واحدا من الکروبین فتجلی للجبل فجعلہ دکًّا۔
(بصائر الدرجات۔ جزء ثانی۔ باب سادس)۔ ترجمہ بحذف اسناد۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ کروبین
(فرشتگان مقرب) ایک جماعت ہے ہمارے شیعوں سے پہلی خلقت سے۔ خدا نے ان کو عرش
کے پیچھے رکھا ہے۔ اگر ان میں سے ایک کا نور روئے زمین کے لوگوں پر تقسیم کیا جائے۔ تو سب کو کافی
ہو۔ پھر حضرتؑ امام نے فرمایا۔ کہ جب موسےٰؑ نے اپنے پروردگار سے مانگا جو مانگا۔ تو خدا نے کروبین
میں سے ایک کو حکم دیا۔ پس اس نے پہاڑ پر تجلی کی۔ اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ انتہے۔ علاوہ ازیں
حضرتؑ امیر علیہ السلام کو ملکہ جمیع ائمہ کو اپنی موت کا وقت معلوم رہتا ہے۔ اور جس قدر مصائب و تکالیف
ان کی قسمت میں ہوتے ہیں۔ ان سب کے اوقات ان کو معلوم رہتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک
باب کا عنوان یہ ہے۔ باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانھم لا یموتون الا باختیار منھم
یعنی ائمہ علیہم السلام جانتے ہیں کہ کب مریں گے۔ اور وہ اپنے اختیار ہی سے مرتے ہیں۔ انتہے۔ اس
باب کے تحت میں اسی مطلب کی احادیث مذکور ہیں۔ اس کے بعد دوسرا باب یوں باندھا ہے۔ باب
الائمۃ علیہم السلام یعلمون علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم شیء یعنی ائمہ علیہم السلام کو علم ما کان وما یکون حاصل

Marfat.com

ہے۔ اور ان پر کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ انتہٰی * بصائر الدرجات جزء سادس میں ایک باب کا عنوان یہ ہے۔ باب فی الائمۃ علیہم السلام انھم یعرفون من یدخل علیھم فی الایام والوفات یعنی ائمہ علیہم السلام اپنے پاس آنے والے کے ایمان و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ اور اسی جزء میں دوسرے باب کا عنوان یہ ہے باب فی الائمۃ انھم یعرفون من یدخل علیھم بالخیر والشر والحب والبغض۔ یعنی ائمہ علیہم السلام اپنے پاس آنے والے کی بھلائی اور برائی اور حب و بغض کو پہچانتے ہیں۔ انتہٰی۔ اور سنئے ہر امام کے پاس دو رجسٹر ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک میں اس کے شیعوں کے نام اور دوسرے میں ان کے دشمنوں کے نام درج ہوتے ہیں۔ رجسٹروں کے علاوہ امام کی اور بھی علامات ہیں۔ جو روایت ذیل سے ظاہر ہیں۔ للامام ثلثون علامۃ۔ حدثنا محمد بن ابراھیم بن اسحٰق الطالقانی قال اخبرنا احمد بن محمد بن سعید الکوفی قال حدثنا علی بن الحسین بن علی بن فضال عن ابیہ عن ابی الحسن علی بن موسٰی الرضا ؑ قال للامام علامات یکون اعلم الناس واحکم الناس واتقی الناس واحلم الناس واشجع الناس واسخی الناس واعبد الناس ویولد مختونا ویکون مطھرا یری من خلفہ کما یری من بین یدیہ ولا یکون لہ ظل واذا وقع الی الارض من بطن امہ وقع علی راحتیہ رافعا صوتہ بالشھادۃ ولا یحتلم وتنام عینہ ولا ینام قلبہ ویکون محدثا ویستوی علیہ درع رسول اللہ ولا یری لہ بول ولا غائط لان اللہ عزوجل قد وکل الارض بابتلاع ما یخرج منہ ویکون لہ رائحۃ اطیب من رائحۃ المسک ویکون اولی الناس بھم بانفسھم واشفق علیھم من ابائھم وامھاتھم ویکون اشد الناس تواضعا للہ عزوجل ویکون آخذ الناس بما یامرھم بہ اکف الناس عما ینھی عنہ ویکون دعاؤہ مستجابا حتی لو انہ دعا علی صخرۃ لانشقت نصفین ویکون عندہ سلاح رسول اللہ ص وسیفہ ذوالفقار ویکون عندہ صحیفۃ فیھا اسماء شیعتہ الی یوم القیامۃ وصحیفۃ فیھا اسماء اعدائھم الی یوم القیامۃ ویکون عندہ الجامعۃ وھی صحیفۃ طولھا سبعون ذراعا فیھا جمیع ما یحتاج الیہ ولد آدم ویکون عندہ الجفر الاکبر والاصغر اھاب ما عزوا ھاب کبش فیھما جمیع العلوم حتی ارش الخدش وحتی الجلدۃ ونصف الجلدۃ وثلث الجلدۃ ویکون عندہ مصحف فاطمۃ ع۔ (کتاب الخصال للشیخ ابن بابویہ القمی۔ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ ہجری صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)۔ ترجمہ۔ امام میں تیس علامتیں ہوتی ہیں۔ (بحذف اسناد) ابوالحسن علی بن موسٰی رضا فرماتے ہیں۔ کہ امام میں یہ علامتیں ہوتی ہیں۔ وہ اعلم الناس۔

Marfat.com

احکم الناس۔ اتقی الناس۔ احلم الناس۔ اشجع الناس۔ اسخی الناس۔ اعبد الناس ہوتا ہے۔ ا
مختون پیدا ہوتا ہے۔ اور پاک ہوتا ہے۔ اپنے پیچھے سے ایسا دیکھتا ہے جیسا کہ آگے سے۔ اس
سایہ نہیں ہوتا۔ وہ جب ماں کے پیٹ سے زمین پر گرتا ہے۔ تو اپنی ہتھیلیوں کے بل کلمہ شہادت
پڑھتا ہوا گرتا ہے۔ اس کو احتلام نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔ اس سے فرشتے
کلام کرتا ہے۔ رسول اللہ کی ذرہ اس پر ٹھیک آجاتی ہے۔ اس کا بول و براز دکھائی نہیں دیتا
کیونکہ اللہ تعالےٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے۔ کہ اس کا بول براز نگل جائے۔ اُس سے کستوری
سے بڑھکر خوشبو آتی ہے۔ وہ لوگوں کو ان کی جانوں سے عزیز ہوتا ہے۔ اور ماں باپ سے بڑھکر
ان پر شفیق ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے آگے تواضع میں سب لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ جس بات کا وہ
لوگوں کو امر کرے۔ اس پر ان سے زیادہ عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جس بات سے ان کو روکے
اس سے خود ان سے زیادہ رکنے والا ہوتا ہے۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر پتھر
پر بد دعا کرے۔ تو پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے۔ اس کے پاس رسول اللہ کا ہتھیار ہوتا ہے۔ اس کی
تلوار ذوالفقار ہے۔ اس کے پاس ایک رجز ہوتا ہے۔ جس میں تا قیامت اس کے شیعوں کے
نام ہوتے ہیں۔ اور ایک اور رجز ہوتا ہے۔ جس میں تا قیامت ان کے دشمنوں کے نام ہوتے ہیں
اس کے پاس جامعہ ہوتی ہے۔ اور وہ ایک صحیفہ ہے ستر ہاتھ لمبا۔ جس میں وہ سب کچھ ہے۔ جس
کی بنی آدم کو حاجت پڑتی ہے۔ اس کے پاس جفر اکبر اور جفر اصغر ہوتے ہیں۔ یعنے بکرے کا چمڑا۔ اور
مینڈھے کا چمڑا۔ ان دونوں میں تمام علوم ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں خراش کی دیت اور تازیانہ نصف
تازیانہ۔ اور تہائی تازیانہ ہے۔ اور اس کے پاس مصحف فاطمہؑ ہوتا ہے۔ انتہےٰ

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ باوجود امور مذکورہ بالا کے حضرت امیر علیہ السلام نے کیا عمل کیا۔
سلیم بن قیس ہلالی جو حضرت امیرؑ کے شیعہ میں سے ہے۔ اس کی کتاب میں ایک طویل روایت
ہے۔ جو بطور اختصار کتاب الاحتجاج اور انوار نعمانیہ میں بھی موجود ہے۔ اس روایت میں صحابہ کرام
کا حضرت ابو بکر صدیق سے بیعت کرنا اور اسی دن حضرت امیرؑ کا خلافت کے لئے کوشش کرنا
بالتفصیل مذکور ہے۔ ہم یہاں اس کا صرف ایک حصہ نقل کرتے ہیں۔ قال سلمان فلما کان اللیل
حمل علیؑ فاطمۃ علی حمار واخذ بید ی ابنی الحسن والحسین فلم یدع احدا من اھل
بدر من المھاجرین ولا من الانصار الا اتاہ فی منزلہ وذکرہ حقہ ودعاہ الی نصرتہ
فما استجاب لہ من جمیعھم الا اربعۃ واربعون رجلا فامرھم ان یصبحوا محلقین رؤسھم

Marfat.com

مع سلاحهم على ان يبايعوه على الموت فاصبح ولم يوافقه احد منهم الا اربعة فقلت لسلمان من الاربعة - قال انا وابو ذر والمقداد والزبير بن العوام ثم عاودوهم ليلاً فناشدهم فقالوا نصبحك بكرة فما اتى احد منهم غيرنا فلما رأى علیؑ غدرهم و قلة وفائهم لزم بيته وابتدل على القرآن يؤلفه ويجمعه فلم يخرج من بيت حتى جمعه وكان في الصحف والاسيار والرقاع فلما جمعه كله وكتبه على تنزيله وتأويله والناسخ والمنسوخ بعث اليه ابوبكر ان اخرج فبايع فبعث اليه علیؑ اني مشغول وقد آليت على نفسي يميناً الا ارتدي برداء الا للصلوة حتى اولف القرآن فاجمعه فجمعه في ثوب وختمه ثم خرج الى الناس وهم مجتمعون مع ابي بكر في مسجد رسول اللهؐ فنادى باعلى صوته يا ايها الناس اني لم ازل منذ قبض رسول اللهؐ مشغولاً بغسله ثم بالقرآن حتى جمعته كله في هذا الثوب الواحد فلم ينزل الله تعالى آية من القرآن الا وقد جمعتها وليست منه آية الا وقد اقرانيها رسول اللهؐ وعلمني تاويلها ثم قال لهم علیؑ لئلا تقولوا يوم القيامة اني لم ادعكم الى نصرتي ولم اذكركم ادعوكم الى كتاب الله من فاتحته الى خاتمته فقال له عمر ما اغنانا بما معنا من القرآن عما تدعونا اليه ثم دخل علیؑ بيته فقال عمر لابي بكر ارسل الى علي فليبايع فلسنا في شيء حتى يبايع - ولوقد بايع امناه فارسل اليه ابوبكر ان اجب خليفة رسول اللهؐ فاتاه الرسول فقال له ذلك فقال علیؑ ما اسرع ما كذبتم على رسول اللهؐ انه ليعلم والذين حوله ان الله ورسوله لم يستخلف غيري فذهب اليه الرسول فاخبره بما قال فقال اذهب فقل اجب امير المؤمنين ابابكر فاتاه فاخبره بذلك فقال له علیؑ سبحان الله ما طال العهد فنسيني فوالله انه ليعلم ان هذا الامر لا يصلح الا لي ولقد امره رسول اللهؐ وهو سابع سبعة فسلموا علي بامرة المؤمنين فاستفهمهم وصاحبهم عمر من بين السبعة فقالا من الله ورسوله قال رسول اللهؐ لهم حقا حقا من الله ورسوله انه امير المؤمنين وسيد المسلمين وصاحب لواء الغر المحجلين يشده الله عزوجل يوم القيامة على الصراط فيدخل اولياءه الجنة واعداءه النار فانطلق الرسول فاخبره بما قال فسكتوا عنه يومهم ذلك فلما كان الليل حمل علیؑ فاطمة على حمار واخذ بيد ابنيه الحسن والحسين فلم يدع حجة لاحد من اصحاب رسول اللهؐ الا اتاه في منزله فناشدهم الله حقه ودعاهم الى النصرة

Marfat.com

فما استجاب له منهم احد غير نا الاربعة فانا حلقنا رؤسنا وبذلنا له نصرتنا وكان
الزبير اشد نا نصرة فى نصرته فلما رأى علىٌ خذلان الناس له وتركهم نصرته واجتماع
كلمتهم مع ابى بكر وطاعتهم له وتعظيمهم له لزم بيته فقال عمر لابى بكر ما يمنعك
ان تبعث اليه فيبايع فانه لم يبق احد الا وقد بايع غيره وغير هؤلاء الاربعة معه و
كان ابو بكر ارق الرجلين وارفقهما وادهما وابعدهما غورا والآخر افظهما واجفاهما
فقال له ابو بكر من نرسل اليه فقال نرسل اليه قنفذ اذ كان رجلا فظا غليظا جافيا
من الطلقاء احد بنى عدى بن كعب فأرسله اليه وارسل معه اعوانا فانطلق فاستأذن
على علىٍ فابى ان يأذن لهم فوجم اصحاب قنفذ الى ابى بكر وعمر وهما فى المسجد والناس حولهما
فقالوا لم يأذن لنا فقال عمر اذهبوا فان اذن لكم والا فادخلوا عليه بغير اذن فانطلق
فاستأذنوا فقالت فاطمة ما اجرح عليكم ان تدخلوا بيتى فرجعوا وثبت قنفذ فقالوا ان
فاطمة قالت كذا وكذا فغضب عمر فقال ومالنا وللنساء ثم امر اناسا ان يحملوا حطبا
فحملوا الحطب وحمل عمر معهم فجعلوه حول بيت علىٍ وفيه فاطمة وعلى وابناهما - ثم نادى
عمر حتى اسمع عليا وفاطمة والله لتخرجن ولتبايعن خليفة رسول الله والا اضرمت
عليك بيتك نارا - ثم رجع قنفذ الى ابى بكر وهو متخوف ان يخرج علىٌ اليه بسيفه
لما يعرف من باسه وشدته فقال ابو بكر لقنفذ ارجع فان خرج والا فاهجم
عليه بيته فان امتنع فاضرم عليهم بيتهم نارا فانطلق قنفذ فاقتحم هو واصحابه
بغير اذن وثار علىٌ الى سيفه فسبقوه اليه وهم كثيرون فتناول بعض سيوفهم
فكاثروه وضبطوه فالقوا فى عنقه حبلا وحالت بينه وبينهم فاطمة عند الباب
فضربها قنفذ بسوطه فكان معه على عضدها فماتت صلوات الله عليه وان فى
عضدها كمثل الدملج من ضربته ثم انطلق بعلىٍ يعتل عتلا حتى انتهى به الى
ابى بكر وعمر قائم على رأس ابى بكر بالسيف وخالد بن وليد وابو عبيدة بن الجراح و
سالم مولى ابى حذيفة ومعاذ بن جبل والمغيرة بن شعبة واسيد بن الحضير و
بشر بن سعد وسائر الناس حول ابى بكر عليهم السلاح قال قلت لسلمان ادخلوا
على فاطمة بغير اذن قال اى والله وما عليه خمار فنادت وا ابتاه وا رسول الله
يا ابتاه لبئس ما خلفك ابو بكر وعمر وعين لك لم يتفقدا فى قبرك تنادى يا على

Marfat.com

صوتها فلقد رأيت ابا بكر ومن حوله يبكون وينتحبون وما منهم الا باك غير
عمر وخالد بن الوليد والمغيرة بن شعبة وعمر يقول لستنا من النساء ورأيهن في
شئ فانتهوا به الى ابى بكر وهو يقول اما والله لو وقع سيفى لعلمتم انكم
لم تصلوا الى هذا ابدا والله ما الوم نفسى فى جهادكم لو كنت استمكنت من
الاربعين لفرقت جماعتكم ولكن لعن الله اقواما بايعونى ثم خذلونى وقد كان
قنفذ حين ضرب فاطمة عليها السوط حين حلت بينه وبين زوجها ارسل اليه عمر ان
حالت بينك وبين على فاطمة فاضربها فالجأها قنفذ الى عضادة باب بيتها و
دفعها فكسرها ضلعا من جنبها والقت جنينها من بطنها فلم تزل صاحبة
فراش حتى ماتت من ذلك شهيدة ثم نادى على قبل ان يبايع والحبل فى عنقه يا ابن ام ان
القوم استضعفونى وكادوا يقتلونى ثم تناول يد ابى بكر فبايعه (نفس الرحمن فى فضائل سلمان للمرزا حسين بن
محمد تقى النورى الطبرسى - مطبوعه ايران باب حادى عشر) ترجمہ حضرت سلمان کا بیان ہے - کہ جب
رات ہوئی - تو علیؑ نے فاطمہؑ کو گدھے پر سوار کیا - اور اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑا -
اور اہل بدر مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک کے گھر پر گئے - اپنا حق جتلایا - اور مدد مانگی - مگر ان سب
میں سے صرف چوالیس آدمیوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا - آپ نے ان کو حکم دیا کہ صبح سر منڈا کر
مسلح ہو کر آؤ - اور مجھ سے موت پر بیعت کرو - صبح کو ان چوالیس میں سے صرف چار حاضر ہوئے ہیں
(سلیم بن قیس ہلالی) نے سلمان سے پوچھا کہ وہ چار کون ہیں - سلمان نے جواب دیا - میں اور ابو ذر
اور مقداد اور زبیر بن عوام - حضرت امیرؑ رات کو پھر مہاجرین و انصار کے ہاں گئے - اور ان کو اپنے حق
کے بارے میں خدا کی قسم کھلائی - وہ بولے ہم صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے - مگر سوائے ہمارے چار کے
ان میں سے کوئی نہ آیا - جب علیؑ نے ان کی بے وفائی دیکھی - تو خانہ نشین ہو گئے - اور قرآن کی تالیف
و جمع میں مشغول ہو گئے - اور اپنے گھر سے نہ نکلے - یہاں تک کہ اس کو جمع کر لیا - اور وہ [illegible]
قسموں اور پارچہ جامہ پر لکھا - جب علیؑ نے سب جمع کر لیا - اور معاذ بن جبل [illegible]
لکھ لیا - تو ابو بکر نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ نکلئے - اور بیعت کیجئے - علیؑ نے کہلا بھیجا کہ میں مشغول رہا
ہوں - اور میں نے قسم کھائی تھی کہ بجز نماز کسی اور کام کے لئے چادر نہ اوڑھوں گا - یہاں تک کہ قرآن
کو تالیف و جمع کر لوں - پس علیؑ نے ایک کپڑے میں قرآن کو تالیف و جمع کیا - اور اس پر مہر کی - پھر
لوگوں کی طرف نکلے - اور وہ رسول اللہؐ کی مسجد میں ابو بکر کے پاس جمع تھے - علی نے زور سے پکار کر

Marfat.com

کہا۔ اے لوگو۔ جب سے رسول اللہ نے رحلت فرمائی ہے۔ میں آپ کو غسل دینے اور پھر قرآن کے
کرنے میں مشغول تھا۔ یہاں تک کہ میں نے سارا قرآن اس ایک کپڑے میں جمع کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کوئی ایسی آیت نازل نہیں فرمائی جس کو میں نے جمع نہ کیا ہو۔ اور کوئی ایسی آیت نہیں جو رسول
نے مجھے نہیں پڑھائی۔ اور جس کی تاویل مجھے نہیں بتائی۔ پھر علیؑ نے ان سے کہا۔ مبادا تم قیامت
کے دن یوں کہو کہ علی نے ہم کو اپنی مدد کی دعوت نہیں دی۔ اور ہمیں یاد نہیں دلایا۔ میں تم کو
اللہ اول تا آخر کی طرف بلاتا ہوں۔ عمر بولے۔ آپ جس قرآن کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں۔ اس
ہم کو اس قرآن نے جو ہمارے پاس ہے۔ بے نیاز کر دیا ہے۔ بعد ازاں علی خانہ نشین ہو گئے۔ عمرؓ
ابو بکر سے کہا۔ کہ علی کی طرف کسی کو بھیجئے کہ بیعت کرے۔ کیونکہ ہم کسی شمار میں نہیں۔ جب تک وہ بیعت
نہ کریں۔ اگر وہ بیعت کر لیں۔ تو ہم ان سے امن میں ہو جائیں گے۔ چنانچہ ابو بکرؓ نے کسی کے ہاتھ علی کو
بھیجا کہ رسول اللہ کے خلیفہ کے پاس چلئے۔ قاصد علیؑ کے پاس آیا۔ اور ان سے ایسا ہی کہہ دیا۔ علی
کہا۔ تم نے کیسی جلدی رسول اللہ کو جھٹلایا۔ ابو بکر اور اس کے حاشیہ نشین جانتے ہیں کہ اللہ اور
رسول نے میرے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ قاصد واپس آیا۔ اور علیؑ نے جو کچھ کہا تھا کہ سنایا۔ عمر
نے کہا۔ جاؤ اور کہو کہ امیر المومنین ابو بکر آپ کو بلاتے ہیں۔ قاصد نے علی سے اسی طرح کہہ دیا۔ علی
اس سے کہا۔ سبحان اللہ۔ دیر نہیں ہوئی کہ وہ مجھے بھول گیا۔ اللہ کی قسم اسے معلوم ہے کہ اس
کے میں ہی لائق ہوں۔ بے شک رسول اللہ نے اس کو جو ساتوں میں سے ساتواں تھا حکم دیا
پس انہوں نے مجھے امیر المومنین کہہ کر سلام کیا تھا۔ اس نے اور اس کے ساتھی عمر نے دریافت کیا
کہ کیا یہ لقب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ ہاں بے شک اللہ
اس کے رسول کی طرف سے ہے۔ تحقیق علی امیر المومنین۔ سید المسلمین اور صاحب الوار غر محجلین
اللہ ان کو قیامت کے دن پلصراط پر بٹھائے گا۔ وہ اپنے دوستوں کو بہشت میں اور دشمنوں کو
میں داخل کریں گے۔ قاصد نے واپس آ کر ابو بکر سے یہی بیان کر دیا۔ اس دن انہوں نے علی سے کچھ تعرض
نہیں کی۔ علی نے فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا۔ اور اپنے بیٹوں حسن و حسین کا ہاتھ پکڑا
رسول اللہ کے اصحاب میں سے ہر ایک کے گھر پر گئے۔ ان کو اپنے حق کے بارے میں اللہ کی قسم
اور اپنی مدد کی دعوت دی۔ مگر سوائی ہم چار کے ان میں سے کسی نے قبول نہ کیا۔ ہم نے اپنے سر
علیؑ کو مدد دی اور زبیر نے ان کو بہت مدد دی۔ جب علی نے دیکھا۔ کہ لوگوں نے ان کو مدد نہ
اور بالاتفاق ابو بکر کے طرفدار بن گئے۔ اور اسی کی فرمانبرداری اور تعظیم کرنے لگ گئے۔ تو آپ خا

Marfat.com

گئے۔ پھر عمر نے ابوبکر سے کہا۔ آپ کسی کو علی کے پاس کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ بیعت کریں۔ کیونکہ سوائے
ان کے اور سوائے ان چاروں کے سب نے بیعت کر لی ہے۔ ابوبکر عمر کی نسبت نرم دل تیز فہم زیادہ غور
کرنے والا تھا۔ اور عمر زیادہ سنگدل اور جفا کار تھا۔ ابوبکر نے اس سے پوچھا کہ کس کو علی کے پاس
بھیجیں۔ عمر نے کہا۔ کہ قنفذ کو بھیجدیں۔ کیونکہ وہ بدخو سنگدل۔ جفا کار اور طلقاء (رہا کئے گئے) میں سے
اور قبیلہ بنی عدی بن کعب سے ہے۔ پس ابوبکر نے اس کو مع مددگاروں کے بھیج دیا۔ قنفذ گیا۔ اور علی سے
داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ مگر علی نے اس کو اجازت نہ دی۔ قنفذ کے ساتھی ابوبکر و عمر کے پاس واپس
آئے۔ جب کہ وہ دونوں مسجد میں تھے۔ اور لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ اور یوں عرض کی کہ علی نے ہم کو
اجازت نہ دی۔ عمر نے کہا۔ جاؤ اگر وہ اجازت دیدے فبہا۔ ورنہ بغیر اجازت گھر میں گھس جاؤ۔ وہ گئے
اور اجازت مانگی۔ فاطمہؑ نے کہا۔ اگر بغیر اجازت تم داخل ہو گے۔ تو میں تم کو برا بھلا کہوں گی۔ یہ سن کر
وہ لوٹ آئے اور قنفذ وہیں رہا۔ واپسی پر انہوں نے عرض کی کہ فاطمہ نے ایسا ایسا کہا ہے۔ عمر یہ
سن کر غضبناک ہوا۔ کہنے لگا ہمیں عورتوں سے کیا ڈر ہے۔ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں لے چلو۔ پس
انہوں نے لکڑیاں اٹھائیں۔ اور ان کے ساتھ عمر نے بھی اٹھائیں۔ ان لکڑیوں کو علی کے گھر کے گرد جمع
کر دیا۔ اس وقت گھر میں علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے تھے۔ عمر نے پکار کر کہا۔ جسے علی و فاطمہ نے
بھی سن لیا۔ کہ خدا کی قسم تو نکل آ۔ اور رسول اللہؐ کے خلیفہ کی بیعت کر۔ ورنہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں گا
پھر قنفذ ابوبکر کے پاس آیا۔ اور ڈر رہا تھا۔ کہ کہیں علی جن کی درشتی و شدت مشہور تھی میری طرف تلوار
لے کر نکل آئیں۔ ابوبکر نے قنفذ سے کہا۔ کہ واپس جا۔ اگر علی گھر سے نکل آئے فبہا۔ ورنہ گھر میں گھس جا اگر
انکار کرے۔ تو مع ان کے گھر کو آگ لگا دے۔ قنفذ چلا گیا۔ اور وہ اور اس کے ساتھی بغیر اجازت گھر میں
جا گھسے۔ علی اپنی تلوار لینے اٹھے۔ مگر وہ آپ سے سبقت لے گئے۔ اور تھے بھی زیادہ۔ علی نے ان
سے ایک کی تلوار چھین لی۔ وہ علیؑ سے لڑے۔ اور ان کو پکڑ لیا۔ اور ان کے گلے میں ایک
دروازے کے پاس علیؑ اور مخالفین کے درمیان فاطمہؑ حائل ہو گئیں۔ قنفذ نے اپنا کوڑا
بازو پر مارا۔ جب فاطمہؑ نے وفات پائی۔ تو ضرب کا نشان مثل بازو بند کے ان کے بازو پر تھا۔ پھر
قنفذ علیؑ کو کھینچتے کھینچتے ابوبکر کے پاس لے گیا۔ اس وقت عمر ابوبکر کے سر پر تلوار لئے کھڑا تھا۔
اور خالد بن ولید۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم۔ معاذ بن جبل۔ مغیرہ بن
شعبہ۔ اسید بن الحصین۔ بشر بن سعد۔ اور باقی لوگ ابوبکر کے گرد مسلح کھڑے تھے۔ قیس بن سلیم کا
بیان ہے کہ میں نے سلمان سے پوچھا۔ کیا مخالفین فاطمہؑ کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہو جاتے ہیں سلمان

Marfat.com

نے جواب دیا۔ ہاں قسم ہے خدا کی اور اس وقت فاطمہ پر اوڑھنی بھی نہ تھی اس حال میں فاطمہؑ نے زور سے یوں پکارا۔ اے بابا۔ اے رسول اللہ۔ اے بابا ابوبکر و عمر آپ کے برے خلیفہ بنے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں قبر میں بینا ہیں تحقیق میں نے ابوبکر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا۔ کہ گریہ وزاری کر رہے تھے۔ اور سوائے عمر و خالد بن ولید و مغیرہ بن شعبہ کے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو رو نہ رہا ہو۔ عمر کہ رہا تھا کہ ہمیں عورتوں اور ان کی رائے کی کچھ پروا نہیں۔ غرض علی کو ابوبکر کے پاس لے گئے۔ اور علی کہ رہے تھے۔ قسم ہے خدا کی۔ اگر میری تلوار چل جاتی۔ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ تم کبھی اس کامیابی کو حاصل نہ کر سکتے تھے۔ قسم ہے خدا کی۔ میں تمہارے جہاد میں اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا۔ اگر وہ چالیس آدمی میرے ساتھ رہتے۔ میں تمہاری جماعت کو پراگندہ کر دیتا۔ مگر خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے میری بیعت کی۔ پھر میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس وقت فاطمہؑ قنفذ اور اپنے خاوند کے درمیان حائل ہو گئی۔ اور قنفذ نے ان کو تازیانہ سے مارا۔ عمر نے قنفذ کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر فاطمہ تیرے اور علی کے درمیان حائل ہو۔ تو اسے مارنا۔ پس قنفذ نے فاطمہ کو گھر کے دروازے کے بازو کی طرف دھکیل کر دبا دیا جس سے ان کے پہلو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور ان کے پیٹ سے بچہ ساقط ہو گیا۔ وہ بیمار ہو گئیں:۔ یہاں تک کہ اسی ضرب سے شہید ہوئیں۔ آخر کار علی نے بیعت کرنے سے پہلے درآنحالیکہ رسی ان کی گردن میں تھی۔ پکار کر کہا۔ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھ کو کمزور سمجھا۔ اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں۔ پھر آپ نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا۔ اور بیعت کی۔ انتہٰے +

اس قصہ سے حضرت علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی جو تمام اماموں کے سردار اور ان کے اصل الاصول ہیں انتہا درجہ کی توہین نکلتی ہے۔ کیا یہی علی مرتضےٰ شیر خدا صاحب ذوالفقار قاتل الکفار کرام غیر فرار ہیں۔ جو خلافت کی طلب میں اپنی زوجہ محترمہ کو گدھے پر سوار کر کے تین رات در بدر مدد مانگتے پھرے۔ چند مخالفین آپ سے بالجبر بیعت لینے کے لئے آپ کے دولت خانہ میں بے اجازت گھس گئے۔ تو انہوں نے حضرت خاتون جنت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا۔ اسے مرزا رفیع باذل شیعی نے اپنی کتاب حملہ حیدری میں بالتفصیل یوں بیان کیا ہے ؎

لگد در بستہ زد آن چنان ۔ کہ شہ کندہ آن در زجا در زمان
زضرب لگد چون در آمد زجا ۔ بیفتاد بر بطن خیر النساء
بدان بضعۂ مصطفےٰ بار ور ۔ کہ افتاد بر رو بآن ضرب در
بر آورد آہے چنان دردناک ۔ کہ دل ہاے کروبیاں گشت پاک

Marfat.com

بلرزید زان نالہ عرش برین۔ ببارید چوں چشم روح الامین
چو در کندہ گردید از ضرب پا۔ یکے از رفیقان آن پیشوا ؛
زخویشان بو بکر قنفذ بنام۔ بجان دشمن آل خیر الانام۔
در آمد ز در روئے کردہ ترش۔ یکے تازیانہ بدست اندرش
بزد بر سر و دوش آن بے گناہ۔ دگر بارہ از دل بر آورد آہ ؛
ز دنبال او خالد نام دار در آمد بکف تیغ زہر آب دار
بزد پشت تیغش بدوش دگر بر آورد زہرا ز فرقش دگر۔

حضرت خاتون جنت کی اس تکلیف و ذلت کو دیکھ کر شیر خدا سے رہا نہ گیا لگے مخالفین سے نبرد آزمائی کرنے۔ مگر کچھ بن نہ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرفتار ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے دربار میں اس ہیئت میں پہنچے ؎

بدست عمر یک سر ریسمان دوم در کف خالد پہلوان ؛
فگندند در گردن شیر نر ؛ ؛ کشیدند اورا بر بو بکر ؛ ؛

جناب امیر علیہ السلام تو بقول خود تمام اہل زمین کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہاں صرف چند مخالفین نے آپ کو بری طرح نیچا دکھایا۔ آپ کی شجاعت و کرامات اور کس دن کے لئے تھیں۔ یہ تو ان کے اظہار کا خاص موقع تھا۔ اور نہیں تو اتنا ہی کرتے کہ جن دو شخصوں نے ان کی گردن میں رسی ڈالی تھی ان میں سے ایک کے سامنے اپنی کمان کا اژدہا بنا کر پھینک دیتے کہ وہ منہ پھیلا کر کھانے کو دوڑتا۔ جس کے ڈر سے وہ سہم جاتا۔ اور دوسرے کے گلے میں گرز آہنی کا حلقہ بنا کر ڈال دیتے۔ کہ وہ دم بخود رہ جاتا۔ اگر گرز آہنی موجود نہ تھا۔ تو کسی بھاری چکی کے پاٹ کا ہی پہنا دیتے۔ جس سے اسے چلنا پھرنا بھی دشوار ہوتا۔ اور دیکھئے۔ جب حضرت امیر علیہ السلام نے اصلی قرآن جمع کر کے پیش کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنا قرآن پیش کر کے کہا کہ ہمیں اپنا کافی ہے۔ تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں۔ وہ قرآن عمرؓ اول تا آخر محرف تھا۔ تحریف بھی ایسی کہ قریباً دو تہائی قرآن تلف کر دیا۔ اور بہت سی عبارتیں جن سے مذاہب باطلہ کی تائید اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین ہوتی ہو۔ اس میں بڑھا دیں۔ اور کفر و الحاد کے مضامین اس میں الحاق کر دیئے اس کی ترتیب بھی الٹ پلٹ کر خبط بے ربط کر دی۔ ایسے قرآن کو حضرت امیرؑ نے شائع ہونے دیا اور اپنا اصلی قرآن چھپا لیا۔ جیسا کہ تحفہ شیعہ حصہ اول میں بالتفصیل مذکور ہوا۔ ایسے محرف قرآن کی

Marfat.com

اشاعت کفر و الحاد کی اشاعت تھی۔ اس خاص الخاص موقع پہ مولے مرتضےٰ کی خاموشی سے جوان
ان پر عاید ہوتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ حضرت عمرؓ تو حضرت علیؑ سے اس قدر ڈرتے تھے
خوف کے ایک مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور ان کے سینے سے ایک عجیب و غریب آ
نکلنے لگتی تھی۔ حضرت امیر نے اتنا بھی نہ کیا کہ حضرت عمر سے وہ محرف قرآن لے کر تلف کر دے
اور اس کی جگہ اپنا اصلی قرآن شایع کر دیتے۔ اگر کسی وجہ سے اس وقت ایسا نہ کر سکے۔ تو ا
عہد خلافت میں ہی اسے شایع کر دیتے۔ حضرت امیر نے حضرت سلمان کی حمایت میں حضرت ع
کو زمین پر دے مارا۔ کیا حضرت سلمان قرآن کریم سے بھی زیادہ عزیز تھے۔ کہ سلمان پہ حملہ کر
سے حضرت امیرؑ ایسے برافروختہ ہوئے۔ اور قرآن کی آپ کے سامنے حسب عقیدہ شیعہ وہ گت بنی
مذکور ہوئی۔ مگر آپ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ العجب ثم العجب ؛

ایسے افسانوں کو کوئی سلیم الطبع شخص صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ ان یاروں کی ایجادیں
بظاہر اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر در پردہ ان کی تذلیل و تحقیر کے درپے رہتے ہیں۔ جب
کیا جاتا ہے۔ تو جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو صبر کی وصیت فرمائی تھی۔ اس لئے آپ
ذوالفقار آب دار کو میان سے نکالا۔ چنانچہ خود حضرت امیر فرماتے ہیں۔ لولا عهد عهد الی النبی الا
لاوردت المخالفین حیاض المنیة ولارسلت علیهم شآبیب صواعق الموت وعن قریب
سیعلمون۔ (کتاب الروضہ الکلینی نولکشوری۔ صفحہ ۱۲)۔ یعنے اگر مجھے حضور نبی امیؐ کی وصیت نہ ہ
تو میں مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اور ان پر موت کی بجلیوں کی بارشیں برساتا۔ اور وہ عنقر
جان لیں گے۔ انتہے ؛ اگر اس وصیت کی تفصیل مطلوب ہو۔ تو محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب دیکھنی چاہ
جس میں مذکور ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بوساطت جبرئیلؑ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ پر امت کے لئے
ایک سربمہر وصیت نامہ نازل فرمایا۔ جو آپ کے اہل بیت کے پاس رہا۔ اس آسمانی وصیت نامہ میں
حضرت امیرؑ کے متعلق جو وصیت کا مضمون درج ہے۔ اسے حضرت علیؑ بدین الفاظ قبول فرماتے ہیں
ثم قبلت ورضیت وان انتهکت الحرمة وعطلت السنن ومزق الکتاب وهدمت الکعبة
وخضبت لحیتی من راسی بدم عبیط صابرا محتسبا ابدا حتی اقدم علیك (اصول کافی نولکشوری کتا
الحجہ۔ صفحہ ۱۷۰) ترجمہ۔ ہاں میں نے قبول کیا۔ اور میں راضی ہو گیا۔ خواہ میری پردہ دری ہو۔ اور
اور رسول کی سنتیں معطل ہوں۔ اور قرآن ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ اور خانہ کعبہ منہدم کر دیا جا
اور میری ڈاڑھی میرے سر کی طرف سے خالص خون سے رنگی جائے۔ میں تا دم مرگ ہمیشہ صابر

Marfat.com

جواب کا امیدوار رہوں گا۔ انتہٰے ۔ اس مقام پر شیعہ کے رئیس المحدثین نے شیر خدا کی تذلیل تو درکنار خود خدا کو بھی نہیں چھوڑا۔ غور کیجئے کہ جسے وصی نبیؐ بنا کر خلقت کی ہدایت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اُسے ہدایت ہو رہی ہے۔ کہ خواہ کتنا ہی فسق و فجور اور ظلم و ستم پھیل جائے۔ تم ٹس سے مس نہ ہونا۔ اس وصیت کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ بحث نکاح ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہراء میں آئے گی۔ اگر اس فرضی وصیت نامہ کو صحیح بھی فرض کیا جائے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ باوجود اس وصیت کے حضرت علی اس کے برخلاف طلب خلافت میں دربدر مدد مانگتے کیوں پھرے۔ اور مخالفین سے کیوں لڑے شروع سے تقیہ ہی کیوں نہ کر لیا کہ ان جھگڑوں کی نوبت ہی نہ پہنچتی۔ اور نہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی بے آبروئی ہوتی ۔

حضرت امیر علیہ السلام کو یہ ناکامیابی بقول خود اپنے اصحاب کی بے وفائی کے سبب ہوئی حضرت کے شیعہ جیسا کہ نہج البلاغہ کے مکاتبہ سے ظاہر ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کرتے۔ اور ہر اذیتیں پہنچاتے رہے۔ اور حضرت امام بھی ان کا اعتبار نہ کرتے تھے۔ بغرض توضیح ہم ذیل میں حضرت امیر کا ایک چھوٹا سا خطبہ نقل کر دیتے ہیں۔ جسے حضرات شیعہ کے اکابر کے چال چلن کا سرٹیفکیٹ سمجھنا چاہیئے۔ ومن خطبۃ لہ علیہ السلام۔ وقد تواترت علیہ الاخبار باستیلاء اصحاب معاویۃ علی البلاد وقدم علیہ عاملاہ علی الیمن وھما عبید اللہ بن عباس وسعید بن نمران لما غلب علیھما بسر بن ابی ارطاۃ فقام علیہ السلام علی المنبر ضجرا بتثاقل اصحابہ عن الجہاد ومخالفتھم لہ فی الرأی۔ فقال مالی الا الکوفۃ اقبضھا وابسطھا ان لم تکونی الا امت تھب اعاصیرک فقبحک اللہ۔ ثم قال علیہ السلام انبئت بسرا قد اطلع الیمن وانی واللہ لاظن ان ھؤلاء القوم سیدالون منکم باجتماعھم علی باطلھم وتفرقکم عن حقکم وبمعصیتکم امامکم فی الحق وطاعتھم امامھم فی الباطل وبادائھم الامانۃ الی صاحبھم وخیانتکم وبصلاحھم فی بلادھم وفسادکم۔ فلو ائتمنت احدکم علی قعب لخشیت ان یذھب بعلاقتہ اللھم انی قد مللتھم وسئمتھم وسئمونی فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی اللھم مث قلوبھم کما یماث الملح فی الماء۔ اما واللہ لوددت ان لی بکم الف فارس من بنی فراس ابن غنم۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزء اول صفحہ ۱۴۴)

ترجمہ حضرت امیر علیہ السلام کا خطبہ۔ جب آپ کو شہروں پر اصحاب معاویہ کے غلبہ پانے کی خبریں تواتر سے پہنچیں۔ اور آپ کے دونوں عامل یمن عبید اللہ بن عباس اور سعید بن نمران بسر بن ارطاۃ کے غالب آنے

Marfat.com

کے بعد واپس چلے آئے۔ تو حضرت امیرؑ اپنے اصحاب کی جہاد سے کوتاہی اور رائے میں مخالفت کی سے دل تنگ ہو کر منبر پہ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ یہ تو صرف کوفہ ہے۔ جس کو میں سکیڑتا اور پھیلاتا (یعنے جس میں متصرف ہوں)۔ اے کوفہ اگر صرف تو ہی ہو کہ جس کے بگولے اڑتے ہوں۔ تو خدا تیرا برا کر اور پھر فرمایا۔ کہ مجھے خبر ملی ہے۔ کہ بسر یمن پہ چڑھ آیا ہے۔ واللہ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ لوگ تمہار جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ باطل پر متفق ہیں۔ اور تم حق سے پراگندہ ہو۔ تم حق میں اپنے اما کی نافرمانی کرتے ہو۔ اور وہ باطل میں اپنے امام کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ وہ امانت اپنے صاحب کو ادا کرتے ہیں۔ اور تم خیانت کرتے ہو۔ وہ اپنے شہروں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اور تم بگاڑتے ہو اگر میں تم میں سے کسی کے پاس ایک پیالہ امانت رکھوں۔ تو مجھے یہ ڈر ہوتا ہے۔ کہ وہ اس پیالہ کا دست نہ لے اڑے۔ الٰہی میں ان سے تنگ و عاجز آگیا ہوں۔ اور یہ مجھ سے تنگ آگئے۔ پس ان سے بہتر مجھ کو بدل دے۔ اور مجھ سے بدتر میرے عوض ان کو دے۔ الٰہی ان کے دل گھلا دے۔ جیسا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ دیکھو خدا کی قسم میں تہ دل سے چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے بدلے میرے پاس بنی فراس بن غنم کے ہزار سوار ہوں۔ انتہٰی۔ اگر ناظرین کو مزید توضیح کا اشتیاق ہو۔ تو شیعہ کے رئیس المحدثین کلینی کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ جس میں روایت ذیل مذکور ہے

عن ابراهيم بن عبدالله الصوفي قال حدثني موسىٰ بن بكر الواسطي قال قال لي ابو الحسن عليه السلام لو ميزت شيعتي ما وجدتهم الا واصفة ولو امتحنتهم لما وجدتهم الا مرتدين ولو تمحصتهم لما خلص من الالف واحد ولو غربلتهم لم يبق منهم الا ما كان لي انهم طال ما اتكوا على الارائك وقالوا نحن شيعة علي انما شيعة علي من صدق قوله فعله

(کتاب الروضہ۔ نولکشوری۔ صفحہ ۱۰۷) ترجمہ بحذف اسناد۔ موسیٰ بن بکر واسطی کا بیان ہے۔ کہ مجھ سے امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر میں اپنے شیعہ کی تمیز کروں۔ تو نہ پاؤں گا ان کو مگر زبانی دعوے کرنے والے۔ اور اگر ان کا امتحان کروں۔ تو نہ پاؤں گا ان کو مگر مرتدین۔ اور اگر ان کو پرکھوں۔ تو نہ خالص نکلے گا ہزار میں سے ایک۔ اور اگر میں ان کی چھان بین کروں۔ تو نہ باقی رہے گا ان میں سے مگر وہ جو میرا تھا۔ وہ مدت سے آرام سے تختوں پہ تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم علیؑ کے شیعہ ہیں۔ علیؑ کے شیعہ وہی ہیں جن کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ انتہٰی

Marfat.com

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ شہید ہو گئے
[illegible] ان کی جگہ لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی ہے۔ نو ساٹھ ہزار
[illegible] کے ساتھ عراق عرب کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ یہ خبر سن کر حضرت امام بھی چالیس ہزار
[illegible] کے ساتھ کوفہ سے مقابلہ کو نکلے۔ اس لڑائی کا حال شیعہ کے نہایت متعصب مجتہد ملا
[illegible] نے یوں لکھا ہے۔ پس خبر حرکت کردن معاویہ بجانب عراق بسمع شریف حضرت امام حسن
[illegible]سید۔ بر منبر بر آمد۔ حمد و ثنائے الٰہی ادا کرد۔ ایشان را بسوئے جہاد آں ثمرہ شجرہ ملعونہ کفر و عناد
[illegible]وت نمود۔ ہیچ یک از اصحاب آن حضرت جواب نگفتند۔ پس عدی حاتم از زیر منبر برخاست۔
[illegible] سبحان اللہ چہ بد گروہے ہستید شما۔ امام شما و فرزند پیغمبر شما را بسوی جہاد دعوت مے کند۔
[illegible]جابت او نمے کنید۔ کجا رفتند شجاعان شما۔ ایا از غضب حق تعالیٰ نمے ترسید۔ از ننگ و عار پروا نمی
[illegible]نید۔ پس جماعت دیگر برخاستند۔ باو موافقت کردند۔ حضرت فرمود۔ کہ اگر راست مے گوئید۔ بسوی
[illegible] کہ لشکر گاہ من آن جاست بیروں روید۔ مے دانم کہ وفا بگفتہ خود نخواہید نمود۔ چنانچہ دنا کہ رید
[illegible] کسے کہ از من بہتر بود۔ چگونہ اعتماد کنم بگفتہائے شما۔ و حال آنکہ دیدم کہ با پدر من چہ کردید
[illegible] از منبر فرود آمد۔ سوار شد۔ متوجہ لشکر گاہ گردید۔ چوں بآنجا رسید۔ اکثر آنہا کہ اظہار اطاعت
[illegible] بودند وفا نکردند و حاضر نشدند۔ پس خطبہ خواند۔ فرمود کہ مرا فریب دادید چنانچہ امام پیش از مرا
[illegible]یب دادید۔ ندانم کہ بعد از من با کدام امام مقاتلہ خواہید کرد۔ ایا جہاد خواہید کرد۔ با کسیکہ ہرگز ایمان
[illegible] رسول نیاوردہ است۔ و از ترس شمشیر اظہار کردہ است۔ پس از منبر بزیر آمد۔ مردے از قبیلہ
[illegible] را با چہار ہزار کس بر سر راہ معاویہ فرستاد۔ امر کرد کہ در منزل انبار توقف کند تا فرمان حضرت
[illegible] رسد۔ چون بانبار رسید۔ معاویہ مطلع شد۔ پیکے بنزد او فرستاد۔ نامہ [illegible]
[illegible] من۔ ولایتے از ولایت شام را بتو دہم۔ و پنصد ہزار درہم برائے او فرستاد۔ آن ملعون
[illegible] را دید و حکومت را شنید۔ دین را بدنیا فروخت۔ زر را گرفت۔ با دویست نفر از خویشان
[illegible] خود رو از حضرت گردانید۔ بمعاویہ ملحق شد۔ چوں ایں خبر بآن حضرت رسید خطبہ
[illegible] فرمود کہ این مرد کندی با من مکر کرد۔ بنزد معاویہ رفت مکرر گفتم بشما کہ عہد شما را وفائے
[illegible] شما بندہ دینانید۔ اکنوں مرد دیگر را مے فرستم۔ مے دانم کہ او نیز چنین خواہد کرد

Marfat.com

پس مردے از قبیلۂ مراد را با چہار ہزار کس فرستاد۔ از وعدہا و پیمانہا گرفت کہ غدر و مکر نکنند
سوگندہا یاد کرد کہ نخواہم کرد۔ چون او روانہ شد۔ حضرت فرمود۔ او نیز چنین خواہد کرد
بانبار رسید۔ باز معاویہ رسولان و ناہا بسوئے او فرستاد۔ پنج ہزار درہم فرستاد
حکومت ہر ولایت کہ خواہد با و نوشت۔ پس او نیز از حضرت برگشت۔ بسوی معاویہ رفت
خبر بحضرت رسید۔ باز خطبہ خواند۔ فرمود کہ مکرر گفتم شما را کہ شما را وفائے نیست۔ اینک مرا
نیز با من مکر کرد۔ نزد معاویہ رفت۔ پس عبید اللہ بن عباس را با قیس بن سعد و دوازدہ ہزار
کس از دیر عبد الرحمٰن بجانب معاویہ فرستاد۔ فرمود کہ عبید اللہ امیر باشد۔ اگر او را عارضہ
رو دہد۔ سعید پسر قیس امیر باشد۔ عبید اللہ را وصیت کرد کہ از مصلحت قیس بن سعد و سعید بن قیس بیرون
نرود۔ خود از آن جا بار کرد۔ بساباط مدائن تشریف برد۔ در آنجا خواست کہ اصحاب خود را امتحان
کند۔ کفر و نفاق و بے وفائی آن منافقان را بر عالمیان ظاہر گرداند۔ پس مردم را جمع کرد۔ حمد و ثنائے
الٰہی بجا آورد۔ فرمود اما بعد بدرستیکہ من امید وارم بلطف خدا و نعمت او کہ خیر خواہ ترین باخلق
باشم از برائے خلق او۔ کینۂ از ہیچ مسلمانے در دل ندارم۔ و ارادۂ بدی نسبت بکسے بخواطر نے گزرانم
جمعیت مسلمانان را از پراگندگی ایشان بہتر مے دانم۔ آنچہ صلاح شما را در آن مے دانم۔ نیکو
است از آنچہ خود صلاح خود را در آن مے دانید۔ پس مخالفت امر من مکنید۔ و رائے کہ برائے شما
اختیار کنم بر من رد مکنید۔ کہ حق تعالےٰ ما و شما را بیامرزد و ہدایت نماید بہر چہ موجب محبت و خوشنودی
اوست۔ چون آن منافقاں این سخن را از حضرت شنیدند بیک دیگر نظر کردند۔ گفتند از سخنان
او معلوم مے شود کہ مے خواہد با معاویہ صلح کند و خلافت را باو واگذارد۔ پس ہمہ برخاستند
گفتند او مثل پدرش کافر شد۔ بخیمۂ آن حضرت ریختند۔ و اسباب حضرت را غارت کردند۔ حتی
مصلائے حضرت را از زیر پائش کشیدند۔ و ردائے مبارکش را از دوشش ربودند۔ پس
اسپ خود را طلبید و سوار شد۔ اہل بیت آن حضرت با قلیلے از شیعیاں دور آن حضرت را
گرفتند۔ چون بساباط مدائن رسید۔ ملعونے از قبیلہ بنی اسد کہ او را جراح بن سنان مے گفتند۔ لجام
اسپ آن حضرت را گرفت۔ خنجرے بر ران مبارکش زد کہ استخوان شگافت۔ بروایت دیگر بر پہلوئے
مبارکش زد و گفت۔ کافر شدی چنانچہ پدر تو کافر شد۔ پس شیعیان و موالیان حضرت آن را گرفتند
بقتل رسانیدند۔ آن حضرت را در عماری نشاندند۔ بمدائن بردند۔ بخانۂ سعد بن مسعود ثقفی کہ
آن حضرت را والی مدائن بود نزول اجلال فرمود۔ او عم مختار بود۔ پس مختار بنزد عم خود آمد۔ گفت

Marfat.com

[illegible] شاید معاویہ ولایت عراق را بما بدہد۔ سعد گفت وائے بر تو خدا
[illegible] روئے ترا و رائے ترا۔ من از جانب پدر او داد والی بودم۔ حق نعمت ایشاں را
[illegible] کنم۔ فرزند رسول خدا را بدست معاویہ دہم۔ شیعیان چون این سخن را شنیدند۔ خواستند
[illegible] را بقتل رسانند۔ آخر بشفاعت عم او از تقصیر او گزشتند (جلاء العیون تصنیف محمد باقر
[illegible] مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۷۶ ہجری صفحہ ۱۴۷-۱۴۸) ترجمہ۔ پس معاویہ کے عراق کی طرف آنے
[illegible] خبر حضرت امام حسن کے کان مبارک میں پہنچی۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ خدا کی حمد و ثنا
[illegible] کی۔ اور ان کو اس کفر و عناد کے شجرہ ملعونہ کے پھل کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دی۔ حضرت
[illegible] کے اصحاب میں سے کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ پس عدی بن حاتم نے منبر کے نیچے سے اٹھ کر
[illegible] سبحان اللہ تم کیسا برا گروہ ہو۔ تمہارے امام اور فرزند پیغمبر تمہیں جہاد کی دعوت دیتے ہیں۔
تم اس کو قبول نہیں کرتے۔ تمہارے بہادر کہاں گئے۔ کیا تم خدا تعالےٰ کے غضب سے نہیں ڈرتے
اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتے۔ یہ سن کر دوسری جماعت اٹھی۔ انہوں نے امام کے ساتھ موافقت
کی۔ حضرت امام نے فرمایا۔ کہ اگر تم سچ کہتے ہو۔ تو نخیلہ کی طرف جہاں میرا لشکر گاہ ہے نکلو۔ میں جانتا
ہوں کہ تم اپنے قول کو پورا نہ کرو گے۔ جیسا کہ تم نے وفا نہ کی اس امام کے ساتھ جو مجھ سے بہتر تھے
میں تمہارے اقوال پر کس طرح اعتماد کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھ لیا جو تم نے میرے باپ کے ساتھ
کیا۔ پھر حضرت منبر سے اتر آئے۔ اور سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے۔
جنہوں نے اطاعت کا اظہار کیا تھا۔ ان میں سے اکثر نے وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے۔ پس آپ نے
ایک خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا۔ کہ تم نے مجھے فریب دیا۔ میں نہیں جانتا۔ تم کس امام کے ساتھ مل کر
جہاد کرو گے۔ کیا تم اس کے ساتھ مل کر لڑائی کرو گے۔ جو کبھی خدا و رسول پر ایمان نہیں لایا۔ فقط

ف۔ اس کتاب میں ملا باقر مجلسی وہی روایات لایا ہے۔ جو امامیہ کے نزدیک معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ دیباچہ کتاب صفحہ ۲
[illegible] میں لکھا ہے۔ بخاطر فاتر رسید کہ کتاب و جیزے درین باب بلغت فارسی تالیف نمائید کہ مقصور بر ذکر ولادت [illegible] حضرت
[illegible] المرسلین و ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین بودہ باشد۔ بروجہے نوشتہ شود کہ ہمہ خلق را ازان بہرہ بودہ باشد۔ و در ترجمہ الفاظ
[illegible] روایات معتبرہ اقتصار نمودہ مقید بحسن عبارات و تتبع استعارات نگردد و از غیر احادیث معتبرہ کہ از کتب فاضل محدثان امامیہ رضوان
[illegible] علیہم اجمعین اخذ نمودہ چیزے نقل ننماید۔ تا مومنان بخواندن و شنیدن آن بثواب احیاء احادیث ائمہ دین علیہم السلام۔ کہ
[illegible] نجات و ارتفاع سعادات است فائز گردند۔ و بحزون گردیدن و گریستن بر مصائب جلیلہ برگزیدگان رب العالمین بدرجات
[illegible] ۱۲

Marfat.com

تلوار کے ڈر سے اس نے ایمان ظاہر کیا ہے۔ پھر آپ منبر سے اترے۔ اور قبیلہ [illegible]
چار ہزار آدمی دے کر معاویہ کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ جب تک ہمارا حکم نہ
یہیں ٹھیرے رہو۔ جب وہ انبار میں پہنچا۔ معاویہ کو خبر لگی۔ اس نے ایک قاصد کے ہاتھ اس کندی
خط بھیجا جس کا یہ مضمون۔ کہ اگر تم میرے پاس آجاؤ۔ میں تمہیں ملک شام سے ایک ولایت دوں
اور پانچ لاکھ درہم اس کے واسطے بھیجے۔ اس ملعون نے جب یہ رقعہ دیکھی۔ اور ولایت کا نام سنا
کو دنیا کے بدلہ بیچ ڈالا۔ وہ رقعہ لے لی۔ اپنے خویشان و مخصوصان میں سے دو سو آدمیوں کے
حضرت امام سے روگردانی کی اور معاویہ سے مل گیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی۔ آپ نے ایک خطبہ
اور فرمایا۔ کہ اس کندی نے میرے ساتھ مکر کیا۔ اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ میں نے بار بار تم سے
کہ تمہارے عہد کو وفا نہیں۔ تم سب دنیا کے غلام ہو۔ اب میں دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں۔ میں جا
ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ پس آپ نے قبیلہ مراد میں سے ایک شخص کو چار ہزار آدمیوں کے
بھیجا۔ اور اس سے عہد و پیمان لئے۔ کہ بے وفائی اور مکر نہ کرے گا۔ اس نے قسمیں کھائیں۔ کہ میں ا
نہ کروں گا۔ جب وہ روانہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ جب وہ انبار میں پہ
پھر معاویہ نے قاصد اور خط اس کی طرف بھیجے۔ پانچ ہزار درہم بھیجے۔ اور لکھا کہ جو ولایت تم چا
اس کی حکومت تمہیں دی جائے گی۔ وہ بھی حضرت سے برگشتہ ہو کر معاویہ سے جا ملا۔ جب یہ خبر حضرت
کو پہنچی۔ آپ نے پھر ایک خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ میں نے بار بار تم سے کہا ہے کہ تم میں وفا نہیں۔ تم
اس مرادی نے بھی مجھ سے مکر کیا۔ اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ پس آپ نے عبید اللہ بن عباس کو قیس
بن سعد اور بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ دیر عبد الرحمن سے معاویہ کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ عبید
امیر لشکر رہے۔ اگر اسے کوئی عارضہ پیش آئے۔ تو قیس بن سعد امیر بنے۔ اگر اس کو بھی کوئی عارضہ
پیش آئے۔ تو سعید بن قیس امیر بنے۔ آپ نے عبید اللہ کو ہدایت کی کہ قیس بن سعد اور سعید بن قیس
مشورے کے خلاف نہ کرنا۔ آپ وہاں سے کوچ کر کے ساباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے۔
آپ نے چاہا کہ اپنے اصحاب کا امتحان کریں۔ اور ان منافقوں کے کفر و نفاق و بے وفائی کو لوگوں
پر ظاہر کر دیں۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ کہ خدا کے لطف و
سے میں امیدوار ہوں کہ خدا کی مخلوقات کا سب سے زیادہ خیر خواہ بنوں۔ کسی مسلمان کی طرف سے
دل میں کینہ نہیں۔ اور کسی کے ساتھ بدی کا ارادہ اپنے دل میں نہیں لاتا۔ مسلمانوں کی جمعیت کو ان
پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔ میں جس کام میں تمہاری بہبودی سمجھتا ہوں۔ وہ اس کام سے بہتر ہے جس

Marfat.com

تم تو اپنی بہبودی سمجھتے ہو۔ اس واسطے تم میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور جو رائے میں تمہارے واسطے اختیار کروں۔ اس کو رد نہ کرو۔ خدا تعالےٰ مجھے اور تمہیں بخش دے۔ اور اس امر کی طرف ہدائیت کرے۔ جو اس کی محبت و خوشنودی کا باعث ہے۔ جب ان منافقوں نے حضرت امام سے یہ باتیں سنیں۔ تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے۔ کہ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا اور خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ پس وہ سب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ وہ اپنے باپ کی مانند کافر ہو گیا۔ وہ حضرت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور آپ کا اسباب لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ کا مصلّا آپ کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا۔ اور آپ کی چادر مبارک آپ کے کندھے سے اتار لی۔ آپ نے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ اور سوار ہو گئے۔ آپ کے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپ کے ارد گرد تھے۔ جب آپ مدائن میں پہنچے۔ تو قبیلہ بنی اسد میں سے ایک ملعون نے جس کو جراح بن سنان کہتے تھے۔ آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑی۔ اور آپ کی ران مبارک پر ایک خنجر مارا۔ جو ہڈی تک چیر گیا۔ بروایت دیگر اس نے آپ کے پہلو مبارک پر خنجر مارا۔ اور کہا کہ تو کافر ہو گیا جیسا کہ تیرا باپ کافر ہو گیا تھا۔ پس حضرت کے شیعوں اور یاروں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ اور حضرت کو عماری میں بٹھا کر مدائن لے گئے۔ آپ نے سعد بن مسعود ثقفی کے گھر میں جو آپ کی طرف سے مدائن کا حاکم تھا۔ قیام فرمایا۔ سعد مذکور مختار کا چچا تھا۔ مختار نے اپنے چچا کے پاس آ کر کہا۔ آیئے حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیں۔ شاید معاویہ عراق کی حکومت ہم کو دیدے۔ سعد نے کہا۔ وائے تجھ پر۔ خدا تیرے منہ اور تیری رائے کو نازیبا بنائے۔ میں حضرت امام اور ان کے والد کی طرف سے حاکم تھا۔ کیا میں ان کی نعمت کے حق کو فراموش کر کے فرزند رسول خدا کو معاویہ کے سپرد کر دوں۔ شیعوں نے جب یہ کلام سنا۔ مختار کو قتل کرنے لگے۔ مگر اس کے چچا کی سفارش پر اس کو چھوڑ دیا۔ انتہےٰ ؎

عبارت مذکورہ بالا کے بعد شیعیان امام حسن کی مزید بے وفائی کا حال بدین الفاظ درج ہے

اکثر رؤسائے لشکر آن حضرت بمعاویہ نوشتند کہ ما مطیع و منقاد تو ایم۔ پس زود متوجہ عراق شو چون نزدیک رسی۔ ما حسن را گرفتہ تسلیم بتو مے کنیم۔ ہر شب جمعے از ایشان مے گریختند۔ بلشکر معاویہ ملحق مے شدند۔ پس معاویہ نامہ دیگر بحضرت نوشت۔ نامہائے منافقان اصحاب آن حضرت را کہ باو نوشتہ بودند و اظہار اطاعت و انقیاد او کردہ بودند با نامہ خود بنزد آن حضرت فرستاد نامہ نوشت کہ اصحاب تو با پدرت موافقت نکردند۔ با تو نیز موافقت نخواہند کرد۔ اینک نامہائی

Marfat.com

ایشانست کہ برائے تو فرستادم۔ انتہٰی ملخصًا (جلاء العیون۔ صفحہ ۱۴۸) پس باباجان ہمارے
کے ساتھ جو سلوک آپ کے شیعہ نے کیا۔ وہ رجال کشی صفحہ ۷۴ میں بدین الفاظ مذکور
وثب اهل عسكر الحسن عليه السلام بالحسن في شهر ربيع الاوّل فانتهبوا فسطا
واخذوا امتاعه وطعنه ابن بشير الاسدي في حاصرته فردوه جريحا الى المد
حتّٰى تحصن فيها عند عم المختار بن ابي عبيدة۔ یعنی ماہ ربیع الاول میں امام حسن علیہ السلام
لشکر کے لوگ امام حسنؑ پر ہی جھپٹے۔ انہوں نے آپ کا خیمہ لوٹ لیا۔ اور آپ کا اسباب لے گئے
بشیر اسدی نے حضرت کی کمر میں نیزہ مارا۔ پس انہوں نے حضرت کو زخمی کر کے مدائن کی طرف
لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ آپ مدائن میں مختار بن ابی عبیدہ کے چچا کے پاس قلعہ نشین ہو گئے۔ انتہٰی
مدائن میں حضرت امام نے اپنے شیعہ کی نسبت جو اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ وہ روایت ذیل سے ظا
ہے۔ عن يزيد بن وهب الجهني قال لما طعن الحسن بن علي بالمدائن اتيته وهو متو
فقلت ما ترى يا ابن رسول الله فان الناس متحيرون فقال إرى والله معاوية خيرا لي
من هؤلاء يزعمون انهم لي شيعة ابتغوا قتلي واخذ واموالي والله لان اخذ من
معاوية عهدًا احقن به دمي وامن به في اهلي خير من ان يقتلوني فتضيع اهل بيتي و
اهلي والله لو قاتلت معاوية لاخذوا بعنقي حتى يدفعوا الي اليه سلما والله لان
اسالمه وانا عزيز من ان يقتلني وانا اسير ويمن علي فيكون سنة على
بني هاشم اخرا لدهر لمعاوية لا يزال يمن بها وعقبه على الحي منا والميت ا
(کتاب الاحتجاج للطبرسی۔ صفحہ ۱۴۸)۔ ترجمہ۔ یزید بن وہب جہنی کا بیان ہے۔ کہ جب حسن بن علی
مدائن میں نیزہ سے گھائل ہوئے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ حالانکہ آپ کو درد ہو رہا تھا
نے پوچھا۔ اے فرزند رسولؐ آپ کی کیا رائے ہے۔ تحقیق لوگ حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا
قسم ہے خدا کی میری رائے یہ ہے۔ کہ میرے لئے معاویہ ان لوگوں سے بہتر ہے۔ جو دعوٰی کر
ہیں۔ کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ قسم
خدا کی اگر میں معاویہ سے ایک عہد لوں۔ جس سے اپنے خون کی حفاظت کروں۔ اور اپنے
میں امن سے رہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ اور میرے اہل بیت اور
اہل ضائع ہو جائیں۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہ سے جنگ کروں۔ تو یہی لوگ مجھے گردن
پکڑ کر اس کے حوالہ کر دیں گے قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہ سے صلح کروں۔ اور قتل

Marfat.com

...سے محفوظ رہوں۔ اور میں قیدی بن جاؤں۔ اور وہ مجھ پر احسان کرتا رہے۔ تو یہ بنی ہاشم
...کے لئے سنت ہو جائے گی۔ بے شک معاویہ اور اس کی اولاد ہمارے زندوں اور مردوں
...اس سنت کو جاری رکھے گی۔ انتہیٰ۔ قصہ کوتاہ حضرت امام نے اپنے شیعہ کی بے وفائی دیکھ
...حضرت معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت ان کے حوالہ کر دی۔ وہ صلح نامہ ہم انشاء اللہ کسی مناسب
...موقع پر نقل کریں گے۔ اس صلح کے سبب حضرت امام حسن کے شیعہ ہی آپکو برا بھلا کہنے لگے
...چنانچہ کتاب الاحتجاج صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد قال حدثنی
...رجل منا قال اتیت الحسن بن علی علیہ السلام فقلت یا ابن رسول اللہ اذللت رقابنا و
...جعلتنا معشر الشیعۃ عبیدا ما بقی معک رجل قال و مم ذاک قال قلت بتسلیمک
...الامر لھذا الطاغیۃ قال واللہ ما سلمت الامر الیہ الا انی لم اجد انصارا ولو وجدت
...انصارا لقاتلتہ لیلی ونھاری حتی یحکم اللہ بینی وبینہ ولکنی عرفت اھل الکوفۃ و
...بلوتھم ولا یصلح لی منھم من کان فاسدا انھم لا وفاء لھم ولا ذمۃ فی قول ولا فعل انھم
...لمختلفون ویقولون لنا ان قلوبھم معنا وان سیوفھم لمشھورۃ علینا۔ ترجمہ
...اعمش نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی۔ کہ ہم میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ
...میں امام حسن بن علی علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور کہا اے فرزند رسول آپ نے ہماری گردنوں کو
...ذلیل کر دیا۔ اور ہم گروہ شیعہ کو جب تک آپ کے ساتھ ایک شخص بھی باقی ہے غلام بنا دیا۔
...امام نے پوچھا۔ یہ کس سبب سے۔ میں نے عرض کی۔ اس سبب سے کہ آپ نے خلافت اس بڑے
...ظالم کے سپرد کر دی۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نے خلافت اس کے حوالہ نہیں کی۔ مگر
...جب مجھے مددگار نہ ملے۔ اگر مجھے مددگار مل جاتے۔ تو میں رات دن اس سے جنگ کرتا۔ یہاں تک
...اللہ تعالیٰ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیتا۔ لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچان لیا۔ اور ان
...کو آزما لیا۔ ان میں سے جو فاسد ہے میرے لائق نہیں۔ تحقیق ان میں کچھ وفا نہیں۔ اور نہ قول و فعل
...کا اعتبار ہے۔ وہ مختلف ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں۔ کہ ہمارے دل تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ
...ان کی تلواریں ہم پر کھچی ہوئی ہیں۔ انتہیٰ۔ رجال کشی صفحہ ۷۳ میں ہے۔ روی عن علی بن الحسن
...بن فضال عن علی بن النعمان عن عبد اللہ مسکان عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر
...علیہ السلام قال جاء رجل من اصحاب الحسن علیہ السلام یقال لہ سفیان
...وھو علی راحلتہ لہ فدخل علی الحسن علیہ السلام وھو محتب فی فناء دارہ قال فقال لہ السلام علیک

Marfat.com

یامذل المؤمنین فقال له الحسن علیه السلام انزل وتعجل فنزل فعقل راحلته
فی الدار واقبل یمشی حتے انتهی الیه قال فقال له الحسن علیه السلام ما قلت قال فلیس
علیك یامذل المؤمنین قال وما علمك بذلك قال عمدت الی امر الامة فخلعته من عنقه
فقلدته هذه الطاغیة یحکم بغیر ما انزل الله قال فقال له الحسن علیه السلام
ساخبرك لم فعلت ذلك قال سمعت ابی یقول قال رسول الله صلے الله علیه
وسلم لن تذهب الایام واللیالی حتی یلی امر هذه الامة رجل واسع البلعوم رحیب
الصدر یاکل ولا یشبع وهو معاویة فلذلك فعلت الحدیث ترجمہ۔ (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام
فرمایا۔ کہ امام حسن علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص سفیان بن لیلے نام اونٹنی پر سوار امام
حسن علیہ السلام پر داخل ہوا۔ اور آپ اپنے گھر کے صحن میں اکڑو بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے آپ
سے کہا۔ اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے آپ پر سلام۔ امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا
اونٹنی سے اتر۔ اور جلدی نہ کر۔ پس وہ اترا۔ اس نے اپنی اونٹنی گھر میں باندھ دی۔ اور پیدل حضرت
امام کے پاس پہنچا۔ امام حسن علیہ السلام نے اس سے پوچھا۔ کہ تو نے کیا کہا۔ وہ بولا میں نے یوں
کہا۔ اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے آپ پر سلام۔ امام نے فرمایا۔ کہ تم کو یہ کس طرح معلوم
ہوا۔ اس نے کہا۔ آپ نے امت کا کام اپنی گردن سے اتار کر اس بڑے ظالم کے گلے میں ڈال دیا
جو خلاف ما انزل اللہ حکم کرتا ہے۔ یہ سن کر امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ میں تمہیں بتاتا
ہوں۔ کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
نے کہ رات دن کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس امت کے کام کا والی ہوگا ایک شخص کشادہ
حلق فراخ سینہ جو کھائے گا۔ اور سیر نہ ہوگا۔ اور وہ معاویہ ہے۔ اس سبب سے میں نے خلافت
کو چھوڑ دیا۔ الحدیث۔ انتہے۔ عمدۃ المناظرین مولوی محمد جہانگیر خاں شکوہ آبادی لکھتے ہیں۔ کہ
صاحب فصول وغیرہ علماء حضرات شیعہ نے بروایت ابی مخنف لوط بن یحییٰ کہ معتمدین مجتہدین حضرات
امامیہ سے ہے۔ یہ روایت حضرت امام حسینؓ سے نقل کی ہے۔ کہ فرمایا حضرت امام حسینؓ نے
میں بہت برا جانتا ہوں اس کو جو میرے بھائی حسنؓ نے کیا میرے ساتھ صلح کرنے معاویہ سے۔ کاش
میرا بھائی تلوار سے میری ناک بھی کاٹ لیتا تو مجھ کو اتنا ناگوار نہ گزرتا۔ چنانچہ اسی روایت کی رو سے
حضرات شیعہ حضرت امام حسن رضؓ سے ظاہرا انحراف باطنی رکھتے ہیں۔ انتہے بلفظہ۔ (مظہر
صفحہ ۱۳۶) صلح کے بعد حضرت امام حسنؓ مدینہ منورہ کو روانہ ہوگئے۔ اور اپنے شیعوں کا رجوع

Marfat.com

ساتھ لے گئے۔ اس رجسٹر کی ضخامت کا اندازہ روایت ذیل سے لگ سکتا ہے
حدثنا احمد بن محمد عن الحسین بن سعید عن فضالۃ ابن ایوب عن سلیمان عن عمرو بن ابی بکر
عن رجل عن حذیفۃ بن اسید الغفاری قال لما ودع الحسن معاویۃ وانصرف الی المدینۃ صحبہ
الی منصرفہ وکان بین عینیہ حمل بعیر لا یفارقہ حیث توجہ فقلت لہ ذات یوم جعلت فداک
یا ابا محمد ھذا الحمل لا یفارقک حیث ما توجھت فقال یا حذیفۃ اتدری ما ھو قلت لا
قال ھذا الدیوان قلت دیوان ما ذا قال دیوان شیعتنا فیہ اسماؤھم قلت جعلت
فداک فارنی اسمی قال اغمز بالغداۃ قال فغدوت الیہ ومعی ابن اخ لی وکان یقرأ و
لم اکن اقرأ فقال ما خطبک قلت الحاجۃ التی وعدتنی قال ومن ذا الفتی معک قلت ابن اخ لی
وھو یقرأ ولست اقرأ قال فقال لی اجلس فجلست فقال علی بالدیوان الاوسط قال فاتی
بہ قال فنظر الفتی فاذا الاسماء تلوح قال فبینما ھو یقرأ اذ قال ھو یا عماہ ھو ذا اسمی
قلت ثکلتک امک انظر ابن اسمی قال فصفح ثم قال ھو ذا اسمک فاستبشرت واستشرف
الفتی مع الحسین بن علی رضی اللہ عنہ انتہے (بصائر الدرجات۔ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ ہجری۔
جزء رابع۔ باب ثالث) ترجمہ (بحذف اسناد) حذیفہ بن اسید غفاری کا بیان ہے کہ جب
معاویہ نے امام حسن کو رخصت کیا اور وہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے میں اس سفر میں آپ
کے ساتھ تھا۔ اور آپ کے زیر نظر ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔ آپ جدھر رخ کرتے وہ بوجھ
آپ سے جدا نہ ہوتا۔ ایک دن میں نے آپ سے عرض کی۔ کہ اے ابو محمد میں آپ پر قربان
جاؤں۔ یہ بوجھ جدھر آپ رخ کرتے ہیں آپ سے جدا نہیں ہوتا۔ امام نے فرمایا۔ اے
حذیفہ کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا یہ رجسٹر ہے۔
میں نے عرض کی۔ کس چیز کا رجسٹر۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے شیعوں کا رجسٹر ہے جس میں
نام ہیں۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر قربان جاؤں اس میں میرا نام دکھائیے۔ [illegible]
آنا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں صبح کو ان کے پاس گیا۔ اور میرے ساتھ میرا بھتیجا [illegible]
ہوا تھا اور میں پڑھا ہوا نہ تھا۔ حضرت امام نے دریافت کیا۔ کہ تم صبح کیوں آئے۔ میں نے
عرض کی۔ کہ میں اس حاجت کے لئے آیا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ آپ نے
پوچھا۔ تمہارے ساتھ یہ جوان کون ہے۔ میں نے عرض کی۔ میرا بھتیجا ہے جو پڑھا ہوا ہے
اور میں پڑھا ہوا نہیں۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ اس سے کہا

Marfat.com

وہ دیوان اوسطا میرے پاس لاؤ۔ وہ رجسٹر لایا گیا۔ اس جوان نے اس میں نظر ڈالی۔ کیا دیکھتا ہے کہ شیعوں کے نام چمک رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ جوان ناموں کو پڑھ رہا تھا اچانک بول اٹھا۔ چچا یہ دیکھو میرا نام ہے۔ میں نے کہا۔ تیری ماں تجھ کو گم کرے۔ (یعنے تو مرے میرا نام دیکھ۔ پس اس نے ورق گردانی کی۔ پھر کہا۔ یہ لو تمہارا نام ہے۔ اس لئے ہم خوش ہوئے اور وہ جوان امام حسین بن علیؓ کے ساتھ شہید ہوا۔ انتہے۔ بظاہر اس شتر بار رجسٹر میں وفادار شیعوں ہی کے نام ہوں گے۔ جن کی تعداد بیان بالا سے ظاہر ہے۔ پھر یہ عجائب روزگار رجسٹر کن ناموں سے پُر ہوگا۔ سید محمد رضا امامی خواتون آبادی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے احوال میں یوں لکھتا ہے۔ اصحاب آن حضرت جمعے کثیر بودند کہ آنحضرت در اول خلافت بعزم جنگ معاویہ لشکر بشام کشید۔ در ہر منزلے یکے از مشاہیر را سردار و با قدرے از لشکر روانہ شام نمود۔ و معاویہ مبالغہا از برائے سردار فرستاد۔ بعضے را وعدہ دختر دادہ آن سرہنگ با لشکر بطرف معاویہ رفتند۔ و با آن حضرت از جملہ چہل ہزار کس کہ داشت چہار صد نفر ماندند۔ لا علاج با معاویہ صلح فرمود و آن جمع نیز اکثر مرتد شدند (جنات الخلود مطبوعہ سلطان المطابع صفحہ ۲۰)۔ اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ چالیس ہزار شیعہ میں سے چار سو حضرت امام کے ساتھ رہ گئے۔ پھر چار سو میں سے بھی اکثر مرتد ہو گئے۔ باقی کے ناموں سے ایسا ضخیم رجسٹر کیونکر پر ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہاں اس رجسٹر کی مزید بحث درکار نہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شیعوں نے خود امام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور وہ کافی طور پر بیان ہو چکا ٭

بعض نادان شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ حضرات حسنین علیہما السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیعت نہیں کی۔ مگر ان کا یہ قول بالکل غلط ہے چنانچہ رجال کشی صفحہ ۷۲ میں ہے۔ جبرائیل بن احمد وابو اسحق حمدویہ وابراھیم ابنا نصیر قالوا حدثنا محمد بن عبد الحمید ابن العطار الکوفی عن یونس بن یعقوب عن فضیل غلام محمد بن راشد قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ان معاویۃ کتب الی الحسن ابن علی صلوات اللہ علیہما ان اقدم انت والحسین واصحاب علی فخرج معہم قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری فقدموا الشام فاذن لہم معاویۃ واعد لہم الخطباء فقال یا حسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیہ السلام لا ارقم فہم فبایع فقام فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظرہما بامرہ

Marfat.com

قال یا قیس انہ امامی یعنی الحسن علیہ السلام ترجمہ (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ معاویہ نے حسن بن علی صلوات اللہ علیہما کو لکھا۔ کہ آپ اور حسین اور اصحاب علیؑ آئیں پس ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری نکلا۔ اور وہ ملک شام کو آئے۔ معاویہ نے انکو حاضر ہونے کی اجازت دی۔ اور ان کیلئے خطیب تیار کئے پس فرمایا اے حسن اٹھکر بیعت کیجئے امام حسن اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امیر معاویہ نے حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اٹھکر بیعت کیجئے پس امام حسین نے اٹھکر بیعت کی۔ پھر حضرت معاویہ نے فرمایا اے قیس اٹھکر بیعت کر۔ قیس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ کیا حکم دیتے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے قیس وہ یعنی حسن علیہ السلام میرا امام ہے۔ انتہٰی۔ اس کے بعد دوسری روایت میں ہے فقام الیہ الحسن فقال لہ بایع یا قیس فبایع یعنے امام حسن قیس کی طرف اٹھے۔ اور فرمایا اے قیس بیعت کر۔ پس قیس نے بیعت کی۔ انتہٰی۔ رجال کشی میں دوسری جگہ صفحہ ۳۴ پر یہ روایت مذکور ہے۔ کہ مروان عامل مدینہ نے امیر معاویہ کو لکھا۔ کہ عراقی و حجازی لوگ امام حسین کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اور ان کو درپارہ خلافت برسر پیکار لانا چاہتے ہیں۔ آپ جو حکم دیں میں اس کی تعمیل کروں۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ نے یہ الفاظ درج کئے لانریدالو نعرض لہ فی شئی ما وفی ببیعتنا یعنے ہم نہیں چاہتے کہ تم امام حسین سے کسی بات میں تعرض کرو۔ جب تک وہ ہماری بیعت پر کاربند ہیں۔ انتہٰی ٭

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی اس امام مظلوم کے مولد کے تحت میں یہ روایتیں لایا ہے (۱) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حملت فاطمۃ علیہا السلام بالحسینؑ جاء جبریل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال ان فاطمۃ ستلد غلاما تقتلہ امتک من بعدک فلما حملت فاطمۃ بالحسینؑ کرھت حملہ وحین وضعتہ کرھت وضعہ ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لم ترفی الدنیا ام تلد غلاما تکرھہ ولکنہا کرھت لما علمت انہ سیقتل۔ قال و فیہ نزلت ھذہ الآیۃ ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا۔ .... (اصول کافی نولکشوری صفحہ ۲۹۴) ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب فاطمہ علیہا السلام حسین علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں

Marfat.com

تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کی فاطمہ عنقریب ایک لڑکا جنے گی۔ جس کو آپ کی امت آپ کے بعد قتل کر دے گی۔ پس جب فاطمہ حسین علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ تو اس کو شکم میں بکراہت رکھا۔ اور جب وضع حمل کیا تو بکراہت کیا۔ پھر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ماں ایسی نہیں دیکھی گئی جو لڑکا جنے۔ جسے وہ ناپسند کرے۔ مگر فاطمہ نے حسین علیہ السلام کو ناپسند کیا۔ کیونکہ اسے معلوم ہوگیا کہ وہ جلدی قتل کیا جائے گا۔ امام موصوف نے فرمایا کہ امام حسینؑ ہی کے بارے میں یہ آیت اتری "اور ہم نے اس آدمی کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی سفارش کی۔ اس کی ماں نے اس کو شکم میں بکراہت رکھا۔ اور اس کا وضع حمل بکراہت کیا۔ اور اس کو شکم میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں تھا" (ترجمہ آیت مطابق صافی شرح کافی) انتہے ۔

(۲) عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان جبرئیل نزل علی محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا محمد ان اللہ یبشرک بمولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتک من بعدک فقال یا جبرئیل وعلی ربی السلام لا حاجۃ لی فی مولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتی من بعدی فعرج ثم ھبط فقال لہ مثل ذلک فقال یا جبرئیل وعلی ربی السلام لا حاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتی من بعدی فعرج جبرئیل الی السماء ثم ھبط فقال یا محمد ان ربک یقرئک السلام ویبشرک بانہ جاعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فقال انی قد رضیت ثم ارسل الی فاطمۃ ان اللہ یبشرنی بمولود یولد لک تقتلہ امتی من بعدی فارسلت الیہ ان لا حاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتک من بعدی فارسل الیہا ان اللہ عزوجل قد جعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فارسلت انی قد رضیت فحملتہ کرہا ووضعتہ کرہا وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضیہ واصلح لی فی ذریتی قلولا انہ قال واصلح ..... فی ذریتی لکانت ذریتہ کلہم ائمۃ ولم یرضع الحسین من فاطمۃ علیہا السلام ولا من انثی کان یؤتی بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیضع ابہامہ فی فیہ فیمص منہا ما یکفیہ الیومین والثلث فنبت لحم الحسین من لحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودمہ ولم یولد لستۃ اشہر الا عیسی بن مریم علیہ السلام والحسین بن علی علیہما السلام (اصول کافی صفحہ ۲۹۴ - ۲۹۵) - ترجمہ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل

Marfat.com

حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ پر نازل ہوئے۔ اور آپ سے عرض کی۔ اللہ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے۔ جو فاطمہؑ سے پیدا ہوگا۔ اسے آپ کی امت آپ کے بعد قتل کرے گی حضرتؐ نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ میرے رب پر سلام۔ مجھے اس لڑکے کی حاجت نہیں جو فاطمہؑ سے پیدا ہوگا۔ جسے میری امت میرے بعد قتل کر ڈالے گی۔ یہ سن کر جبرئیلؑ اوپر کو چڑھے۔ پھر اتر آئے۔ اور حضرت سے اسی طرح عرض کی۔ آپؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ میرے رب پر سلام۔ مجھے ایسے لڑکے کی حاجت نہیں۔ جس کو میری امت میرے بعد قتل کر ڈالے گی۔ پس جبرئیل آسمان کی طرف چڑھے۔ پھر اتر آئے۔ اور عرض کی۔ اے محمدؐ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور بشارت دیتا ہے کہ وہ اس لڑکے کی اولاد میں امام ولی و وصی ہونے کا منصب قائم رکھے گا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔ کہ میں راضی ہوگیا۔ بعد ازاں حضرت نے فاطمہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے۔ جو تیرے پیٹ سے ہوگا۔ جسے میری امت میرے بعد قتل کر ڈالے گی۔ پس فاطمہؑ نے حضرت کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ مجھے ایسے لڑکے کی حاجت نہیں جسے آپ کی امت آپ کے بعد قتل کر دے گی اس پر حضرت نے فاطمہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اللہ عزوجل نے اس لڑکے کی اولاد میں منصب امامت و ولایت و وصایت مقرر کر دیا ہے۔ یہ سن کر فاطمہؑ نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ بے شک میں راضی ہوگئی۔ پس فاطمہؑ نے حسینؑ کو بکراہت پیٹ میں رکھا۔ اور بکراہت وضع حمل کیا۔ اور اس کا پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قوت کو پہنچا۔ اور چالیس برس کا ہوگیا۔ تو اس نے کہا۔ اے میرے پروردگار تو مجھے الہام کر تاکہ میں تیری نعمت کا شکر کروں۔ جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو بخشی ہے اور تاکہ میں عمل صالح بجا لاؤں جس سے تو راضی ہو جائے۔ اور میری اولاد میں میرے واسطے امام بنا دے۔

امام جعفر صادق کا قول ہے۔ کہ اگر امام حسین فی ذریتی (میری اولاد میں) نہ کہتے (بلکہ ذریتی کہتے) تو ان کی اولاد تمام امام ہوتے۔ اور حسین علیہ السلام نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا۔ ان کو نبی صلے اللہ علیہ و آلہ کے پاس لے جاتے۔ حضرتؐ اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھ دیتے۔ وہ اس سے اتنا چوس لیتے جو دو یا تین دن کے لئے کافی ہوتا۔ اس طرح حسین علیہ السلام کا گوشت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کے گوشت و خون

Marfat.com

سے بنا۔ اور چھ ماہ میں سوائے عیسٰے بن مریم علیہ السلام اور حسین بن علی علیہما السلام کے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ انتہٰی۔ مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوا کہ

(۱) امام حسینؑ کا وجود آپ کے نانا اور والدہ کی نظروں میں ایسا ناپسندیدہ تھا کہ خداوند کریم تو ولادت امام کی بشارت دے رہا ہے۔ اور وہ اسے رد کر رہے ہیں +

(۲)۔ حضرت فاطمہؑ گو بظاہر تر میم شدہ بشارت سے راضی ہو گئیں۔ مگر آیہ ووصیت کا جو شان نزول امام صادق کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ دل سے راضی نہ تھیں +

شیعہ کا عمدۃ المجتہدین ملا محمد باقر مجلسی لکھتا ہے۔ کہ اس حمل و وضع کا از روئے کراہت ہونا امام کے خواص سے ہے۔ ملا صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ حمل و وضع از روئے کراہت بودن مخصوص آنحضرت است باعتبار خبر شہادت (حیات القلوب نولکشوری۔ جلد سوم۔ صفحہ ۷۸ +

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر جو ان روایتوں میں مذکور ہے درست نہیں۔ کیونکہ اس تفسیر کی رو سے الانسان سے مراد خاص انسان یعنے امام حسین علیہ السلام ہیں۔ جن پر اس آیت کا مضمون بر دے روایت کافی صادق نہیں آتا۔ بشارت امام کو آپ کے نانا اور والدہ نے محض اس واسطے رد کیا تھا کہ امت آپ کو قتل کر دے گی۔ مگر آیت میں اس کو عمل صالح کہا گیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا علامہ ملا خلیل صافی میں لکھتا ہے۔ صالحًا عبارت از جہاد و کشتہ شدن است کہ مرضی اللہ تعالےٰ بودہ۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام مژدہ بآں دادہ۔ یعنے صالحًا سے مراد جہاد و شہادت پانا ہے۔ جو پسندیدۂ خدا تھا۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس کی بشارت دی تھی۔ انتہٰی۔ اسی طرح آیت میں حسب تفسیر امام صادق۔ امام حسین کے حمل و فصال ہر دو کے لئے تیس مہینے ہیں۔ مگر روایت کافی میں صراحت ہے کہ امام حسین نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ اس صورت میں فصال متحقق نہ ہوگا۔ آیت کے باقی مضمون کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا صحیح تفسیر یہی ہے کہ الانسان میں لام جنس کا ہے۔ جیسا کہ خلاصۃ المنہج میں جو شیعہ کا مستند فارسی ترجمہ ہے۔ مذکور ہے۔ اور وہ یوں ہے ووصیت کردیم مینے فرمودیم جنس آدمی را بہ پدر و مادر نکوئی کردن الخ +

روایت نمبر (۲) میں جو مذکور ہے کہ چھ ماہ میں سوائے حضرت عیسٰے بن مریم۔ اور امام حسین کے اور کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اس کی صحت میں کلام ہے۔ خواہ پیدا ہو کر زندہ رہنا

Marfat.com

راد ہو۔ تفسیر کافی میں کہیعص کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ فی الاکمال عن الحجۃ القائم فی
حدیث انہ سئل عن تاویلہا فقال ھذہ الحروف من انباء الغیب اطلع اللہ عبدہ زکریا علیہا ثم قصہا علی محمد
ذلک ان زکریا سال ربہ ان یعلمہ اسماء الخمسۃ فاھبط اللہ علیہ جبریل فعلمہ ایاھا فکان زکریا اذا ذکر محمدا
علیا وفاطمۃ والحسن سری عنہ ھمہ وانجلی کربہ واذا ذکر الحسینؑ خنقتہ العبرۃ ووقعت علیہ البھرۃ فقال
ات یوم الہی ما بالی اذا ذکرت اربعا منہم تسلیت باسمائہم من ھمومی واذا ذکرت الحسینؑ تدمع عینی
تثور زفرتی فانباہ تبارک وتعالی عن قصتہ فقال کھیعص فالکاف اسم کربلا والھاء ھلاک العترۃ
الیاء یزید لعنہ اللہ وھو ظالم الحسین والعین عطشہ والصاد صبرہ فلما سمع بذلک زکریا لم
یفارق مسجدہ ثلثۃ ایام ومنع فیہا الناس من الدخول علیہ واقبل علی البکاء والنحیب وکانت ندبتہ
ھی اتفجع خیر خلقک بولدہ اتنزل بلوی ھذہ الرزیۃ بفنائہ الہی اتلبس علیا وفاطمۃ ثیاب ھذہ المصیبۃ
ھی اتحل کرب ھذہ الفجیعۃ بساحتہما ثم کان یقول الی ارزقنی ولدا تقر بہ عینی عند الکبر واجعلہ
وارثا وصیا واجعل محلہ منی محل الحسین فاذا رزقتنیہ فافتنی بحبہ ثم افجعنی بہ کما تفجع
محمدا حبیبک بولدہ فرزقہ اللہ یحیی وفجعہ بہ وکان حمل یحیی ستۃ اشھر وحمل
الحسین رضی اللہ عنہ کذلک وفی المناقب عنہ مثلہ ..... ترجمہ۔ اکمال میں امام
حجۃ القائمؑ سے ایک حدیث میں مذکور ہے۔ کہ ان سے کھیعص کی تاویل دریافت کی گئی
آپ نے جواب دیا کہ یہ حروف غیب کی خبروں سے ہیں۔ جن پر اللہ تعالے نے اپنے بندے
زکریا (علیہ السلام) کو مطلع کیا ہے۔ بعد ازاں ان کو محمدؐ کے لئے ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ یوں ہے
کہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار سے سوال کیا۔ کہ مجھے پانچ کے ناموں کی تعلیم کر۔
پس اللہ تعالے نے آپ پر جبرئیل کو نازل کیا۔ اور جبرئیل نے آپ کو وہ نام بتائے۔ پس
زکریا جب محمدؐ فاطمہؑ۔ علیؑ حسنؑ (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کو یاد کرتے۔ تو ان کا غم دور
ہو جاتا۔ اور جب حسین کو یاد کرتے۔ تو اشک ریزی سے گھگی بندھ جاتی۔ اور سانس لینا
دشوار ہوتا۔ ایک دن بارگاہ الہی میں عرض کی۔ خدایا کیا وجہ ہے کہ جب میں ان میں سے
چار کو یاد کرتا ہوں۔ تو ان کے ناموں کی برکت سے میرے دل سے غم دور ہو جاتے ہیں
اور جب حسین کا نام لیتا ہوں۔ تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور
میرا آہ و نالہ بلند ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالے نے ان کو اس کے قصہ سے
آگاہ کیا۔ اور فرمایا۔ کھیعص کاف کربلا کی طرف اشارہ ہے۔ ہا ہلاک عترت

Marfat.com

یا یزید ظالم حسین یعنی عطش و تشنگی حسینؑ۔ اور صاد صبر حسینؑ کی طرف اشارہ ہے۔ جب زکر نے یہ سنا تین دن اپنی مسجد سے نہ نکلے۔ اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ اور گریہ و نوحہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا نوحہ و مرثیہ یہ تھا۔ خدایا کیا تو خیر الخلق (صلے اللہ علیہ آلہ) کو ان کے فرزند کی مصیبت سے دردمند کرے گا۔ کیا تو اس مصیبت کی زحمت ان کے صحن میں نازل کرے گا۔ خدایا کیا تو علی و فاطمہ کو اس مصیبت کے کپڑے پہنائے گا۔ کیا اس درد و محنت کی شدت ان کے میدان میں اتارے گا۔ اس کے بعد آپ یوں عرض کرتے۔ خدایا مجھے ایک لڑکا عطا کر جس سے بڑھاپے میں میری آنکھ ٹھنڈی ہو۔ اور اس کو میرا وارث و وصی بنا دے۔ اور اس کا مرتبہ میرے نزدیک حسین کا مرتبہ بنا دے جب تو مجھے ایسا لڑکا عطا کرے۔ تو مجھے اس کی محبت میں فریفتہ کر دے پھر مجھے اس کی مصیبت سے دردمند کر دے جیسا کہ تو نے حبیب محمدؐ کو ان کے فرزند کی مصیبت سے دردمند کریگا پس اللہ تعالیٰ نے زکریا کو یحییٰ عطا کیا۔ اور اس کی مصیبت سے زکریا کو دردمند کیا۔ اور یحییٰ کا حمل چھ ماہ تھا۔ اور حسین کا حمل بھی چھ ماہ تھا۔ مناقب میں بھی امام قائم علیہ السلام سے انہی کی مثل روایت ہے۔ انتہے۔ ملا باقر مجلسی نے امام حسین کی شہادت کے متعلق جو روایت بحوالہ محمد بن العباس وغیرہ بسند معتبر نقل کی ہے اس کا مضمون اصول کافی کی روایت سے ملتا ہے۔ مگر اس کے اخیر میں یوں ہے۔ وکسے نشنیدہ است کہ فرزند شش ماہ متولد شود و بماند مگر حضرت امام حسینؑ و یحییٰؑ (حیات القلوب۔ جلد سوم صفحہ ۷۵) یہاں ہمیں روایت اکمال کے اخیر حصہ سے غرض ہے۔ پوری روایت اس واسطے نقل کی گئی۔ کہ ناظرین کو شیعہ کی تفسیر سے بھی فی الجملہ واقفیت ہو جائے۔ اب ایک طرف اصول کافی کی روایت ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ امام غائب علیہ السلام نے اسے بنظر استحسان دیکھا ہے (اصول کافی نولکشوری صفحہ ۶۹۲) اور دوسری طرف مصنف اکمال نے بھی امام موصوف ہی کی روایت بیان کی ہے جس کے اخیر حصہ کی تائید روایت محمد بن عباس وغیرہ سے بھی ہوتی ہے۔ ہر دو روایت میں تطبیق کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ شیعہ کا علامہ ملا خلیل اس مقام پر بالکل خاموش ہے۔ مگر ملا باقر مجلسی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حال میں لکھتا ہے۔ در حدیث معتبر از حضرت صادق منقول ست کہ مدت حمل آنحضرت نہ ساعت بود۔ و در حدیث معتبر دیگر از آنحضرت منقول ست کہ فرزند یکہ شش ماہ متولد شود زندہ نمے ماند مگر عیسےٰؑ و امام حسینؑ کہ ہر یک شش ماہ متولد شدند مؤلف گوید کہ محتمل ست کہ در حدیث یحییٰؑ وارد شدہ باشد و راویان بعیسیٰ اشتباہ کردہ باشند (حیات القلوب جلد اول صفحہ ۴۸۵ ترجمہ حدیث معتبر میں حضرت صادق سے منقول ہے

Marfat.com

ہ حضرت عیسے علیہ السلام کے حمل کی مدت نو ساعت تھی۔ اور دوسری معتبر حدیث میں امام صادق ؑ
ہی سے منقول ہے کہ جو لڑکا چھ ماہہ پیدا ہو وہ زندہ نہیں رہتا۔ سوائے عیسٰے اور امام حسین علیہ السلام
کے کہ دونو چھ ماہہ پیدا ہوئے تھے۔

مولف کہتا ہے کہ احتمال ہے کہ حدیث میں یحیٰی آیا ہو۔ اور راویون کو عیسے کا اشتباہ ہو گیا ہو۔ انتہے۔ پس لا
محالہ کہنا پڑے گا کہ روایت کافی کا اخیر حصہ غلط ہے۔ حضرت عیسے علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے
حمل و وضع کی نسبت جو قول اشبہ بالقرآن ہے وہ یہ ہے۔ کہ آپ کا حمل و وضع حمل ایک ہی ساعت
وقوع میں آیا۔ کیونکہ قرآن کریم میں حمل و انتباذ و مخاض حرف فار کے ساتھ مذکور ہیں جو تعقیب کے
لیے آتا ہے۔ لہذا یہ امور پے در پے ایک دوسرے کے بعد بلا فاصلہ وقوع میں آئے، والعلم عنداللہ
روایت نمبر (۲) سے ظاہر ہے کہ امام حسینؑ کے حمل کی مدت ۶ ماہ تھی۔ اصول کافی صـ۲۹۲ کی ایک
روایت میں امام صادق علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کان بین الحسن والحسین علیہما السلام
طھر وکان بینھما فی المیلاد ستۃ اشھر وعشرا یعنے امام حسنؑ کی ولادت اور امام حسین ؑ
کے حمل کے درمیان ایک طہر تھا۔ اور دونوں کے وقت ولادت کے درمیان چھ ماہ اور دس دن کا
تفاوت تھا۔ انتہے۔ یہ تفاوت بھی بروے روایت صحیحہ و ادلہ عقلیہ و طبیہ قابل اعتراض معلوم
ہوتا ہے۔ سید محمد رضا بن محمد مومن امامی خوانون آبادی لکھتا ہے۔ بہر تقدیر نطفہ آنحضرت ؑ
شش ماہ قبل از ولادت بستہ شد۔ گویند پنجاہ شب از ولادت برادرش امام حسن علیہ السلام
نطفہ آنحضرت بستہ شد۔ پس فاصلہ میان او و برادرش نہ[۹] ماہ و بیست و پنج روز است و این
سخنے بسیار درست زیرا کہ میان ہر یک از اقوالے کہ در خصوص ولادت آن حضرت در ین جدول مذکور
است ایام ولادت امام حسن علیہ السلام کہ در جدول سابق گذشت فاصلہ زیادہ بر ین قدر میشود
(جنات الخلود مطبوعہ مطبع سلطان المطابع سنہ ۱۳۰۶ھ صـ۲۲) ترجمہ بہر صورت ولادت سے ۶ ماہ پہلے
امام حسین کا نطفہ رحم میں ٹھیرا۔ کہتے ہیں کہ آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی ولادت سے پچاس
دنوں کے بعد آپکا نطفہ ماں کے رحم میں ٹھیرا۔ پس آپکی اور آپکے بھائی کی ولادت کے درمیان سات
مہینے اور پچیس دن کا تفاوت ہے۔ اور یہ بات بہت بعید ہے۔ کیونکہ امام حسین کی ولادت کے
بارے میں جو اقوال اس جدول میں مذکور ہیں ان میں سے ہر ایک میں اور امام حسنؑ کی ولادت کے
ایام مین جیسا کہ جدول سابق مین بیان ہوا اس سے زیادہ فاصلہ پایا جاتا ہے انتہے۔ جب سات
مہینے اور پچیس دن کا تفاوت بہت بعید ہوا۔ تو چھ ماہ اور دس دن کا تفاوت اس سے بھی بعید ہوگا۔

[۹] اصل کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ صرف بیست چاہیے ۱۲

Marfat.com

حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں حضرت علی اور حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما
واطمینان سے بسر اوقات کرتے رہے۔ مجاہدین اسلام کے زور بازو سے حاصل کردہ غنائم مدینہ میں آ
اور آل ابی طالب بیٹھے بٹھائے اُن سے متمتع ہوتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے
کے آخر میں امام حسین اس قابل ہو گئے تھے کہ جہاد میں حصہ لیں۔ مگر عمر فاروق اعظم نے باپ بیٹوں کی
محنت میں ڈالنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ بے محنت غنائم میں سے حصہ دیتے رہے۔ ۱۵ھ میں جب وظائف
مقرر کیے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے امام حسن و امام حسین رضؓ کا بھی بدری اصحاب کے
برابر پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر کیا)۔ کامل ابن اثیر۔ جزء ثانی صہ ۱۹۵) اسی طرح شہر بانو شہزادی جو
مجاہدین اسلام کے ساتھ ایران سے مدینہ آئی تھی۔ امام حسین کو گھر بیٹھے عطا کر دی (اصول کافی
صہ ۳۹۶) حضرت فاروق اعظم نے جس طرح حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناز برداری کی اُس کا
اندازہ روایت ذیل سے لگ سکتا ہے۔ عن زید بن علی عن ابیہ ان الحسین بن علی علیہم
السلام اتی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو علی المنبر یوم الجمعۃ فقال لہ انزل
عن منبر ابی فبکی عمر ثم قال صدقت یا بنی منبر ابیک لا منبر ابی فقال علی علیہ السلام
ما ھو واللہ عن رأیی فقال صدقت واللہ ما اتھمک یا ابا الحسن ثم نزل عن المنبر فحمل
فاجلسہ الی جانبہ علی المنبر فخطب الناس وھو جالس علی المنبر معہ ثم قال یا ایھا الناس
سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول احفظونی فی عترتی وذریتی فمن حفظنی فیھم
حفظہ اللہ الا لعنۃ اللہ علی من اذانی فیھم ثلاثا (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ
ایران سنہ ۱۲۹۴ھ صہ ۱۲۴)۔ زید بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حسین بن علی علیہ السلام
عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس جمعہ کے دن آئے اور آپ منبر پر تھے۔ اور اُن سے کہا کہ
میرے باپ کے منبر سے اتر جا۔ یہ سن کر حضرت عمر رو پڑے۔ پھر فرمایا اے میرے پیارے لڑکے تو نے
سچ کہا۔ یہ تیرے باپ کا منبر ہے۔ میرے باپ کا منبر نہیں۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام بولے اللہ
کی قسم حسین نے میری رائے سے نہیں کہا۔ حضرت عمر نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم اے
ابوالحسن میں آپ کو تہمت نہیں دیتا۔ پھر حضرت عمر منبر سے اترے۔ اور امام حسین کو پکڑ کر اپنے ساتھ
منبر پر بٹھایا۔ اور لوگوں سے خطاب کیا درآنحالیکہ امام حسین آپ کے ساتھ منبر پر بیٹھے تھے۔ بعد
ازاں فرمایا اے لوگو میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ فرما رہے تھے۔ تم میری
عترت اور میری اولاد میں میری حفاظت کرو جس نے اُن میں میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُس کی

Marfat.com

حفاظت کریگا۔ آگاہ رہو خدا کی لعنت اس شخص پر ہے جو مجھے ان میں اذیت دے۔ یہ تین دفعہ فرمایا انتہے
جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے کو امام حسین کے بارے
میں تاکیدی وصیت کی جس کو شیعہ کے شیخ صدوق نے یوں نقل کیا ہے۔ عن عبد اللہ بن
منصور وکان رضیعا لبعض ولد زید بن علی قال سالت جعفر بن محمد بن علی بن الحسین
فقلت حدثنی عن مقتل ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال حدثنی ابی عن ابیہ
قال لما حضرت معاویۃ الوفاۃ دعا ابنہ یزید لعنہ اللہ فاجلسہ بین یدیہ فقال لہ یا بنی
انی قد ذللت لک الرقاب الصعاب ووطدت لک البلاد وجعلت الملک وما فیہ لک
طعمۃ وانی اخشی علیک من ثلاثۃ نفر یخالفون علیک بجھدھم وھم عبد اللہ بن عمر
ابن الخطاب وعبد اللہ بن الزبیر والحسین بن علی فاما عبد اللہ بن عمر رض فھو معک
فالزمہ ولا تدعہ واما عبد اللہ بن الزبیر فقطعہ ان ظفرت بہ اربا اربا فانہ یجثو لک کما یجثو
الاسد لفریسۃ ویواریک مواربۃ الثعلب للکلب واما الحسین فقد عرفت حظہ من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وھو من لحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ودمہ وقد علمت لا محالۃ
ان اھل العراق سیخرجونہ الیھم ثم یخذلونہ ویضیعونہ فان ظفرت فاعرف حقہ ومنزلتہ
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ولا تؤاخذہ بفعلہ ومع ذلک فان لنا بہ خلطۃ ورحما
وایاک ان تنالہ بسوء ویری منک مکروھا الحدیث (کتاب امالی الشیخ الصدوق مطبوعہ
ایران سنہ ۱۳۰۰ھ صفحہ ۱۶۸) ترجمہ عبد اللہ بن منصور سے جو زید بن علی کی اولاد میں سے کسی کے رضاعی بھائی
تھے روایت ہے کہ میں نے جعفر بن محمد بن علی بن حسین سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے فرزند کی شہادت کا بیان کیجیے۔ پس امام جعفر صادق نے فرمایا کہ مجھ سے میرے باپ نے
حدیث کی۔ کہ امام زین العابدین نے فرمایا۔ کہ جب معاویہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے
اپنے بیٹے یزید لعنہ اللہ کو بلایا۔ اور اسے اپنے سامنے بٹھا کر کہا۔ کہ اے میرے پیارے بیٹے میں نے
تیرے لیے سرکش گردنوں کو مطیع کر دیا۔ اور تیرے واسطے شہروں کو پامال کیا۔ اور ملک و مافیہ کو
تیرے واسطے خوراک بنا دیا میں تیری نسبت تین شخصوں سے ڈرتا ہوں جو تیری سخت مخالفت کریں
گے اور وہ عبد اللہ بن عمر بن خطاب اور عبد اللہ بن زبیر اور حسین بن علی ہیں۔ ان میں سے عبد اللہ
بن عمر تو تیرے ساتھ ہے تو اس کے ساتھ رہ اور اُسے نہ چھوڑ۔ اور عبد اللہ بن زبیر پر اگر تو غالب
آئے تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ کیونکہ وہ تیرے لیے زانو پر بیٹھا ہے۔ جیسا کہ شیر شکار کیلئے زانو

Marfat.com

بٹھاتا ہے۔ وہ تجھ سے مکر و فریب کریگا جیسا کہ لومڑی کتے سے کرتی ہے۔ رہے امام حسین رضی تجھے رسول اللہ صلعم کی طرف سے ان کی فضیلت معلوم ہے۔ وہ رسول اللہ صلعم کے خون و گوشت ہیں۔ تجھے ضرور معلوم ہے کہ اہل عراق اُن کو اپنے پاس بلائیں گے۔ پھر اُن کا ساتھ نہ دینگے اور اُن کو ہلاک کر دینگے اگر تو اُنپر غالب آئے تو اُن کا حق اور رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کا مرتبہ پہچاننا۔ اور انکے فعل پر مواخذہ نہ کرنا۔ باوجود اس کے ہمارا ان سے میل ملاپ اور قرابت بھی ہے اس سے بچنا کہ تو ان کو برائی پہنچائے۔ اور وہ تجھ سے کوئی ناپسندیدہ سلوک دیکھیں۔ الحدیث انتہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفین کو جاتے ہوئے کربلا میں ٹھہرے۔ تو آپ نے امام حسین کے واقعہ ہائلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اہل عراق لشکریوں سے فرمایا تھا کہ ثقل آل محمد صلعم یہاں قتل ہونگے۔ نصر بن مزاحم شیبی امامی نے جو امام محمد باقر کا ہمعصر تھا کتاب صفین (مطبوعہ ایران ۱۳۰۰ھ صہ ۷۵) میں اسے یوں نقل کیا ہے نصر مصعب ابن سلام قال حدثنا الاجلح بن عبد اللہ الکندی عن ابی حجیفۃ قال جاء عروۃ البارقی الی سعید بن وھب فسالہ واتا اسمع فقال حدثنیہ عن علی بن ابی طالب قال نعم بعثنی مخنف بن سلیم الی علیؓ فاتیتہ بکربلاء فوجدتہ یشیر بیدہ ویقول ھھنا ھھنا فقال لہ رجل وما ذاک یا امیر المؤمنین قال ثقل لال محمدؐ ینزل ھھنا فویل لھم منکم وویل لکم منھم فقال لہ الرجل وما معنی ھذا الکلام یا امیر المؤمنین قال ویل لھم منکم تقتلونھم وویل لکم منھم یدخلکم اللہ بقتلھم الی النار۔ ترجمہ بالاختصار۔ سعید بن وہب کا بیان ہے کہ مخنف بن سلیم نے مجھے علی رضؓ کی طرف بھیجا۔ میں آپ کے پاس کربلا میں آیا میں نے دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اشارہ کرکے فرما رہے ہیں۔ یہاں۔ یہاں ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ اے امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ثقل آل محمد صلعم یہاں اتریں گے۔ پس تمہارے سبب انکے لیے سختی ہے۔ اور ان کے سبب تمہارے واسطے سختی ہے اس شخص نے آپ سے پوچھا۔ اے امیر المومنین اس کلام کے کیا معنے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سبب انکے لیے سختی ہے کہ تم اُن کو قتل کروگے اور انکے سبب تمہارے واسطے سختی ہے کہ اللہ تعالے اُن کے قتل کی وجہ سے تم کو دوزخ میں داخل کریگا۔ انتہے۔

واقعہ کربلا کی مختصر کیفیت بروے کتب شیعہ یوں ہے کہ جب ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ تو اس نے مدینہ منورہ میں اپنے عامل کو لکھا کہ امام حسین سے بیعت لو۔ امام موصوف جان کے خوف سے مکہ میں تشریف لے آئے۔ جب اہل کوفہ کو پہنچی تو کوفہ کے شیعہ سلیمان ابن

Marfat.com

صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ اور باہمی مشورہ سے حضرت امام حسین رضؓ کی خدمت میں یہ خط لکھا۔ بسم اللہ
الرحمن الرحیم این نامہ ایست بسوئے حسین بن علی از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ
و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر و سائر شیعان و از مومنان و مسلمانان اہل کوفہ سلام
خدا بر تو باد۔ و حمد میکنیم خدا را بر نعمتہائے کہ دادہ بر ما و شکر میکنیم او را بر آنکہ ہلاک کرد دشمن جبار معاند
را کہ بے رضائے ہست بر ایشاں والی شد و بجور و عدوان بر ایشاں حاکم گردید و اموال ایشاں را
بناحق تصرف نمود و نیکان ایشاں را بقتل رسانید۔ و بدان ایشان را بر نیکاں مسلط گردانید۔ و
اموال خدا را بر مالداراں و جباراں قسمت نمود۔ پس خدا او را لعنت کند۔ چنانچہ قوم ثمود را لعنت
کرد۔ بدانکہ ما در ایں وقت امامے و پیشوائے نداریم۔ بسوئے ما توجہ نما و بشہر ما قدم رنجہ فرما کہ ما ہمگی مطیع
تو ایم۔ شاید کہ حق تعالے حق را ببرکت تو بر ما ظاہر گرداند۔ و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ در قصر الامارت
ست در نہایت مذلت و بجمعہ او حاضر نمے شویم و در عید با او بیروں نمے رویم چوں خبر برسد کہ شما متوجہ
ایں صوب گردیدہ اید۔ او را از کوفہ بیروں کنیم۔ تا باہل شام ملحق گردد والسلام (جلاء العیون ملا
باقر مجلسی) قاصد یہ دعوتی خط لکھ کر بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان مکہ میں داخل ہوئے اور امام حسین رضؓ کو یہ خط
دیدیا۔ ان قاصدوں کی روانگی کے دو روز بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر اور عبداللہ بن شداد اور
عمارہ بن عبداللہ کو ڈیڑھ سو خط دے کر امام کی خدمت میں بھیجا۔ یہ خطوط سرداران کوفہ میں سے ایک
ایک دو دو تین تین چار چار یا زیادہ کی طرف سے لکھے ہوئے تھے۔ پھر دو دن کے بعد اہل کوفہ نے ہانی
بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ کے ہاتھ یہ خط حضرت امام کی خدمت میں ارسال کیا۔ بسم اللہ الرحمن
الرحیم ایں عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی از شیعان و فدویاں و مخلصان آنحضرت اما بعد
خدا وند خود را بدوستان و ہواخواہان خود برساں کہ ہمہ مردم ایں ولایت منتظر قدوم مسرت لزوم
تو ایند و بسوئے غیر تو رغبت نمے نمائند۔ البتہ البتہ بہ تعجیل تمام خود را باین مشتاقاں مستہام برساں والسلام
(جلاء العیون) بعد ازاں شیث بن ربعی اور حجار بن ابجر اور یزید بن حارث اور عروہ بن قیس
اور عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر نے بدیں مضمون ایک اور خط لکھا۔ اما بعد صحرا ہا سبزہ شدہ و میوہ ہا رسیدہ
اگر ہا یں صوب تشریف آوری۔ لشکرہائے تو مہیا و حاضر اند و شب و روز انتظار مقدم شریف تو
دارند (جلاء العیون) ایسے خط حضرت امام کے پاس پہنچتے تھے۔ مگر آپ جواب نہ دیتے تھے۔
یہانتک کہ ایک روز کوفیوں کی طرف سے پانچ سو خط پہنچے جب بہت سے قاصد بارہ ہزار خطوط حضرت
کی خدمت میں پہنچ چکے۔ تو آپ نے انکے آخری خط کے جواب میں یوں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

این نامہ ایست از حسین بن علی بسوئے گروہ مومناں و مسلمانان و شیعیاں اما بعد بدرستیکہ مانی و
نامہ از شما آوردند بعد از رسوبدن بسیار و مکاتیب بے شمار کہ از شما بمن رسیدہ بود و بر مضامین ہم
اطلاع بہم رسانیدم و در جمیع نامہا نوشتہ بودید کہ ما امامے نداریم۔ بزودی بیا تزد ما شائد کہ حق تعا
ما را بہ برکت تو بر حق و ہدایت مجتمع گرداند اینک مے فرستم بسوئے شما برادر و پسر عم و محل اعتماد خود
پسر عقیل را۔ پس اگر بنویسد بسوئے من کہ مجتمع شدہ است رائے عقلاء و دانایاں و اشراف و بزرگان
برانچہ در نامہا درج کردہ بودید انشاء اللہ بزودی بسوئے شما مے آیم پس بجان خود سوگند یاد مے کنم
کہ امامے نیست مگر کسیکہ حکم کند در میان مردم بکتاب خدا و قیام نماید در میان مردم بعدالت و قدم ا
جادۂ شریعت مقدسہ بیرون نگذارد و مردم را بر دین حق مستقیم بدارد والسلام (جلاء العیون) ا
طرح امام حسینؓ نے پہلے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف روانہ کیا مسلم کوفہ میں ہانی
کر مشہور کذاب مختار ثقفی کے ہاں اترا۔ اور امام کا خط اہل کوفہ کو سنایا۔ اس خط کو سن کر اہل کوفہ رو
اور بیعت کرتے جاتے تھے یہانتک کہ مسلم کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار اور بنابر روایت دیگر بارہ ہزار نے
بیعت کی۔ مسلم نے یہ خوش گوار حالات امام کو لکھے اور ان سے کوفہ آنے کی درخواست کی۔ حضرت ام
یہ خط پڑھ کر عرفہ کے روز مکہ سے روانہ ہوئے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور ابن زبیر وغیرہ ہوا خواہوں
نے ہر چند آپ کو کوفہ جانے سے روکا۔ مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور بال بچوں سمیت روانہ ہو گئے جب
آپ کوفہ کے نواح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوفیوں نے عرفہ کے دن مسلم کو شہید کر دیا۔ یہ سن کر امام نے
واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر مسلم کے اقربا نے انتقام کے خیال سے نہ مانے۔ لہذا امام با دل ناخواستہ آگے
کو روانہ ہوئے آپ کے ساتھی ساتھ چھوڑتے گئے۔ قصہ کوتاہ آپ قطع منازل کر کے کربلا میں اترے
ابن زیاد حاکم کوفہ نے عمر بن سعد کو ایک لشکر جرار کے ساتھ امام کے مقابلہ میں بھیجا۔ عمر مذکور نے پہلے
مصالحت کے لیے بہت کوشش کی۔ مگر شمر نے صلح نہ ہونے دی۔ آخر کار ہوا جو ہوا۔ امام کا لشکر ۳۲
اور ۳۰ پیادے تھے اور بروایت دیگر ۸۲ پیادے تھے۔ امام محمد باقر سے منقول ہے کہ ۴۵ سوار اور ۱۰۰
پیادے تھے۔ اور لشکر مخالف بقول مشہور بائیس ہزار اور بقول امام جعفر صادق تیس ہزار تھا
(جلاء العیون) جب بتاریخ ۱۰ ماہ محرم ۶۱ھ امام کو لشکر مخالف نے گھیر لیا۔ تو آپ نے ان سے خطاب
کیا جو کتاب الاحتجاج ص ۱۴۵ میں یوں مذکور ہے عن مصعب بن عبد اللہ قال لما استقر بالحسین رکب فوسہ وانصت الناس ثم حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال تبا لکم ایتہا الجماعۃ
وترحا وبؤسا لکم ونعسا حین استصرختمونا ولہین فاصرخناکم موجفین فشحذ فتم

Marfat.com

سیقا کان فی ایدینا وحششتم علینا نارا اضرمناها علی عدوکم وعدونا فاصبحتم البا
علا ولیائکم ویدا علی اعدائکم من غیر عدل افشوہ فیکم ولا امل اصبح لکم فیہم ولا ذنب کان
منا فیکم فہلا لکم الویلات اذا کرہتمونا والسیف مشیم والجاش طامن والرای لم تستحصف
ولکنکم اسرعتم الی بیعتنا کطیرۃ الدبا وتہافتم الیہا کتہافت الفراش ثم نقضتموہا
سفہا وضلۃ بعدا وسحقا لطواغیت ہذہ الامۃ وبقیۃ الاحزاب الخ۔ ترجمہ مصعب بن عبداللہ
کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے امام حسین کو گھیر لیا۔ تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور لوگوں کو چپ
کرایا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا کی۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے گروہ تمہارے واسطے ہلاکی ہو۔ اور تمہاری واسطے
سختی و بلا و بدی ہو۔ جس وقت تم نے سرگشتہ و خوف زدہ ہو کر ہم سے فریاد کی ہم مضطرب ہو
کر تمہاری فریاد کو پہنچے۔ پس تم نے وہ تلوار جو ہمارے ہاتھ میں تھی ہم ہی پر تیز کی۔ اور وہ آگ جو ہم
نے اپنے اور تمہارے دشمنوں کے لیے روشن کی تھی وہ تم نے ہم ہی پر روشن کی۔ تم اپنے دوستوں کے
خلاف ظلم و عداوت پر متفق ہو گئے۔ اور اپنے دشمنوں کے مددگار بن گئے۔ حالانکہ انہوں نے
تم میں کوئی عدل شائع نہیں کیا۔ اور نہ تم کو ان سے کوئی امید ہے۔ اور ہم نے تمہارا کوئی گناہ
نہیں کیا۔ پس تم پر سختیاں اور مصیبتیں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ تم نے ہم کو مجبور کیا حالانکہ تلوار
میان میں تھی۔ اور لوگوں کے دل مطمئن تھے۔ اور رائے گانٹھی گئی نہ تھی۔ مگر تم نے چیونٹیوں کی
طرح ہماری بیعت کی طرف جلدی کی۔ اور پروانوں کی طرح اس کی طرف دوڑے۔ پھر تم نے
نادانی اور گمراہی سے بیعت کو توڑ دیا۔ دوری ہو اس امت کے بڑے شیطانوں اور باقی گروہوں
کے لیے الخ۔ کوفیوں پر اس تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت امام کے ۷۲ ہمراہی یکے
بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ پھر آپکی باری آئی آپ نے خوب داد شجاعت دی دشمنوں نے چاروں
طرف سے آپکو گھیرا ہوا تھا۔ صالح بن وہب مزنی نے عقب سے آکر آپکے پہلو مبارک پر نیزہ مارا
جس سے آپ پہلو کے بل گر پڑے اعدا نے پے در پے اور زخم لگائے۔ اور آپ کو منہ کے بل گرا
دیا۔ سنان بن انس نے آپکا سر مبارک جدا کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ شمر نے تلوار کے گیارہ
ضربوں سے آپکا سر جدا کر دیا۔ (جنات الخلود) یہ یاد رہے کہ لشکر مخالف میں سب کوفی تھے
کوئی شامی و حجازی نہ تھا۔ (ناسخ التواریخ) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ص۱۷۶ میں اس واقعہ
کو نہایت اختصار کے ساتھ بدین الفاظ بیان کیا ہے فلما مات معاویۃ وانقضت مدۃ
الہدنۃ التی کانت تمنع الحسین بن علی علیہما السلام من الدعوۃ الی نفسہ اظہر امرہ

Marfat.com

بحسب الامکان وابان عن حقه للجاهلین به حالا بحال الی ان اجتمع له فی الظاهر الامة
فدعا علیه السلام الی الجهاد وشمر للقتال وتوجه بولده واهل بیته من حرم الله و
رسوله صلی الله علیه وآله وسلم نحو العراق للاستنصار بمن دعاه من شیعته علی الاصابة
امامة ابن عمه مسلم بن عقیل رضی الله تعالی عنه وارضاه للدعوة الی الله والبیعة له فبایعه
اهل الکوفة علی ذلک وعاهدوه وضمنوا له النصرة والتصیحة ووثقوا له فی ذلک وعاقدوه
ثم لم تطل المدة بهم حتی نکثوا بیعته وخذلوه واسلموه وقتل بینهم ولم یمنعوه وخرجوا
الی الحسین علیه السلام فحضروه ومنعوه المسیر فی بلاد الله واضطروه الی حیث لا یجدون
ناصرا ولا مهربا منهم وحالوا بینه وبین ماء الفرات حتی تمکنوا منه وقتلوه فمضی علیه
السلام ظمانا مجاهدا صابرا محتسبا مظلوما قد نکثت بیعته وانتهکت حرمته ولم یوف له بعهد
ولا رعیت فیه ذمة عقد شهیدا علی ما مضی علیه ابوه واخوه علیهما السلام والصلوة و
الرحمة ترجمہ جب معاویہ نے وفات پائی۔ اور صلح کی مدت گذر گئی جو حسین بن علی علیہما السلام کو انکی
طرف دعوت سے روکتی تھی۔ تو آپنے حتی الامکان اپنا امر ظاہر کیا اور ناواقفوں کو اپنا حق بتدریج
کھول کر بتایا۔ یہانتک کہ ظاہر میں آپکے پاس مددگار جمع ہو گئے پھر آپنے جہاد کی دعوت دی
اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ اور اپنی اولاد و اہلبیت کو لے کر حرمین شریفین سے عراق کیطرف
متوجہ ہوئے تاکہ آپ اپنے شیعوں سے جنہوں نے آپکو بلایا تھا۔ دشمنوں کے خلاف مدد لیں۔
اور آپنے اپنے آگے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ کو بھیجا تاکہ وہ اللہ
کیطرف بلائے اور آپکے لیے بیعت لے پس اہل کوفہ نے اس بات پر مسلم کی بیعت کی اور اس سے
معاہدہ کیا اور اس کی نصرت و خیر خواہی کا اقرار کیا اور اس بارے میں اس سے عہد و پیمان کیا۔
پھر کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ انہوں نے مسلم کی بیعت توڑ دی۔ اسکی مدد نہ کی۔ اور اسکا ساتھ چھوڑ دیا
اور وہ انکے درمیان قتل ہوا۔ مگر انہوں نے اسے نہ بچایا۔ اور وہ امام حسین علیہ السلام کیطرف
نکلے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپکو خدا کے شہروں میں چلا جانے سے روکا۔ اور تنگ
کر کے آپکو اس جگہ لے گئے۔ جہاں آپکا کوئی یار و یاور نہ تھا۔ اور نہ ان سے گریز کی کوئی صورت
تھی۔ وہ فرات کے پانی اور آپکے درمیان حائل ہو گئے۔ یہانتک کہ انہوں نے آپ پر قابو پالیا
اور قتل کر ڈالا۔ اس طرح آپ تشنہ مجاہد صابر راہ خدا میں ثابت مظلوم دنیا سے رخصت ہوئے
اور آپکی بیعت توڑی گئی۔ آپکی بیحرمتی کی گئی۔ آپکے عہد و پیمان کا لحاظ نہ رکھا گیا۔ آپ اپنے والد

Marfat.com

اور بھائی علیہما السلام والصلوٰۃ والرحمہ کی طرح شہید مرے۔ انتہے
بیان بالا سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کربلا کے واقع ہوش ربا کے اصل مجرم اہل کوفہ ہیں۔ جنہوں نے دغا
سے امام کو بلایا۔ اور پھر آپ ہی شہید کر دیا۔ مگر یہ اہل کوفہ کون تھے۔ جواب میں گذارش ہے کہ سب کے
سب شیعہ تھے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دعوتی خطوط اور اقتباسات ظاہر کر رہے ہیں علاوہ ازیں امام
کے پاس حسب عقیدہ شیعیان ایک رجسٹر تھا۔ جس میں انکے شیعہ تا قیامت کے نام درج تھے۔ ناظرین
یہ خیال نہ فرمائیں کہ وہ معمولی شیعہ تھے۔ نہیں بلکہ وہ چوٹی کے متقی مومن تھے۔ چنانچہ شیعہ کا سند
المحدثین ابو جعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار (متوفی ۱۹۰ھ) لکھتا ہے احمد بن محمد عن الحسن بن
علی بن فضال عن المفضل بن صالح عن محمد الحلبی عن ابی عبد اللہ ع قال ان اللہ عرض ولایتنا
علی اہل الامصار فلم یقبلہا الا اہل الکوفۃ بصائر الدرجات مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ جزو ثانی باب عاشر
ترجمہ بحذف اسناد۔ امام جعفر صادق کا قول ہے کہ اللہ تعالے نے ہماری ولایت شہروں کے باشندوں
پر پیش کی۔ پس سوائے اہل کوفہ کے کسی نے اسے قبول نہ کیا انتہے بصائر الدرجات ہی میں اسی
باب میں ہے حدثنا یعقوب ابن یزید عن ابن سنان عن عتیبۃ بیاع القصب عن ابی بصیر
قال سمعت ابا عبد اللہ ع یقول ان ولایتنا عرض علی السموت والارض والجبال والامصار
فما قبلہا قبول اہل الکوفۃ ترجمہ بحذف اسناد۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ہماری ولایت آسمانوں
زمین پہاڑوں اور شہروں پر پیش کی گئی مگر کسی نے اسے قبول نہ کیا جیسا کہ اہل کوفہ نے کیا انتہے۔
اور سنیئے شیعہ کا شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے عن عبد اللہ الولید الکندی قال دخلنا
علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فی زمن مروان فقال من انتم فقلنا من اہل الکوفۃ فقال ما بلدۃ من
البلدان اکثر محبا لنا من اہل الکوفۃ ولا سیما ہذہ العصابۃ ان اللہ جل ذکرہ ہداکم لامر جہلہ
الناس واحببتمونا وابغضنا الناس واتبعتمونا وخالفنا الناس وصدقتمونا وکذبنا الناس فاحیاکم
اللہ محیانا واماتکم مماتنا الحدیث (کتاب الروضۃ ص۳۹) ترجمہ عبد اللہ بن ولید کندی کا بیان ہے
کہ مروان کے زمانہ میں ہم امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا تم کون ہو
ہم نے جواب دیا کہ اہل کوفہ میں سے ہیں۔ اس پر امام نے فرمایا کہ شہروں میں سے کوئی شہر ایسا نہیں
جہاں کے باشندے اہل کوفہ بالخصوص اس گروہ سے بڑھ کر ہمارے محب ہوں۔ بتحقیق اللہ جل
ذکرہ نے تم کو اس امر کی طرف رہنمائی کی جس سے لوگ ناواقف ہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی۔ اور لوگوں
نے دشمنی کی۔ تم نے ہمارا اتباع کیا اور لوگوں نے ہماری مخالفت کی۔ تم نے ہماری تصدیق کی۔ اور

Marfat.com

لوگوں نے ہماری تکذیب کی اللہ تم کو ہماری طرح زندہ رکھے۔ اور ہماری موت مارے الحدیث انتہے۔ اس
کو نقل کر کے شیعہ کا شہید ثالث مجالس المومنین میں فدک کے حال میں لکھتا ہے۔ بالجملہ تشیع اہل کوفہ
اقامت دلیل ندارد۔ وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج دلیل ست اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد
یعنے حاصل کلام یہ کہ اہل کوفہ کے شیعہ ہونے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور کوفی کا سنی
خلاف اصل اور دلیل کا محتاج ہے خواہ ابوحنیفہ کوفی ہو۔ انتہے۔ تشیع بھی عجب چیز ہے۔ ائمہ اہلبیت
کی نافرمانی کریں۔ نسل آل محمد کو قتل کر ڈالیں۔ اس پر بھی محب اہل بیت کہلائیں۔
شیعہ نے شہدائے کربلا کی تذلیل و توہین کا سلسلہ ابتک جاری رکھا ہے ان کے حالات کی تعلیم
ناٹک اور سوانگ کے انداز پر بنا کر باجوں اور کھیل تماشوں کے ساتھ بازاروں اور گلی کوچوں میں
پھراتے ہیں۔ اور واقعات شہادت کے متعلق زیادہ تر جھوٹے اور محض بے اصل مرثیے بنا کر موافقین
ومخالفین کو بیہودہ طریق پر سناتے ہیں۔ اہلبیت کے گستاخانہ طور پر نام لے کر اس قسم کے مضامین
بیان کیے جاتے ہیں۔ کہ یزیدیان اشرار نے انکو اس ذلت وخواری کے ساتھ قتل کیا۔ اور عورتوں
نے سر کے بال نوچ ڈالے۔ اور سر و سینہ پیٹ ڈالا۔ اور کپڑے پھاڑ کر خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور
اس طرح پر انہوں نے مین کیے۔ ایسے افعال کے جواز میں روایتیں تراشی جاتی ہیں چنانچہ امام جعفر صادق
کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے وقد شققن الجیوب ولطمن الخدود انا فاطمیکت علی الحسین
ابن علی علیہ السلام وعلی مثلہ تلطم الخدود وتشق الجیوب (تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران مجلد
ثانی صفحہ ۲۸۳) یعنے دختران علی وفاطمہ نے حسین بن علی علیہ السلام پر اپنے گریبان پھاڑ ڈالے اور رخسار
پیٹ ڈالے۔ اور حسین جیسے پر رخسارے پیٹے جاتے ہیں۔ اور گریبان پھاڑے جاتے ہیں انتہے۔
مولوی حامد محمد رحیم بجنوری لکھتے ہیں کہ شیعان عزادار مدعیان محبت اہل بیت اطہار کی محبت کی آڑ میں ہر
سال نہ معلوم کے یاران واہلبیت کی انتہا درجہ کی تذلیل واہانت کرتے رہتے ہیں پھر اس پر مدعی محبت
اہلبیت بن کر ہر وقت جنت کے دعویدار بنے رہتے ہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتا
کہ یزید جو تمام بیدینوں کا سردار اور انکے نزدیک قطعا جہنمی تھا جس پر لعنت کیے بغیر انکے اعتقاد میں
کسی شیعہ کو ہرگز جنت مل ہی نہیں سکتی اس بیدین نے بھی اہلبیت سید العالمین کی اس درجہ توہین
وتذلیل گوارا انہیں کی۔ چنانچہ حق الیقین میں اسکے متعلق ایک یہ روایت لکھی ہے کہ جس وقت یزیدیان
اشرار اہل بیت اطہار کو شہر دمشق میں جو یزید کا پایہ تخت تھا لے گئے اور امام عالی مقام کے سر مبارک
کو شمر نے یزید کے سامنے پیش کر کے اس حرکت سراپا ملام سے اپنے نزدیک اسکے انعام واکرام کا اپنا

Marfat.com

تعلق ثابت کیا۔ تو اس وقت یزید نے جو اپنے حاضرین دولت کے ساتھ دربار میں بیٹھا ہوا تھا نہایت غصہ
کر اُس سے یہ کہا کہ اے ملعون میں نے تجھ کو کب یہ حکم دیا تھا کہ تو ان کو قتل کر دینا۔ بلکہ میرا حکم تو یہ تھا
کہ انکو اپنی حراست میں یہاں لے آنا۔ میں بحفاظت تمام ان کو نظر بند کر کے رکھونگا۔ اور یہ کہہ کر تلوار
کھینچ کر اس کے قتل کرنے کو اٹھا۔ لیکن حاضرین دربار نے بمنت وسماجت اس نابکار کا قصور معاف
کرایا۔ پھر اسکے بعد یزید نے جملہ متعلقین شہدائے کربلا کو اپنے محلسرای خاص میں ٹھیرایا۔ اور دونوں
وقت اپنے دسترخوان خاص پر ان کو کھانا کھلوایا کرتا۔ اور انکی تشفی اور تسکین اور اپنے لشکریوں کی
بیجا حرکت پر اظہار ندامت کرتا رہتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جب اہلبیت پاک نے وہاں سے مدینہ منورہ
کی طرف مراجعت کا قصد فرمایا تب اس نے روپیہ اور اشرفیاں انکی نذر پکڑیں۔ اور سواریوں کو آراستہ
کر کے انپر انکو سوار کرایا۔ اور اپنی فوج کے کچھ آدمیوں کو انکے ہمرکاب کر کے یہ حکم دیا۔ کہ دیکھو ان حضرات کو
نہایت حفاظت کے ساتھ وہاں پہنچا دینا۔ خبردار راستہ میں انکو کچھ تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس قصہ
کے بیان کرنے کے بعد اس اہل کتاب نے اسکے متعلق اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ یہ صرف یزید کی مکاری
و ریاکاری تھی۔ ورنہ وہ اپنے دل میں اس معاملہ سے جو ہوا تھا بہت خوش تھا۔ حالانکہ یہ بات ظاہر
ہے۔ کہ اس وقت اُس کو ریاکاری و مکاری کے اظہار کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جو کچھ ہونا تھا وہ
ہو ہی چکا تھا۔ اور اس کی حکومت کا سکہ اسکے تمام قلمرو میں موافقین و مخالفین کے دلوں پر بیٹھا ہوا
تھا۔ دوسرے اگر وہ اس قسم کے معاملات میں ریاکاری و ظاہرداری کا یہ تقاضا مصلحت برتاؤ کرتا
تو اس نمونہ قیامت کے پیش آنے کی نوبت ہی کاہے کو پیش آتی جسکی وجہ سے شیعان مومنین
کو دونوں ہاتھوں سے دنیا و دین کے کمانے کا اچھا مشغلہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ جس کے مقابلہ میں
کوئی شغل خوش نہیں معلوم ہوتا۔ تیسرے یہ ہے کہ دل کا حال علام الغیوب کے سوا یقینا کسی کو
معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی کو اس امر کا دعوی ہو یا بالفرض اُس کو کسی ذریعہ سے معلوم بھی ہو
جائے تو اس کا دعوے یا علم کسی دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔ نہ اس پر کوئی شرعی حکم مرتب ہو
سکتا ہے۔ حجت شرعی تو وہی علم ہے جو انبیائے کرام کو وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے انتہے
(لفظ ابطال اصول الشیعہ مطبوعہ مطبع مشرق العلوم بجنور ص ۲۶۶ و ص ۲۶۷) ہم ناظرین کو یہاں زیادہ
ٹھیرانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ امامیہ اثنا عشریہ کے دیگر ائمہ کی نسبت بھی ہمیں بطریق اختصار کچھ نہ
کچھ عرض کرنا ہے۔

Marfat.com

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد بن یعقوب کلینی بروایت امام باقر لکھتا ہے کہ ایک دفعہ یزید بن معاویہ حج کو جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔ اُس نے ایک قریشی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے۔ میں اگر چاہوں تجھے بیچ ڈالوں اور چاہوں تو بطور غلام تجھے اپنے پاس رکھوں۔ قریشی نے جواب دیا۔ اے یزید خدا کی قسم تو قریش میں بلحاظ حسب مجھ سے بزرگ نہیں۔ نہ تیرا باپ جاہلیت و اسلام میں میرے باپ سے افضل تھا۔ نہ تو دین میں مجھ سے افضل و بہتر ہے۔ لہٰذا میں تیری غلامی کا کس طرح اقرار کروں۔ یزید نے اُس سے کہا خدا کی قسم اگر تو اقرار نہ کریگا تو میں تجھے قتل کر دونگا۔ وہ بولا تیرا مجھ کو قتل کرنا امام حسینؓ کے قتل سے بڑھ کر نہیں ہے۔ یہ سن کر یزید نے اُسکو قتل کرا دیا۔ بعد ازاں امام زین العابدینؓ کو بلا کر اُنسے وہی کہا جو قریشی سے کہا تھا۔ امام زین العابدین نے کہا یہ تو بتا کہ اگر میں اقرار نہ کروں تو کیا میرے ساتھ بھی کل والے قریشی کا سا سلوک کیا جائیگا۔ یزید نے کہا کہ ہاں۔ اس وقت امام نے فرمایا قد اقررت لک بما سالت انا عبید مکره لک فان شئت فامسک وان شئت فبع کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۱ یعنے جو تو طلب کرتا ہے میں اس کا اقرار کرتا ہوں میں آپکا غلام مجبور ہوں۔ اگر چاہیں اپنے پاس رکھیں اور چاہیں تو بیچ دیں۔ غور کا مقام ہے کہ امام سجاد زین العباد ان ہی امام عالی مقام کے تو فرزند ارجمند تھے جنہوں نے بیعت نہ کرنے کی بنا پر اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ انسے یزید کی غلامی کا اقرار صرف اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا ہے۔ مزید بریں آنکہ ایک عام قریشی امام خاص سے سبقت لے گیا۔ قریشی نے تو حق بات کہنے کی وجہ سے اپنی جان دیدی۔ مگر امام نے اپنے والد بزرگوار کے خلاف اپنی جان کو مقدم رکھا اور حق الامر کو چھپایا۔ ایسی روائتیں صرف تذلیل اہل بیت کے لیئے گھڑ لی گئی ہیں۔

شیعہ اثنا عشریہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ بارہ اماموں کے سوا اگر کوئی اور شخص خواہ علوی و فاطمی ہو امامت کا دعوے کرے وہ کافر ہے قیامت کو اسکا منہ کالا ہوگا۔ دیکھو روایات ذیل۔

(۱) عن سودۃ بن کلیب عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت قول اللہ عزوجل ویوم القیمۃ ترى الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ قال من قال انی امام ولیس بامام قال قلت وان کان علویا قال وان کان علویا قلت وان کان من ولد علی بن ابی طالب علیہ السلام قال وان کان اصول کافی ص ۲۳۵ ترجمہ سورہ بن کلیب سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ

Marfat.com

سلام سے عرض کیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا کہ انکے مذکا سے ہیں" (سورہ زمر ع) امام نے فرمایا کہ مراد وہ شخص ہے جو کہے میں امام ہوں حالانکہ وہ امام نہیں۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے عرض کیا خواہ کہنے والا علوی ہو۔ فرمایا خواہ علوی ہو۔ میں نے عرض کیا۔ خواہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد سے ہو۔ فرمایا خواہ اولاد علی علیہ السلام سے ہو۔ انتہے۔

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من ادعی الامامۃ ولیس من اھلھا فھو کافر (اصول کافی ص۲۳۶) یعنے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کا دعوی کرے۔ اور امامت کا اہل نہو وہ کافر ہے۔ انتہے

(۳) عن الحسن المختار قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام جعلت فداک ویوم القیمۃ ترى الذین کذبوا علی اللہ قال کل من زعم انہ امام ولیس بامام قلت وان کان فاطمیا علویا قال وان کان فاطمیا علویا (اصول کافی ص۲۳۶) یعنے حسین بن مختار سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ اور قیامت کے دن تو دیکھے گا اُن لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا۔ امام نے فرمایا کہ مراد وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں امام ہوں حالانکہ وہ امام نہیں۔ میں نے عرض کی خواہ وہ فاطمی علوی ہو۔ فرمایا خواہ فاطمی علوی ہو انتہے۔

(۴) عن ابن ابی یعفور عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول ثلثۃ لا یکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم من ادعی امامۃ من اللہ لیست لہ ومن جحد امامۃ من اللہ ومن زعم ان لھما فی الاسلام نصیبا (اصول کافی ص۲۳۶) ترجمہ ابن ابی یعفور کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ قیامت کے دن اللہ تین شخصوں سے کلام نہ کریگا۔ اور نہ اُن کو پاک کریگا۔ اور انکے لیے عذاب دردناک ہوگا۔ جس نے اللہ کی طرف سے امامت کا دعوی کیا جو اسکا حق نہیں۔ اور جس نے اللہ کیطرف سے کسی امام کا انکار کیا۔ اور جس نے کہا کہ دو قسم اول کو اسلام میں حصہ ہے۔ انتہے

شیعہ کا شیخ صدوق اپنے رسالہ اعتقادات باب الاعتقاد فی الظالمین میں لکھتا ہے فمن ادعی امامتہ من عند امام فھو الظالم الملعون ومن وضع الامامۃ فی غیر اھلھا فھو ظالم ملعون واعتقادنا فیمن جحد امامۃ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب والائمۃ من بعدہ انہ بمنزلۃ من جحد جمیع الانبیاء واعتقادنا فیمن انکر امیر المؤمنین وانکر واحدا من بعدہ

Marfat.com

الائمۃ انہ بمنزلۃ من انکر جمیع الانبیاء وانکر نبوۃ نبینا محمدؐ وقال الصادقؑ المنکر لاخرنا کالمنکر لاولنا وقال النبیؐ الائمۃ من بعدی اثنا عشر اولہم امیر المومنین علی ابن ابی طالب واٰخرہم المہدی القائم طاعتہم طاعتی ومعصیتہم معصیتی من انکر واحدا منہم فقد انکرنی وقال الصادقؑ من شک فی کفر اعدائنا والظالمین لنا فہو کافر جو شخص نے امامت کا دعوے کیا حالانکہ وہ امام نہیں۔ وہ ظالم ملعون ہے۔ اور جس شخص نے امامت کو نااہل میں قرار دیا وہ ظالم ملعون ہے۔ جو شخص امیر المومنین علی بن ابی طالب اور ائمہ مابعد کا انکار کرے اسکی نسبت ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ شخص اس شخص کی مانند ہے۔ جو تمام پیغمبروں کا انکار کرے۔ اور جو شخص امیر المومنین کا اقرار کرے اور آپ کے بعد کے ائمہ میں سے کسی کا انکار کرے اسکی نسبت ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ اس شخص کی مانند ہے جو تمام پیغمبروں کا اقرار کرے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ کا انکار کرے۔ امام صادق کا قول ہے کہ ہمارے اخیر امام کا انکار ہمارے اول امام کے انکار کی مانند ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ امام ہونگے سب سے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور سب سے اخیر مہدی قائم ہونگے۔ ان بارہ اماموں کی طاعت میری طاعت اور انکی معصیت میری معصیت ہے۔ جس شخص نے ان بارہ میں سے ایک کا انکار کیا۔ اس نے میرا انکار کیا۔ اور امام صادق کا قول ہے کہ جس شخص نے ہمارے دشمنوں اور ظالموں کے کافر ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے۔

اوراق لاحقہ میں ناظرین دیکھیں گے۔ کہ امامیہ اثنا عشریہ کے اس عقیدہ کے رو سے العیاذ باللہ کیسے کیسے بزرگ روسیاہ جہنمی ٹھیرتے ہیں۔ شیعہ کا علامہ ملا خلیل قزوینی اصول کافی کی روایت نمبر (۱) مندرجہ بالا کی شرح میں لکھتا ہے۔ مراد بعلوی فرزند علی ست مطلقا و مراد بولد فرزندان بیواسطہ است مثل محمد بن الحنفیہ۔ یعنے علوی سے مراد مطلقا فرزند علی ہے اور ولد علی سے مراد علی کے بے واسطہ فرزند ہیں۔ جیسا محمد بن حنفیہ تھے۔ علامہ موصوف نے محمد بن حنفیہ کی مثال دی ہے۔ ہم ذیل میں ان ہی کا قصہ پیش کرتے ہیں۔ جسے شیعہ کے شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے یوں بیان کیا ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قتل الحسین علیہ السلام ارسل محمد ابن الحنفیۃ الی علی بن الحسین علیہ السلام فخلا بہ فقال لہ یا ابن اخی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفع الوصیۃ والامامۃ من بعدہ الی امیر المومنین علیہ السلام ثم الی الحسن ثم الی الحسین علیہما السلام وقد قتل ابوک رضی اللہ عنہ وصلی علی روحہ ولم یوص وانا عمک وصنو ابیک وولادتی من علی علیہ السلام من فی سنی وقد متی احق بہا منک فی حداثتک

Marfat.com

فلا تنازعنی فی الوصیۃ والامامۃ ولا تحاجنی فقال لہ علی ابن الحسین علیہما السلام یا عم اتق اللہ ولا تدع ما لیس لک بحق انی اعظک ان تکون من الجاھلین ان ابی یا عم صلوات اللہ علیہ و سلامہ اوصی الی قبل ان یتوجہ الی العراق وعھد الی فی ذلک قبل ان یستشھد بساعۃ وھذا سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عندی فلا تتعرض لھذا فانی اخاف علیک نقص العمر وتشتت الحال ان اللہ عزوجل جعل الوصیۃ والامامۃ فی عقب الحسین علیہ السلام فاذا اردت ان تعلم ذلک فانطلق بنا الی الحجر الاسود حتی نتحاکم الیہ ونسألہ عن ذلک قال ابو جعفر علیہ السلام وکان الکلام بینھما بمکۃ فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال علی بن الحسین علیہ السلام لمحمد بن الحنفیۃ ابدأ انت فابتھل الی اللہ عزوجل وسلہ ان ینطق لک الحجر ثم سل فابتھل محمد بن الحنفیۃ فی الدعاء وسأل اللہ تعالی ثم دعا الحجر فلم یجبہ فقال علی الحسین علیہ السلام یا عم لو کنت وصیا واماما لاجابک قال لہ محمد فادع اللہ انت یا ابن اخی وسلہ فدعا اللہ علی بن الحسین علیہ السلام بما اراد ثم قال اسئلک بالذی جعل فیک میثاق الانبیاء ومیثاق الاوصیاء ومیثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین ابن علی علیہم السلام قال فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعہ ثم انطقہ اللہ عزوجل بلسان عربی مبین فقال اللھم ان الوصیۃ والامارۃ بعد الحسین بن علی الی علی بن الحسین ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فانصرف محمد بن علی وھو یتولی علی ابن الحسین علیہما السلام (اصول کافی ص۲۱۸) ترجمہ امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو محمد بن حنفیہ نے زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ اور اس سے خلوت میں کہا کہ اے میرے بھتیجے تجھے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصی اور امام ہونے کا منصب اپنے بعد امیر المومنین علیہ السلام کو پھر حسن۔ پھر حسین علیہما السلام کو دیدیا اور میرے والد رضی اللہ عنہ وصلے علے روحہ قتل ہوئے اور انہوں نے کسی کو وصی نہ بنایا۔ میں تیرا چچا اور تیرے باپ کی مثل ہوں اور میری ولادت علی علیہ السلام سے ہے۔ میں بوجہ اپنی عمر اور شجاعت کے اس سے بسبب تیری نوعمری کے امامت کا زیادہ مستحق ہوں۔ اس لیے وصی و امام ہونے کے منصب کے لیے تو میرے ساتھ جھگڑا اور مباحثہ نہ کر علی بن حسین علیہما السلام نے اس سے کہا کہ اے میرے چچا اللہ سے ڈر اور اس چیز کا دعوی نہ کر جو تیرا حق نہیں۔ میں بطور نصیحت آپ کو اس سے منع کرتا ہوں کہ آپ جاہلوں سے بنیں۔ اے میرے چچا میرے والد صلوات اللہ علیہ نے عراق کیطرف

Marfat.com

روانہ ہونے سے پہلے میرے واسطے وصیت کی۔ اور شہادت پانے سے ایک ساعت پہلے اس وصیت کی تاکید کی۔ یہ دیکھیے میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلاح ہے۔ لہٰذا آپ امامت کے جھگڑے میں نہ پڑیں۔ میں ڈرتا ہوں ایسے فعل سے آپکی عمر کم ہو جائیگی۔ اور آپکا حال پراگندہ ہو جائیگا بیشک اللہ تعالیٰ منصب وصیت و امامت حسین علیہ السلام کی اولاد میں مقرر کیا ہے اور اگر آپ اس کو جاننا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلیئے۔ تاکہ ہم اس سے فیصلہ کرائیں۔ اور اس میں اس سے دریافت کریں۔ امام محمد باقر کا قول ہے کہ ہر دو کے مابین گفتگو مکہ میں ہوئی پس وہ دونوں روانہ ہوئے یہانتک کہ حجر اسود کے پاس آئے۔ علی بن حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ سے کہا آپ شروع کریں۔ اور اللہ عزوجل سے تضرع کریں۔ اور خدا سے طلب کریں۔ کہ آپ کے لیے حجر اسود کو گویا کر دے۔ بعدازاں آپ حجر اسود سے سوال کریں۔ لہٰذا محمد بن حنفیہ نے دعا میں تضرع کی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ بعدازاں حجر اسود کو پکارا مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا اس پر علی بن حسین علیہ السلام نے کہا۔ اے میرے چچا اگر آپ وصی و امام ہوتے تو البتہ وہ آپکو جواب دیتا محمد بن حنفیہ نے کہا اے میرے بھتیجے تو اللہ سے دعا کر اور اس سے سوال کر پس علی بن حسین علیہ السلام نے اللہ سے اپنی مراد کی دعا کی۔ بعدازاں کہا میں تجھ سے اس ذات کے واسطے سوال کرتا ہوں جس نے تجھ میں انبیاء کا میثاق اور اوصیاء کا میثاق اور تمام لوگوں کا میثاق رکھا ہے کہ تو ہم کو بتا دے کہ حسین بن علی علیہ السلام کے بعد کون وصی و امام ہے۔ امام محمد باقر کا قول ہے کہ حجر اسود حرکت میں آیا یہانتک کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے باہر ہو جائے بعدازاں اللہ نے اس کو فصیح عربی زبان میں گویا کیا۔ اور وہ یوں بولا۔ خدایا وصی و امام ہونا حسین بن علی کے بعد علی بن حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ راوی کا قول ہے۔ پس محمد بن علی واپس آگیا۔ اور وہ علی بن حسین علیہ السلام کو دوست رکھتا تھا۔ انتہے۔ یہ محاکمہ بصائر الدرجات جزء عاشر باب سابع عشر کشف الغمہ ص۲۰۸ کتاب الخرائج والجرائح للراوندی ص۲۷ اور کتاب الاحتجاج للطبرسی ص۱۶۲ بھی مذکور ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعوی کیا تھا۔ اور اس پر اتنا اصرار کیا تھا کہ محاکمہ کی نوبت پہنچی شیعہ کا فرقہ جو محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے کیسانیہ کہلاتا ہے کیسانیہ کہتے ہیں کہ حجر اسود نے محمد بن حنفیہ کے حق میں شہادت دی تھی۔ کیسانیہ میں کئی اختلاف ہیں۔ حیانیہ یعنے اصحاب حیان بن زید سراج کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کے بعد محمد بن حنفیہ امام تھے۔ باقی کہتے ہیں کہ وہ امام حسین کے بعد امام تھے

Marfat.com

یہ مختاریہ یعنی اصحاب مختار ثقفی کہلاتے ہیں۔ پھر کیسانیہ میں محمد بن حنفیہ کی حیات و موت میں اختلاف ہے۔ کریبیہ یعنے اصحاب ابو کریب ضریر کہتے ہیں۔ کہ محمد بن حنفیہ اب تک زندہ ہیں۔ اور مہدی منتظر وہی ہیں۔ ہاشمیہ کہتے ہیں۔ کہ وہ وفات پا چکے اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم امام تھے۔ ابو ہاشم کے بعد امامت میں اختلاف ہے۔ رزامیہ یعنے اصحاب رزام راعی ابو ہاشم کے بعد محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو امام سمجھتے ہیں۔ پھر محمد مذکور کے بعد ان کی اولاد میں تا منصور عباسی امامت کے قائل ہیں۔ بنانیہ ابو ہاشم کے بعد بنان بن سمعان نہدی کو امام جانتے ہیں۔ طیاریہ ابو ہاشم کے بعد عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کو امام جانتے ہیں ؛

امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہما

ان دونوں اماموں پر شیعہ کی خاص عنایت ہے۔ کیونکہ ان کے مذہب کی اکثر روائتیں ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔ ہم ان کی نسبت ذیل میں صرف چند امور بطور مشتے نمونہ از خروار پیش کرتے ہیں :-

(۱) عن زرارة بن اعين عن ابي جعفر قال سالته عن مسئلة فاجابني ثم جاءه رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابني ثم جاء اخر فاجابه بخلاف ما اجابني واجاب صاحبي فلما خرج الرجلان قلت يا ابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شيعتكم قدما يسئلان فاجبت كل واحد منهما بغير ما اجبت به صاحبه فقال يا زرارة ان هذا خير لنا وابقى لنا ولكم ولو اجتمعتم على امر واحد لصدقكم الناس علينا ولكان اقل لبقائنا وبقائكم ثم قال قلت لابي عبد الله شيعتكم قال فاجابني بمثل جواب ابيه (اصول کافی کتاب العلم صفحہ ۳۷) ترجمہ۔ زرارہ بن اعین کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے مجھے جواب دیا۔ پھر آپ کی خدمت میں ایک اور شخص آیا۔ اس نے وہی مسئلہ آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے اس کو میرے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا۔ آپ نے اس کو دونوں جوابوں کے خلاف

Marfat.com

اور ہی جواب دیا۔ جب وہ دونوں شخص چلے گئے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اے فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ یہ دونوں شخص عراق کے رہنے والے آپ کے قدیمی شیعوں میں سے ہیں وہ ایک مسئلہ آپ سے دریافت کرتے تھے۔ آپ نے ہر ایک کو دوسرے کے خلاف جواب دیا۔ امام نے فرمایا۔ زرارہ ہمارے حق میں یہی امر بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری تمہاری بقا زیادہ ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ۔ تو لوگ تم کو ہمارے خلاف پھیر دیں گے۔ اور یہ بات ہماری اور تمہاری بقا کو کم کر دے گی۔ ازراہ کا قول ہے۔ کہ بعد ازاں میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا۔ کہ اگر آپ اپنے شیعوں کو حکم دیں کہ (لڑائی میں) نیزوں اور آگ پر چلیں۔ تو وہ بے شک چلیں گے۔ حالانکہ وہ آپ کی خدمت سے مختلف ہو کر نکلتے ہیں۔ زرارہ کہتا ہے۔ کہ اس پر امام صادق نے وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد نے دیا تھا۔ انتہیٰ +

ناظرین آپ غور فرمائیں۔ کہاں ائمہ پاک اور کہاں یہ نشان نفاق +

(۳) عن ابی عبد اللہ قال انی لا تکلم علی سبعین وجھا لی فی کلھا المخرج۔ (ترجمہ) یعنی امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں۔ جس کروٹ چاہوں پلٹ جاؤں (بدر الدجی بحوالہ بحار الانوار صفحہ ۲۵۔ بصائر الدرجات جزء سادس) +

(۴) محمد بن یحیی عن محمد بن احمد عن عمر بن علی عن عمر بن یزید عن عمہ محمد بن عمر عن بعض من حدثہ ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ بابی انت وامی انک لتوصینا بالمیزر ولزومہ وقد القیتہ عن نفسک فقال اما علمت ان النورۃ قد اطبقت علی فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء الثانی۔ کتاب الزی والتجمل صفحہ (۶) ترجمہ بحذف اسناد۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ حمام میں بغیر لنگی باندھے نہ جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک روز امام حمام میں داخل ہوئے۔ اور اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونہ لگایا۔ جب چونہ نے آپ کے بدن کو چھپا لیا۔ تو آپ نے لنگی کو پھینک دیا۔ آپ کے ایک آزاد کردہ غلام نے عرض کی۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ ہم کو تو لنگی باندھنے اور اس کے لازم ہونے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اور خود بدولت نے اس کو پھینک دیا ہے۔ اس پر امام نے فرمایا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ چونہ نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔ انتہیٰ۔ افسوس! کہاں ائمہ باحیا۔ اور کہاں

Marfat.com

مرکت بیجا ۔

(۴)۔ عن حماد بن عثمان قال سألت ابا عبد الله علیه السلام او اخبرنی من سأله عن الرجل یأتی المرأة فی ذلك المرض وفی البیت جماعة فقال لی ورفع صوته سأل رسول الله صلی الله علیه وآله من کان مملوکه مالا یطیق فلیبعه ثم نظر فی وجوه اهل البیت ثم اصغی لك فقال لا باس به رکتاب الاستبصار فیما اختلف من الاخبار مطبوعہ مطبع جعفری - مجلد ثانی - باب ایتان النساء فی ما دون الفرج ص۱۳۱ (ترجمہ) حماد بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا یا مجھے خبر دی اس شخص نے جس نے امام سے دریافت کیا تھا کہ حضرت کا اپنی بیوی کے مقعد میں داخل کرنا کیسا ہے اس وقت گھر میں ایک جماعت (مخلصین کی) موجود تھی - اس لئے امام نے بآواز بلند یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مملوک سے اس کی حیثیت سے زیادہ خدمت لے - اسے چاہیئے کہ بیچ دے - پھر امام نے گھر والوں کے چہروں کی طرف دیکھا کہ پھر اپنا منہ میری طرف جھکا کر (چپکے سے) فرمایا - کہ اس میں کچھ حرج نہیں - کتاب الاستبصار میں صفحہ مذکورہ بالا (نیز فروع کافی - جلد ثانی - جزو اوّل - صفحہ ۲۳۴) پر دوسری روایت میں مذکور ہے - کہ صفوان نے یہی مسئلہ امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا - جواب میں فرمایا - لا باس ذالك له - یعنی مرد کا اپنی عورت کے مقعد میں داخل کرنا جائز ہے - یہ سن کر صفوان نے پوچھا کہ کیا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں - جواب ملا انا لا نفعل ذالك - یعنی ہم ایسا نہیں کیا کرتے شیخ الطائفہ طوسی یوں تطبیق دیتا ہے کہ یہ بر قول امام رضا (انا لا نفعل ذالك) اس فعل میں ایک طرح کی کراہت پائی جاتی ہے - کیونکہ یہ فعل ناجائز نہیں - مگر اس سے بچنا افضل ہے - اور یہ احتمال بھی ہے - کہ امام رضا کا قول بنا بر تقیہ ہے - افسوس ہے ائمہ پاک اور بے تقصیر ۔

(۵) عن ابی العباس البقباق قال کنا عند رجل اباعبد الله علیه السلام ونحن عنده عن عاریة الفرج قال حرام ثم سکت قلیلا ثم قال لکن لا باس بان یحل الرجل جاریته (فروع کافی - مجلد ثانی - جزو اول صفحہ ۲۰۰) ترجمہ - ابو العباس بقباق کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھے - ایک شخص نے آپ سے فرج کے عاریت دینے کا مسئلہ دریافت کیا - آپ نے فرمایا - کہ حرام ہے - پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا لیکن اس میں حرج نہیں - کہ ایک شخص اپنی باندی اپنے بھائی کے لئے حلال کر دے - انہی

Marfat.com

(۶) عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان سال من ذکرک شئی من مذی او وذی وانت فی الصلوٰۃ فلا تغسلہ ولا تقطع الصلوٰۃ ولا تنقض لہ الوضوء وان بلغ عقبیک فانما ذلک بمنزلۃ النخامۃ (فروع کافی۔ مجلد اول۔ کتاب الطہارۃ باب المذی والوذی۔ صفحہ ۲۱) ترجمہ۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ اگر نماز کی حالت میں تیرے ذکر سے مذی یا وذی نکل کر ٹخنوں تک بھی بہ جائے۔ تو اس کو نہ دھو۔ اور نماز قطع نہ کر۔ اور وضو نہ توڑ۔ کیونکہ مذی یا وذی بمنزلہ آب بینی کے ہے۔ انتہیٰ۔

اسی صفحہ پر دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اگر مذی نکل کر ران تک بہ جائے۔ تو نماز کو قطع نہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ اس کو ران سے دھونا چاہیئے کیونکہ یہ منی کے مجرے سے نہیں نکلتی۔ یہ تو بمنزلہ آب بینی کے ہے۔ افسوس۔ کہاں ائمہ اطہار۔ اور کہاں مذی و وذی کی طہارت!

(۷) عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ان رجلا من موالیک یعمل الحمائل بشعر الخنزیر قال اذا فرغ فلیغسل یدہ (تہذیب الاحکام۔ مطبوعہ ایران۔ جلد ثانی کتاب المکاسب۔ صفحہ ۱۱۴) ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے یاروں میں سے ایک شخص سور کے بالوں سے تلواروں کے حمائل بناتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب بنا چکے تو اسے اپنا ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔ انتہیٰ

اس روایت کے بعد دوسری روایت یہ ہے۔ عن برد الاسکاف قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن شعر الخنزیر یعمل بہ فقال خذ منہ فاغلہ بالماء حتی یذھب ثلث الماء ویبقی ثلثان ثم اجعلہ فی فخارۃ جدیدۃ لیلۃ باردۃ فان جمد فلا تعمل بہ وان لم یجمد لیس علیہ وسم فاعمل بہ واغسل یدک اذا مسستہ عند کل صلوٰۃ قلت ووضوء قال لا اغسل الیہ کما تمس الکلاب۔ ترجمہ۔ برد اسکاف کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سور کے بالوں کی نسبت سوال کیا۔ کہ جن سے کوئی چیز بنائی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بالوں کو لے کر پانی میں جوش دے۔ یہاں تک کہ ایک تہائی پانی جل جائے۔ اور دو تہائی باقی رہ جائے۔ پھر اس کو سرد رات میں کورے مٹکے میں ڈال دے۔ اگر جم جائے۔ تو ان بالوں سے کوئی چیز نہ بنائی جائے۔ اور اگر نہ جمے تو ان پر چربی نہیں۔ لہٰذا ان کو اپنے کام میں لا۔ اور جب تیرا ہاتھ ان بالوں کو لگے۔ تو ہر نماز کے بعد ہاتھ کو دھوئے

Marfat.com

ں نے عرض کیا۔ کہ کیا وضو بھی پھر کرے۔ فرمایا۔ کہ نہیں۔ تو اپنا ہاتھ دھو ڈال۔ جیسا
ہ کتے کے چھونے سے دھوتا ہے۔ انتہی۔ اسی طرح زرارہ نے امام صادق علیہ السلام
سے دریافت کیا۔ کہ اگر سور کے بالوں کی رسی سے کوئیں سے پانی نکالا جائے۔ تو کیا
س پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ امام نے فرمایا۔ کہ کچھ حرج نہیں۔ (دیکھو فروع کافی۔
حصہ اوّل۔ کتاب الطہارۃ۔ صفحہ ۴) ایسی ہی روایتوں کی بنا پر شیعہ کا بڑا مجتہد سید مرتضیٰ
علم الہدے سور کے بالوں اور ہڈیوں کو پاک بتاتا ہے۔ (دیکھو جامع عباسی) *

(۸)۔ الحسین بن محمد الاشعری عن معلی بن محمد عن علی بن السندی العمی قال حدثنا
علیہ بن عبد الرحمٰن عن ابیہ قال دخل ابن عکاشۃ بن محصن الاسدی علی ابی جعفر
علیہ السلام وکان ابو عبد اللہ قائما عندہ فقدم الیہ عنبا فقال حبۃ حبۃ یاکل
الشیخ الکبیر والصبی الصغیر وثلثۃ واربعۃ یاکلہ من یظن انہ لا یشبع وکلہ
حبتین حبتین فانہ یستحب فقال لابی جعفر علیہ السلام لای شیء لا تزوج اباعبد اللہ
وقد ادرک التزویج قال وبین یدیہ صرۃ مختومۃ فقال اما انہ سیجیئ نخاس
من اہل بربر فینزل دار میمون فنشتری لہ لہذہ الصرۃ جاریۃ قال فانی لذلک
ما اتی قد خلنا یوما علی ابی جعفر علیہ السلام فقال الا اخبرکم عن النخاس الذی
ذکرتہ لکم قد قدم فاذہبوا فاشتروا بہذہ الصرۃ من جاریۃ قال فاتینا النخاس
فقال قد بقیت لی کان عندی الا جاریتین ورثتہما من ابی فلیس لہما مثل من الاخری
قلنا فاخرجہما حتی ننظر الیہما فاخرجہما فقلنا بکم تبیعنا ہذہ الصغیرۃ قال بسبعین
دینارا قلنا احسن قال لا انقص من سبعین دینارا قلنا لہ نشتریہا منک بہذہ الصرۃ
ما بلغت ولا ندری ما فیہا وکان عندہ رجل ابیض الراس واللحیۃ قال فلوا وزنوا فقال
النخاس لا تفکوا فانہا ان نقصت حبۃ من سبعین دینارا لم ابایعکم فقال ایشیر ادنوا
فوزنا وفککنا الخاتم وزنا الدراہم فاذا ہی سبعون دینارا لا تزید ولا تنقص
فاخذنا الجاریۃ فادخلناہا علی ابی جعفر وجعفر قائم عندہ فاخذنا ابو جعفر بما کان
فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال لہا ما اسمک قالت حمیدۃ فقال حمیدۃ فی الدنیا
الاخرۃ اخبرینی عنک ابکرا انت ام ثیب قالت بکر قال وکیف ولا یقع فی ایدی النخاسین
شیء الا افسدوہ قالت کان یجیئنی فیقعد منی مقعد الرجل من المرأۃ فیہ لطف اللہ علیہ

Marfat.com

رجلا ابیض الرأس واللحیۃ فلا یزال یلطمہ حتی یقوم عنی ففعل بی مرارا وفعل الشیخ بہ مرارا فقال

(اصول کافی۔ کتاب الحج صفحہ ۳۰۳-۳۰۴) ترجمہ بحذف اسناد ابن عکاشہ بن محصن اسدی امام محمد باقر کی خدمت میں آیا۔ اس وقت آپ کے پاس جعفر صادق کھڑے تھے۔ امام محمد باقر نے ابن عکاشہ پر ایک انگور پیش کیا۔ اور فرمایا عمر رسیدہ بوڑھا اور چھوٹا لڑکا انگور کو ایک ایک دانہ کھاتا ہے۔ اور جو شخص گمان کرتا ہے۔ کہ میں سیر نہ ہوں گا۔ وہ تین تین یا چار چار دانہ کھاتا ہے۔ تو انگور کو دو دو دانے کر کے کھا کیونکہ یہ مستحب ہے۔ ابن عکاشہ نے امام محمد باقر سے کہا۔ آپ جعفر صادق کا نکاح کیوں نہیں کر دیتے حالانکہ وہ حد نکاح کو پہنچا ہوا ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام محمد باقر کے سامنے ایک سربمہر تھیلی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو۔ بے شک اہل بربر سے ایک بردہ فروش عنقریب آئے گا۔ وہ میموں کے گھر میں اترے گا۔ ہم اس تھیلی کے عوض اس سے ایک لونڈی جعفر کے لئے خرید لیں گے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ اس پر کچھ عرصہ گزرا۔ جو گزرا۔ ہم ایک روز امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو میں تمہیں اس بردہ فروش کی خبر دیتا ہوں۔ جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔ کہ وہ آگیا ہے۔ سو تم جاؤ۔ اور اس تھیلی کے عوض اس سے ایک لونڈی خرید لاؤ۔ راوی کا قول ہے۔ کہ میں بردہ فروش کے پاس آیا۔ اس نے کہا۔ میں نے سب بیچ دیا۔ جو میرے پاس تھا۔ سوائے دو بیمار لونڈیوں کے جن میں سے ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ ہم نے کہا کہ اُن کو نکال۔ تاکہ ہم دیکھ لیں۔ پس اس نے ان دونوں کو نکالا۔ ہم نے پوچھا کہ اس خوبصورت کو کتنے میں بیچتا ہے۔ اس نے کہا۔ ستر دینار میں۔ ہم نے کہا کچھ رعایت کیجئے۔ وہ بولا۔ میں ستر دینار سے کم نہ کروں گا۔ ہم نے کہا۔ ہم تجھ سے اس تھیلی کے عوض خواہ کتنے کی ہو۔ خریدتے ہیں۔ اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں کتنے ہیں۔ اس بردہ فروش کے پاس ایک شخص سفید ریش و سر تھا۔ وہ بولا۔ اسے کھولو۔ اور وزن کرو۔ بردہ فروش نے کہا کہ نہ کھولو۔ کیونکہ اگر ستر دینار سے ایک حبہ کم نکلا۔ تو میں تمہارے ہاتھ نہ بیچوں گا۔ اس بوڑھے شخص نے کہا۔ میرے نزدیک آجاؤ۔ پس ہم اس کے نزدیک ہو گئے۔ ہم نے مہر کو توڑا اور دیناروں کو گنا۔ تو ناگاہ وہ ستر دینار تھے۔ نہ زیادہ نہ کم۔ ہم نے لونڈی کو لیا۔ اور اسے امام محمد باقر کے پاس لے گئے۔ اس وقت جعفر صادقؑ ان کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے امام محمد باقر سے تمام ماجرا کہ سنایا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر اس لونڈی سے پوچھا۔ کہ تیرا نام کیا ہے۔ وہ بولی۔ حمیدہ۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ مجھے بتا۔ کہ تو اچھوتی ہے۔ یا کسی مرد کے پاس گئی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اچھوتی۔ آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

اچھوتی کیونکر۔ حالانکہ بردہ فروشوں کے ہاتھوں میں کوئی شئے نہیں ہوتی۔ جس کا اچھوتا پن وہ خراب نہ کردیں۔ اس نے عرض کیا۔ کہ بردہ فروش میرے ساتھ فعل بد کا قصد تو کیا کرتا تھا اور میری دورانوں کے بیچ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ اس پر ایک سفید سر و ریش مرد کو مسلط کر دیتا تھا۔ جو اسے چپت مارنے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے دور ہو جاتا تھا۔ اس نے میرے ساتھ بارہا ایسا کیا۔ اور اس پیر مرد نے بھی اس سے بارہا ایسا کیا۔ یہ سن کر امام محمد باقر نے فرمایا۔ جعفر! اسے لے جاؤ۔ اسی لونڈی سے بہترین اہل زمین یعنے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ انتہےٰ۔

اس قصے میں دونوں اماموں کا خوب مذاق اڑایا ہے۔ کیا جعفر صادق کے لئے کوئی حرہ نہ ملتی تھی۔ کہ لونڈی خریدنی پڑی۔ پھر اس لونڈی سے غیروں کے سامنے اچھوتی یا غیر اچھوتی کا سوال جعفر کی موجودگی میں جس کی عنقریب وہ بیوی ہونے والی ہے۔ عام اشخاص کو بھی زیبا نہیں۔ ائمہ کا تو کیا ذکر +

(۹) عن الحسین بن ثویر وابی سلمۃ السراج قالا سمعنا اباعبداللہ وھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعا من النساء التیمی والعدوی وفعلان ومعاویۃ ویسمیھم وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ۔ (تہذیب الاحکام۔ مجلد اول۔ باب کیفیۃ الصلوٰۃ وصفتہا۔ صفحہ ۲۲۷۔ فروع کافی۔ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۲۰۳) ترجمہ۔ حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج کا بیان ہے۔ کہ ہم نے امام جعفر صادق کو سنا۔ حالانکہ آپ ہر نماز فرض کے بعد چار مردوں پر ان کے نام لے کر اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ یعنے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان معاویہ اور عائشہ۔ حفصہ۔ ہند۔ اور معاویہ کی بہن ام الحکم انتہےٰ۔ صادق اور یہ وظیفہ؟

(۱۰) سئل ابو جعفر وابو عبداللہ علیہما السلام فقیل لہما انا نشتری ثیابا یصیبہا الخمر وودک الخنزیر عند حیاکتہا انصل فیہا قبل ان نغسلہا فقالا نعم لا باس انما حرم اللہ اکلہ وشربہ ولم یحرم لبسہ ومسہ (من لا یحضرہ الفقیہ۔ مطبوعہ مطبع جعفریہ لکھنؤ ۱۳۰۷ھ صفحہ ۸۰) ترجمہ۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیتے ہیں جن میں بننے کے وقت شراب اور سور کی چربی لگ جاتی ہے۔ کیا ہم ان کپڑوں کو چن کر نماز پڑھ لیا کریں۔ دونوں اماموں نے جواب دیا۔ ہاں کچھ ڈر نہیں۔ خدا نے صرف شراب کا پینا اور سور کی چربی

Marfat.com

کا کھانا حرام کیا ہے ان کا پہننا چھونا اور اس میں نماز پڑھنا حرام نہیں کیا ہے۔ انتہٰی

نظر بہ اختصار ہم اس قسم کی اور روائتیں یہاں درج نہیں کرتے۔ مگر حضرت زید شہید کا پس انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت زید امام محمد باقر کے بھائی ہیں۔ انہوں نے امامت کا دعوٰی کیا تھا۔ اس کی کیفیت اصول کافی میں مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک روز حضرت زید بن علی بن حسین۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم امام محمد باقر کے پاس آئے۔ اور ان کو کوفیوں کے خط دکھائے۔ جن میں حضرت زید کو لکھا تھا۔ کہ آپ کوفہ میں تشریف لے آئیں۔ ہمارے لشکر تیار ہیں۔ ان کو ساتھ لے کر بنو امیہ پر خروج کریں۔ امام محمد باقر نے پوچھا۔ کہ اس خط و کتابت کی ابتدا ان کی طرف سے ہے۔ یا یہ آپ کے مکتوب کا جواب ہیں۔ حضرت زید نے فرمایا کہ یہ ابتدا ان کی طرف سے ہے۔ امام محمد باقر نے فرمایا۔ کہ یہ خروج پیش از وقت ہے۔ آپ کوفیوں کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ حضرت زید نے خفا ہو کر فرمایا۔ لیس الامام منا من جلس فی بیتہ وارخی سترہ وثبط عن الجہاد ولکن الامام منا من منع حوزتہ وجاھد فی سبیل اللہ حق جہادہ ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہا (ہم میں سے امام وہ نہیں جو اپنے گھر بیٹھ رہا اور پردہ لٹکایا۔ اور جہاد سے رک گیا۔ لیکن امام ہم میں سے وہ ہے۔ جس نے اپنی مملکت کو ضرر سے بچایا۔ اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ جیسا کہ چاہیئے۔ اور اپنی رعیت اور اپنے حریم سے ضرر کو دور کیا) شیعہ کا علامہ ملا خلیل اس کی شرح یوں کرتا ہے۔ پس غضبناک شد زید نزد آں ایما بایں کہ تو امام نیستی من امام بعد ازاں برائے اینکہ خروج بسیف یکے از شروط امامت است آں در مذمت نہ در تو گفت نیست امام از جملہ ما اہل بیت رسولؐ کسے کہ نشست در خانہ خود الخ۔ یعنی زید یہ سنکر خفا ہوا۔ یہ اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ تو امام نہیں میں امام ہوں۔ بعد ازاں زید نے اس واسطے کہ تلوار کے ساتھ خروج امامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے وہ مجھ میں ہی ہے تجھ میں نہیں یوں کہا۔ کہ ہم اہلبیت رسولؐ میں سے امام وہ نہیں۔ جو اپنے گھر بیٹھ رہا الخ حضرت زید کا یہ کلام سنکر امام محمد باقر نے کہا کہ آپ جو امامت کیلئے تلوار کے ساتھ خروج وغیرہ شرط قرار دیتے ہیں۔ اور وہ اپنی ذات میں پاتے ہیں۔ اس کا ثبوت کتاب و سنت و نظائر امم سابقہ سے پیش کریں۔ ہر ایک امر کیلئے محل و بت مقرر ہے۔ خروج کا وقت ابھی نہیں آیا۔ پھر فرمایا۔ اتریٰ یا اخی ان یحیی ملۃ قوم قتلوا بایات اللہ وعصوا رسولہ واتبعوا اھواءھم بغیر ھدیً من اللہ وادعوا الخلافۃ بلا برھان اللہ حل عھد من رسولہ (ترجمہ) اے میرے بھائی کیا تو چاہتا ہے کہ اس قوم کی ملت کی تجدید کرے جنہوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا۔ اور رسول خدا کی نافرمانی کی اور جو ہدایت الٰہی کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کے تابع ہو گئے۔ اور خلافت کے دعویدار بن گئے۔ حالانکہ ان کے

Marfat.com

ان کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی برہان نہیں۔ اور نہ رسول خدا کی طرف سے کوئی وصیت ہے انتہا۔ (دیکھو اصول کافی صفحہ ۲۲۴-۲۲۵)

قصہ مذکورہ بالا سے جس کو شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامامۃ (اس باب میں بیان ہے اس چیز کا جس سے امامت کے معاملہ میں سچے اور جھوٹے کے دعوے میں فرق ہو سکے) کے تحت میں لایا ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت زید امامت کے مدعی تھے۔ آخر کار انہوں نے امام محمد باقر کی وفات کے بعد بنو امیہ پر تلوار کے ساتھ خروج کیا اور شہید ہوئے۔ وہ حسب بیان اصول کافی محمد باقر اور جعفر صادق میں سے کسی کو امام تسلیم نہ کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں وہ شرط پائی نہ جاتی تھی جو بنا بر قول زید امام میں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا شیعہ کے شہید ثالث کا مجالس المومنین میں یہ لکھنا۔ (تحقیق آنست کہ زید بن علی علیہما السلام مدعی خلافت نبود۔ ویقین مے دانست کہ مستحق خلافت حقیقی در زمان او امام جعفر صادق است) پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور بنا بر اعتقاد اثنا عشریہ حضرت زید شہید پر جو فتوے لگتا ہے۔ وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ ملا باقر مجلسی حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یوں لکھتا ہے۔ بدانکہ اہل کوفہ از جملہ منافقین بودند دعوائے تشیع مے کردند و آں ملاعینان باحضرت امیر المومنین و امام حسن و امام حسین علیہم السلام ماجراہا کردند کہ شنیدہ اید۔ و دشمن بنی امیہ نیز بودہ اند۔ و ہر چند خواستند کہ بر ایشاں خروج کنند نتوانستند۔ آخر تجسس کردند۔ و پیش یک یک از شیعاں رفتند۔ و گفتند کہ شما مے دانید کہ امر بمعروف واجب است۔ و ایں ظلم کہ بنی امیہ کردند و مردم را از خلق برآوردند این فرض دین است۔ کہ بر ایشاں خروج کنیم۔ و اگر خروج نکنیم۔ کافر باشیم۔ قومے از شیعہ فریب خوردند غرض ایشان آن بود کہ بقیہ اہل بیت رسالت را برطرف کنند۔ بملکی رفتند پیش زید و پیمان الحاح کردند کہ زید رغبت کرد در خروج باوجود آنکہ برادرش امام محمد باقر علیہ السلام باو گفتہ بود۔ کہ مردم کوفہ اہل مکر و فریب اند۔ و ترا بکشند۔ کوفیاں باتو یاری نخواہند کرد و ایں کار تو تمام نخواہد شد و از تو نیت از او نادرست قبول نکرد۔ مردماں او را نگذاشتند و بریں داشتند و بیعت ہر یکے از ایشاں در ان ناپاک سوار و پیادہ موگند خوردند۔ چون زید خروج کرد و یاران لشکر بدر رجامع کوفہ رسید۔ جملہ زید را بگذاشتند و کرنیند کہ قلیلے چون زید آں حال را دید۔ گفت رفضونی یعنی مرا گذاشتند و رہا کردند۔ ازاں روز شیعہ بر افضی موسوم شدند بعضے مے گویند عمر بن سعد حرامزادہ اصحاب حضرت سید الشہداء را بایں اسم داند۔ پس زید را بگرفت کشتند و بر دار زدند۔ و چہار سال آں جناب مصلوب بود۔ و بعد ازاں اورا سوختند۔ و خاکسترش

Marfat.com

را بیاد دادند۔ وحضرت صادق علیہ السلام در ہنگامے کہ مصلوب بود بروے نماز گزاردند۔ وبعد ازاں یحییٰ پسر او بجراسان رفت و بعضے مردم اورا بامامت برداشتند۔ بعد او نیز مقتول شد و مصلوب گردید۔ وبعد ازیشاں امامت بمحمد نام کہ صاحب طالقاں بود رسید واورا در ایام معتصم باللہ عباسی ابہر کردند۔ ودر حبس وفات یافت۔ زیدیہ الحال شرفا مکہ واہل یمن و توابع اویند۔ و در اصول اشاعرہ اند۔ ودر فروع بعضے شافعی اند و بعضے حنفی۔ وزیدیہ امامت را مخصوص فرزندان فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا مے دانند۔ بشرط آنکہ آں فرزند عالم وزاہد وشجاع باشد۔ وخروج بسیف کند خواہ از اولاد حسن وخواہ از اولاد حسین علیہما السلام باشد۔ وبعضے از ایشان ثلثہ را خلیفہ مے دانند۔ وبعضے سب شیخین مے کنند۔ ایشاں چندیں فرقہ اند (تذکرۃ الائمہ۔ نسخہ قلمی نوشتہ ۱۳۴۴ھ۔ ورق ۶۱) ترجمہ۔ جان لے کہ اہل کوفہ منافقین میں سے تھے اور شیعہ ہونے کا دعوےٰ کرتے تھے۔ ان ملعونوں نے حضرت امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے ساتھ وہ سلوک کئے۔ جو تم نے سنے ہیں۔ یہ اہل کوفہ بنو امیہ کے بھی دشمن تھے۔ انہوں نے ہر چند چاہا کہ بنو امیہ پر خروج کریں۔ مگر نہ کر سکے۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ آخر انہوں نے مکر و فریب سے کام لیا۔ اور شیعوں میں سے ایک ایک کے پاس جا کر کہنے لگے۔ کہ تمہیں معلوم ہے۔ کہ امر بالمعروف واجب ہے۔ بنو امیہ نے جو یہ ظلم کیا۔ اور خلقت کو ہلاک کیا۔ ہمارا دینی فرض ہے۔ کہ ان پر خروج کریں۔ اگر ہم خروج نہ کریں گے تو کافر ہوں گے۔ شیعہ کی ایک جماعت دھوکہ میں آگئی۔ ان کی غرض یہ تھی کہ باقی اہل بیت کو بھی برطرف کر دیں۔ وہ سب کے سب زید کے پاس گئے۔ اور اس قدر اصرار کیا کہ زید خروج کی طرف مائل ہو گئے۔ باوجودیکہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے زید سے بار بار کہا تھا کہ میں جانتا ہوں۔ کہ تجھ سے کچھ نہ بن آئے گا۔ اور وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اہل کوفہ تیری مدد نہ کریں گے۔ اور تیرا یہ کام پورا نہ ہو گا۔ یہ تیرے حصہ میں نہیں۔ اولاد عباس کے حصہ میں ہے۔ مگر زید نے قبول نہ کیا۔ انہوں نے زید کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور اسے خروج پر آمادہ کر دیا۔ ان ناپاک بدبختوں میں سے بیس ہزار سوار و پیادہ نے قسم کھائی۔ جب زید نے خروج کیا۔ اور اس لشکر کے ساتھ کوفہ کی جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ سوائے قلیل تعداد کے سب زید کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب زید نے یہ حال دیکھا تو کہا کہ کوئی یعنے وہ مجھے چھوڑ گئے۔ اس دن سے شیعہ کا نام رافضی ہو گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ عمر بن سعد عامزادہ (نعوذ باللہ) نے حضرت سید الشہداء کے اصحاب کا یہ نام رکھا

Marfat.com

تھا۔ پس مخالفوں نے زید کو پکڑ کر شہید کر دیا۔ اور سولی پر لٹکا دیا۔ آپ چار سال مصلوب ہی رہے۔ بعد ازاں انہوں نے آپ کو جلا دیا۔ اور آپ کی راکھ اڑا دیا۔ جس وقت آپ مصلوب تھے حضرت صادق علیہ السلام نے آپ پر نماز پڑھی۔ زید کے شہید ہونے کے بعد آپ کا صاحبزادہ یحییٰ خراسان میں چلا گیا۔ بعض لوگوں نے اس کو اپنا امام قرار دیا۔ پھر وہ بھی مقتول ہو کر مصلوب ہوا۔ بعد ازاں امامت محمد صاحب طالقان کو پہنچی۔ اس کو معتصم باللہ عباسی کے عہد میں قید کر لیا گیا۔ اور قید ہی میں اس نے وفات پائی۔ اس زمانے میں زیدیہ شرفاء مکہ اور اہل یمن و مضافات یمن ہیں۔ وہ اصول میں اشاعرہ ہیں۔ اور فروع میں بعضے شافعی اور بعضے حنفی ہیں۔ زیدیہ امامت کو فرزندان فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ عالم و زاہد و شجاع ہو۔ اور تلوار کے ساتھ خروج کرے۔ خواہ امام حسن کی اولاد سے ہو یا امام حسین کی۔ ان میں سے بعضے ثلاثہ کو خلیفہ جانتے ہیں۔ اور بعضے شیخین پر تبرا کرتے ہیں۔ اور ان کے کئی فرقے ہیں۔ انتہیٰ

حالات مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ کوفہ کے شیعوں نے پہلے حضرت زید شہید رض کو دعوتی خطوط بھیجے۔ پھر خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو خروج کی ترغیب دی۔ ان میں سے بیس ہزار نے اور بقول مصنف حبیب السیر (مجالس المومنین) چالیس ہزار نے امامت پر حضرت زید کی بیعت کی۔ حضرت زید نے ان کو ساتھ لے کر یوسف بن عمر ثقفی پر خروج کیا۔ جو ہشام بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا حاکم تھا۔ عین مقابلہ کے وقت انہوں نے بیعت توڑ کر فرار کی راہ لی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت زید شہید ہو گئے۔ یہ اہل کوفہ اول درجے کے متقی مومن تھے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ وہ منافق بدیں معنے تھے۔ کہ زبانی تو اہلبیت کی محبت کا دم بھرتے تھے مگر دل سے یہی چاہتے تھے کہ یہ بھی نہ رہیں۔ مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے۔ جس کا انجام یہ ہو کہ دنیا میں اسلام کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے۔ یہی اس فرقہ کے بانی ابن سبا کا منشا تھا۔

زیدیہ کو اثنا عشریہ نہایت برا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رجال کشی صفحہ ۱۴۹ میں مذکور ہے۔ کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ الزیدیۃ ھم النصاب یعنے زیدیہ ہی ناصب یعنی دشمن اہل بیت ہیں۔ اور امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ زیدیہ اور واقفیہ اور نصاب سب یکساں ہیں۔ اور امام محمد تقی علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ آیہ وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ میں ناصب مذبذبہ و واقفیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زیدیہ کے فرقوں کی تفصیل کی یہاں حاجت نہیں۔ تذکرۃ الائمہ میں اصطلاح رافضی کی جو اصل بیان کی گئی ہے۔ وہ خلاف تصریح

Marfat.com

کتب شیعہ ہے۔ چنانچہ کتاب الروضہ صفحہ ۱۶۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے۔ بل اللہ سماکم یعنے شیعہ کا نام رافضی تو خدا نے رکھا ہے ۔

امام جعفر صادق کی زندگی میں دو اور مدعی امامت ظاہر ہوئے۔ جن کا طویل قصہ اصول کافی "باب مایفصل بہ بین دعوے المحق والمبطل فی امر الامامۃ" میں مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب محمد نفس زکیہ بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی بن ابی طالب کو بغداد سے یہ خبر آئی۔ کہ اس کے والد اور چچوں اور چچیرے بھائیوں کو منصور دوانقی نے قتل کر ڈالا۔ تو اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی (دعا الناس لبیعتہ صفحہ ۲۲۸) سب نے بالاتفاق اس کی بیعت کی۔ پھر وہ اپنے خاندان کے سرداروں سے بیعت لینے کی فکر میں ہوا۔ اور اپنے کوتوال عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین کے مشورے سے امام جعفر صادق کو طلب کیا۔ عیسےٰ نے امام صادق سے کہا۔ کہ آپ اسلام لائیں۔ تاکہ سلامت رہیں۔ امام صادق نے کہا۔ کہ کیا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد کوئی نیا نبی آیا ہے۔ نفس زکیہ نے کہا۔ کہ نہیں۔ لیکن ہماری مراد یہ ہے۔ کہ آپ بیعت کریں۔ تاکہ آپ کی جان و مال و اولاد امن میں رہے۔ اور آپ کو لڑائی کی تکلیف نہ دی جائے۔ (لا ولکن بایع تأمن علےٰ نفسک ومالک وولدک ولا تکلف حربا ص ۲۲۹) امام صادق نے ہر چند عذر کیا۔ مگر نفس زکیہ نے کہا۔ کہ آپ کو بیعت کرنے سے چارہ نہیں۔ امام جعفر صادق نہیں مانتے۔ نفس زکیہ کہتا ہے۔ کہ آپ کو طوعاً یا کرہاً بیعت کرنی پڑے گی۔ امام صادق سختی سے انکار کرتے ہیں۔ نفس زکیہ حکم دیتا ہے۔ کہ ان کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ چنانچہ وہ قید خانہ میں بھیجے جاتے ہیں۔ آخر کار نفس زکیہ مدینہ میں خروج کرتا ہے۔ اور وہیں ۱۴۵ھ میں شہید ہو جاتا ہے۔ یہ خبر سن کر نفس زکیہ کا بھائی ابراہیم بھی بصرہ میں خروج کرتا ہے۔ اور کوفہ سے ۱۷ میل کے فاصلہ پہ مقام باخمری میں شہید ہو جاتا ہے۔ امامیہ کے فرقہ حسنیہ کے ہاں اماموں کے ترتیب یوں ہے۔ علی مرتضےٰ۔ حسن مجتبےٰ۔ حسن مثنےٰ ملقب بہ ضامن آل محمد۔ عبداللہ محض۔ محمد نفس زکیہ۔ ابراہیم رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ بیٹوں (اسماعیل۔ عبداللہ۔ موسیٰ۔ اسحاق۔ محمد) میں درباره امامت بہت اختلاف ہے۔ اسماعیل جو سب سے بڑے تھے باپ کی حیات میں

Marfat.com

انتقال کر گئے۔ امامیہ کا فرقہ اسماعیلیہ بنا بر نص امام جعفر صادق ان الامر فی الکبیر ما لم تکن فیہ عاھۃ (امامت بڑے میں ہوتی ہے۔ جب تک اس میں کوئی عیب نہ ہو۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۰) اسماعیل کو امام صادق کے بعد امام جانتے ہیں۔ امام صادق کی وفات پر عبداللہ نے جو اسماعیل کے بعد سب سے بڑے تھے امامت کا دعوے کیا۔ لوگوں نے اس کے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ہشام بن سالم کہتا ہے۔ کنا بالمدینۃ بعد وفاۃ ابی عبداللہ علیہ السلام فنادی صاحب الطاق والناس مجتمعون علی عبداللہ بن جعفر انہ صاحب الامر بعد ابیہ (یعنے امام صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد میں اور صاحب طاق ابو جعفر احول مدینہ میں تھے۔ اور لوگ عبداللہ بن جعفر پر متفق تھے کہ وہ اپنے باپ کے بعد امام ہیں (اصول کافی صفحہ ۲۲۰)۔ اسی وقت موسے کاظم نے بھی امامت کا دعوے کیا۔ جب ابو علی حسن بن عبداللہ نے جو زاہد و عابد یگانہ تھا۔ موسے سے دریافت کیا۔ کہ اس زمانے کا امام کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تجھے بتا دوں۔ تو کیا تو تسلیم کرے گا۔ ابو علی نے کہا۔ ہاں میں تسلیم کر لوں گا۔ اس پر موسے نے کہا۔ انا ھو یعنے میں وہ امام ہوں۔ (اصول کافی۔ صفحہ ۲۲۲) موسے کاظم نے فیصلہ کے لئے ایک عجیب امتحان پیش کیا۔ جس کا ذکر شیعہ کے قطب راوندی نے یوں کیا ہے۔ ذکر منھا ان ابا المفضل بن عمر قال لما قضی الصادق ء کان وصیتہ فی الامامۃ لموسیٰ فادعی اخوہ عبداللہ الامامۃ وکان اکبر ولد جعفر فی وقتہ ذلک وھو المعرف الافطح فاتی موسیٰ بجمع حطب کثیر فی وسط دارہ فارسل الی عبداللہ یسالہ ان یصیر الیہ فصار عندہ مع جماعۃ من وجوہ الامامیۃ فلما جلس الیہا خیٰ عبداللہ امر موسیٰ ان تضرم النار فی ذلک الحطب فاضرمت ولا یعلم الناس ما سبب ذلک حتی صار الحطب کلہ جمرا ثم قام موسیٰ وجلس بثیابہ فی وسط النار واقبل یحدث الناس ساعۃ ثم قام ینفض ثیابہ ورجع الی المجلس فقال لاخیہ عبداللہ انک کنت تزعم انک الامام بعد ابیک فاجلس فی ذلک المجلس قالوا فوا ینا عبداللہ تغیر لونہ ثم قام یجر ردائہ حتی خرج من دار موسیٰ (کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۰ ہجری صفحہ ۲۰۵) ترجمہ۔ موسے کاظم کے معجزات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ابو المفضل بن عمر نے بیان کیا۔ کہ جب امام صادق علیہ السلام نے وفات پائی تو آپ نے موسے کے لئے امامت کی وصیت کی تھی۔ مگر موسے کے بھائی عبداللہ نے امامت کا دعوے کیا۔ جو اس وقت امام جعفر کی اولاد میں سب سے بڑا تھا۔ اور ملقب بہ افطح

Marfat.com

تھا۔ پس موسےٰ نے اپنے گھر کے وسط میں بہت سی لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور عبداللہ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ وہ امامیہ کے سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس آیا جب عبداللہ موسیٰ کے پاس بیٹھ گیا۔ تو موسےٰ نے حکم دیا۔ کہ ان لکڑیوں میں آگ لگائی جاوے۔ پس ان میں آگ لگائی گئی۔ اور لوگوں کو اس کا سبب معلوم نہ تھا۔ یہاں تک کہ تمام لکڑیاں سرخ ہوگئیں پھر موسےٰ اٹھے اور اپنے کپڑوں سمیت آگ کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ اور کچھ دیر لوگوں سے کلام کرتے رہے۔ بعد ازاں اٹھے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر مجلس میں آبیٹھے۔ اور اپنے بھائی عبداللہ سے کہنے لگے کہ تو اپنے باپ کے بعد امامت کا مدعی ہے۔ تو آگ کے بیچ میں میری جگہ جا بیٹھ۔ حاضرین کا قول ہے۔ کہ ہم نے دیکھا کہ عبداللہ کا رنگ بدل گیا۔ پھر وہ اپنی چادر کھینچتا ہوا اٹھا۔ یہاں تک کہ موسےٰ کے گھر سے نکل گیا۔ انتہےٰ۔ عبداللہ مذکور نے اپنے والد کے ستر دن بعد وفات پائی۔ امامیہ کا فرقہ فطحیہ عبداللہ افطح کی امامت کا قائل ہے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۱۱) اسحاق بن جعفر اپنے بھائی موسےٰ کاظم کی امامت کا قائل تھا۔ مگر محمد بن جعفر زیدیہ کی رائے رکھتا تھا۔ (کشف العمہ) امامیہ کا فرقہ شمطیہ یعنے اصحاب یحییٰ بن ابی الشمط کہتے ہیں۔ کہ امام صادق کے بعد امامت ان کے پانچ بیٹوں کو بدیں ترتیب پہنچی۔ اسمٰعیل۔ محمد۔ موسےٰ کاظم۔ عبداللہ۔ اسحاق۔ واقفیہ کہتے ہیں۔ کہ امامت موسےٰ کاظم پر موقوف ہے۔ ان کے بعد کوئی اور نیا امام نہ ہوگا۔

امام موسےٰ کاظم کی زندگی میں دو اور مدعی امامت بر مسلک زیدیہ ظاہر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے مدینہ میں خروج کیا تھا۔ جس کا ذکر اصول کافی صفحہ ۲۳۱ میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ لما خرج الحسین بن علی المقتول بفخ واحتوی علی المدینۃ دعا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام الی البیعۃ فاتاہ فقال لہ یا بن عم لا تکلفنی ما کلف ابن عمک اباعبداللہ علیہ السلام یعنے جب حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے خروج کیا۔ جو مدینہ پر مسلط ہوگئے اور آخر کار مقام فخ (مکہ سے ۴ میل) میں (بتاریخ ۸ ذی الحجہ ۱۶۹ھ) شہید ہوگئے۔ تو انہوں نے موسےٰ بن جعفر علیہ السلام کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ موسےٰ کاظم نے ان کے پاس آکر کہا۔ اے چچا کے بیٹے تو مجھے تکلیف نہ دے اس بات کی جس کی تکلیف تیرے چچا کے بیٹے (نفس زکیہ) نے تیرے چچا جعفر صادق علیہ السلام کو دی تھی۔ انتہےٰ۔ اس خروج کی تفصیل مروج الذہب للمسعودی اور معجم البلدان للحموی میں مذکور ہے۔ حسین مذکور کے بعد یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے امامت کا دعوےٰ کیا۔ اور امام موسےٰ

Marfat.com

ظم کو ایک خط لکھا۔ جس میں درج تھا کہ تم لوگوں کو میری بیعت سے روکتے ہو۔ تم نے اور تم سے پہلے تمہارے والد نے امامت کا ناحق دعوٰے کیا ہے۔ خط کے الفاظ یہ ہیں۔ وقد ما ورت فی الدعوۃ للرضا من آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد احتجبتها واحتجبها ابوك من قبلك وقد ادعيتما ليس لكم (اصول کافی صفحہ ۲۳۲) ۔

شیعہ کی کتابوں میں امام موسےٰ کاظم کی نسبت یہ روایت موجود ہے۔ عن ابی الحسن ماضی علیہ السلام قال العورۃ عورتان القبل والدبر فاما الدبر فمستور بالالیتین، واما القبل فستره بیدك فاذا سترت القضیب والبیضتین فقد سترت العورۃ (فروع کافی جلد ثانی۔ جزو ثانی کتاب الزی والتجمل۔ باب الحمام۔ صفحہ ۶۰) ترجمہ۔ ابوالحسن ماضی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ اگلی اور پچھلی۔ لیکن پچھلی تو چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ رہی اگلی سو اس کو اپنے ہاتھ سے چھپالو۔ جب تم نے قضیب اور دونوں خصیوں کو چھپا لیا۔ تو تم نے اپنی شرمگاہ چھپالیا۔ انتہٰی۔ افسوس! کہاں امام موسےٰ کاظم۔ اور کہاں یہ قول ؎

امام علیؓ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام رضا کا ذکر پہلے ضمناً آچکا ہے۔ یہاں ایک اور روایت ان کے متعلق درج کی جاتی ہے۔ عن موسیٰ بن عبد الملك عن رجل قال سألت ابا الحسن الرضا علیہ السلام فقلت ایتیان الرجل المرأۃ من خلفها فی دبرها فقال احلتها آیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ قول لوط علیہ السلام ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم وقد علم انهم لا یریدون الفرج (کتاب الاستبصار۔ مجلد ثالث۔ باب ان النساء فی مادون الفرج صفحہ ۱۰۰) ترجمہ ایک شخص نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ مرد کا پیچھے سے اپنی عورت کے مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس فعل کو قرآن مجید کی ایک آیت نے حلال کر دیا ہے۔ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی یہ ہے۔ ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم (یہ میری لڑکیاں ہیں۔ یہ تمہارے واسطے پاک ہیں) اور حضرت کو معلوم تھا کہ ان کی قوم کی مراد فرج نہیں۔ انتہٰی۔ آیت زیر بحث سورہ ہود میں ہے۔ جہاں مذکور ہے کہ فرشتے جوانان خوبرو کی صورت بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان کی قوم جو غلام کی بھاری تھی۔ دوڑی آئی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم میرے مہمانوں میں میری فضیحت نہ کرو۔ اس کام کے لئے میری لڑکیاں

Marfat.com

موجود ہیں۔ وہ تمہارے واسطے پاکیزہ تر ہیں مفسرین اہلسنت نے حضرت کے قول کی یہ تفسیر لکھی ہے۔ کہ یہ عورتیں جو میری لڑکیاں یا لڑکیوں کے برابر ہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ تم ان سے نکاح کر لو۔ مگر امام رضا نے بنا بر روائیت مذکورہ بالا یہ تفسیر فرمائی۔ کہ تم ان کی دبر میں دخول کر لو۔ امام رضا کی زندگی میں ۱۹۹ سنہ ۲۰۰ ہجری میں کئی بزرگوں نے امامت کے دعوے کے ساتھ خروج کیا۔ ابن طباطبا علوی یعنی محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنےٰ کوفہ میں ظاہر ہوئے۔ امام موسےٰ کاظم کے صاحبزادے زید نے بصرہ میں خروج کیا۔ امام موسےٰ کاظم کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم یمن میں ظاہر ہوئے۔ اور مدت تک یمن پہ قابض رہے۔ امام جعفر صادق کے صاحبزادے محمد نے مکہ اور نواحی حجاز میں خروج کیا۔ محمد مذکور کو امیر المومنین کہا جاتا تھا۔ مزید تفصیل کے لئے تاریخ کامل و مروج الذہب وغیرہ دیکھو۔

امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امام رضا کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا قصہ اصول کافی میں بدیں الفاظ مذکور ہے

قال (علی بن جعفرؑ) قال له اخوته ونحن ایضًا ما کان فینا امام قط حائل اللون فقال لهم الرضاؑ هو ابنی قالوا فان رسول الله صلی الله علیه وآله قد قضی بالقافة فبیننا وبینك القافة قال ابعثوا انتم الیهم فاما انا فلا ولا تعلموهم لما دعوتموهم ولتکونوا فی بیوتکم فلما جاؤا اقعدونا فی البستان واصطف عمومته واخوته واخواته واخذوا الرضا علیه السلام والبسوه جبة صوف وقلنسوة منها ووضعوا علی عنقه مسحاة وقالوا له ادخل البستان کانك تعمل فیه ثم جاؤا بابی جعفر علیه السلام فقالوا الحقوا هذا الغلام بابیه فقالوا لیس له ههنا اب ولکن هذا عم ابیه وهذا عمه وهذه عمته وان یکن له ههنا اب فهو صاحب البستان فان قدمته وقدمته واحدة فلما رجع ابو الحسن علیه السلام قالوا هذا ابوه قال علی بن جعفرؑ فقمت فمصصت ریق ابی جعفر علیه السلام ثم قلت له اشهد انك امامی عند الله فبکی الرضا علیه السلام ثم قال یا عم الم تسمع ابی وهو یقول قال رسول الله صلی الله علیه وآله بابی ابن خیر الانام ابن النوبة الطیبة الفم المنتخبة الرحم ویلهم لعن الله الاعبس وذریته صاحب الفتنة ویقتلهم سنین

Marfat.com

[illegible] مصبرة وهو الطريد الشريد الموتور بابيه
[illegible] يقال [illegible] اى ولد سلك افيكون هذا يا عم الامنى فقلت صدقت جعلت فداك
[illegible] کافی) ترجمہ۔ علی بن جعفر صادق کا بیان ہے۔ کہ امام رضا کے بھائیوں اور ہم نے بھی
امام رضا سے کہا۔ کہ ہم میں کبھی کوئی امام حائل اللون (رنگ بدلا ہوا۔ سبز چہرہ) نہیں ہوا (جس
سے ان کی مراد یہ تھی کہ محمد تقی آپ کا بیٹا نہیں۔ صافی شرح کافی) امام رضا نے فرمایا۔ کہ یہ
میرا بیٹا ہے۔ وہ بولے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے (حضرت اسامہ کو ان کے والد
زید سے الحاق کرنے میں۔ صافی) علمائے قیافہ کے قول پر فیصلہ فرمایا تھا۔ پس ہمارے
اور آپ کے مابین علمائے قیافہ حکم ہیں۔ امام رضا نے فرمایا۔ کہ میں تو ان کو نہیں بلاتا۔ تم ان
کو بلا بھیجو۔ اور ان کو وہ مطلب نہ بتاؤ۔ جس کے لئے تم ان کو طلب کرتے ہو۔ اور وہ تمہارے
گھروں میں اتریں۔ جب علمائے قیافہ آئے۔ تو انہوں نے ہم کو باغ میں بٹھایا۔ اور امام
رضا کے چچوں بھائیوں اور بہنوں نے صف باندھی۔ اور امام رضا کو پکڑ کر پشم کا جبہ
اور اسی جنس کی ٹوپی پہنائی۔ اور ان کی گردن پر ایک کدال رکھ دیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ آپ
باغ میں داخل ہو جائیں۔ گویا کہ آپ اس میں کام کرتے ہیں۔ پھر وہ امام محمد تقی علیہ السلام
کو لائے۔ اور علمائے قیافہ سے کہا۔ کہ اس لڑکے کو اس کے باپ سے الحاق کرو۔
وہ بولے۔ کہ اس مجلس میں کوئی اس کا باپ نہیں ہے۔ لیکن یہ اس کے باپ کا چچا ہے۔
اور یہ اس کا چچا ہے۔ اور یہ اس کی پھوپھی ہے۔ اگر اس مکان میں کوئی اس کا باپ ہے۔
تو وہ باغ میں کام کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کی اور اس کی چال یکساں ہے۔ جب امام رضا
واپس ہوئے۔ تو علمائے قیافہ نے کہا کہ یہ اس کا باپ ہے۔ علی بن جعفر صادق کا قول
ہے۔ کہ یہ سن کر میں اٹھا۔ اور میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کا لعاب دہن چوسا۔ پھر میں نے
ان سے کہا۔ کہ آپ اللہ کے نزدیک میرے امام ہیں۔ امام رضا علیہ السلام رو پڑے
فرمایا۔ اے میرے چچا۔ کیا تو نے میرے باپ کو نہیں سنا کہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ میرا باپ فدا ہو۔ بہترین کنیزاں کے بیٹے۔ نوبیہ کے بیٹے
(محمد تقی) پر وہ نوبیہ جس کا منہ خوشبودار اور جس کا رحم برگزیدہ ہے۔ اور صاحب فساد
[illegible] جائے گا۔ کہ اعبس اور اس کی اولاد پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ وہ صاحب
[illegible] کو سالوں مہینوں، دنوں قتل کرے گا۔ اور ان کو ذلت چکھائے گا۔

Marfat.com

اور ان کو جام تلخ پلائے گا۔ اور وہ نوبیہ کا بیٹا دور کیا گیا بھگایا ہوا باپ دادے سبب مظلوم اور غائب ہو گا۔ (یہاں تک کہ) کہا جائے گا۔ کہ وہ مر گیا یا گمراہ ہو گیا کسی میں چلا گیا۔ اے میرے چچا کیا یہ (محمد تقی) میرے سوا کسی اور کا بیٹا ہو سکتا ہے میں عرض کیا۔ قربان جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔ انتہٰی +

اس قصے میں کئی امور غور طلب ہیں۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

اوّل۔ امام موسےٰ کاظم کثیر الاولاد تھے۔ ان کی اولاد کی تعداد اٹھارہ یا انیس لڑکے اور بیس لڑکیاں تھیں۔ (جنات الخلود) اور ایک قول میں تیئیس لڑکے اور سینتیس لڑکیاں بتائی جاتی ہیں۔ (بحر الجواہر للسید محمد باقر) یہ واقعہ ۱۹۵ھ ہجری کا ہے۔ جب کہ امام محمد تقی کی عمر دو سال کی تھی۔ اس وقت امام رضا کے بھائی اور بہنوں میں سے اکثر زندہ ہوں گے اور آپ کے چچوں میں سے محمد بن جعفر صادق اور علی بن جعفر صادق تو یقیناً زندہ تھے ان سب کا ایسے افترا پر متفق ہو جانا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔

دوم۔ امام رضا کو مالی کے بھیس میں باغ میں داخل کرنا پھر محمد تقی کو علمائے قیافہ پر پیش کرنا ایک ناٹک کا تماشا ہے۔ اس میں باپ بیٹے ہر دو کی توہین ظاہر ہے۔

سوم۔ امام رضا کا قول۔ کہ میں تو علمائے قیافہ کو نہیں بلاتا۔ اس امر پر مبنی ہے۔ کہ اہل علم قیافہ کا قول ان کے نزدیک معتبر نہ تھا۔ (صافی شرح کافی) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کا فیصلہ اسی طرح فرمایا تھا۔ اس میں جناب رسالتمآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی صریح مخالفت ہے۔

چہارم۔ جب علمائے قیافہ نے اپنا فیصلہ سنایا۔ تو امام رضا نے اس کی تائید میں ایک حدیث نبوی سنا دی۔ اگر واقعی یہ حدیث تھی۔ تو امام رضا نے پہلے ہی کیوں نہ سنا دی تاکہ کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہتی۔ اور باپ بیٹے کی توہین نہ ہوتی۔

پنجم۔ اس حدیث امام رضا میں بقول ملا خلیل شارح کافی اعمس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور صاحب قصہ سے مراد حکام چنگیزی ہیں امام محمد تقی کی تعریف کے ساتھ عباس و اولاد عباس کی مذمت کو کیا ربط۔ خلیفہ مامون عباسی نے سادات کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اپنی لڑکی ام الفضل کا نکاح امام محمد تقی سے کر دیا تھا۔ اور فدک اولاد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر رد کر دیا تھا۔ شیعہ

Marfat.com

[illegible] عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے خار کھائے ہوئے ہیں اس کی وجہ پہلے مذکور [illegible]

ششم اس حدیث میں جو الفاظ طرید شرید غائب امام محمد تقی کے لئے استعمال ہوئے ہیں [illegible] سے امام موصوف کی توہین عیاں ہے۔ ملا خلیل نے ان الفاظ کو شیعہ کے امام غائب علیہ [illegible]سلام پر چسپاں کرنے کی بے جا کوشش کی ہے۔

ہفتم۔ حدیث کے الفاظ الموتور بابیہ وجدہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ امام محمد [illegible] کے والد کی طرح دادا پر بھی کچھ افترا ہوگا جسکی تصریح نہیں کیگئی۔ قصہ زیر بحث دوسرے طریق سے بدین الفاظ [illegible] ہے در مناقب روئیت کردہ کہ حضرت جواد بسیار سبزہ و گندم گوں بود۔ بایں جہت بعضے [illegible] نمودند در فرزند رضا بودن او۔ و آنحضرت در خراسان بود۔ پس بنی عبد المطلب [illegible]یت کردند و قیافہ دانان را جمع کردند۔ و حضرت جواد را کہ در سن دو سالگی بود بر ایشاں [illegible]رض کردند۔ چوں قیافہ دانان را نظر بر آن حضرت افتاد بر رو در افتادند و سجدہ کردند۔ [illegible] از ان برخواستند و گفتند۔ واے بر شما مثل ایں ستارہ درخشاں و نور تاباں را [illegible] امثال ما اشخاص عرض مے کنید۔ بخدا قسم ایں حسب زکی زاہر و نسب مہذب طاہر است [illegible] از ستارگان زواہر و رحمہائے پاکیزہ طواہر بہم رسیدہ۔ بخدا قسم است نیست او مگر [illegible] امیر المومنین۔ پس آن طفل بزرگوار بزبانے برندہ تر از تیغ آبدار فرمود۔ حمد مر خدائے [illegible] کہ ما را از نور خود خلق کردہ و برگزیدہ است ما را از بریہ خود۔ و ما را امین بر وحی خود قرار [illegible]دہ۔ واے مردمان منم محمد بن علی رضا۔ پسر امام موسےٰ کاظم پسر امام جعفر صادق پسر [illegible] محمد باقر پسر امام علی سید العابدین پسر امام حسین شہید سید الشہدا پسر امیر المومنین [illegible] بن ابی طالب و پسر فاطمہؓ دختر محمد مصطفےٰ۔ در مثل منی شک مے آورید۔ و بر خدا و [illegible] افترا مے زنید۔ و مرا بر قیافہ داناں عرض مے کنید۔ بخدا کہ من بہتر از خود آن اشخاص [illegible] دانم آنچہ در دل خود پنہاں کردہ اند۔ و من داناتر مردمم بآنچہ بعد ازاں خواہد شد بعلمی [illegible] ایما عطا فرمودہ پیش ازان کہ عالم را تمام کند۔ و خدا را گواہ مے گیرم کہ اگر نہ [illegible]ت کہ مشرکاں و ذریہ کافراں و اہل بغی و عدوان ہجوم آوردہ اند بر ما و عالم را شک و [illegible] و شقاق گرفتہ است چیزے چندے کردم کہ اولین و آخرین از آن تعجب کنند و بعد [illegible] دست خود را بر سینہ گرفتہ گفت۔ یا محمد ساکت شو چنانچہ پدران تو ساکت شدند۔ و صبر

Marfat.com

کن۔ چنانچہ صبر کردند پیغمبران اولوالعزم۔ و تعجیل مکن کہ وعدہ خدائے از برائے ایشان نیست
مگر یک ساعت از روز کہ منقضی شود دولت ایشان و ہلاک شوند اہل بغی و عدوان۔ و بعد از آن
آمد و دست یک مرد را کہ در پہلوئے او بود گرفت و براہ افتاد و پا بر گردن ہمہ مردمیکہ در آنجا جمع
شدہ بودند گزارد و راہ مے داند باو۔ و بخدا قسم کہ مشایخ و بزرگان آل ابو طالب نظر مے کردند باو
و مے گفتند۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ و چوں ایں خبر بخراسان بحضرت رضا رسید
فرمود الحمد للہ کہ خدا بفرزند من شرف ابراہیم فرزند رسول خدا را داد و بمادر فرزندم شرف ماریہ
قبطیہ چہ او را نیز تہمت زدہ بودند۔ و تشکیک کردہ بودند۔ و بعد از ان ظاہر شد فساد تشکیک
ایشان و فرمود پسرم تاسی و اقتدا نمود بابراہیم فرزند رسول خدا (بحر الجواہر للسید محمد باقر مطبوعہ
ایران ۱۲۹۶ھ صفحہ ۴۴۷) ترجمہ۔ مناقب میں روایت ہے۔ کہ حضرت محمد تقی جواد بہت سبز
اور گندم گون تھے۔ اس وجہ سے بعضوں نے ان کے رضا کے بیٹے ہونے میں شک کیا۔
اس وقت امام رضا خراسان میں تھے۔ پس بنی عبد المطلب نے جمع ہو کر علمائے قیافہ کو بلا لیا
اور حضرت جواد کو جو دو سال کے تھے۔ ان پر پیش کیا۔ جب علمائے قیافہ کی نظر حضرت
پر پڑی۔ انہوں نے منہ کے بل گر کر سجدہ کیا۔ بعد ازاں اٹھ کر کہنے لگے۔ وائے تم پر ایسے
چمکتے ستارے اور روشن نور کو ہم سے اشخاص پر پیش کرتے ہو۔ خدا کی قسم یہ روشنی پاک
حسب اور پاک مہذب نسب ہے۔ جو روشن ستاروں اور پاک پاکیزہ رحموں سے بہم پہنچا
ہے۔ خدا کی قسم وہ بجز اولاد امیر المومنین نہیں ہے۔ پس اس بزرگوار لڑکے نے آب دار
تلوار سے زیادہ کاٹنے والی زبان سے فرمایا۔ حمد ہے خدا کے لئے جس نے ہم کو اپنے
نور سے پیدا کیا۔ اور اپنی خلقت میں سے ہم کو برگزیدہ کیا۔ اور ہم کو اپنی وحی کے امین قرار
دیا۔ اے لوگو میں ہوں محمد بن علی رضا بن امام موسےٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد
باقر۔ بن امام علی زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب
و فاطمہ بنت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ۔ تم مجھ سے بندے میں شک کرتے ہو۔ اور خدا
اور میرے دادا پر افتراء کرتے ہو۔ اور مجھے علمائے قیافہ پر پیش کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں خود
ان اشخاص سے بہتر ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ جو کچھ انہوں نے اپنے دل میں پوشیدہ کیا ہے
میں اس علم کے ساتھ جو خدا نے اس جہاں کی پیدائش کے پورا کرنے سے پہلے ہم کو عطا کیا
سب لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ اس امر کو جو اس کے بعد ہوگا۔ اور میں خدا کو گواہ

Marfat.com

[illegible] اگر یہ بات نہ ہو۔ کہ مشرکوں اور کافروں کی اولاد اور اصحاب بغاوت وستم نے ہم پر
[illegible] کیا ہوا ہے۔ [illegible] شک و شرک و مخالفت نے گھیرا ہوا ہے۔ تو میں چند ایسی چیزیں
[illegible] کہ اولین و آخرین ان سے تعجب کرتے۔ بعد ازاں حضرت جواد نے اپنا ہاتھ سینہ پر
[illegible] فرمایا۔ اے محمد چپ ہو جا۔ جیسا کہ تیرے آباؤ اجداد چپ ہو گئے۔ اور صبر کر جیسا کہ اولوالعزم
پیغمبروں نے صبر کیا۔ اور جلدی نہ کر۔ کیونکہ ان کے واسطے خدا کا وعدہ دن کی ایک ساعت
ہے کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اصحاب بغاوت وستم ہلاک ہو جائیں گے
بعد ازاں حضرت نے آکر ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جو آپ کے پہلو میں تھا۔ اور راستہ لیا
جو لوگ وہاں جمع تھے آپ نے ان سب کی گردن پر پاؤں رکھا۔ وہ آپ کو راستہ دیتے
تھے۔ خدا کی قسم آل ابو طالب کے بزرگ و مشایخ آپ کو دیکھ کر کہتے تھے اللہ اعلم حیث
یجعل رسالتہ جب یہ خبر حضرت رضا کو خراسان میں پہنچی۔ فرمایا۔ الحمد للہ کہ خدا نے میرے
بیٹے کو رسول خدا کے صاحبزادے ابراہیم کا شرف بخشا۔ اور میرے بیٹے کی والدہ کو ماریہ
قبطیہ کا شرف عطا کیا۔ کیونکہ حضرت ماریہ پر بھی لوگوں نے تہمت لگائی تھی۔ اور شک کیا تھا
اور بعد ازاں ان کے شک کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا تھا۔ اور فرمایا کہ میرے بیٹے نے ابراہیم فرزند
رسول خدا کی پیروی کی۔ انتہے۔ یہ روایت کافی کی روایت کے معارض ہے۔ کیونکہ جب
امام رضا اس موقع پر حاضر ہی نہیں۔ تو ان کا علمائے قیافہ کے بلانے سے انکار کرنا اور
[illegible] کے بھیس میں باغ میں داخل کیا جانا اور پھر علمائے قیافہ کے فیصلہ کو حسب مراد پا کر اس
کی تائید میں ایک حدیث سنانا یہ سب غلط ٹھیرتا ہے۔ مگر روایت مناقب بھی اعتراض سے
خالی نہیں۔ کیونکہ باپ کی عدم موجودگی میں علمائے قیافہ کا دو سال کے بچے کو اس کے باپ
سے الحاق کرنا متعذر ہے۔ اور فیصلہ کے بعد اسی دو سالہ لڑکے سے وہ تقریر منسوب کرنا جو
امام شیعہ کے مطابق ہے شیعی یاروں کی ایجاد ہے۔ ایسی روایتیں محض توہین و تذلیل
اہلبیت کے لئے وضع کی گئی ہیں +

امام محمد تقی کی زندگی میں ۲۰۷ھ ہجری میں عبد الرحمن بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن
علی بن ابی طالب نے امامت کے دعوے کے ساتھ یمن میں خروج کیا۔ اسی طرح
[illegible] ہجری میں محمد بن قاسم بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے خراسان
[illegible] کا دعوے کیا۔ (تاریخ کامل لابن اثیر) +

Marfat.com

امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام علی نقی آٹھ برس کے تھے۔ کہ ان کے والد امام محمد تقی نے وفات پائی وفات کے وقت (دیکھو اصول کافی۔ باب الاشارۃ والنص علی ابی الحسن الثالث ص۲۰۱) محمد تقی نے پیام آور کے ذریعے خیران زاکانی کو جو آپ کے در دولت کا ملازم تھا خلوت میں یہ کہلا بھیجا۔ کہ میرے بعد میرا بیٹا علی نقی امام ہے۔ احمد بن محمد بن عیسےٰ جو آپ کی بیماری کا حال دریافت کرنے آیا کرتا تھا۔ اس پیام کو دیوار کے پیچھے سے سن لیا۔ جب پیام آور چلا گیا۔ تو احمد نے خیران سے پوچھا۔ کہ وہ پیام آور کیا کہ گیا۔ خیران نے کہا۔ خیر ہے۔ احمد نے کہا۔ مجھ سے کیوں چھپاتے ہو۔ میں نے سب سن لیا ہے۔ اس پر خیران نے کہا۔ کہ تو نے خلاف قرآن تجسس کیا ہے۔ مگر تو اس شہادت کو یاد رکھنا۔ شاید کسی روز ہمیں اس کی ضرورت پڑے اور قبل از وقت کسی سے نہ کہنا۔ بعد ازاں خیران نے مضمون پیام دس رقعوں میں لکھکر اور ان پر مہر لگا کر شیعہ میں سے دس مشہور اشخاص کے حوالہ کر دیا۔ جب امام محمد تقی نے وفات پائی۔ تو سرداران شیعہ امامیہ محمد بن فرج کے ہاں جمع ہو کر امامت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ وہاں خیران کو طلب کیا گیا۔ اور وہ دس اشخاص بھی بلائے گئے۔ خیران نے رقعوں کا مضمون کھول کر سنایا۔ اور کہا کہ امام محمد تقی نے مجھے اس امر پہ مامور کیا تھا۔ اس پر بعض نے خیران سے کہا۔ کہ تمہارے ساتھ کوئی اور گواہ ہونا چاہیئے۔ خیران نے کہا۔ کہ احمد بن محمد بن عیسےٰ گواہ ہے۔ جب احمد مذکور سے دریافت کیا گیا۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہ دیا کہ میں نے کچھ نہیں سنا۔ خیران نے مباہلہ کی دھمکی دی۔ تو کہ دیا کہ میں نے یہ مضمون سنا ہے۔ کیا ایسی روایت سے امامت ثابت ہو سکتی ہے +

امام علی نقی کا قول اس کتاب کے پہلے حصہ میں آچکا ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ علی نقی کی زندگی میں ۲۵۵ھ میں ابوالحسین یحییٰ بن عمر علوی نے کوفہ میں امامت کے دعوے کے ساتھ خروج کیا۔ اور کوفہ پر قابض ہو گیا۔ اسی سال حسن بن زید علوی (متوفی ۲۷۰ھ) نے طبرستان میں امامت کا دعوےٰ کیا۔ اور طبرستان

Marfat.com

طبرستان پر قابض ہو گیا۔ حسن مذکور کے بعد اس کے بھائی محمد بن زید نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور دیلم پر قابض ہو گیا۔ طبرستان میں حسن کے بعد حسن بن علی حسنی معروف بہ اطروش بعد اس کے بیٹے نے پھر حسن بن قاسم حسنی نے امامت کا دعوے کیا ۲۵۰ھ حسین بن احمد بن عیسیٰ علوی اور ادریس بن موسیٰ علوی رے میں اور کرکی علوی یعنے حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب قزوین میں امامت کے مدعی ہوئے +

امام حسن عسکری و امام محمد مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہما

امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک حسن عسکری گیارہویں امام ہیں۔ ان کی زندگی میں ۲۵۶ھ میں ابن الصوفی علوی نے مصر میں اور علی بن زید علوی نے کوفہ میں امامت کے دعوے کے ساتھ خروج کیا۔ (کامل ابن اثیر) حسن عسکری کے بعد حسب عقیدہ اثنا عشریہ ان کے بیٹے محمد بارہویں امام اور مہدی منتظر ہیں۔ مگر جعفریہ کہتے ہیں۔ کہ حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر بن علی نہی امام ہیں۔ کیونکہ حسن عسکری کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اسی وجہ سے ان کی میراث جعفر مذکور کو ملی۔ اثنا عشریہ نے محمد مہدی کے جو حالات لکھے ہیں۔ ان سے جعفریہ کے قول کی تردید تو یقیناً تائید ہوتی ہے۔ ہم ذیل میں ان حالات کو بطریق اختصار بیان کرتے ہیں۔

زیر بحث محمد مہدی کی والدہ کا نام بنابر قول اصح نرجس بتایا جاتا ہے۔ جو یشوعا بن قیصر روم کی دختر اور شمعون حواری عیسےٰ کی نسل سے تھی۔ نرجس کا اصلی نام ملیکہ تھا۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مع ائمہ کرام ملیکہ کے خواب میں تشریف لانا۔ اور خواب ہی میں اس کو مسلمان کرنا اور امام حسن عسکری سے نکاح کر دینا۔ پھر امام حسن کا خواب میں ملیکہ کو بتانا کہ فلاں روز فیصلہ لشکر اسلام سے جنگ کرے گا۔ تو پہنچے تمیں اسیران جنگ میں شامل کر دینا۔ یہ سب خواب پریشان کی باتیں ہیں۔ جنکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس طرح ملیکہ اسیر ہو کر بغداد پہنچتی ہے۔ اور اپنا نام نرجس رکھتی ہے۔ جو کنیزوں کے لئے موزون ہے۔ امام نفی بشیر بن سلیمان کو مامور کرتے ہیں۔ وہ دو سو بیس اشرفی کے عوض ملیکہ کو خرید لاتا ہے۔ اور امام کی خدمت

Marfat.com

میں پیش کر دیتا ہے۔ (حق الیقین و حیات القلوب) سید محمد باقر موسوی مجلسی
وغیرہ کی نسبت یوں لکھتا ہے۔ و کمال الدین از محمد بن عبداللہ مطہری روایت کردہ
گفت۔ رفتم نزد حکیمہ خاتون بعد از وفات ابو محمد و از او پرسیدم حجت خدا امروز کیست
و بیان کردم چیزے را کہ از اختلاف مردم بہم رسیدہ است۔ فرمود بنشین۔ چون بنشستم
گفت۔ خدائے تعالیٰ ہرگز زمین خود را از حجت ناطق و صامت خالی نگذاشتہ مرا
و امامت بعد از امام حسن و امام حسین علیہما السلام در دو برادر قرار نہ دادہ از برائے ہیں کہ نظیر
شود کہ عدیلے و نظیرے از برائے ایشان نیست۔ کہ مثل ایشان باشد۔ بلکہ اولاد حسین
بر اولاد حسن تفضیل داد چنانچہ اولاد ہارون را بر اولاد موسیٰ ترجیح داد۔ باوجود این کہ
موسیٰ بود۔ و فضیلت امامت از برائے اولاد امام حسین است تا روز قیامت۔ و امت را
باید حیرتے دست دہد کہ سعید و شقی و نیک و بد در بوتہ امتحان در آیند۔ و در ان حیرت
باید نیک از بد امتیاز یابد۔ و بعد از وفات ابو محمد نیز ہمان حیرت واقع شدہ و این اختلافات
دست دادہ۔ راوی گوید کہ عرض کردم اے خاتون من از برائے امام حسن عسکری اولادے
باقی ماندہ۔ پس تبسمے کردو گفت۔ اگر عقبے از برائے او نباشد زمین خالی از حجتے خواہد بود۔ و
بغیر از حسنین امامت در دو برادر قرار نگرفت۔ گفتم پس اے سیدۂ من شرح کن از برائے ما
کیفیت ولادت مولائے مرا و طریق غائب شدن او را۔ فرمود جاریہ داشتم کہ نام او نرجس
بود۔ روزے پسر برادرم ابو محمد بزیارت من آمد۔ و بسیار نگاہہائے خیرہ بنرجس نمود۔
گفتم اے آقائے من شاید میلے باو بہم رسانیدہ باشی بفرستم او را از برائے تو۔ فرمود
مرا سے عمہ تعجب دارم ازین کہ باید از شکم این جاریہ مولودے بہ بیرون آید۔ کہ زمین را پر از
عدالت کند بعد از انکہ از ظلم و جور پر شدہ باشد۔ گفتم پس بفرستم او را۔ فرمود از پدرم
ابوالحسن اذن بخواہ۔ پس رختہائے خود را پوشیدم۔ و رفتم بمنزل برادرم ابوالحسن و چون
سلام دادم و نشستم۔ ابتدا نمود آنحضرت بمن و فرمود نرجس را از برائے پسرم ابو محمد
بفرستی۔ گفتم از برائے ہمین آمدم کہ از تو اذن بخواہم۔ فرمود خوشا بحال تو کہ دن مبارکے ہستی
از ما اہل بیت و خدائے تعالیٰ مقدر کردہ کہ تو شریک کند درین نعمت عظمیٰ۔ حکیمہ گوید
چون برگشتم بمنزل خود۔ نرجس را آرائش کردم و در خانہ خود او را با ابو محمد دادم۔ و آنحضرت
چند روز نزد من ماندہ بعد ازان رفت بخانہ والد ماجدش نرجس را نیز فرستادم۔

Marfat.com

ازین مقدمہ گذشت کہ ابوالحسن از دنیا رفت و ابو محمد بجائے او نشست و بہمان نسبت کہ
اورا زیارت مے کردم ابو محمد را نیز زیارت مے کردم۔ پس روزے رفتم بزیارت ابو محمد و تمام
روز نزد او بودم۔ چون شب خواستم بروم۔ فرمود اے عمہ امشب نزد ما بمان کہ دراین شب
مولودے از من متولد مے شود کہ قدر او پیش خدا بسیار باشد و زمین مردہ را زندہ سازد
پرسیدم از کہ متولد مے شود۔ فرمود از نرجس۔ گفتم من در نرجس اثر حملے نمے بینم۔ فرمود
ازیں ہمیں نرجس نہ از دیگرے۔ پس جستم از جائے خود۔ ورفتم بنزد نرجس۔ و نہایت
وقت و تامل در شکم و پشت او کردم۔ و اصلا اثر حملے ندیدم۔ برگشتم و عرض کردم با ابو محمد
کہ اثر حملے در او ندیدم۔ آنحضرت خندید و فرمود۔ اول صبح اثر حمل ظاہر شود۔ و طفل متولد
گردد چہ مثل او مثل مادر موسےٰ است کہ حمل او ظاہر نشد و ہیچ کس نادانست کہ حاملہ است۔
تا عین زائیدن بعلت آنکہ فرعون شکم زنان حاملہ را مے شگافت بجہت تفحص موسےٰ۔ و این
فرزند من نظیر موسےٰ مے باشد۔ حکیمہ گوید دران شب بخوابیدم۔ و انتظار کشیدم تا
ہنگام طلوع صبح و نرجس در پہلوئے من خوابیدہ بود۔ در کمال آرام۔ چون صبح شد جست از
جا در نہایت فزع و خوف او را بسینہ خود چسپانیدم۔ و بسم اللہ گفتم۔ ناگاہ ابو محمد از
اطاق دیگر صدا زد کہ سورہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر را بخوان۔ و بر او بدم۔ پس من انا انزلناہ
مے خواندم۔ و بر او مے دمیدم۔ پس پرسیدم ترا چہ مے شود گفت آنچہ مولا۔ اے من
خبر داد ظاہر شد و من انا انزلناہ مے خواندم۔ و آن طفل نیز در رحم با من موافقت مے نمود
در قراءت۔ و سلام کرد بر من پس ترسیدم کہ ناگاہ صدائے ابو محمد رسید کہ اے عمہ
ترس و تعجب مدار۔ از امر خدائے کہ حق تعالےٰ در طفولیت زبان ما را گویا حکمت مے سازد
و بزرگی حجت بر خلق مدا مے گرداند۔ ہنوز سخن ابو محمد تمام نشدہ بود کہ دیدم نرجس از میان
پیدا شد و گویا پردہ در پیش چشم من کشیدہ شد۔ پس بر خاستم و دویدم در
تا بیک ابو محمد بود کہ او را خبر کنم و فریاد مے زدم۔ کہ نرجس را بردند کہ ناگاہ صدائے او شنیدم
کہ مے گوید اے عمہ برگرد بجائے خود و اضطراب مکن کہ او را مے بینی۔ پس برگشتم و دیدم
کہ دیدم نرجس بر سر جائے خود نشستہ و چنان نوزے با و احاطہ کردہ کہ چشم را خیرہ مے کند
و طفلے خود صاحب الامر را دیدم کہ بسجدہ رفتہ و انگشتان سبابہ خود را رو بآسمان
مے گوید۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ

Marfat.com

وان ابی امیر المومنین - و یک یک از ائمہ را شمردتا بخودش رسید گفت - اللھم انجز
وعدی و اتمم لی امری و ثبت وطاتی و املا الارض بی عدلا و قسطا - پس حضرت امام حس
فریاد زد کہ اے عمہ اورا بردار و نزد من آر - پس او را برداشتم و بردم - وہمیں کہ برابر پدر
رسید سلام کرد و آن حضرت از من گرفت و دیدم مرغان سفید چنانکہ بر بالائے سر آن
بال مے زدند - پس بیکے از مرغان گفت بگیر این طفل را و نزد خود نگاہ دار و بعد از چہل روز
از برائے من بیار اورا و نیکو پرستاری و محافظت کن اورا - پس آن مرغ اورا گرفت - و
بآسمان پرواز نمود - و سائر مرغان از عقب او رفتند و ابو محمد مے گفت - استودعک
اللذی استودعتہ ام موسے - پس نرجس بگریہ در آمد - برادر زادہ ام گفت گریہ مکن و ساک
شو کہ شیر بر او حرام است مگر از پستان تو و بتو برخواہد گشت - چنانچہ موسے بمادرش برگشت
چنانچہ در قرآن مجید فرمودہ فرددناہ الی امھا کی تقر عینھا ولا تحزن - حکیمہ گوید پرسیدم
آن مرغ چہ بود - فرمود روح القدس بود کہ موکل است بائمہ و ایشان را تربیت مے کند
بعلم و حکمت و متوجہ توفیق و تائید ایشان است - حکیمہ گوید بعد از چہل روز پسر برادرم فرستاد
از عقب من - چون رفتم - دیدم طفلے در پیش روئے او راہ میرود - عرض کردم کہ این دو سالہ
مے نماید - خندید و فرمود - اولاد انبیاء و اوصیا ہر گاہ ائمہ شدند بخلاف دیگر انند و طفل ما چون
یک ماہہ مے شود مثل یک سالہ دیگر انست - و مادر شکم مادر سخن مے گوئیم - و قرآن میخوانیم
و عبادت پروردگار مے کنیم - و در شیر خوارگی ملائکہ فرمان بردار ما مے باشند - و ہر صبح و ہر
شام بر ما نازل مے شوند - (بحر الجواہر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۷۰ - ۴۷۱) - ترجمہ - کمال الدین
محمد بن عبداللہ مطہری سے روایت ہے - کہ میں امام حسن عسکری کی وفات کے بعد حکیمہ
خاتون کے پاس گیا - اور اس سے پوچھا کہ حجت خدا آج کون ہے - اور میں نے وہ اختلاف
بیان کر دیا - جو لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا - حکیمہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ - جب میں بیٹھ گیا -
ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی زمین کو کبھی حجت ناطق و صامت سے خالی نہیں رکھا
اور نہ رکھے گا - اور سوائے حسنین علیہما السلام کے دو بھائیوں میں امامت قرار نہیں
دی تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کوئی ان کا عدیل و نظیر نہیں جو ان کی مثل ہو - بلکہ اولاد حسین کو اولاد
حسن پر فضیلت دی - جیسا کہ اولاد ہارون کو اولاد موسے پر ترجیح دی - باوجودیکہ ہارون
موسے کی رعیت تھے - اور امامت کی فضیلت روز قیامت تک امام حسین کی اولاد

Marfat.com

لئے ہے۔ امت کو حیرت ہونی چاہیئے کہ سعید و شقی اور نیک و بد امتحان کی کٹھالی میں آئیں اور اس حیرت میں نیک و بد میں امتیاز ہو جائے۔ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد بھی یہی حیرت وقوع میں آئی۔ اور یہ اختلافات پیدا ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی۔ اے میری خاتون کیا حسن عسکری سے کوئی اولاد باقی ہے۔ حکیمہ نے بحالت تبسم فرمایا کہ اگر ان کے ہاں اولاد نہ ہو۔ تو زمین حجت سے خالی ہو گی۔ اور سوائے حسنین کے دو بھائیوں میں امامت قرار نہیں پائی۔ میں نے عرض کی۔ اے میری سردار تب مجھ سے میرے آقا کی ولادت اور ان کے غائب ہونے کی کیفیت بالتفصیل بیان فرما دے۔ یہ سن کر حکیمہ نے فرمایا۔ کہ میرے ہاں ایک کنیز تھی جس کا نام نرجس تھا۔ ایک دن میرا بھتیجا امام حسن عسکری مجھ سے ملنے آیا۔ اس نے نرجس کی طرف بہت حیرت کی نگاہیں کیں۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا! شائد نرجس کی طرف آپ کا میلان ہو گیا ہے۔ کیا میں اسے آپ کے لئے بھیج دوں فرمایا۔ نہ اے پھوپھی! مجھے تعجب ہے۔ کہ اس کنیز کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ جو زمین کو ظلم و جور سے پر ہونے کے بعد عدل سے پر کر دے گا۔ میں نے عرض کی۔ تو کیا میں اسے بھیج دوں۔ فرمایا کہ میرے باپ امام نقی سے اجازت طلب کیجئے۔ لہٰذا میں اپنے کپڑے پہن کر اپنے بھائی امام نقی کے ہاں پہنچی۔ جب میں سلام کر کے بیٹھ گئی۔ تو حضرت نے مجھ سے کلام شروع کیا۔ اور فرمایا کہ نرجس کو میرے بیٹے حسن عسکری کے واسطے لے جاؤ میں نے عرض کی۔ کہ میں اسی مطلب کے لئے آئی ہوں کہ آپ سے اجازت لے لوں فرمایا۔ تیرا حال بہت اچھا ہے۔ تو ہم اہلبیت میں سے مبارک عورت ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے مقدر کر دیا ہے۔ کہ تجھے اس نعمت عظمیٰ میں شریک کرے۔ حکیمہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آئی۔ تو میں نے نرجس کو آراستہ کیا۔ اور اپنے گھر میں اسے حسن عسکری کے حوالہ کیا۔ حضرت چند روز میرے پاس رہے۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد کے گھر تشریف لے گئے۔ میں نے نرجس کو بھی بھیج دیا۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا کہ امام نقی نے دنیا سے انتقال فرمایا۔ اور حسن عسکری ان کے جانشین ہوئے میں جس طرح امام نقی کی زیارت کیا کرتی تھی۔ اسی طرح حسن عسکری کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک روز میں آپ کی زیارت کو گئی۔ اور سارا دن آپ کی خدمت میں رہی۔ جب شام کو واپس آنے لگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھوپھی! آج کی رات، ہمارے پاس رہو کیونکہ

Marfat.com

اس رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔جس کی قدر خدا کے نزدیک بہت ہو گی۔ وہ مردوں کو زندہ کر دے گا۔میں نے پوچھا۔ کہ کس سے پیدا ہو گا۔ فرمایا۔ زجس سے۔ میں نے عرض کی کہ میں زجس میں حمل کی کوئی علامت نہیں پاتی۔ فرمایا۔ اسی زجس سے نہ کسی اور سے۔ پس میں اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ اور زجس کے پاس گئی۔ اور اس کے پیٹ اور پیٹھ میں نہایت غور و تامل کیا۔ مگر حمل کی کوئی علامت بالکل نہ پائی۔ میں نے لوٹ کر عرض کی۔ اے حسن میں نے اس میں حمل کا کوئی نشان نہیں پایا۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا۔ کہ علی الصباح حمل کا نشان ظاہر ہو جائے گا۔ اور لڑکا پیدا ہو گا۔ کیونکہ زجس کا حال موسےٰ کی والدہ کی مانند ہے جس کا حمل ظاہر نہ ہوا۔ اور کسی نے تولد کے وقت تک نہ جانا کہ حاملہ ہے۔ اس لئے کہ فرعون موسیٰ کی تلاش میں حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑتا تھا۔ میرا یہ لڑکا موسےٰ کی مثل ہو گا۔ حکیمہ کا بیان ہے۔ کہ میں اس رات نہ سوئی۔ اور طلوع صبح تک انتظار کرتی رہی۔ اور زجس نہایت آرام سے میرے پہلو میں سوئی ہوئی تھی۔ جب صبح ہوئی۔ تو زجس نہایت خوف اور ڈر سے چونک اٹھی۔ میں نے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور بسم اللہ پڑھی۔ کہ اتنے میں اچانک حسن نے دوسرے کمرے سے آواز دی۔ کہ سورہ قدر پڑھکر اسے دم کر دو۔ پس میں سورہ قدر پڑھکر اسے دم کرتی تھی۔ میں نے زجس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوتا ہے۔ وہ بولی کہ جو کچھ میرے آقا نے خبر دی تھی وہ ظاہر ہو گیا۔ اور میں سورہ قدر پڑھ رہی تھی۔ اور وہ لڑکا بھی ماں کے رحم میں میرے ساتھ وہی سورت پڑھ رہا تھا۔ اس لڑکے نے مجھے سلام کیا۔ میں ڈر گئی۔ کہ اچانک حسن عسکری کی آواز آئی۔ کہ۔ اے پھوپھی! ڈر مت۔ اور امر الٰہی سے تعجب نہ کر کہ خدا تعالےٰ بچپن میں ہماری زبان کو حکمت کے ساتھ گویا کر دیتا ہے۔ اور بزرگی میں اپنی مخلوقات پر حجت بنا دیتا ہے۔ ابھی حسن کا کلام تمام نہ ہوا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ زجس میری نظر سے غائب ہو گئی۔ گویا میری آنکھ کے سامنے پردہ گرا دیا گیا۔ میں اٹھ کر اس کمرے کی طرف دوڑی جس میں حسن عسکری تھے۔ تاکہ ان کو خبر دوں۔ میں فریاد کرتی تھی۔ کہ زجس کو لے گئے۔ ناگاہ حضرت کی آواز آئی کہ۔ اے پھوپھی اپنی جگہ پر واپس جا۔ اور گھبرا مت۔ تو اسے موجود پائے گی۔ میں واپس آئی اور ایک دقیقہ نہ گزرا۔ کہ میں نے دیکھا کہ زجس اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی ہے اور اسے ایسے نور نے گھیرا ہوا ہے کہ جس سے آنکھ چندھیا جاتی ہے۔ اور میں نے اپنے آقا (محمد مہدی) کو دیکھا۔ کہ سجدے میں گرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی سبابہ انگلیوں کو آسمان

Marfat.com

کی طرف اٹھا کر یہ پڑھ رہے ہیں۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ اور کہہ رہے ہیں کہ میرا باپ امیر المومنین ہے۔ اور ائمہ میں سے ایک ایک کا نام لے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب اپنا نام آتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے۔ وہ پورا کر دے۔ اور میرے امر کو پورا کر دے۔ اور میرا قدم ثابت رکھ۔ اور میرے ذریعے زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے۔ پس امام حسن نے چلا کر فرمایا کہ۔ اے پھوپھی! اسے میرے پاس اٹھا لا۔ میں اس کو اٹھا کر لے گئی۔ اس نے اپنے والد کے پاس پہنچتے ہی سلام کیا۔ حضرت نے اس کو مجھ سے لے لیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ چند سفید پرندے اس لڑکے کے سر پر منڈلا رہے ہیں حضرت نے ان میں سے ایک پرندے سے فرمایا۔ کہ اس لڑکے کو لو۔ اور اپنے پاس رکھو۔ اور چالیس دن کے بعد میرے پاس لاؤ۔ اس کی خدمت و حفاظت اچھی طرح کرو۔ وہ پرندہ اس لڑکے کو لے کر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ باقی پرندے اس کے پیچھے چلے گئے۔ اور امام عسکری یہ فرما رہے تھے۔ کہ میں تجھ کو اس ذات کے سپرد کرتا ہوں۔ جس کے سپرد موسےٰ کو ماں نے کیا تھا۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگی۔ میرے بھتیجے نے کہا۔ عمت چپ رہ۔ کیونکہ بجز تیرے پستان کے اور دودھ اس پر حرام ہے۔ وہ تیرے پاس آجائے گا۔ جیسا کہ موسیٰ اپنی ماں کے پاس آگئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالےٰ ہے "پس ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف واپس کر دیا۔ تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے۔ اور غم نہ کرے"۔ حکیمہ کا قول ہے۔ کہ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ وہ پرندہ کیا تھا۔ فرمایا۔ روح القدس تھا۔ جو اماموں پر موکل ہے۔ اور علم و حکمت سے ان کی تربیت کرتا ہے۔ اور ان کی تائید و توفیق کی طرف متوجہ ہے۔ حکیمہ کا بیان ہے۔ کہ چالیس روز کے بعد میرے بھتیجے نے مجھے بلا بھیجا۔ جب میں گئی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ایک لڑکا حضرت کے آگے پاؤں چلتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ یہ دو سال کا معلوم ہوتا ہے۔ ہنس کر فرمایا۔ کہ انبیا و اوصیا کی اولاد جب امامت ہوتی ہے۔ تو دوسروں کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا بچہ جب ایک مہینہ کا ہوتا ہے۔ تو دوسروں کے یکسالہ بچے کی مانند ہوتا ہے۔ ہم ماں کے پیٹ میں بات کرتے ہیں۔ اور قرآن پڑھتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں۔ اور شیر خوارگی میں فرشتے ہمارے فرماں بردار ہوتے ہیں۔ اور ہر صبح و شام ہم پر نازل ہوتے ہیں۔ انتہے۔

ناظرین غور فرمائیں۔ کہ ظالموں نے کس طرح قرآنی فقرہ کی مدد سے یہ سارا افسانہ

Marfat.com

گھڑا ہے۔ محمد مہدی کی پیدائش ۲۵۶ھ میں یا ایک سال قبل بیان کی جاتی ہے۔ امام حسن عسکری (متوفی ۲۶۰ھ ہجری) کی وفات کے وقت خلیفہ وقت کی طرف سے جو کارروائی عمل میں آئی وہ اصول کافی میں بروایت احمد بن عبیداللہ بن خاقان جو خلیفہ معتمد عباسی کا وزیر مال تھا۔ یوں مذکور ہے:۔ ولقد ورد علی السلطان واصحابه فی وقت وفاة الحسن بن علی ما تعجبت منه ومما ظننت انه یکون وذلك انه لما اعتل بعث الی ابی ان ابن الرضا قد اعتل فرکب من ساعته فبادر الی دار الخلافة ثم رجع مستعجلا ومعه خمسة من خدم امیر المومنین کلهم من ثقاته وخاصته فیهم مخریر فامرهم بلزوم دار الحسن وتعرف خبره وحاله وبعث الی نفر من المتطببین فامرهم بالاختلاف الیه وتعاهده صباحا ومساء فلما کان بعد ذلك بیومین او ثلاثة اخبر انه قد ضعف فامر المتطببین بلزوم داره وبعث الی قاضی القضاة فاحضره مجلسه وامره ان یختار من اصحابه عشرة ممن یوثق به فی دینه وامانته وورعه فاحضرهم فبعث بهم الی دار الحسن وامرهم بلزومه لیلا ونهارا فلم یزالوا هناك حتی توفی علیه السلام فصادت سر من رای ضجة واحدة وبعث السلطان الی داره من فتشها وفتش حجرها وختم علی جمیع ما فیها وطلبوا اثر ولده وجاؤا ابنساء یعرفن الحمل فدخل علی جواریه ینظرن الیهن فذکر بعضهن ان هناك جاریة بها حبل فجعلت فی حجرة ووکل بها خدم واصحابه ونسوة معهد ثم اخذ وبعد ذلك فی تهیئة و عطلت الاسواق وترکبت بنوهاشم والقواد والی وسائر الناس الی جنازته فکانت سر من رای یومئذ شبیها بالقیمة فلما فرغوا من تهیئته بعث السلطان الی ابی عیسی بن المتوکل فامره بالصلوٰة علیه فلما وضعت الجنازة للصلوٰة علیه دنا ابو عیسی منه فکشف عن وجهه فعرضه علی بنی هاشم من العلویة والعباسیة والقواد والکتاب والقضاة والمعدلین وقال هذا الحسن بن علی بن محمد بن الرضا مات حتف انفه علی فراشه حضره من حضره من خدم امیر المومنین وثقاته فلان وفلان ومن القضاة فلان وفلان ومن المتطببین فلان وفلان ثم غطی وجهه وامر بحمله فحمل من وسط داره ودفن فی البیت الذی دفن فیه ابوه فلما دفن اخذ السلطان والناس فی طلب ولده وکثر التفتیش فی المنازل والدور ولم یقفوا عن قسمة میراثه ولم یزل

Marfat.com

الذین وکلوا بحفظ الجاریۃ التی توھم علیھا الحمل لا زمین حتی تبین بطلان الحمل عنھن فلما بطل الحمل عنھن قسم میراثہ بین امہ واخیہ جعفر وادعت امہ وصیتہ وثبت ذلک عند القاضی (اصول کافی صفحہ ۳۲۵)۔ ترجمہ بے شک تحقیق خلیفہ معتمد علی اللہ اور اس کے یاروں پہ امام حسن بن علی کی وفات کے بعد ایک واقعہ وقوع میں آیا۔ کہ جس سے میں نے تعجب کیا۔ مجھے گمان نہ تھا۔ کہ وہ واقعہ وقوع میں آئے گا۔ وہ یہ ہے کہ جب امام حسن بن علی بیمار ہوئے تو بادشاہ نے میرے باپ عبید اللہ وزیر کو بلا بھیجا۔ کہ ابن الرضا (حسن عسکری) بیشک بیمار ہو گئے۔ پس میرا باپ اسی وقت سوار ہو کر جلدی خلیفہ کے گھر پہنچا۔ اور پھر جلدی واپس آیا۔ اور اس کے ساتھ امیر المومنین معتمد علی اللہ کے پانچ نوکر تھے۔ جو اس کے ثقات وخواص میں سے تھے۔ ان پانچوں میں سخریہ بھی تھا۔ میرے باپ نے ان کو حکم دیا۔ کہ حسن عسکری کے گھر کے دروازے پہ حاضر رہو۔ اور اس کی خبر رکھو۔ اور اس کا حال دریافت کرتے رہو۔ اور طبیبان حاذق کی ایک جماعت کو بلوا کر حکم دیا۔ کہ حسن عسکری کے پاس آمد و رفت رکھو۔ اور صبح و شام ان کی خبر لیتے رہو۔ جب اس پہ دو تین روز گذر گئے۔ تو میرے باپ کو خبر دی گئی۔ کہ حسن کمزور ہو گئے ہیں۔ پس آپ نے ان طبیبوں کو حکم دیا۔ کہ حسن کے گھر کے دروازے پہ حاضر رہو۔ اور قاضی القضاۃ کو بلا بھیجا۔ اور اس کو اپنی مجلس میں حاضر کر کے حکم دیا۔ کہ تم اپنے یاروں میں سے ایسے دس شخص انتخاب کر لو۔ جن کی دیانت و امانت و پرہیزگاری پہ لوگوں کو اعتماد ہو۔ قاضی نے ایسے اشخاص کو حاضر کیا۔ میرے باپ نے قاضی کو ان کے ساتھ حسن عسکری کے گھر کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا کہ رات دن ان کے پاس حاضر رہو۔ وہ وہیں حاضر رہے۔ یہاں تک کہ حسن عسکری علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور سر من رای نالہ و فغان بن گیا۔ خلیفہ معتمد نے امام موصوف کے گھر میں ایک جماعت کو بھیجا۔ جنہوں نے گھر کی اور گھر کے حجروں کی تلاشی لی۔ اور جو کچھ گھر میں تھا اس پر مہر لگا دی۔ اور حسن کے لڑکے کے لئے جستجو کی۔ اور وہ عورتیں بلائی گئیں۔ جو حمل کی شناخت کر سکتی تھیں۔ وہ امام کی کنیزوں پہ داخل ہوئیں۔ اور انہیں دیکھتی تھیں۔ بعض عورتوں نے ذکر کیا کہ یہاں ایک کنیز ہے۔ جس کو حمل ہے۔ وہ کنیز حجرے میں کر دی گئی۔ اور اس پہ سخریہ خادم اور اس کے ساتھی اور عورتیں مقرر کر دی گئیں۔ بعد ازاں

Marfat.com

غسل وکفن کی تیاری کی گئی - اور بازار بند ہو گئے - اور بنو ہاشم اور سردار اور میرا باپ اور باقی لوگ جنازے کے لئے سوار ہو گئے - اس روز سامرہ قیامت کی مانند ہو گیا - جب امام کے غسل وکفن سے فارغ ہوئے - تو خلیفہ نے ابو عیسٰے بن متوکل کو بلوا کر حکم دیا - کہ نماز جنازہ پڑھاؤ - جب نماز کے لئے جنازہ (صحن میں) رکھا گیا تو ابو عیسٰے اس کے قریب ہوئے - اور امام کا منہ کھول کر بنو ہاشم یعنے اولاد علی و اولاد عباس اور سرداروں اور محرروں اور قاضیوں اور مسلم العدالت لوگوں کو دکھایا - اور کہا - کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا ہیں - جو اپنی اجل سے اپنے بستر پر مرے ہیں - موت کے وقت آپ کے پاس امیر المومنین کے خدام وثقات میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں اور طبیبان حاذق میں سے فلاں فلاں حاضر تھے بعد ازاں آپ کا منہ ڈھانپ دیا - اور جنازے کے اٹھائے جانے کا حکم دیا - پس گھر کے صحن سے اٹھایا گیا - اور اس گھر میں دفن کئے گئے جس میں ان کے والد مدفون تھے - جب دفن ہو چکے - تو خلیفہ اور لوگ حسن کے بیٹے کے لئے جستجو کرنے لگے - اور کنیزوں کے مکانوں اور لوگوں کے گھروں کی خوب تلاشی لی - اور امام کی میراث کے تقسیم کرنے میں توقف کیا - وہ لوگ جن کے سپرد اس کنیز کی نگہبانی تھی جس پر حمل کا وہم تھا - برابر حاضر رہے - یہانتک کہ ظاہر ہو گیا - کہ حمل نہیں ہے - جب امام کی کنیزوں سے حمل کا خیال باطل ہو گیا - تو امام کی میراث ان کی والدہ اور ان کے بھائی جعفر میں تقسیم کی گئی - اور ان کی ماں نے جعفر کے وصی ہونے کا دعوٰے کیا - اور وہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو گیا - انتہٰے -

مندرجہ بالا سرکاری رپورٹ اثنا عشری قلم سے لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود ہے جس سے پایا جاتا ہے - کہ یہ ساری تلاشی بغرض دریافت وارث حقیقی تھی - مگر اثنا عشریہ کا خیال ہے - کہ خلیفہ امام قائم کو قتل کرنا چاہتا تھا - وہ کہتے ہیں کہ امام قائم پیدائش ہی کے وقت سے جان کے خوف سے غائب تھے - ان کی غیبت دو طرح کی بتاتے ہیں - ایک صغرٰے دوسری کبرٰے - صغرٰے ۷۴ سال ہے - جس میں سے پانچ سال اپنے والد کے ساتھ اور ۶۹ سال بعد میں رہے - اس عرصہ میں امام موصوف سفیروں کے ذریعے نذر و نیاز لیتے اور اپنے شیعوں کی درخواستوں اور سوالات کا جواب دیتے رہے - اس کے بعد غیبت کبرٰے شروع ہوئی - جواب تک جاری ہے - اور معلوم نہیں کہ کب تک رہے - (بحر الجواہر)

شیعہ کے ائمہ نے امام قائم کے ظہور و خروج کے وقت کے متعلق عجیب گل افشانی

Marfat.com

ں ہے۔ جو روایات ذیل سے ظاہر ہے :-

(۱) اصبغ بن نباتہ حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کرتا ہے۔ کم یکون الغیبۃ والحیرۃ یعنے امام غائب کی غیبت اور لوگوں کی حیرت کتنی مدت ہو گی۔ حضرت امیر جواب میں فرماتے ہیں۔ ستۃ ایاما او ستۃ اشھرٍ او ستۃ سنین یعنے چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال (اصول کافی۔ باب الغیبۃ۔ صفحہ ۲۱۱) امام غائب کی غیبت کو اس وقت قریباً گیارہ سو سال گذر چکے ہیں۔ مگر امام موصوف اب تک ظاہر نہیں ہوئے۔

(۲) عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت اباجعفر یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالی قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع السترو لم یجعل اللہ بعد ذلک وقتا عندنا ویمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب قال ابوحمزۃ فحدثت بذلک اباعبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذلک۔

(اصول کافی۔ صفحہ ۲۳۲) ترجمہ۔ ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے۔ اے ثابت اللہ تبارک و تعالے نے اس امر (ظہور مہدی) کا وقت ستر سنہ ہجری میں کیا تھا۔ جب امام حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوئے۔ تو خدا کا غضب اہل زمین پر سخت ہو گیا۔ پس اسے ۱۴۰ سنہ ہجری تک تاخیر کر دیا۔ ہم نے تم سے بتا دیا۔ مگر تم نے ہماری حکایت کو فاش کر دیا۔ اور ہمارے ستر کے پردے کو پھاڑ دیا۔ اس لئے بعد خدا نے ہمارے نزدیک کوئی وقت معین نہیں کیا۔ خدا مٹاتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور ثابت رکھتا ہے (جو چاہتا ہے) اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ ابو حمزہ کا قول ہے کہ میں نے اس حدیث کی حکایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہی تھا۔ انتہے :- اصول کافی میں باب کراہیۃ التوقیت کے تحت (۱) یہ پہلی روایت ہے۔ ملا خلیل قزوینی میں لکھتا ہے۔ کہ این باب مراد توقیت دعوے علم است وقت ظہور مہدی موعود پیش از آنکہ ظاہر شود۔ اور عنوان باب کا ترجمہ یوں کرتا ہے :-

این باب بیان نہی اللہ تعالے است از تعین وقت ظہور مہدی موعود۔ مگر اس روایت کی شرح میں یوں رقمطراز ہے۔ مخفی نماند کہ امثال این حدیث از قبیل استعارہ تمثیلیہ است شایع است در قرآن و احادیث۔ مراد آنست کہ وقت ظہور و دولت آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ

Marfat.com

معلوم ما نیست۔ این قدر معلوم است کہ اگر قتل امام حسین علیہ السلام نمے بود۔ در سال ہفتادم ہجری مے شد۔ واگر فاش کردن شیعہ اسرار ما را بحیثیتے کہ بائمہ ضلالت و پیروان ایشان رسد نمے بود در سال صد و چہل مے شد۔ پس مراد بحدیث۔ فحدثناکم فاذعتم الحدیث بیان توقیت نیست بلکہ اسرار دیگر است مثل بیان شرک ائمہ ضلالت و شرک ہر کہ بروش ایشان مے رود۔ انتہے۔ ملا خلیل کا اس حدیث کو از قبیل استعارہ تمثیلیہ قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس طرح اس حدیث و عنوان باب میں مطابقت نہیں رہتی۔ لہٰذا حدیث میں ھذا الامر سے مراد ظہور مہدی ہی ہے۔ جب خدا نے ظہور مہدی کے لئے ۷۰ھ ہجری معین کیا ہوا تھا۔ تو تولد مہدی کے لئے اس سے بھی پہلے کوئی وقت معین کیا ہوگا پھر بر مسلک شیعہ خدا کو بدا ہو گیا ہوگا۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا

(۳) از حضرت صادق مروی است کہ فاصلہ درمیان قتل نفس زکیہ و خروج قائم بیش از پانزدہ روز نباشد (بحر الجواہر۔ صفحہ ۴۶۳) ترجمہ۔ حضرت صادق سے مروی ہے۔ کہ نفس زکیہ کے قتل ہونے اور امام قائم کے خروج کے درمیان پندرہ دن سے زیادہ فاصلہ نہ ہوگا۔ انتہے۔ نفس زکیہ یعنے محمد بن عبد اللہ محض بن حسن مثنے یوم دوشنبہ ۱۴ رمضان ۱۴۵ھ ہجری کو شہید ہوئے تھے۔ مگر امام قائم اب تک غائب ہیں +

اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ صاحب الزمان خوف کے مارے غائب ہیں۔ چنانچہ جب امام جعفر صادق سے غائب ہونے کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ انہ یخاف۔ یعنے ان کو خوف ہے۔ زرارہ نے امام کے اشارے کی تفسیر قتل سے کی ہے۔ (اصول کافی صفحہ ۲۱۱)۔ بر تقدیر صحت روایت و تفسیر زرارہ خوف قتل امام کے غائب ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حسب عقیدہ شیعہ ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔ ان کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ علم ما کان و ما یکون رکھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک باب کا عنوان یہ ہے۔ ان الائمۃ یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم۔ (ائمہ جانتے ہیں کہ وہ کب مریں گے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں)۔ دوسرے باب کا عنوان یوں ہے۔ ان الائمۃ یعلمون علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم شیئ۔ (اماموں کو علم ما کان و ما یکون ہوتا ہے اور ان پر کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہوتی۔) پس جب صاحب الزمان کی موت ان کے اپنے

Marfat.com

ہیں ہے۔ اور ان کو یقیناً معلوم ہے۔ کہ میں حضرت عیسٰے بن مریم علیہ السلام کے نزول تک زندہ رہوں گا۔ دجال کے ساتھ مقاتلہ کروں گا۔ اور اپنے اور اپنے اسلاف کے دشمنوں سے انتقام ماجی لوں گا۔ اور مالک شرق وغرب بن جاؤں گا۔ بعدازاں اپنی آئی موت مروں گا۔ تو ان کو قتل کا وہم تک نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص اس وقت کہ دینی حالت ناگفتہ یہ ہے۔ اور صاحب الزمان جانتے ہیں۔ کہ ایران وعراق وہندوستان وغیرہ میں میرے مشتاق کثرت سے ہیں۔ جن کے پاس کافی سامان جنگ بھی موجود ہے۔ باین ہمہ آپکا ظہور نہ فرمانا بحث طلب ہے۔ اگر کہا جائے کہ ان کو قتل کا تو وہم نہیں۔ مگر ایذا رسانی کا خطرہ ہے۔ تو یہ خطرہ بھی غائب ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ائمہ اور لوگوں سے افضل ہیں۔ ان کی عبادت بھی اعلےٰ واتم ہے۔ لہٰذا یہ بعید از عقل ہے۔ کہ وہ راہ خدا میں اذیت ومشقت اٹھانے سے گریز کریں۔ اور اس طرح مجاہدہ ومشقت کے اجر جزیل سے محروم رہیں۔ شیعہ اپنے امام نائب علیہ السلام کا نہایت بے قراری سے انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کا مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں یوں لکھتا ہے۔ ثم وصلت الی مدینۃ الحلۃ وھی مستطیلۃ مع الفرات واھلھا کلھم امامیۃ اثنا عشریہ وبھا مسجد علی بابہ ستر حریر یقولون ان محمد بن الحسن العسکری دخل ھذا المسجد وغاب فیہ وھو عندھم الامام المنتظر فیھم کل یوم یلبس آلۃ الحرب مائۃ منھم ویاتون باب المسجد ومعھم دابۃ مسرجۃ ملجمۃ ومعھم الطبول والبوقات ویقولون اخرج یا صاحب الزمان فقد کثر الظلم والفساد وھذا اوان خروجک لیفرق اللہ بک بین الحق والباطل ویقفون الی اللیل ثم یعودون کذالک دأبھم ابدا (نزل الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار للشیخ الشبلنجی صفحہ ۱۵۲) ترجمہ۔ بعدازاں میں شہر حلہ میں پہنچا جو دریائے فرات کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ اس شہر کے باشندے سب کے سب اثنا عشریہ ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے جس کے دروازے پر ریشم کا پردہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے۔ اور غائب ہو گئے۔ محمد مذکور ان کے نزدیک امام مہدی منتظر ہیں۔ ان میں سے ایک سو آدمی ہر روز لڑائی کے ہتھیار لگا کر مسجد کے دروازے پر آتے ہیں۔ ان کے ساتھ زین ولگام سے آراستہ ایک گھوڑا ہوتا ہے۔ اور ڈھول اور

Marfat.com

ترم ہوتے ہیں۔ وہ یوں پکارتے ہیں۔ اے صاحب زمان ظلم وفساد بکثرت ہوگیا ہے۔ یہ آپ کے خروج کا وقت ہے۔ تاکہ خدا آپ کے ذریعے حق و باطل میں فرق کردے۔ وہ رات تک ٹھیرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی عادت ہے۔ یہی مضمون مقدمہ ابن خلدون میں بھی مذکور ہے۔

حسب عقیدہ اثنا عشریہ جب صاحب الزمان مکہ میں ظہور فرمائیں گے۔ تو ان کے پاس ۱۷ ہزار آیتوں والا اصلی قرآن حضرت امیر علیہ السلام کا جمع کیا ہوا موجود ہوگا۔ علاوہ اسکے دیگر کتب سماویہ ومواریث انبیا مصحف فاطمہ وجامعہ۔ جفر اکبر وجفر اصغر اور جفر احمر اور جفر ابیض شیعہ ہوگا۔ صندوق جفر احمر میں رسول اللہ کا سلاح ہوگا۔ جسے امام صاحب خونریزی کے لئے کھولیں گے۔ مکہ سے مدینہ پہنچ کر جو قیامت برپا کریں گے۔ اور جنت میں جو ستم ڈھائیں گے وہ اس کتاب کے حصہ اول میں بطریق اختصار مذکور ہو چکا ہے۔ ہم یہاں اس کا اعادہ گوارا نہیں کرسکتے۔

امام غائب علیہ السلام کی غیبت کو اس وقت قریباً گیارہ سو برس ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ دراز میں اطراف عالم میں آپ کی اولاد بھی بکثرت ہوگی۔ (جنات الخلود) سید محمد باقر موسوی یوں لکھتا ہے۔ در کتاب نزہتہ الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت صاحب در جزیرہ از جزائر مغرب است۔ کہ آن را علقمیہ خوانند وہر یک از اولاد ذکور آنحضرت کہ طاہر و قاسم وہاشم وابراہیم وعبدالرحمن سلام اللہ علیہم باشند در جزیرہ ازاں جزائر حاکم اند ونام آن جزائر این است۔ ناعمہ۔ مبارکہ۔ صالحیہ۔ خضریہ۔ بیضاویہ نوریہ ومسکن آن حضرت در جزیرہ ایست کہ آن را کاملیہ گویند وزوجہ آنحضرت از دختران ابولیث است (بحر الجواہر صفحہ ۴۵۶) ترجمہ۔ کتاب نزہتہ الناظر میں لکھا ہے۔ کہ آج کل حضرت صاحب کا مکان مغرب کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ کہ جس کو علقمیہ کہتے ہیں۔ اور حضرت کے صاحبزادے طاہر، قاسم، ہاشم، ابراہیم، عبدالرحمن سلام اللہ علیہم میں سے ہر ایک ان جزائر میں سے ایک جزیرہ میں حاکم ہے۔ اور ان جزیروں کے نام یہ ہیں۔ ناعمہ۔ مبارکہ۔ صالحیہ۔ خضریہ بیضاویہ نوریہ۔ اور حضرت کا مسکن ایک جزیرے میں ہے۔ جس کو کاملیہ کہتے ہیں۔ اور حضرت کی بیوی ابولیث کی لڑکیوں میں سے ہے۔ انتہے۔ یہ جزائر کسی کتاب جغرافیہ میں مذکور نہیں غور کیجئے۔ امام موہوم۔ امام کا مسکن موہوم۔ اولاد موہوم۔ اولاد کے قلمرو موہوم۔ اسی طرح

Marfat.com

اثنا عشریہ کا امام گم۔ قرآن گم۔ مذہب گم۔ ہدایت گم۔

ناظرین نے اوراق سابقہ میں دیکھ لیا۔ کہ شیعہ نے بارہ اماموں کو کس طرح ذلیل کیا ہے۔ کسی کی عمر بھر نافرمانی کرتے رہے۔ اور آخر کار شہید کر دیا۔ کسی کو ذوالمومنین کا خطاب عطا کیا۔ کسی کو دغا سے اپنے ہاں بلا کر قتل کر ڈالا۔ کسی کے منہ سے یزید جیسے فاسق کی غلامی کا اقرار کرا دیا۔ کسی ایک کی طرف ایسے حیا سوز اور گندے مسائل منسوب کر دئے۔ کہ العیاذ باللہ۔ کسی کے نسب میں بٹہ لگا کر ناٹک کا تماشا دکھا دیا۔ کسی کی امامت کا خاکہ اڑا دیا۔ کسی کے حرم سرا کی تلاشی کا قصہ گھڑ لیا۔ اور ایک موہوم بچہ کو اس سے منسوب کر کے امام غائب بنا دیا۔ اور اس بچہ کے لئے موہوم مسکن اور موہوم اولاد قرار دی۔ طرفہ یہ کہ بقول اثنا عشریہ یہ بارہ کے بارہ ہی اپنے دین کو چھپاتے اور جھوٹ بولتے رہے۔ حتیٰ کہ بیچارے خود شاکی ہیں۔ کہ ہمارے شیعہ ہم پر جھوٹ تھوپنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں بیان ہوا۔ ان بارہ کے سوا اہلبیت میں سے اگر کسی اور نے امامت کا دعوےٰ کیا۔ یا بارہ میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار کیا۔ تو اسے روسیاہ جہنمی بتایا گیا۔ چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ۔ محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے ابوہاشم۔ امام زین العابدین کے صاحبزادے زید شہید۔ زید شہید کے صاحبزادے یحییٰ۔ حسن مثنیٰ کے صاحبزادے عبداللہ محض۔ عبداللہ محض کے صاحبزادے محمد نفس زکیہ۔ نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم۔ امام جعفر صادق کے دو صاحبزادے عبداللہ افطح اور محمد۔ حسن مثنیٰ کے دو پوتے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ محض۔ ابن طباطبا علوی امام موسےٰ کاظم کے دو صاحبزادے زید اور ابراہیم۔ عبدالرحمن علوی۔ محمد بن قاسم علوی ابوالحسین یحییٰ علوی۔ حسن بن زید علوی اور اس کا بھائی محمد بن زید علوی۔ حسن بن قاسم علوی۔ احمد بن عیسےٰ علوی۔ ادریس بن موسےٰ علوی۔ کرکی علوی۔ امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بن علی۔ ابن الصوفی علوی۔ علی بن زید علوی۔ سب کے سب اسی بطن میں آتے ہیں۔ العیاذ باللہ:۔

شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر علیہ السلام بلافصل امام ہیں۔ مگر حضرت امیر علیہ السلام کے بعد ان میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم ذیل میں ایک نہایت مختصر نقشہ درج کرتے ہیں۔ جس سے امامت اور مہدی منتظر

Marfat.com

کے بارے میں شیعہ کے اختلافات کا پتہ لگ سکتا ہے :-

نمبر شمار	نام فرقہ	تعداد و ترتیب ائمہ	مہدی منتظر
۱	کربیہ	علی مرتضٰے کے بعد محمد بن حنفیہ امام ہیں	محمد بن حنفیہ کوہ رضوٰ میں زندہ ہیں۔
۲	ہاشمیہ	محمد بن حنفیہ کے بعد ابو ہاشم امام ہیں۔ پھر امامت میں اختلاف ہے۔	
۳	مختاریہ	علی مرتضٰی اور حسنین کے بعد محمد بن حنفیہ امام ہیں۔	
۴	زیدیہ	علی مرتضٰی اور حسنین کے بعد زید شہید امام ہیں۔	
۵	باقریہ	علی مرتضٰی حسن حسین۔ علی زین العابدین۔ محمد باقر۔	محمد باقر
۶	ناؤسیہ	علی مرتضٰے حسن حسین۔ علی زین العابدین محمد باقر۔ جعفر صادق۔	جعفر صادق۔
۷	حاصریہ	علی مرتضٰی حسن حسین۔ علی زین العابدین۔ محمد باقر۔ زکریا بن محمد باقر۔	زکریا کوہ حاصر میں زندہ ہیں۔
۸	قرمطیہ	علی مرتضٰے۔ حسن حسین۔ علی زین العابدین محمد باقر۔ جعفر صادق۔ اسماعیل بن جعفر صادق	اسماعیل
۹	مبارکیہ	اسماعیل کے بعد ان کے صاحبزادے محمد خاتم الائمہ ہیں۔	محمد بن اسماعیل
۱۰	افطحیہ	جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ افطح امام ہیں۔ جو وفات پا چکے ہیں۔	عبداللہ افطح مراجعت فرمائیں گے۔
۱۱	ممطوریہ	جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے موسٰے کاظم خاتم الائمہ ہیں۔	موسٰے کاظم
۱۲	شمطیہ	جعفر صادق کے بعد ان کے پانچ بیٹے بدیں ترتیب امام ہیں۔ اسماعیل۔ محمد۔ موسٰے کاظم۔ عبداللہ۔ اسحاق۔	
۱۳	ثعلبیہ یا محمدیہ	علی مرتضٰے حسن مثنٰے۔ عبداللہ محض محمد نفس زکیہ۔	محمد نفس زکیہ

Marfat.com

شمار	نام فرقہ	تعداد و ترتیب ائمہ	مہدی منتظر
۱۴	اثنا عشریہ	علی مرتضٰے حسن حسین۔ علی زین العابدین۔ محمد باقر۔ جعفر صادق۔ موسٰے کاظم۔ علی رضا۔ محمد تقی۔ علی نقی۔ حسن عسکری۔ محمد مہدی۔	محمد مہدی سردابہ سرمن رائے میں غائب ہیں
۱۵	جعفریہ	حسن عسکری کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے بھائی جعفر بن علی امام ہیں۔	جعفر بن علی
۱۶	سبائیہ	علی مرتضٰے شہید نہیں ہوئے۔ ابن ملجم نے شیطان کو جو آپ کی شکل میں متمثل تھا۔ قتل کیا۔ آپ ابر میں پوشیدہ ہیں۔ رعد آپ کی آواز اور برق آپ کا چابک ہے۔ مہدی موعود آپ ہی ہیں۔	
۱۷	جارودیہ	اس فرقہ کا ایک گروہ قائل ہے۔ کہ محمد بن قاسم علوی جنہوں نے ۲۱۹ھ ہجری میں خروج کیا تھا۔ امام اور مہدی منتظر ہیں۔ (مروج الذہب للمسعودی۔ کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل لابن حزم الظاہری۔	
۱۸	جارودیہ	اس فرقہ میں سے بعضے کہتے ہیں۔ کہ ابوالحسین یحییٰ بن عمر جنہوں نے ۲۵۰ھ ہجری میں خروج کیا تھا۔ امام و مہدی منتظر ہیں۔ (کتاب الفصل لابن حزم)۔	
	کیسانیہ	اس فرقہ کا ایک گروہ قائل ہے کہ ابو مسلم سراج زندہ اور مہدی منتظر ہیں۔ (کتاب الفصل)	
	کیسانیہ	دوسرا گروہ قائل ہے کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب زندہ اور مہدی منتظر ہیں۔ (کتاب الفصل)	
	ہدویہ	محمد بن عبداللہ جو اسماعیل بن جعفر صادق کی اولاد سے ہیں۔ خاتم الائمہ اور مہدی منتظر ہیں۔	

محض امامت کے بارے میں شیعہ میں اس قدر اختلاف ہے۔ دیگر عقائد کے سے ان میں جو اختلافات ہیں۔ ان کے بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ تحفہ اثنا میں صرف امامیہ کے ۳۲ فرقے مذکور ہیں۔ کیسانیہ۔ زیدیہ اور غلات کے فرقے انکے

Marfat.com

علاوہ ہیں۔ باین ہمہ کہا جاتا ہے۔ کہ شیعہ میں اختلاف نہیں۔ چنانچہ اصول کافی (باب فیہ نکت ونتف۔ صفحہ ۲۷۰) میں ہے۔ عن ابی عبیدۃ الحذاء قال سألت ابا جعفر علیہ السلام عن الاستطاعۃ وقول الناس فقال وتلا ھذہ الآیۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم یا ابا عبیدۃ الناس مختلفون فی اصابۃ القول وکلھم ھالک قال قلت لہ قولہ الا من رحم ربک قال ھم شیعتنا ولرحمتہ خلقھم وھو قولہ ولذالک خلقھم۔ ترجمہ۔ ابو عبیدہ حذاء کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے استطاعت اور اس میں لوگوں کے قول کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے آیہ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم پڑھ کے فرمایا۔ اے ابو عبیدہ لوگ بات کے پہنچنے میں مختلف ہیں۔ اور وہ سب کے سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ الا من رحم (مگر جس پر تیرا رب رحم کرے) فرمایا۔ وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ولذالک خلقھم کے یہی معنے ہیں۔ انتہےٰ۔ اس کے ساتھ امام محمد باقر کا یہ دوسرا قول بھی ملاحظہ ہو۔ وتفرقت ھذہ الامۃ بعد نبیھا صلے اللہ علیہ وآلہ علی ثلث وسبعین فرقۃ اثنتان وسبعون فرقۃ فی النار وفرقۃ فی الجنۃ ومن الثلث وسبعین فرقۃ ثلث عشرۃ فرقۃ تنتحل ولا یتنا ومودتنا اثنا عشرۃ فرقۃ منھا فی النار وفرقۃ فی الجنۃ وستون فرقۃ من سائر الناس فی النار ہلکی (کتاب الروضہ للکلینی صفحہ ۱۰۶) ترجمہ۔ یہ امت اپنی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد ۷۳ فرقوں میں متفرق ہوگئی۔ جن میں سے ۷۲ دوزخ میں اور ایک بہشت میں ہوگا۔ اور منجملہ ۷۳ فرقوں کے ۱۳ فرقے ہماری ولایت ومحبت کے مدعی ہیں۔ جن میں سے ۱۲ دوزخ میں اور ایک بہشت میں۔ اور باقی لوگوں کے ۶۰ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ انتہےٰ۔ اس روایت میں امام محمد باقر شیعہ کے ۱۳ فرقے تسلیم فرماتے ہیں۔ مگر یہ طفل تسلی دیتے ہیں۔ کہ بہشتی فرقہ

لہ پوری آیت یوں ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (ہود ع ۱۰) ترجمہ۔ اگر تیرا پروردگار چاہتا۔ تو لوگوں کو ایک امت بنا دیتا۔ وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا پروردگار رحم کرے اسی کے لئے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور تیرے پروردگار کا کلمہ پورا ہو گیا۔ میں بے شک جن وانسان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ اس آیت میں ذالک کا اشارہ اختلاف کی طرف ہے۔ نہ رحمت کی طرف جیسا کہ شیعہ سمجھے ہیں۔

Marfat.com

ت ۱۲ ہی میں سے ایک ہوگا۔ کیا ایسا فرقہ بہشتی ہو سکتا ہے جس کے پاس ہدائیت کے لئے
تاب الٰہی بھی موجود نہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ
یقت میں جتنا اختلاف مذاہب اور اختلاف آراء اور اختلاف اصول و فروع حضرت مرتضیٰ
ل اولاد سے پیدا ہوا ہے۔ اور کہیں ایسا اختلاف ظہور میں نہیں آیا۔ ان میں سے ہر فرقہ
پنے اپنے مذہب کی طرف بلاتا تھا۔ بلکہ ان میں سے بہت سے اپنے مذہب کے رواج
ینے کے لئے حدیثیں وضع کرنا جائز سمجھتے تھے۔ خواہ وہ وضع صریح ہو۔ یا تاویل کے
اتھ (تحفہ شیعہ حصہ اوّل صفحہ ۲۲۶) یہی حال فرقہ اثنا عشریہ کا ہے جنہوں نے اپنے
ہم میں بارہ امام مقرر کر لئے ہیں۔ اور ان کے لئے خیالی شرطیں گھڑ لی ہیں۔ جن کا ذکر
نشاء اللہ مناسب موقع پر آئے گا۔

اب ہم ذیل میں بتوفیق الٰہی طریق قال، اقول کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعتراضات
شیعہ مع جوابات پیش کرتے ہیں:۔

قال السید ہدا و امام

دوسرا امر جو آنحضرت صلعم کی رحلت کے قریب واقع ہوا۔ اور جس نے رسول اللہ کے
ادے کو پورا ہونے نہ دیا وہ بعیث اسامہ سے تعلق رکھتا ہے۔ رسول اللہ نے اسامہ کی
رکردگی میں کفار کے مقابلہ کو لشکر بھیجنا چاہا تھا۔ اور اس قدر آپ کو اس امر میں کد تھی۔ کہ
پ نے یہ فرمایا کہ جو لشکر اسامہ کی شرکت سے اختلاف کرے گا۔ وہ مورد لعنت ہوگا۔
یکھو ملل و نحل علامہ شہرستانی الخلاف الثانی فی مرضہ قال جھز واجیش اسامۃ
ن لعن اللہ من تخلف عنھا۔ اور بھی دیکھو شرح مواقف کا آخر جو تذییل الکتاب کے عنوان
ے لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۷۴۶ مطبوعہ نولکشور) بلاشبہ اگر آپ کچھ روز اور بھی زندہ
ہتے۔ تو یہ لشکر اسامہ کی کمان میں اعدائے اسلام کی طرف روانہ ہو جاتا۔ مگر بعض اکابر
حابی اور دیگر مسلمانان وقت نے بھی اس سے پوری مخالفت کی۔ اس لئے بعیث
اسامہ بمقابلہ کفار کے روانہ نہ ہو سکا۔ اور رسول اللہ کو اپنے ارادے میں ناکامی ہوئی
یہ ہے کہ ان حضرات مسلمانوں نے مورد لعنت ہونا گوارا کیا۔ اور مگر بیٹھے رہے۔
ں طرح کا ایمان ہے۔ کہ رسول اللہ تاکید اکید کے ساتھ کسی امر کے لئے حکم دیں۔ اور

Marfat.com

وہ حکم نہ بجالایا جائے۔ کوئی شک نہیں۔ کہ اس نافرمانی کا کوئی سبب خاص تھا۔ ظا
ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر اسامہ لشکر اسلام لے کر کفار کی جانب میں نکلتے۔ تو
بنی ساعدہ کا اجماع ظہور میں نہ آسکتا۔ اور یقیناً امر خلافت کسی اور پہلو پر قرار لیتا۔ المختص
دو قصے رسول اللہ کے عہد کے ایسے ہیں۔ جو آپ کی رحلت کے قریب میں واقع ہوئے
اور بانی اسلام اور پیروان اسلام کے درمیان مخالفت سخت کا نقشہ دکھلاتے ہیں۔ (مصباح
الظلم و ایضاح المبہم۔ صفحہ ۶-۷)

اقول

پہلا امر جو مصنف نے بیان کیا ہے۔ وہ حدیث قرطاس ہے۔ جس کی مفصل بحث
اس کتاب کے پہلے حصے میں آچکی ہے۔ دوسرا امر جو یہاں زیر بحث ہے۔ وہ تخلف از
لشکر اسامہ ہے۔ جواب سے پہلے ہم مصنف کی غرض کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتے
ہیں۔ اس کے متعلق ملا باقر مجلسی جو رافضیوں کا شیخ الاسلام ہے۔ بحوالہ طبرسی یوں لکھتا
ہے۔ پس اسامہ بن زید را امیر کرد و لشکرے از منافقان و اہل فتنہ و غیرایشان برائے او
ترتیب داد و امر کرد او را کہ با اکثر صحابہ بیرون رود بسوئے بلاد روم بآن موضعے کہ پدرش
در آنجا شہید شدہ بود و غرض حضرت از فرستادن این لشکر آن بود کہ مدینہ از اہل فتنہ
و منافقان خالی شود و کسے با امیر المومنین منازعہ نکند تا امر خلافت بر آنحضرت مستقر
گردد۔ ترجمہ۔ پس رسول اللہ نے اسامہ بن زید کو امیر بنایا۔ اور اس کے واسطے منافقوں
اور اہل فتنہ وغیرہ کا ایک لشکر تیار کیا۔ اور اسے حکم دیا کہ اکثر صحابہ کو ساتھ لے کر بلاد روم
کی طرف اس مقام پر چلا جائے۔ جہاں اس کا باپ شہید ہوا تھا۔ حضرت کی غرض اس لشکر
کے بھیجنے سے یہ تھی۔ کہ مدینہ اہل فتنہ اور منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی شخص حضرت
امیر المومنین کے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔ تاکہ خلافت کا معاملہ حضرت امیر پر قرار پکڑے۔ انتہے
یہی ملا صاحب آگے چل کر لکھتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر کو رسول اللہ نے شدت مرض میں
نماز پڑھانے کے لئے طلب نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت عائشہ نے آپ کی اجازت و اطلاع
کے بغیر کہ دیا تھا۔ کہ ابو بکر کو نماز پڑھانے کے لئے بلالو۔ اور حضرت حفصہ نے کہا تھا کہ
اس مطلب کے لئے عمر کو بلالو۔ رسول اللہ یہ سن کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ ابو

Marfat.com

ق جماعت کرا رہے ہیں۔ آپ نے ان کو محراب سے ہٹا دیا۔ اور خود از سر نو نماز پڑھائی۔ بعد
ں آپ نے ابو بکر و عمر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو اپنے دولت خانے میں طلب فرمایا
ان پر خفا ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ کیا میں نے تم کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم نہ دیا تھا
نے کیوں نافرمانی کی۔ پھر فرمایا۔ روانہ کنید لشکر اسامہ را و بیروں روید بالشکر اسامہ۔ خدا
نت کند کسے را کہ تخلف نماید از لشکر اسامہ۔ اس کو تین دفعہ اعادہ فرما کر آپ بیہوش ہو گئے
حیات القلوب نولکشوری۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۸۴۰ - ۸۴۲) اس بیان سے معترضین
کے یہ دعاوی ظاہر ہوتے ہیں :-

(۱) حضرات شیخین اور دیگر صحابہ کرام منافق اور اہل فتنہ تھے۔

(۲) لشکر اسامہ کے بھیجنے سے غرض یہ تھی۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کو
آسانی سے خلافت بلا فصل مل جائے۔ اسی واسطے رسول اللہ نے اس لشکر میں صحابہ
منافقین بالخصوص حضرات شیخین کو بھرتی کیا تھا۔ جو خلافت علی کے سخت مخالف تھے۔

(۳) رسول اللہ نے شدت مرض میں کسی کو خلیفہ نماز مقرر نہ کیا تھا۔

(۴) رسول اللہ نے فرما دیا تھا کہ خدا اسے لعنت کرے جو لشکر اسامہ سے تخلف
کرے۔ لہٰذا متخلفین یعنے حضرات شیخین اور دیگر متعینان لشکر جو حضرت کی حیات
میں اسامہ کو چھوڑ کر مدینہ میں واپس آ گئے۔ سزاوار لعنت ہیں۔ اور سزاوار لعنت سزاوار
خلافت نہیں ہو سکتا۔

اب بالترتیب ان دعاوی کی تردید سنئے۔

پہلے دعوے کی تردید

حضرات ثلاثہ کو اور دیگر صحابہ کرام کو منافق و مرتد بتانا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا
ہے۔ ہم اس کتاب کے حصہ اول میں قرآن کریم کی آیات محکمات سے جن میں ان کی
کی گنجائش نہیں۔ صحابہ کرام، مہاجرین و انصار کا کامل الایمان اور بہشتی ہونا ثابت
کر آئے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں چند حوالے کتب شیعہ سے
نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے صحابہ کرام کے فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) شیعہ کے علامہ حلی نے شرح تجرید میں یوں لکھا ہے۔ قال علیہ السلام

Marfat.com

یوما علی المنبر انا الصدیق الاکبر انا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابوبکر و امنت قبل ان اٰمن - یعنے حضرت امیر علیہ السلام نے ایک دن منبر پہ فرمایا - کہ میں ہوں صدیق اکبر میں ہوں فاروق اعظم - اسلام لایا قبل اسلام لانے ابوبکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابوبکر کے - (آیات بینات)۔

(۲) مرزا رفیع باذل شیعی حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا قصہ اس عنوان (در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطاب) سے شروع کر کے یوں لکھتا ہے - ع

عمر بعد ازاں از پس چند گاہ در آمد بدین رسول الٰہ - الخ

(حملہ حیدری مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ھ ہجری - جلد اوّل صفحہ ۲۱)

(۳) جنگ بدر میں ۳۱۳ صحابی شامل تھے - جن میں سے ۷۷ مہاجرین (حیات القلوب اور باقی انصار تھے - مہاجرین میں حضرات خلفائے ثلاثہ قطعاً شامل تھے - اس لڑائی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اصحاب کے لئے عریش میں یوں دعا مانگی تھی -

الٰہی گر این چند تن از عباد کہ کردند حکم ترا انقیاد
بحکم تو بستند ہر کس امیاں ندیدند بیش و کم دشمناں
بمانند از فتح کوتاہ دست بیاپند از دست اعدا شکست
برو ے زمین تا قیامت دگر نگردد پرستندۂ داد گر
بکن یاری دین خود از کرم ظفر بخش مارا بر اہل ستم -
باین زاری و عجز در سجدہ بود کہ خوابش بفرمان حق در ربود
در آمد عدو خصم نزدیک شد ز بس گرد خورشید تاریک شد
ابوبکر نزد نبی داشت جائے بگفت اے بحق خلق را رہنمائے
در آمد بہ تنگی سپاہ ضلال چہ فرمائی اکنون برائے قتال

(حملہ حیدری - جلد اوّل صفحہ ۸۳)

غور کیجئے یہ خدا کے فرماں بردار ۳۱۳ اصحاب اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اپنے سے تگنی تعداد سے لڑنے مرنے کو تیار اور فقط حکم کے منتظر ہیں کیا منافقین ایسا کر سکتے ہیں - کیسے ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کو منافق کہتے ہیں -

(۴) ابو علی طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ ہجری) سورہ ممتحنہ کے شروع کی آیات کا شان نزول

Marfat.com

یوں بیان کرتا ہے۔ نزلت فی حاطب ابن ابی بلتعة وذلك ان سارة مولاة ابی
عمرو بن صیفی بن هاشم اتت رسول الله من مكة الی مدینة بعد بدر بست سنین
فقال لها رسول الله امسلمة جئت قالت لا قال امهاجرة جئت قالت لا قال فما جاء
بك قالت كنتم الاصل والعشیرة والموالی وقد ذهب الموالی واحتجت حاجة شدیدة فقدمت
علیكم لتعطونی وتكسونی وتحملونی قال فاین انت من شبان مكة وكانت مغنیة نائحة
قالت ما طلب منی بعد وقعة بدر فحث رسول الله علیها بنی عبد المطلب فكسوها و
حملوها واعطوها نفقة وكان رسول الله یتجهز لفتح مكة فاتاها حاطب ابن ابی بلتعة
وكتب معها كتابا الی اهل مكة واعطاها عشرة دنانیر عن ابن عباس وعشرة دراهم
عن مقاتل بن حیان وكساها بردا علی ان توصل الكتاب الی اهل مكة وكتب فی الكتاب
من حاطب بن ابی بلتعة الی اهل مكة ان رسول الله یریدكم فخذوا حذركم فخرجت
سارة ونزل جبرئیل فاخبر النبی صلی الله بما فعل فبعث رسول الله علیا وعمارا و
عمرو الزبیر وطلحة والمقداد بن الاسود وابا مرثد وكانوا كلهم فرسانا وقال لهم
انطلقوا حتی تاتوا روضة خاخ فان بها ظعینة معها كتاب من حاطب الی المشركین
فخذوه منها فخرجوا حتی ادركوها فی ذلك المكان الذی ذكره رسول الله فقالوا
لها این الكتاب فحلفت بالله ما معها من كتاب فنحوها وفتشوا متاعها فلم یجدوا
معها كتابا فهموا بالرجوع فقال علی والله ما كذبنا ولا كذبنا وسل سیفه وقال
لها اخرجی الكتاب والا والله لاضربن عنقك فلما رات الجد اخرجته من ذوائبها
قد اخبأته فی شعرها فرجعوا بالكتاب الی رسول الله فارسل الی حاطب فاتاه فقال
له هل تعرف الكتاب قال نعم قال فما حملك علی ما صنعت قال یا رسول الله والله ما
كفرت منذ اسلمت ولا غششتك منذ نصحتك ولا اجبتهم منذ فارقتهم ولكن
لم یكن احد من المهاجرین الا وله بمكة من یمنع عشیرتهم وكنت عزیزا ای غریبا
وكان اهلی بین ظهرانیهم فخشیت علی اهلی فاردت ان اتخذ عندهم یدا و
قد علمت ان الله ینزل بهم باسه وان كتابی لا یغنی عنهم شیئا فصدقه رسول الله و
عذره فقام عمر بن الخطاب وقال دعنی یا رسول الله اضرب عنق هذا المنافق
فقال رسول الله وما یدریك یا عمر لعل الله اطلع علی اهل بدر فغفر لهم فقال لهم

Marfat.com

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (مجمع البیان - مجلد ثانی صفحہ ۴۱۹ - ۴۲۰) - ترجمہ - یہ آیتیں حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں - اور وہ اس طرح ہے کہ ابو عمرو بن صیفی بن ہاشم کی کنیز سارہ نام جنگ بدر سے چھ سال کے بعد مکہ سے مدینہ میں رسول اللہ کی خدمت میں آئی - آپ نے اس سے دریافت فرمایا - کہ کیا تو مسلمان ہونے آئی ہے - وہ بولی - کہ نہیں - آپ نے فرمایا - کیا تو مہاجرت کے لئے آئی ہے - وہ بولی کہ نہیں آپ نے فرمایا - پھر تو کیوں آئی ہے - اس نے عرض کی - کہ آپ اس وعشیرہ و موالی تھی میرے موالی (بدر کے دن دنیا سے) چلے گئے - اور میں سخت محتاج ہو گئی - اس لئے میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں - کہ آپ مجھے نفقہ و پوشاک و سواری عطا فرمائیں - آپ نے فرمایا - تو مغنیہ نائحہ تھی - جوانان مکہ سے تو نے سوال کیوں نہ کیا - وہ کہنے لگی کہ جنگ بدر کے بعد کسی نے میرے راگ و نوحہ کی طرف خیال نہیں کیا - یہ سن کر رسول اللہ نے اولاد عبدالمطلب کو اس کے بارے میں ترغیب دی - لہٰذا انہوں نے اسے لباس و سواری و نفقہ دیا - اس وقت رسول اللہ فتح مکہ کے لئے تیاری کر رہے تھے - حاطب بن ابی بلتعہ سارہ کے پاس آیا - اور اسے اہل مکہ کی طرف ایک خط لکھکر دیا - اور اس کو بقول ابن عباس دس دینار اور بقول مقاتل بن حیان دس درہم دئے - اور چادر پہنائی - تاکہ وہ خط اہل مکہ کو پہنچا دے - اس کا مضمون یہ تھا - کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کو ہے کہ رسول اللہ تم پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں - تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لو - سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی - جبرئیلؑ نے رسول اللہ کو اس کی خبر دے دی - اس لئے آپ نے علیؑ و عمار و عمر و زبیر و طلحہ و مقداد بن اسود و ابو مرثد کو بھیجا - جو سب کے سب سوار تھے - اور ان سے فرما دیا کہ روانہ ہو جاؤ - جب تم روضہ خاخ میں پہنچو گے تو وہاں کجاوے میں ایک عورت تم کو ملے گی - جس کے پاس حاطب کی طرف سے مشرکین مکہ کے لئے ایک خط ہے - تم وہ خط لے لینا - وہ چلے گئے - یہاں تک کہ اسی مکان میں جس کا ذکر رسول نے کیا تھا - وہ عورت ملی - انہوں نے اس سے پوچھا - کہ وہ خط کہاں ہے - اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا - کہ میرے پاس کوئی خط نہیں - اس پر انہوں نے اسے آمار کر اس کے اسباب کی تلاشی لی - مگر اس کے پاس کوئی خط نہ ملا - اس لئے انہوں نے لوٹ آنے کا ارادہ کیا - حضرت علیؑ نے فرمایا - خدا کی قسم رسولؐ اللہ نے ہم سے جھوٹ نہیں فرمایا - اور

Marfat.com

ہم نے جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنی تلوار کھینچ کر اس سے کہا۔ وہ خط نکالو۔ ورنہ خدا کی قسم میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ جب اس نے یہ جد وجہد دیکھا۔ تو اپنے گیسوؤں سے خط نکال دیا۔ جسے اس نے اپنے بالوں میں چھپایا ہوا تھا۔ پس وہ خط لے کر رسول اللہ کی خدمت میں واپس آئے۔ آپ نے حاطب کو بلا بھیجا۔ جب حاطب حاضر ہوا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔ کیا تو یہ خط پہچانتا ہے۔ حاطب نے عرض کی کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم میں جب سے اسلام لایا ہوں۔ کافر نہیں ہوا۔ اور جب سے آپ کا خیر خواہ بنا ہوں۔ آپ کا بدخواہ نہیں ہوا۔ اور جب سے ان سے جدا ہوا ہوں۔ ان کا دوست نہیں بنا۔ مگر مہاجرین میں سے ایک بھی ایسا نہیں۔ جس کے قبیلے کا کوئی خبر گیر مکہ میں نہ ہو۔ میں بے وطن ہوں اور میرے اہل ان کے درمیان ہیں مجھے اپنے اہل کی نسبت اندیشہ ہے۔ اسلئے میں نے چاہا۔ کہ اہل مکہ کے ساتھ کچھ احسان کروں۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ خدا ان پر عذاب و سختی نازل کرے گا۔ اور میرا خط ان سے کسی چیز کو نہ ٹال سکے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ نے حاطب کی تصدیق فرمائی۔ اور اس کا عذر قبول فرمایا۔ اس پر عمر بن خطاب نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمر! تو کیا جانے۔ شاید اللہ تعالےٰ اہل بدر سے واقف ہے۔ اس واسطے اس نے ان کو بخش دیا۔ اور اسی واسطے فرما دیا۔ کہ تم جو چاہو کرو۔ میں بے شک تمہیں بخش چکا۔ انتہےٰ۔ اس قصہ کو علی بن عیسیٰ اردبیلی نے بھی اپنی مشہور کتاب کشف الغمہ میں جو ۶۸۷ھ ہجری کی تصنیف ہے۔ ذکر کیا ہے۔ اس میں اخیر حصہ یوں ہے۔ فقال عمر یا رسول اللہ دعنی بعنقہ۔ فقد نافق فقال انہ من اھل بدر ولعل اللہ اطلع علیھم فغفر لھم (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ھ ہجری صفحہ ۶۲) ترجمہ۔ پس عمر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے اس کے قتل کر دینے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ وہ منافق ہو گیا ہے آپ نے فرمایا کہ حاطب اہل بدر سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالےٰ اہل بدر سے واقف ہے۔ اس واسطے اس نے ان کو بخش دیا۔ انتہےٰ۔ اس قصہ میں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے باوجود حضرت

Marfat.com

عمرؓ نے کیوں کہ دیا۔ کہ مجھے اس منافق کے قتل کی اجازت دیجئے۔ جواب میں گزارش کہ اس کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دینی صلابت اور منافقین سے بغض وعداوت تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔ کہ جنگی تیاریوں کو مشرکین مکہ سے پوشیدہ رکھا جائے۔ حضرت فاروق اعظم نے گمان کیا۔ کہ حاطب اس حکم کی مخالفت کے سبب مستوجب قتل ہے۔ چونکہ آپ کو جزم ویقین نہ تھا۔ اس وجہ سے حاطب کے قتل کی اجازت طلب کی اور موالات کفار کے سبب اس پر منافق کا اطلاق کر دیا۔ مگر حاطب معذور تھے۔ انہوں نے بنا بر تاویل ایسا کیا تھا۔ کہ اس طرح میرے بال بچے بچ جائیں گے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اور ان کی نیت نیک تھی۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اس آیت (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ) میں ان کے ایمان کی شہادت دی۔ اللہ تعالےٰ کے ارشاد مبارک اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (کرو جو چاہو) سے یہ مراد نہیں۔ کہ اہل بدر کے لئے معاصی مباح ہو گئے۔ بلکہ یہ خطاب اکرام وتشریف متضمن اس امر کو ہے۔ کہ ان کو وہ صلاح حال حاصل ہو گئی جس کے طفیل خدا تعالےٰ نے ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دئے اور ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو گئی کہ آئندہ اگر بالفرض ان سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ تو معاف کر دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پاک کا صدق ظاہر کر دیا۔ اہل بدر تا حیات اہل جنت کے اعمال پر رہے۔ اگر بالفرض والتقدیر کسی سے شاذ ونادر کوئی لغزش ظہور میں آئی۔ توفیق توبہ ومغفرت الٰہی اس کے شامل حال ہوئی ماصل کلام یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کے حسن عاقبت کی خبر دی ہے۔ اور آپ صادق ہیں۔ لہٰذا اہل بدر کا بہشتی ہونا ثابت ہے۔

(۵) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی غزوہ حدیبیہ کے بیان میں بسند امام جعفر صادق یوں لکھتا ہے۔ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اذا دان یبعث عمر فقال یارسول اللہ ان عشیرتی قلیل واِنی فیہم علی ما تعلم ولکنی ادلک علی عثمان بن عفان قال فارسل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال انطلق الی قومک من المومنین فبشرھم بما وعدانی ربی من فتح مکۃ فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخر عن السرج فتحمل عثمان بین یدیہ ودخل عثمان فاعلمھم

Marfat.com

جلس سهیل بن عمرو عند رسول الله صلے الله علیه وآله وجلس عثمان فی عسکر
لمشرکین وبایع رسول الله صلے الله علیه وآله المسلمین وضرب باحدی یدیه
علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین
الصفا والمروة واحل فقال رسول الله صلی الله علیه وآله ما کان لیفعل فلما
جاء عثمان قال له رسول الله صلے الله علیه وآله اطفت بالبیت فقال ما کنت
لاطوف بالبیت ورسول الله صلے الله علیه وآله لم یطف به الحدیث (روضہ کلینی
ص۱۵۱) ترجمہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارادہ کیا تھا کہ عمرؓ کو (بطور قاصد
مشرکین مکہ کی طرف) بھیجیں۔ عمرؓ نے عرض کی۔ یارسول اللہ میرا قبیلہ کم ہے اور
میں مشرکین مکہ میں جیسا ہوں آپ کو معلوم ہے۔ لیکن میں آپ کو عثمان بن عفان
کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے ان کو بلا بھیجا اور
فرمایا کہ تو اپنی قوم مؤمنین کی طرف جا اور ان کو فتح مکہ کی بشارت دے۔ جس کا خدا
نے مجھسے وعدہ کیا ہے۔ جب عثمان روانہ ہوئے۔ تو (راستے میں) ابان بن سعید سے ملے۔
ابان عقب زین پر بیٹھ گیا اور عثمان کو اپنے آگے سوار کر لیا۔ عثمان مکہ میں داخل ہوئے
اور ان کو حضرت کا پیام پہنچایا۔ اور وہ جنگ کے لیئے تیار تھے۔ پس سہیل بن عمرو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس تھا۔ اور عثمان مشرکین کے لشکر میں تھے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانوں سے بیعت رضوان لی۔ اور عثمان کے لیئے اپنا ایک
ہاتھ دوسرے پر مارا۔ مسلمانوں نے کہا۔ خوش نصیب ہے عثمان کہ جس نے بیت اللہ
کا طواف کیا۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور حلال ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ نے فرمایا کہ عثمان ایسا نہیں کرے گا۔ جب عثمان آئے۔ تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وآلہ نے پوچھا۔ کہ کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ عثمان نے عرض کی۔
میں طواف کس طرح کرتا جبکہ آپ نے طواف نہ کیا۔ الحدیث انتہے۔

روایت مذکورہ بالا سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلوص پر اس
قدر اعتماد تھا۔ کہ آپ نے ان کو مشرکین مکہ کی طرف رسالت کے لیئے انتخاب فرمایا۔
جب فاروق اعظم نے یہ عذر بیان کیا۔ کہ مکہ میں میرے قبیلے کے لوگ کم ہیں۔ اور مشرکین

Marfat.com

پر میری شدت آپ کو معلوم ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عذر کو مسموع فرما کر ان کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بھیجا۔

(ب) حضرت عثمان نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی حالانکہ مکہ میں ان کے قتل ہونے کا احتمال تھا۔ کیونکہ کفار مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔

(ج) بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمان مکہ میں تھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیعت کے شرف میں یوں داخل فرمایا۔ کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا۔ کہ یہ بیعت عثمان ہے۔ بیعت رضوان میں چودہ سو یا کچھ زیادہ صحابہ تھے۔ وہ سب آیہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین کے مصداق ہیں۔

(د) اس بیعت میں رسول اللہ کا ہاتھ عثمان کا ہاتھ قرار پایا۔ اور یہ عثمان کے لئے منقبت عظمیٰ ہے۔

(ہ) حضرت عثمان میں کمال ادب تھا۔ کفار مکہ آپ سے کہتے ہیں کہ تم اگر چاہو تو بیت اللہ کا طواف کر لو۔ مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر اکیلا طواف کروں۔ اُدھر جب مسلمانوں نے کہا کہ خوشا حال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر فرماتے ہیں۔ کہ عثمان بغیر ہمارے ایسا نہیں کر سکتا۔ آقا ہو تو ایسا خادم ہو تو ایسا۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ ہمزیہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

وابی ان یطوف بالبیت اذلم ۔۔۔ یدن منه الی النبی فناء
فجزته عنها ببیعة رضوا ۔۔۔ نِ ید من نبیه بیضاء
ادب عنده تضاعفت الاعمال ۔۔۔ بالذی حبذا الادباء

ترجمہ اشعار

اور حضرت عثمان نے بیت اللہ کے طواف سے انکار کر دیا۔ اسلئے کہ بیت اللہ کی کوئی طرف رسول اللہ کے قریب نہ تھی۔

پس ان کو رسول اللہ کے ید بیضا نے بیعت رضوان میں اس عمل نیک کا بدلہ دیا۔

یہ (تنہا طواف کرنا) عثمان میں ایک بڑا ادب تھا۔ جس کے سبب ان کو طواف سے دُگنا ثواب ملا۔ اصحاب محمد کیا خوب ادیب تھے۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے۔ مگر حضرت عثمان میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی۔ کیونکہ اُن میں وصف حیا جو منشاء ادب ہے سب سے زیادہ تھا آپ نے جب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

(۶) حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ للہ بلاد فلان فقد قوّم الاود وداوی العمد خلف الفتنۃ واقام السنۃ ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا و سبق شرھا ادّی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ لا یھتدی فیھا الضال ولا یستیقن المھتدی (نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت ۱۳۸۷ھ۔ جزء اوّل۔ ص۲۵۰) ترجمہ۔ خدا کے لیئے ہے فلان شخص کی بھلائی۔ جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ اور بیماری کی دوا کی۔ فتنہ کو پیچھے چھوڑا۔ اور سنت کو قائم رکھا۔ پاک لباس کم عیب گیا۔ خلافت کے خیر کو پایا۔ اور اس کے شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ کی طاعت کو بجا لایا۔ اور حق اللہ میں اللہ سے ڈرا۔ رحلت فرما گیا۔ اور لوگوں کو متفرق راستوں میں چھوڑ گیا۔ جن میں گمراہ راستہ نہیں پاتا۔ اور راہ پانے والا متیقن نہیں ہوتا۔ انتہے۔ اس کلام میں بعض اکابر شیعہ نے تحریف کی ہے۔ کہ بجائے ممدوح کے نام کے لفظ فلاں لکھ دیا۔ تاکہ خصم کو استدلال کی گنجائش نہ رہے۔ مگر شارحین نے اسے ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی اس کلام کی شرح یوں کرتا ہے۔ قولہ للہ بلاد فلان لفظ یقال فی معرض المدح لقولھم للہ درہ وللہ ابوہ واصلہ ان العرب اذا ارادوا مدح شیئ وتعظیمہ نسبوہ الی اللہ تعالیٰ بھذا اللفظ وروی للہ بلاء فلان ای عملہ الحسن فی سبیل اللہ و المنقول ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندی انہ انما اراد بعض [illegible] فی زمن رسول اللہ ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارھا وقال [illegible] الاوصاف المذکورۃ فی الکلام یدل علی انہ اراد رجلا ولی امر خلافۃ [illegible] قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوعہ فی الفتنۃ وتشعبھا بسببہ ولا ابا بکر لقصر مدۃ خلافتہ وبعد عھدہ عن الفتن فکان الاظھر انہ اراد عمر واقول ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر لما ذکرہ فی خلافۃ عمر وذمھا بہ فی خطبتہ [illegible] الشقشقیۃ کما سبقت الاشارۃ الیہ وقد وصفہ بامور احدھا [illegible]

Marfat.com

الخلق عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہ الثانی مداواتہ للعمد واستعار لفظ العمد للا
النفسانیۃ باعتبار استلزامہا للاذی کالعمد ووصف المداواۃ لمعالجۃ تلک الامراض
بالمواعظ البالغۃ والزواجر القارعۃ القولیۃ والفعلیۃ الثالثۃ اقامتہ للسنۃ ولزومہا الرا
وتخلیفہ للفتنۃ ای موتہ قبلہا ووجہ کون ذلک مدحا لہ ہو اعتبار عدم وقوعہا بسببہ
فی زمنہ بحسن تدبیرہ الخامس ذہابہ نقی الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضہ ونقاہ لسلامتہ
عن دنس المذام السادس قلۃ عیوبہ السابع اصابتہ خیرہا وسبق شرہا والضمیر فی
الموضعین یشبہ ان یرجع الی المعہود مما ہو فیہ من الخلافۃ ای اصاب ما فیہا من الخیر
المطلوب وہو العدل واقامۃ دین اللہ الذی بہ یکون الثواب الجزیل فی الاخرۃ
والشرف الجلیل فی الدنیا وسبق شرہا ای مات قبل وقوع الفتنۃ فیہا وسفک الدماء
لاجلہا الثامن اداؤہ الی اللہ طاعتہ التاسع اتقاہ لہ بحقہ ای ادی حقہ خوفا من عقوبتہ
العاشر رحیلہ الی الاخرۃ تارکا للناس بعدہ فی طرق مشعبۃ من الجہالات لا یہتدی
فیہا من ضل عن سبیل اللہ ولا یستیقن المہتدی فی سبیل اللہ انہ علی سبیلہ لاختلاف
طرق الضلال وکثرۃ المخالف لہ الیہا۔ ترجمہ۔ للہ بلاد فلان ایک لفظ ہے۔ جو مقام
مدح میں بولا جاتا ہے۔ مثل للہ درہ اور للہ ابوہ کے اور اس کی اصل یہ ہے۔ کہ عرب جس
وقت کسی شئے کی تعریف یا تعظیم کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس شئے کو اس لفظ کے ساتھ
اللہ تعالے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں للہ بلاء فلان بھی ہے یعنی
اس کا عمل نیک فی سبیل اللہ ہے۔ اور منقول ہے۔ کہ لفظ فلاں سے مراد عمرؓ ہیں۔ اور
قطب راوندی سے روایت ہے۔ کہ لفظ فلاں سے مراد اصحاب علی میں سے بعض ہے۔
جو زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں وقوع فتنہ اور اس کے انتشار سے پہلے وفات پا گیا
اور ابن ابی الحدید کہتے ہیں۔ کہ اس کلام میں ظاہر اوصاف مذکورہ اس پر دلالت کرتا ہے۔
کہ مراد ایسا شخص ہے جو حضرت امیر سے پیشتر متولی امر خلافت ہو چکا ہے۔ کیونکہ آپ نے
قوم الاود اور داوی العمد ذکر کیا ہے۔ اور عثمان تو مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ فتنہ
میں پڑے اور ان کے سبب فتنہ پھیلا۔ اور ابو بکر بھی مراد نہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت کی
مدت کم اور ان کا زمانہ فتنوں سے بعید ہے۔ پس اظہر یہ ہے۔ کہ عمرؓ مراد ہیں۔ اور میں
کہتا ہوں کہ ابو بکر کا مراد ہونا بہ نسبت عمرؓ کے حق سے زیادہ مشابہ ہے۔ کیونکہ آپ نے

Marfat.com

نے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں عمرؓ کی خلافت کے معائب اور اس کی مذمت بیان
ہے۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ حضرت امیرؑ نے اس ممدوح کے لئے اوصاف
ان کئے ہیں۔ پہلا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے کجی کو سیدھا کیا۔ یہ کنایہ ہے
س سے کہ خلق اللہ میں جو راہ خدا سے کجی تھی۔ اس ممدوح نے اس کو دور کر کے ان کو
اہ استقامت پر لگا دیا۔ دوسرا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے عمد یعنے مرض کی دوا کی۔ یہاں
فظ عمد امراض نفسانیہ کے لئے مستعار ہے۔ بدیں اعتبار کہ امراض نفسانیہ عمد کی طرح اذیت
و مستلزم ہیں۔ اور امراض نفسانیہ کا علاج قولی مواعظ بلیغہ اور فعلی دھمکیوں سے ہے
یسرا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خلق میں قائم رکھا
د خود بھی سنت پر عامل رہا۔ چوتھا وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے فتنہ کو اپنے پیچھے چھوڑا
یعنی فتنہ واقع ہونے سے پیشتر انتقال کر گیا۔ یہ امر اس کے لئے مدح بدیں اعتبار ہے
کہ اس کی حسن تدبیر سے اس کے سبب اور اس کے زمانے میں کوئی فتنہ وقوع میں نہ آیا
پانچواں وصف اس ممدوح کا دنیا سے پاک لباس رخصت ہونا ہے۔ یہاں لفظ ثوب یعنے
لباس اس کی آبرو کے لئے اور لباس کا پاک ہونا مذمتوں سے سلامتی کے لئے
مستعار ہے چھٹا وصف یہ ہے کہ قلیل العیب تھا۔ ساتواں وصف یہ ہے کہ
وہ ممدوح خلیفہ ہو کر خلافت کی بھلائی کو پہنچا۔ اور وہ خیر مطلوب عدل و انصاف
اور اقامت دین الٰہی ہے۔ جس کے سبب آخرت میں ثواب اور دنیا میں شرف
جلیل ہوتا ہے۔ اور خلافت کے شر سے محفوظ رہا۔ یعنی خلافت میں فتنہ کے واقع
ہونے اور خلافت میں خونریزی ہونے سے پیشتر وفات پا گیا۔ .....
..... آٹھواں وصف یہ ہے کہ ممدوح خدا کی طاعت بجا لایا۔ نواں
وصف یہ ہے کہ اس ممدوح نے حق اللہ کو بخوف عقوبت الٰہی پورا کیا
ادا کیا۔ دسواں وصف یہ ہے کہ ممدوح اپنے بعد لوگوں کے جہالتوں سے
ایسے پریشان راستوں میں چھوڑ کر آخرت کو سدھارا کہ گمراہی کے راستوں
کے اختلاف اور مخالفین کی کثرت کے سبب نہ ان میں راہ خدا سے گمراہ
راہ یاب ہو سکے۔ اور نہ یا بندہ راہ خدا اپنی راہ یابی کا یقین کر سکے
حاصل کلام یہ ہے کہ فلاں سے میرا خواہ صدیق اکبر ہوں۔ یا فاروق اعظم

Marfat.com

ہمارا مدعا ثابت ہے۔ وہ ممدوح باوصاف عشرہ خلیفہ راشد و مومن کامل ہے
اس سے خلافت بلافصل کا افسانہ باطل ہوگیا۔ شارح ابن میثم نے جب یہ
کہ حضرت امیر کی اس تقریر سے مذہب شیعہ کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ تو حفظ
کے لئے اِس طرح خامہ فرسائی کی۔ واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ھنا سوالا لفظیا
ان ھذہ المادح التی ذکرھا علیہ السلام فی حق احد الرجلین تنافی ما اجمعنا علیہ
من تخطیتھم واخذھما لمنصب الخلافۃ فاما ان لا یکون ھذا الکلام من کلامہ
علیہ السلام او ان یکون اجماعنا خطاء ثم اجابوا من وجھین احدھما لا نسلم
التنافی المذکور فانہ جاز ان یکون ذلک الممدوح منہ علیہ السلام علی
وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین واستجلاب قلوبھم بمثل
ھذا الکلام الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدھما فی معرض توبیخ
عثمان بوقوع الفتنۃ فی خلافتہ وامتعاض الامر علیہ واستثارہ ببیت مال
المسلمین ھو وبنو ابیہ حتی کان ذلک سببا لثوران المسلمین من الامصار
الیہ وقتلھم لہ ونبہ علی ذلک بقولہ وخلف الفتنۃ وذھب نقی الثوب قلیل
العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا وقولہ وترکھم فی طرق متشعبۃ فلا
مفھوم ذلک یستلزم ان الوالی بعد ھذا الموصوف قد اتصف باضداد ھذہ
الصفات واللہ اعلم۔ ترجمہ جان لے کہ شیعہ نے یہاں ایک سوال بدین
طور وارد کیا ہے۔ کہ امیر علیہ السلام نے جو مدح و توصیف شیخین میں سے ایک
کے حق میں ذکر کی ہے۔ وہ ہمارے اس اجماع کے خلاف ہے۔ جو ہم
نے ان دونوں کے خطا پر ہونے اور منصب امامت کے چھیننے پر منعقد کیا
ہے۔ پس یا تو یہ کلام امیر علیہ السلام کا کلام نہیں یا ہمارا اجماع خطا پر
ہے۔ بعد ازاں انہوں نے اِس کا دو طرح سے جواب دیا ہے۔ اول یہ
کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ تعریف و توصیف ہمارے اجماعی تخطیہ کے منافی ہے
کیونکہ ممکن ہے۔ کہ آپ نے یہ مدح اس کلام کے ساتھ شیخین کی خلافت
کے صحیح جاننے والوں کی اصلاح اور دلداری کے طور پر کی ہو۔ دوسرے
یہ کہ شیخین میں سے ایک کی مدح بطور تعریض کے حضرت عثمان کی توبیخ

Marfat.com

کے موقع میں ہو۔ بدیں وجہ کہ اِن کی خلافت میں فتنہ واقع ہوا۔ اور امر
لافت مضطرب رہا۔ اور اُنہوں نے اور ان کے بھائیوں نے مسلمانوں کے
یت المال کو آپنے لئے مخصوص کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں سے
سلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان کو قتل کر ڈالا۔ اور اس پر آپ نے اپنے اس قول سے
نبیہ فرمایا۔ فتنہ کو پیچھے چھوڑا۔ پاک دامن کم عیب رخصت ہوا۔ خلافت کی بھلائی پائی۔ اور
ائی سے بچا۔ لوگوں کو پریشان راستوں میں چھوڑ گیا۔ کیونکہ ان کلمات کا مفہوم مخالف
نکلتا ہے۔ کہ جو خلیفہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف ہے۔ اس کے بعد جو خلیفہ ہوا
ہے۔ وہ ان صفات کے اضداد کے ساتھ متصف ہے۔ واللہ اعلم۔ انتہے۔ ابن میثم نے
پنے مذہب کی حفاظت کے لئے جو ایک اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں۔ وہ ہر دو
رجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اول تو شیعہ کا اجماع نہایت پوچ اور ناقابل حجت ہے
یونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک قول امام معصوم اس میں داخل نہ ہو۔ وہ قابل حجت نہیں
ہو سکتا۔ اور قول امام کا اس میں داخل ہونا کسی قطعی حجت سے ثابت نہیں۔ کتاب اللہ
ان کے نزدیک محرف ہے۔ جس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ اخبار غیر شیعہ ان کے
نزدیک غیر معتبر ہیں۔ اور اخبار شیعہ جن میں سے اکثر آحاد ہیں۔ علل سے خالی نہیں۔ اور
ان میں اختلاف کا وہ طوفان برپا ہے۔ کہ کوئی خبر ایسی نہیں۔ جس کی سند دوسری خبر نہ ہو
وہ ازیں اجماع کے نقل کرنے والے نقل اجماع میں اکثر غلطی کر جاتے ہیں (اساس
صول) پس اجماع شیعہ فی حد ذاتہ لغو اور بے سود ہے۔ وہ بمقابلہ اس قول صریح امام کے
قرنا بعد قرن منقول ہوتا چلا آیا ہے۔ کسی طرح الثفات کے لائق نہیں ہو سکتا۔ پس
ابن میثم کا محل اعتراض میں اپنے اجماعی تخیلیہ کو اس قول کے مقابلہ میں ڈالنا اور اس کے
پر ظاہر کرنا خطا ہے۔ اگر بفرض محال اجماع کو تسلیم کر لیا جائے۔ اور منافات کو مان لیا
جائے۔ تو حسب تقریر مصنف تحفہ اثنا عشریہ رفع منافات کی یہ توجیہ کہ آپ نے یہ کلام محض
تلطفات اور دلداری معتقدین صحت خلافت شیخین کے لئے فرمائی تھی صحیح نہیں ہو سکتی
کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ امام معصوم نے دس جھوٹ موکد بقسم بولے۔ اور وہ بھی
صرف ایک غرض دنیاوی کے حصول کے لئے جس کے حصول کی نا امیدی ہو چکی ہو۔ اور
معتقدوں کے سامنے جنہوں نے کتاب اللہ کی تحریف کی اور دین کو بدل ڈالا۔ اور مرتد

Marfat.com

ہو گئے - ایسے لوگوں کے روبرو ایسے خلفاء جور کی ایسی تعریف کرنا جس سے زیادہ کوئی تعر
متصور نہیں ہو سکتی - یقیناً اعانت کفر ہے - تو کیونکر ممکن ہے کہ حضرت اسد اللہ اس کا اقر
فرماتے - باوجودیکہ حدیث اذا مدح الفاسق غضب الرب - (جب فاسق کی مدح کی جا
ہے - تو پروردگار غضبناک ہوتا ہے) بھی سن چکے ہوں - اگر ایسے بزرگ اس قسم کے
اغراض دنیویہ کے حصول کے لئے ایسی نازیبا تدبیریں کریں - تو پھر مکاران دنیا طلب ا
اُن میں کیا فرق ہوگا - اسی طرح دوسری توجیہ بھی پوچ ہے - بوجوہ ذیل :-

اوّل یہ کہ توبیخ عثمان کی اس طرح بھی ہو سکتی تھی - کہ یہ دس جھوٹ لازم نہ آتے
دوسرے - یہ کہ اگر موافق اوصاف مذکورہ سیرت شیخین محمود تھی - تو ان کی خلافت ثابت
ہوگئی - اور اگر محمود نہ تھی تو اس کے ترک پر عثمان کو توبیخ کرنا یعنی چہ -

تیسرے - یہ کہ عثمان کی مخالفت سیرت شیخین کے ساتھ اس عبارت میں ہرگز
مذکور نہیں - نہ صراحتہً نہ اشارۃً - اور یہ کلام خطبات کوفہ میں ارشاد فرمائی تھی - اس وقت
عثمان کہاں تھے - اور فتنہ و فساد کہاں تھا - بلکہ یہ کلام بظاہر اس وجہ سے کہ اپنے زمانہ
خلافت میں مہمات کا سرانجام اور حسن انتظام ایسا نہ ہوا - جیسا کہ زمانہ شیخین میں تھا -
بطور حسرت و افسوس و غبطہ ہے - اگر توبیخ عثمان منظور ہوتی - تو صاف فرمانے سے
کون مانع تھا کہ اس نے یہ کیا اور یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا - اس وقت بجز اہل شام اور کون
آپ کا مخالف تھا - اور جب وہ لوگ قتل عثمان کا الزام آپ کے ذمے لگاتے تھے - تو
پھر توبیخ عثمان سے کیا خوف تھا - اور تقیہ کی کیا ضرورت تھی - پس واضح ہوگیا - کہ نہ
وہ اعتراض صحیح ہے - نہ اس کے جواب - بلکہ حضرت امیرؑ کا یہ قول مدح ہے - اور یہ
مدح و توصیف واقعی ہے -

(۷) نصر بن مزاحم منقری تمیمی نے جو شیعی امامی اور امام محمد باقر کا ہمعصر تھا - کتاب
صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کا ایک خط نقل کیا ہے - جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کے خط کے جواب میں ہے - وہ خط بہت طویل ہے - اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے - وذکرت
ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہ اللہ بہم فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر
فضائلہم زعمت فی الاسلام وانصحہم للہ ورسولہ الخلیفۃ وخلیفۃ الخلیفۃ ولعمری
ان مکانہما من الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام شدید وحسبک

Marfat.com

للہ وجزاھما باحسن الجزاء وذکرت ان عثمان کان فی الفضل ثانیاً فان یکن عثمان
حسنا فسیجزیہ اللہ باحسانہ وان یک مسیئا فسیلقی ربا غفورا لا یتعاظمہ ذنب ان یغفرہ (الی ان
قال) وفی المھاجرین خیر کثیر نعرفہ جزاھم اللہ باحسن اعمالھم۔ (کتاب صفین مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۱ھ
صفحہ ۴۸-۴۹۔ وقعۃ صفین مطبوعہ مطبع عباسیہ بیروت سنہ ۱۳۸۲ھ ہجری۔ صفحہ ۶۳ و ۶۵) ترجمہ
اور تو نے ذکر کیا۔ کہ خدا نے اپنے رسول کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چھانٹے
ان کے ساتھ حضرت کی تائید کی۔ سو وہ اپنی اسلامی فضیلتوں کے اعتبار سے آپ کے
نزدیک اپنے اپنے مراتب میں تھے۔ ان میں سے اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تو نے
بیان کیا۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کا سب سے زیادہ خیر خواہ خلیفۂ رسول اللہ اور اس
خلیفہ کا خلیفہ تھا مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ بے شک
بڑا ہے۔ اور ان کی موت کی مصیبت بے شک اسلام میں سخت زخم ہے۔ خدا ان
دونوں پر رحم فرمائے۔ اور ان کو جزائے احسن دے۔ اور تو نے ذکر کیا۔ کہ عثمان فضیلت
میں تیسرے ہیں۔ سو اگر عثمان نیکوکار تھے۔ تو خدا ان کو ان کی نیکی کی جزا دے گا۔ اور اگر
بدکردار تھے۔ تو رب غفور کے پاس جائیں گے۔ جس کی بخشش کے آگے کوئی گناہ بڑا نہیں
یہاں تک کہ فرمایا حضرت امیرؑ نے) اور مہاجرین میں خیر کثیر ہے جسے ہم پہچانتے ہیں۔ خدا
ان کو ان کے نیک اعمال کی جزا دے۔ انتہٰی۔ جب یہ کلام جو مذہب تشیع کا بیخ کن ہے
شیعہ کی نظر سے گذرا۔ تو انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا کسی خصم کے ہاتھ لگ جائے
کلوگیر مذہب ہو۔ اس میں تصرف کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سید شریف رضی (متوفی سنہ
اسے الفاظ ذیل میں ظاہر کیا۔

وزعمت ان افضل الناس فی الاسلام فلان فلان امرا ان تمم عتر بک کلہ و
نقص لہ بلیحقک ثلمتہ وما انت والفاضل والمفضول والسائس والمسوس وما الطلقاء
وابناء الطلقاء والتمییز بین المھاجرین الاولین وترتیب درجاتھم الخ (نہج البلاغہ
مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۰۷ھ ہجری۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۷) ترجمہ۔ اور تو نے گمان کیا۔ کہ اسلام
میں سب لوگوں سے افضل فلاں فلاں تھے۔ یہ فضیلت اگر ثابت ہو جائے۔ تو تجھے اس کا
فائدہ ہوگا۔ اور اگر ثابت نہ ہو۔ تو تجھے اس کا عیب لاحق نہ ہوگا۔ اور تجھے فاضل و مفضول
اور محکوم سے کیا علاقہ۔ اور طلقاء اور طلقاء کی اولاد کو مہاجرین اولین کے درمیان

Marfat.com

تمیز اوران کے درجوں کی ترتیب سے کیا علاقہ۔ الخ۔ انتہے۔ یہ ہے شریف رضی کی شرافت
اوّل تو حضرت معاویہ کے کلام میں بجائے الخلیفہ اور خلیفۃ الخلیفہ کے لفظ فلان
فلان استعمال کئے تاکہ خصم استدلال نہ کر سکے۔ دوسرے یہ کہ اس کے بعد جو امیر کا
مؤکد بقسم مع دعائے خیر مذکور ہے۔ اسے بالکل ساقط کر دیا۔ تیسرے یہ کہ حضرت عثمان کا
خیر بھی درمیان سے اڑا دیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت امیرؑ نے جو مہاجرین میں خیر کثیر کے وجود کا
اعتراف کیا۔ اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ اس کی جگہ یہ مضمون رکھ دیا۔ کہ طلقاء اور ابناء
طلقاء کو مہاجرین کے درمیان تمیز اور ان کے درجات کی ترتیب سے کیا علاقہ۔ طلقاء
ان اسیران جنگ کو کہتے ہیں جو رہا کر دئے جائیں۔ یہاں طلقاء اور ابناء طلقاء سے ابوسفیان
ومعاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے معاویہ مہاجرین
آگے تیری اور تیرے باپ کی کیا ہستی ہے۔ مہاجرین تو وہ ہیں جن کی ہجرت محض دین
لئے تھی۔ جنہوں نے دین اسلام کی مدد کی۔ اور حضرت امیر سے جنگ نہ کیا۔ اس سے مقصد
خلفائے ثلاثہ اور ابوسفیان ومعاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو فضیلت ہجرت سے خارج کرنا
ہے۔ شریف رضی کی اس جرأت سے شراح نہج البلاغہ کو بڑی دقت پیش آئی۔ کیونکہ حضرت
امیرؑ کے خطبات اور کتب ورسائل کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ لہٰذا انہوں نے حفظ مذہب
کے لئے اصل کے ساتھ کچھ اپنی بھی تک بندی کر دی۔ چنانچہ کمال الدین میثم بن علی بن
میثم بحرانی شیعی نے اپنی شرح کبیر میں جو ۶۷۷ھ ہجری میں اختتام کو پہنچی کلام زیر بحث کو
یوں نقل کیا ہے۔ وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہ بھم فکانوا فی
منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت و
انصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکا
فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما
باحسن ما عملا غیر انک ذکرت امرا ان نقص لم یلحقک ثلمۃ وما انت والصدیق
فالصدیق من صدق بحقنا وابطل باطل عدونا وما انت والفاروق فالفاروق
فرق بیننا وبین اعدائنا وذکرت ان عثمان کان فی الفضل ثالثا فان یک عثمان
محسنا فسیجزیہ اللہ باحسانہ وان یک مسیئا فسیلقی ربا غفورا لا یتعاظمہ ذنب ان
یغفرہ (الی ان قال) وفی المھاجرین خیر کثیر نعرفہ جزاھم اللہ باحسن اعمالھم

Marfat.com

ثم ما انت والتمیز بین المہاجرین الاولین وترتیب درجاتہم الخ۔ ترجمہ۔ اور تو نے ذکر کیا کہ خدا نے اپنے رسول کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چھانٹے جن کے ساتھ حضرت کی تائید کی۔ سو وہ اپنی اسلامی فضیلتوں کے اعتبار سے آپ کے نزدیک اپنے اپنے مراتب میں تھے۔ اور اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تو نے گمان کیا۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کا سب سے زیادہ خیر خواہ خلیفہ صدیق اور اس خلیفہ کا خلیفہ فاروق تھا۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بے شک بڑا ہے۔ اور ان کی موت کی مصیبت اسلام میں بے شک سخت زخم ہے۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ اور ان کو ان کے نیک اعمال کی جزا دے۔ مگر تو نے ایک امر ذکر کیا۔ جو اگر ثابت ہو جائے۔ تو تجھے اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر ثابت نہ ہو۔ تو تجھے کوئی عیب لاحق نہ ہوگا۔ اور تجھے صدیق سے کیا علاقہ۔ صدیق تو وہ ہے۔ جو ہمارے حق کی تصدیق کرے۔ اور ہمارے دشمن کے باطل کا بطلان کرے۔ اور تجھے فاروق سے کیا علاقہ۔ فاروق تو وہ ہے۔ جو ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان فرق کرے۔ اور تو نے ذکر کیا کہ عثمان فضیلت میں تیسرے تھے۔ اگر عثمان نیکوکار تھے۔ تو خدا ان کو ان کی نیکی کی جزا دے گا۔ اور اگر وہ بدکردار تھے۔ تو رب غفور کے پاس جائیں گے۔ جس کی بخشش کے آگے کوئی گناہ بڑا نہیں۔ (یہاں تک کہ فرمایا حضرت امیر نے) اور مہاجرین میں خیر کثیر ہے جسے تو پہچانتا ہے۔ خدا ان کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دے۔ پھر تجھے مہاجرین اولین کے درمیان تمیز اور ان کے درجوں کی ترتیب سے کیا تعلق۔ الخ۔ انتہٰی۔ اس عبارت میں الحاقات (غیر انک الخ۔ ثم ما انت والتمیز الخ) نے مطلب میں عجیب خبط و تناقض پیدا کر دیا ہے۔ ترتیب مضامین یوں ہے۔ حضرت امیرؑ نے پہلے تو بنا بر قول معاویہؓ شیخین کی افضلیت و حقیت خلافت اور صدیقیت و فاروقیت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ہر دو کی فضیلت و علو مرتبت کا اعتراف کرتے ہوئے دعا دی ہے۔ بعد ازاں فضیلت شیخین کو مشکوک قرار دے کر امیر معاویہ سے خطاب ہے کہ تو نے جو خط میں صدیق و فاروق کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ اگر وہ فضیلت ثابت ہو جائے تو تجھے کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر ثابت نہ ہو تو تجھے کچھ نقصان نہیں۔ بعد ازاں شیخین کی صدیقیت و فاروقیت کو تسلیم کرتے ہوئے پھر امیر معاویہ سے خطاب ہے۔ کہ تو کجا اور صدیق و فاروق کجا۔ اس کے بعد اسی سے انکار ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ صدیقیت تو ہمارے حق کی تصدیق

Marfat.com

اور فاروقیت ہماری اور ہمارے اعدا کی فیمابین تفریق ہے۔ لہٰذا نہ ابوبکر صدیق ہیں۔ نہ فاروق۔ اسی طرح پہلے تو تمام مہاجرین میں خیر کثیر کے وجود کا اعتراف ہے۔ بعد ازاں اسی سے انکار ہے اور اشارہ کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ اور خلفائے ثلاثہ وغیرہ فضیلت بحث کے مستحق نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ یہ الحاقات ہرگز حضرت امیر کا کلام نہیں۔ بلکہ کسی مخبوط الحواس لایعقل کا تصرف ہیں۔

(۸) حضرت امیر علیہ السلام اہلبیت کے ذکر کے بعد صحابہ کرام کی مدح میں فرماتے ہیں۔ لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احدا منهم یشبههم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا وقد باتوا سجدا وقیاما یراوحون بین جباههم وخدودهم ویقفون علی مثل الجمر من ذکر معادهم۔ کان بین اعینهم رکب المعزی من طول سجودهم۔ اذا ذکر اللہ هملت اعینهم حتی تبل جیوبهم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جزو اول صفحہ ۱۱۳ - ۱۱۴) اس کلام میں حضرت امیرؑ نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ اوّل وہ زاہد اور تارک زینت دنیا تھے۔ آشفتہ مو اور گرد آلود رہا کرتے تھے۔ دوسرے وہ رات عبادت الٰہی میں گذارتے تھے تیسرے جب طول سجود سے کسی کی پیشانی مانند ہو جاتی۔ تو وہ بجائے پیشانی کے اپنا رخسارہ زمین پر رکھتا۔ چوتھے ذکر معاد و احوال قیامت سے وہ ایسے بے چین ہو جاتے کہ گویا آگ کی چنگاری پہ کھڑے ہیں۔ پانچویں طول سجود سے ان کی پیشانیاں سیاہ ہوگئی تھیں۔ اور ان کا چمڑا مثل بکری کے گھٹنے کے بے حس اور سخت ہو گیا تھا۔ چھٹے جب اللہ کا ذکر ہوتا تو اتنے روتے کہ گریبان تر ہو جاتے۔ ساتویں کبھی عذاب الٰہی کے خوف سے وہ ایسے بے قرار ہوتے جیسا کہ درخت کی ٹہنی تیز ہوا کے جھونکے سے ہوا کرتی ہے۔ اور کبھی ثواب الٰہی کے اشتیاق میں درخت کی شاخ کی طرح جھومتے +

(۹) حضرت امیر علیہ السلام حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کنتم ممن دخل فی الدین اما رغبة واما رهبة علی حین فاز اهل السبق بسبقهم وذهب المهاجرون الاولون بفضلهم (نہج البلاغہ۔ جزو ثانی۔ صفحہ ۱۰) ترجمہ۔ تم ان میں سے ہو جو دین میں رغبت سے یا ڈر سے داخل ہوئے۔

Marfat.com

س وقت سابقین شرف سبقت سے بہرہ ور ہو چکے۔ اور مہاجرین اولین فضیلت لیگئے۔ انتہی
(۱۰) جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ پہ ہجوم کیا۔ تو حضرت امیرؓ نے
ن کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں خطاب فرمایا۔ ان الناس ورائی وقالوا استسفروک بینک
ربینهم ووا اللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا لا تعرفه۔ انک لتعلم ما نعلم
ما سبقناک الی شیئ فنخبرک عنه ولا خلونا بشیئ فنبلغکه وقد رایت کما رأینا و
سمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وما ابن ابی قحافة ولا ابن الخطاب
اولی بعمل الحق منک وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم
شیجة رحم منهما وقد نلت من صهره ما لم ینالا۔ الخ (نہج البلاغہ۔ جزء اول صفحہ
۱۷) ترجمہ۔ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے اور آپ کے درمیان سفیر بنا کر
بھیجا ہے۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں۔ میں ایسی کوئی شے نہیں پہچانتا
جس سے آپ ناواقف ہوں۔ اور نہ کوئی ایسی بات آپ کو بتا سکتا ہوں جس کو آپ نہ
جانتے ہوں۔ آپ بے شک وہی جانتے ہیں جو ہم جانتے ہیں کسی چیز میں ہم نے آپ سے
سبقت نہیں کی۔ جو ہم آپ کو بتائیں۔ اور نہ ہم کسی چیز میں منفرد ہیں۔ جو آپ کو پہنچا دیں۔
بے شک آپ نے دیکھا جیسا ہم نے دیکھا۔ اور آپ نے سنا جیسا ہم نے سنا۔ اور آپ
رسول اللہ کی صحبت میں رہے۔ جیسا کہ ہم رہے۔ نہ ابو قحافہ کے بیٹے اور نہ خطاب کے
بیٹے۔ آپ کی نسبت حق پر عمل کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ قرابت میں ان دونوں
کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں۔ اور تحقیق آپ نے رسول
اللہ کی دامادی کی فضیلت پائی ہے۔ جو ان دونوں نے نہیں پائی۔ الخ۔ انتہے۔

اس خطبہ میں حضرت امیرؓ نے شرف صحبت وغیرہ کسی بات میں اپنے آپ کو حضرت عثمان سے افضل نہیں بتایا۔ اور یہ بھی صاف فرما دیا ہے۔ کہ حضرت عثمان کو رسول اللہ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ باوجود اس تصریح کے شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فقط ایک بیٹی فاطمہ تھیں۔ اور زینب و رقیہ و ام کلثوم آپ کی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ اس کی تردید میں نہج البلاغہ کی عبارت مذکورہ بالا کے علاوہ حسب ذیل آیات پیش کئے جاتے ہیں

(۱) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

Marfat.com

جَلَابِيْبِهِنَّ (احزاب - ع) ترجمہ - اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ دیجئے - کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیں - انتہے - اس آیت میں ازواج بنات، نساء بصیغہ جمع وارد ہیں - جس سے ثابت ہے - کہ ازواج مطہرات کی طرح حضرت کی بیٹیاں بھی دو سے زیادہ تھیں ۔

(ب) عن حماد بن عثمان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ ابا بنات (فروع کافی - مجلد ثانی - جزء اول صفحہ ۲۵۶) ترجمہ - امام جعفر صادق فرماتے ہیں - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ بیٹیوں کے باپ تھے - اسی صفحہ پر یہ روایت ہے عن الجارود بن المنذر قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام بلغنی انہ ولد لک ابنۃ و انک تسخطہا وما علیک منہا ربیحانۃ تشمہا وقد کفیت رزقہا وقد کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ ابا بنات - اس روایت میں مذکور ہے - کہ جارود بن منذر کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی جس سے وہ ملول ہوا - اس کی تسلی کے لئے امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ایسا نہ ہونا چاہیئے - دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ہاں کئی بیٹیاں تھیں -

(ج) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے - فولد لہ منہا قبل مبعثہ القاسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاہر والفاطمۃ علیہا السلام (اصول کافی - باب مولد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ ووفاتہ - صفحہ ۲۷۸) ترجمہ - پس رسول اللہ کے ہاں خدیجہ سے بعثت سے پہلے پیدا ہوئے - قاسم اور رقیہ اور زینب اور ام کلثوم - اور بعثت کے بعد آپ کے ہاں پیدا ہوئے طیب اور طاہر اور فاطمہ علیہا السلام انتہے

(د) اصول کافی میں ایک طویل روایت میں مذکور ہے - کہ زرارہ امام محمد باقر کی خدمت میں عرض کرتا ہے - کہ آپ میری جوانی کو دیکھتے ہیں - میں نے اب تک اس خیال سے نکاح نہیں کیا - کہ مبادا غیر شیعہ امامیہ کی عورت میرے واسطے حلال نہ ہو - بہت سی قیل وقال کے بعد امام ایسے نکاح کے جواز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال اور حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی عورتوں کا قصہ جو سورہ تحریم میں مذکور ہے - پیش کرتے ہیں - زرارہ عرض کرتا ہے - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کد خدائی میں میرے مرتبہ میں نہیں - آپ کی بیوی آپ کے زیر دست تھی - اور دل سے آپ کے حکم اور دین کے ماننے والی تھی - اس پر امام نے فرمایا کہ کیا تو سمجھتا ہے - کہ سورہ تحریم میں فخانتاھما میں حضرت نوح یا

Marfat.com

لوط کی عورت کی خیانت سے مراد زنا اور چوری ہے۔ ایسا نہیں۔ بلکہ وہاں خیانت سے مراد وہ عمل ہے۔ جو شوہر کے دین کے انکار پر دلالت کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی تائید میں فرمادیا۔ وقد زوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ فلانًا۔ یعنی تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فلاں شخص کو اپنی بیٹی دی (اصول کافی صفحہ ۵۶۵) صافی میں اس کا فارسی ترجمہ یوں مذکور ہے۔ وبتحقیق دختر داد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ عثمان را۔ مراد اینست کہ در وقت دادن دختر نیز معلوم او بود (اور تحقیق بیٹی دی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے عثمان کو۔ مراد یہ ہے۔ کہ عثمان کا نفاق رسول اللہ کو معلوم ہو گیا۔ اور بیٹی واپس لے لی۔ یا مراد یہ ہے۔ کہ بیٹی دینے کے وقت بھی عثمان کا نفاق آپ کو معلوم تھا)۔

(ھ) عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمۃ الی علی علیہ السلام ان یتزوج ابنۃ اختھا من بعدھا ففعل (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء اول صفحہ ۲۴۳) ترجمہ۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ نے علی علیہ السلام سے وصیت کی کہ میرے بعد میری بہن کی لڑکی سے نکاح کر لینا۔ پس آپ نے ایسا ہی کیا۔ انتہے۔

(و) عن فاطمۃ بنت علی عن امامۃ بنت ابی العاص بن الربیع وامھا زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ قالت اتانی امیر المومنین علی علیہ السلام فی شھر رمضان فاتی بعشاء وتمر وکماۃ فاکل علیہ السلام وکان یحب الکماۃ (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء ثانی صفحہ ۱۵۹) ترجمہ۔ فاطمہ بنت علی نے روایت کی۔ کہ امامہ نے جو ابو العاص بن ربیع کی بیٹی تھی۔ اور جس کی ماں زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ تھیں۔ بیان کیا۔ کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ماہ رمضان میں میرے پاس آئے۔ آپ کے لئے شام کا کھانا اور کھجور اور کمنی لائی گئی۔ اور آپ نے تناول فرمایا۔ آپ کھمبی کو پسند فرماتے تھے۔ انتہے +

(ز) عن ابی مریم وذکرہ عن ابیہ ان امامۃ بنت ابی العاص وامھا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کانت تحت علی بن ابی طالب علیہ السلام بعد فاطمۃ فخلف علیھا بعد علی المغیرۃ بن النوفل فذکرانھا وجعت وجعا شدیدا حتی اعتقل لسانھا فجاوھا الحسن والحسین ابنا علی علیہ السلام وھی لا تستطیع الکلام فجعلا یقولان لھا وللمغیرۃ کان لذلک احتفت فلانًا واھلہ فجعلت تشیر براسھا لا کذا وکذا فجعلت تشیر براسھا

Marfat.com

ای نعم لا تفصح بالکلام فاجاز ذلک لہا (من لا یحضرہ الفقیہ۔ جزء رابع۔ باب الوصیۃ بالکتب والایماء۔ صفحہ ۲۷۳)۔ اس روائیت میں بھی بتایا گیا ہے۔ کہ ابوالعاص کی بیٹی امامہ حضرت زینب بنت رسول اللہ کے بطن سے تھی۔ فاطمہ کے بعد حضرت علی نے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت علی کے بعد اس نے مغیرہ بن نوفل سے شادی کر لی تھی۔

(ح) شیعہ کے ہاں رمضان میں ہر روز تسبیحات کے بعد جو درود پڑھنا چاہیئے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ اللھم صل علی فاطمۃ بنت نبیک محمد علیہ وآلہ السلام والعن من اذی نبیک فیہا۔ اللھم صل علی القاسم والطاہر ابنی نبیک۔ اللھم صل علی رقیۃ بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیہا۔ اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیہا۔ (تہذیب الاحکام۔ للطوسی مطبوعہ ایران۔ مجلد اول۔ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۱۵۴) ترجمہ۔ یا اللہ رحمت بھیج فاطمہ پر جو تیرے نبی محمد علیہ وآلہ السلام کی بیٹی ہے۔ اور لعنت بھیج اس پر جو تیرے نبی کو اس کے سبب اذیت دے۔ یا اللہ رحمت بھیج قاسم اور طاہر پر جو تیرے نبی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ رحمت بھیج اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر اور لعنت بھیج اس پر جو تیرے نبی کو اس کے سبب اذیت دے۔ یا اللہ رحمت بھیج اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر اور لعنت بھیج اس پر جو تیرے نبی کو اس کے سبب اذیت دے۔ انتہٰے۔ جو لوگ رقیہ اور ام کلثوم کو رسول اللہ کی صاحبزادیاں نہیں سمجھتے۔ وہ اس روایت کی رو سے مورد لعنت ٹھیرتے ہیں:۔

(ط) عن یزید بن خلیفۃ قال کنت عند ابی عبد اللہ فسالہ رجل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجنائز قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کان ھدی دم المغیرۃ بن ابی العاص وحدث حدیثا طویلاً وان زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ توفیت وان فاطمۃ خرجت فی نسائہا فصلت علی اختہا (تہذیب الاحکام۔ مجلد اول۔ باب الصلوٰۃ علی الاموات۔ صفحہ ۲۱۵) اس روائیت میں امام جعفر صادق کا بیان ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کی صاحبزادی زینب نے وفات پائی تو فاطمہ عورتوں کے ساتھ نکلی۔ اور اس نے اپنی بہن پر نماز پڑھی۔

(ی) شیخ الطائفہ طوسی اپنی کتاب مبسوط (مطبوعہ ایران۔ کتاب النکاح) میں یوں لکھتا ہے۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ امہات فی معنی العقد علیہن

Marfat.com

ولیس امہات حتی تحرم بناتھن وامہاتھن کہ نھن لیست بامہات علی الحقیقۃ نسبًا
اورضاعًا فیکون بناتھن اخوات وامہاتھن جدات ولا یتجاوز التحریم بھن لانہ
لا دلیل علیہ ولانہ علیہ السلام زوج بناتہ زوج فاطمۃ علیہ السلام علیا وھو امیر
المومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وامہا خدیجۃ ام المومنین وزوج بنتہ رقیہ
وام کلثوم عثمان لما ماتت الثانیۃ قال لو کانت الثالثۃ لزوجناہ ایاھا وزوج الزبیر
اسماء بنت ابی بکر وھی اخت عائشۃ وتزوج طلحۃ اختہا الاخری ۔ ترجمہ ۔ نبی
صلے اللہ علیہ وآلہ کی ازواج مطہرات عقد نکاح کے لحاظ سے امہات ہیں ۔ وہ امہات نہیں کہ
ان کی بیٹیاں اور مائیں حرام ہوں ۔ کیونکہ وہ نسب یا رضاع کے لحاظ سے حقیقی امہات نہیں
کہ ان کی بیٹیاں بہنیں اور ان کی مائیں دادیاں ہوں اور حرمت نکاح ان ازواج سے تجاوز
نہیں کرتی ۔ کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ۔ اور اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں
کا نکاح کر دیا ۔ چنانچہ امیر المومنین علی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے فاطمہ کا نکاح کر دیا جن
کی ماں ام المومنین خدیجہ ہیں ۔ اور اپنی بیٹی رقیہ وام کلثوم کا نکاح عثمان سے کر دیا ۔ جب
دوسری نے وفات پائی ۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر تیسری ہوتی ۔ تو میں ضرور اس کا نکاح
عثمان سے کر دیتا ۔ اور زبیر کا نکاح ابوبکر کی بیٹی اسماء سے کر دیا ۔ جو عائشہ کی بہن ہے ۔
اور طلحہ نے اس کی دوسری بہن سے نکاح کیا ۔ انتہے ۔

(لک) ابن بابویہ قمی کتاب الخصال (مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ صفحہ ۳۷ - ۳۸) میں یوں
لکھتا ہے ۔ کان لرسول اللہ سبعۃ اولاد ۔ حدثنا ابی رحمہ بن الحسن رضی اللہ
عنہما قالا حدثنا سعد بن عبد اللہ البرقی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن علی بن ابی
حمزۃ عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال ولد لرسول اللہ من خدیجۃ القاسم و
الطاہر وھو عبد اللہ وام کلثوم ورقیۃ وزینب وفاطمۃ وتزوج علی بن ابی طالب فاطمۃ
علیہما السلام وتزوج ابو العاص بن الربیع وھو رجل من بنی امیۃ زینب وتزوج
عثمان بن عفان ام کلثوم فماتت ولم یدخل بھا فلما سار الی بدر زوجہ رسول
اللہ رقیۃ وولد لرسول اللہ ابراھیم من ماریۃ القبطیۃ وھی ام ابراھیم ام ولد
ترجمہ ۔ رسول اللہ کے ہاں بچے سات تھے (بحذف اسناد) امام جعفر صادق فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ کے ہاں خدیجہ سے پیدا ہوئے قاسم اور طاہر جو عبد اللہ ہیں ۔ اور ام کلثوم

Marfat.com

اور رقیہ اور زینب اور فاطمہ۔ علی بن ابی طالب نے فاطمہ علیہا السلام سے نکاح کیا۔ اور ابوا
بن ربیع نے جو بنی امیہ میں سے تھا۔ زینب سے نکاح کیا۔ اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے
نکاح کیا۔ جو دخول سے پیشتر وفات پا گئی جب بدر کو گئے۔ تو رسول اللہ نے عثمان کا نکاح
رقیہ سے کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ہاں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ ابراہیم کی ماں ماریہ
قبطیہ ام ولد ہے۔ انتہے۔ اس روایت کے متصل دوسری روایت امام جعفر صادق کی مذکور
ہے۔ جس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ایک روز حضرت عائشہ نے فاطمہ سے کہا۔ کہ تیری ماں
خدیجہ کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ فاطمہ نے رسول اللہ سے اس امر کی شکایت کر دی۔ رسول
اللہ نے خفا ہو کر فرمایا۔ ان خدیجۃ ولدت منی طاھرا وھو عبداللہ وھو المطھر وولدت
منی القاسم وفاطمۃ ورقیۃ وام کلثوم وزینب۔ یعنے خدیجہ نے مجھ سے جنا طاہر کو جو عبداللہ
اور مطہر ہے۔ اور مجھ سے جنا قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب کو۔ انتہے۔

(ل) ابو عمر و کشی اپنی مشہور کتاب معرفۃ اخبار الرجال (مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۷ھ ہجری صفحہ
۲۴۱) میں لکھتا ہے۔ (محمد بن مسعود) قال کتب الی الفضل قال حدثنا ابن ابی عمیر عن ابراھیم
بن عبد الحمید عن اسمٰعیل بن جابر قال لما قدم ابو اسحاق من مکۃ فذکر لہ قتل
المعلی بن خنیس قال فقام مغضبا یجر ثوبہ فقال لہ اسمٰعیل ابنہ یا ابت این تذھب
فقال لو کانت نازلۃ لقد مت علیہا فجاء حتی قدم علی داود بن علی فقال لہ یا داود
اتیت ذنبا لا یغفرہ اللہ لک قال وما ذاک الذنب قال قتلت رجلا من اھل الجنۃ
ثم مکث ساعۃ ثم قال انشاء اللہ فقال لہ داود انت قلت اخ ثبت ذنبا لا یغفرہ اللہ
لک قال وما ذاک قال زوجت ابنتک فلانا الاموی قال ان کنت زوجت فلانا
الاموی فقد زوج رسول اللہ عثمان ولی برسول اللہ اسوۃ۔ الخ۔ ترجمہ بحذف اسناد
جب ابو اسحاق (امام جعفر صادق) مکہ سے آئے۔ تو ان سے معلی بن خنیس کے قتل ہونے کا
ذکر کیا گیا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام یہ سن کر غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور اپنا کپڑا زمین
پر گھسیٹنے لگے۔ ان کے بیٹے اسماعیل نے عرض کی۔ کہ اے باپ آپ کہاں جا رہے ہیں
امام نے فرمایا۔ اگر کوئی سخت بلا ہوئی۔ تو میں ضرور اس سے پیش آؤں گا۔ پس آپ آئے
یہانتک کہ داؤد بن علی کے پاس پہنچے۔ اور اس سے فرمایا۔ کہ اے داؤد بے شک البتہ تو نے
ایسا گناہ کیا ہے۔ کہ خدا اسے معاف نہ کرے گا۔ داؤد نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا ہے۔ امام نے

Marfat.com

پوچھا وہ کیا ہے۔ داؤد نے کہا کہ آپ نے اپنی بیٹی فلان اموی کو نکاح میں دی ہے۔ امام نے فرمایا۔ کہ اگر میں نے فلاں اموی کو اپنی بیٹی دی ہے (تو کیا ہوا) خود رسول اللہ نے اپنی بیٹی عثمان کو دے دی۔ اور میرے واسطے رسول اللہ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ الخ۔ انتہے۔

(۵) ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ وام کلثوم و رقیہ وزینب و فاطمہ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ و تزویج کرد با بوالعاص بن ربیع کہ از بنی امیہ بود زینب را و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانۂ آن برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از و حضرت رقیہ را باو تزویج نمود (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۱۸) یعنی قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت صادق سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ کے ہاں خدیجہ سے پیدا ہوئے۔ طاہر و قاسم و فاطمہ وام کلثوم و رقیہ و زینب۔ آپ نے فاطمہ کا نکاح حضرت امیر المومنین سے کر دیا۔ اور زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا۔ جو بنو امیہ میں سے تھا اور ام کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دیا۔ ام کلثوم پیشتر اس کے کہ عثمان کے گھر جائے انتقال کر گئی۔ اس کے بعد حضرت رقیہ کا نکاح عثمان سے کر دیا۔ انتہے۔ یہی ملا صاحب وقائع سال چہارم ہجرت کے تحت میں لکھتا ہے۔ عبداللہ پسر رقیہ کہ از عثمان بہم رسیدہ بود۔ فوت شد (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۶) پھر صفحہ ۷۱۹ پر لکھتا ہے جمعے از علمائے خاصہ و عامہ را اعتقاد آنست کہ رقیہ وام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر۔ کہ پیش از حضرت رسول داشتہ و حضرت ایشان را تربیت کردہ بود و دختر حقیقی آن جناب نبودند و بعضے گفتہ اند کہ دختران خالہ خواہر خدیجہ بودہ اند و بر نفی این دو قول روایات معتبرہ دلالت مے کند۔ ترجمہ۔ علمائے خاصہ و عامہ کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ رقیہ وام کلثوم خدیجہ کی بیٹیاں دوسرے شوہر سے تھیں جو حضرت رسول سے پہلے تھا۔ اور حضرت نے ان کو پالا تھا اور آن جناب کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بعضوں نے کہا ہے۔ کہ وہ خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان دونوں قولوں کے غلط ہونے پر معتبر روائتیں دلالت کرتی ہیں۔ انتہے۔

(۱۱) مفسر منہج الصادقین لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حنین واوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے مولفۃ القلوب کو حصہ دیا۔ اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم۔ اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ اور بعضے کہنے لگے

Marfat.com

کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا۔ اور ہم کو محروم کیا۔ آنحضرتؐ کو اس کے سننے نہایت رنج ہوا۔ اور انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پہ تھے۔ خداوند تعالےٰ نے میرے واسطے سے تم کو اس سے نجات دی۔ کیا یہ سچ نہیں ہے۔ سب نے کہا یارسول اللہ سچ ہے۔ اسی طرح آپ نے چند باتیں اور فرما کر کہا۔ کہ تم بھی اس کے جواب میں کہ سکتے ہو کہ میں تنہا آیا تھا اور تم نے میری مدد کی۔ اور میں خائف تھا۔ تم نے امان دی۔ اور لوگ میری تکذیب کرتے تھے تم نے تصدیق کی۔ انصار یہ بات سن کر رونے لگے اور ہائے ہائے کرنے لگے۔ اور پیغمبر خدا کے پاؤں پہ گر کر کہنے لگے۔ کہ یارسولؐ اللہ تن و جان و مال ہمارا آپ پہ قربان ہے۔ ہمارا مال آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ چاہیں اپنی قوم کو عطا فرمائیں۔ اور جو کچھ آپ کی نسبت ہم لوگوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ وہ بے ادب اور ادنےٰ درجہ کے لوگ ہیں۔ اور اب وہ توبہ کرتے ہیں۔ آپ ان کے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اٹھایا۔ اور فرمایا۔ اللّٰھم اغفر للانصار و ابناء الابناء الانصار و ابناء ابناء الانصار یا معشر الانصار اما ترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والغنم وتی سہمکم رسول اللہ قالوا بلی یا رسول اللہؐ۔ یعنے شما راضی نیستید کہ مردمان بازگردند و نصیب ایشان گوسفند و چارپائے باشد و در نصیب شما رسول خدا باشد گفتند بلے۔ رضینا باللہ و عنہ و برسولہ پس فرمود کہ الانصار کرشی و عیبتی لو سلک الناس وادیا و سلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار۔ انصار ستر من اند و خواص من اند اگر مردماں بوادی سلوک کنند و انصار بشعبے۔ من بطریق انصار سلوک کنم (جلد دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰) ماخوذ از آیات بینات۔

(۱۲) انصار کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں وصیت فرمائی ہے پس وصیت مے کنم شما را بانصار زیرا کہ دانستید حقہائے ایشان را و سعیہائے ایشاں را نزد خداوند و نزد رسول و نزد مومنان۔ توسعہ داوند برائے شما در خانہائے خود و نصف میوہائے خود را بشما بخشیدند و اختیار کردند شما را بر خود ہر چند کہ خود محتاج بودند۔ پس کسے کہ والی امرے شود در میان مسلمانان باید کہ نیکو کار انصار را بنوازد و باز بدکردار ایشان عفو نماید (حیات القلوب۔ جلد دوم صفحہ ۸۴۹)۔ اس وصیت سے مدح انصار کے علاوہ یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ معین نہ فرمایا۔ بلکہ ارشاد فرمایا۔ کہ جو خلیفہ ہوں میں اس کو وصیت کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت علیؑ کی خلافت منصوص نہ تھی۔

Marfat.com

(۱۳) حضرت امیر علیہ السلام انصار کی مدح میں فرماتے ہیں۔ صحبوا اللہ ربہا کا سلام کما یزری الغلو مع غنائھم بایدیھم السباط والسنتھم السلاط (نہج البلاغہ۔ جزء الثانی صفحہ ۱۳۰) ترجمہ۔ خدا کی قسم انہوں نے باوجود اپنے استغنا کے اسلام کو اپنے فیاض ہاتھوں اور فصیح زبانوں سے یوں پالا۔ جیسا کہ بچہ پالا جاتا ہے۔ انتہے۔

(۱۴) بقول شیعہ حضرت فاطمۃ الزہراء نے فدک کے معاملہ میں خلیفہ وقت کے خلاف انصار سے بدیں الفاظ مدد طلب کی۔ یامعشر اکانصار رواعضاد الملۃ وحضنۃ الاسلام مالھذہ الفترۃ عن نصرتی (شرح کمال الدین میثم بحرانی تحت قول بلی کانت فی ایدینا فدک) یعنے اے انصار کے گروہ اے ملت کے مددگارو اے اسلام کی محکم پناہ میری مدد سے یہ تمہاری سستی کیسی ہے۔ انتہے۔

(۱۵) ملا باقر مجلسی بحوالہ علی بن ابراہیم و شیخ مفید و طبرسی وغیرہ غزوہ احزاب کے بیان میں یوں لکھتا ہے۔ چون این خبر بحضرت رسول رسید۔ اصحاب خود را طلبید۔ و بایشان مشورت کرد۔ و ایشان ہفت صد نفر بودند پس سلمان گفت یا رسول اللہ جماعت قلیل در مقابلہ و مبارزہ در برابر جماعت کثیر نمے تواند ایستاد۔ حضرت فرمود پس چہ کنیم سلمان گفت خندقے مے کنم بر دور خود کہ حجابے باشد میان تو و ایشان۔ کہ ایشان از ہر جانب بر سر ما نیایند و جنگ از یک جانب باشد۔ و ما در بلاد عجم وقتیکہ لشکر گرانے متوجہ ما مے شد چنین مے کردیم کہ جنگ از موضع معین واقع شود۔ پس جبرئیل بر حضرت رسول نازل شد و گفت رائے سلمان صواب است و بآن عمل نمایند۔ حضرت فرمود کہ زمین را پیمودند از ناحیہ احد تا براییح۔ و ہر بست گام یاسی گام را بجماعتے از مہاجران و انصار داد کہ حفر نمائیند و امر کرد کہ بیلہا و کلنگہا آوردند و حضرت خود ابتدا کرد و سنگہا مہاجران و کلنگے برداشت و خود میکندید و حضرت امیر المومنین خاک را نقل مے کرد تا آنکہ عرق کرد و ماندہ شد و فرمود کہ عیشے نیست مگر عیش آخرت خداوندا بیامرز انصار و مہاجران را۔ و چون دیدند کہ حضرت خود متوجہ کندن گردید اہتمام بسیار کردند در کندن و خاک را نقل مے کردند چون روز دوم شد۔ بامداد آمدند بر سر خندق و حضرت در مسجد فتح نشست و صحابہ مشغول کندن شدند۔ ناگاہ بسنگے رسیدند کہ کلنگ بر آن کارے نمے کرد۔ پس جابر بن عبداللہ انصاری را بخدمت حضرت فرستادند کہ حقیقت حال را عرض نمائید۔ جابر گفت کہ چون بمسجد فتح رفتم دیدم حضرت بر پشت خوابیدہ است و ردائے مبارک را در زیر سر گزاشتہ و از گرسنگی بر شکم خود سنگے بستہ است

Marfat.com

گفتم یارسول اللہ سنگے در خندق پیدا شدہ کہ کلنگ دران اثرے نمے کند پس برخاست وبسرعت روانہ شد۔ چون بآن موضع رسید۔ آبے طلبید وازان وضو ساخت وکف آبے در دہان خود نشان کرد۔ ومضمضہ نمود وبرآن سنگ ریخت پس کلنگ راگرفت وضربتے برآن سنگ زد کہ ازان برقے ساطع شد وبرآن برق قصرہائے شام را دیدیم۔ پس بار دیگر کلنگ راز دوبرقے ساطع شد کہ قصرہائے مدائن را دیدیم۔ پس بار دیگر کلنگ زد وبرقے لامع شد کہ قصرہائے یمن را دیدیم۔ پس فرمود کہ این مواضع راکہ برق برآنہا تابید شما فتح خواہید کرد۔ مسلمانان از استماع این بشارت شاد شدند وخدارا حمد کردند ومنافقاں گفتند کہ وعدہ ملک کسریٰ وقیصر مے دہد وازترس بر دور خود خندق مے کند۔ پس حق تعالےٰ آیہ قل اللّٰھم مالک الملک رابرائے تکذیب وتادیب منافقان فرستاد وابن بابویہ روایت کردہ است کہ چون کلنگ اول راز دسنگ شکست وفرمود کہ اللہ اکبر کلیدہائے شام را خدا بمن داد وبخدا سوگند کہ قصرہائے سرخ آن رامے بینم۔ پس کلنگ دیگر زد وثلث دیگر راشکست وگفت اللہ اکبر خدا کلیدہائے ملک فارس رابمن داد وبخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن رامے بینم وچون کلنگ سوم راز دوباقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلیدہائے یمن بمن دادند وبخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعا رامے بینم۔ (حیات القلوب۔ جلد دوم صفحہ ۴۴۸ - ۴۴۹)۔ ترجمہ۔ جب حضرت رسول کو یہود وقریش کی آمد کی خبر پہنچی۔ تو آپ نے اپنے اصحاب کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ اور وہ سات سو تھے۔ پس سلمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جنگ ومقابلہ میں قلیل جماعت کثیر جماعت کے برابر نہیں ٹھیر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر کیا کریں سلمان نے عرض کیا۔ کہ ہم اپنے گرد ایک خندق کھود لیتے ہیں۔ جو آپ کے اور دشمنوں کے درمیان ایک روک ہو۔ تاکہ وہ ہر طرف سے ہم پر حملہ آور نہ ہوں۔ اور لڑائی ایک طرف سے ہو۔ بلاد عجم میں جب بھاری لشکر ہمارے مقابل ہوتا تھا۔ تو ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ تاکہ لڑائی ایک معین جگہ سے واقع ہو۔ پس جبرئیلؑ نے حضرتؐ پر نازل ہو کر عرض کی۔ کہ سلمان کی رائے درست ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ حضرت نے حکم دیا کہ احد کی طرف سے راجح (رائع؟) تک زمین کو ناپ لیں۔ آپ نے مہاجرین وانصار کی ہر جماعت کو بیس بیس یا تیس تیس قدم زمین کھودنے کو دی۔ اور حکم دیا کہ بیلچے اور کدالیاں لے آئیں۔ حضرت نے خود مہاجرین کے حصہ میں ابتدا کی۔ اور کدالی اٹھالی۔ آپ کھود رہے تھے اور حضرت امیر المومنین مٹی اٹھا رہے تھے

Marfat.com

یہاں تک کہ حضرت رسول کو پسینہ آگیا۔ اور ماندہ ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ آخرت کی عیش کے سوا کوئی عیش نہیں۔ خدایا انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت خود کھود رہے ہیں۔ تو وہ بڑی کوشش سے کھودتے اور مٹی اٹھاتے جاتے تھے۔ جب دوسرا روز ہوا۔ تو وہ خندق پہ آئے۔ اور حضرت مسجد فتح میں بیٹھ گئے۔ اور صحابہ کھودنے میں مشغول ہو گئے۔ ناگاہ ایک پتھر نمودار ہوا جس پر کسی اثر نہ کرتی تھی۔ پس انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ کہ حقیقت حال عرض کرے۔ جابر کا بیان ہے۔ کہ جب میں مسجد فتح میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت پیٹھ کے بل سوئے ہوئے ہیں۔ اور چادر مبارک سر کے نیچے رکھی ہوئی ہے۔ اور بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ خندق میں ایک پتھر نمودار ہوا ہے۔ جس پر کسی اثر نہیں کرتی پس حضرت اٹھے۔ اور جلدی روانہ ہو گئے۔ جب اس جگہ پہنچے۔ تو آپ نے پانی طلب کیا۔ اور اس سے وضو کیا۔ اور ایک چلو اپنے حکمت نشاں منہ میں ڈال کر کلی کی۔ اور اس پتھر پہ پھینک دیا۔ پھر کسی لے کر اس پتھر پہ پھینک دیا۔ پھر کسی لے کر اس پتھر پہ ایک ضرب لگائی۔ جس سے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ اور اس روشنی میں ہم نے شام کے محل دیکھے۔ پھر دوسری بار کسی ماری اور ایک روشنی نمودار ہوئی جس میں ہم نے مدائن کے محل دیکھے۔ پھر ایک اور دفعہ آپ نے کسی ماری اور ایک روشنی نمودار ہوئی۔ جس میں ہم نے یمن کے محل دیکھے پس آپ نے فرمایا۔ کہ جن جگہوں پہ روشنی چمکی ہے۔ تم ان کو فتح کرو گے مسلمان یہ خوشخبری سن کر خوش ہوئے۔ اور خدا کی حمد کی۔ مگر منافق کہنے لگے کہ حضرت کسرے و قیصر کے ملک کا وعدہ دیتے ہیں۔ اور ڈر کے مارے اپنے گرد خندق کھودتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے منافقوں کی تکذیب و تادیب کے لئے آیہ قل اللّٰھم مالک الملک نازل فرمائی۔ ابن بابویہ نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت نے پہلی بار کسی ماری۔ پتھر ٹوٹ گیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ خدا نے ملک شام کی کنجیاں مجھے دیں۔ اور خدا کی قسم کہ میں وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری بار کسی ماری اور دوسری تہائی توڑ دی اور فرمایا۔ اللہ اکبر خدا نے ملک فارس کی کنجیاں مجھے دیں۔ اور خدا کی قسم کہ میں مدائن کا سفید محل اب دیکھ رہا ہوں جب آپ نے تیسری بار کسی ماری اور باقی پتھر ٹوٹ گیا۔ تو فرمایا۔ اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھے دیدی گئی اور خدا کی قسم کہ میں صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ انتہے۔ اس بیان سے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جو جہاد خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں ہوئے۔ اور جو ملک انہوں نے فتح کئے ان کی بشارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے دے دی تھی۔ اور ان کی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا۔

(۱۶) فروع کافی میں ایک طویل حدیث بروایت ابو عمرو زبیری مذکور ہے جس میں حضرت امام جعفر صادق نے شرائط جہاد بیان فرمائی ہیں۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ فلما نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا الى المهاجرين الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم اهل نهم جحادهم بظلمهم اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذه نزلت في المهاجرين بانهم مشركي اهل مكة لهم فما بالهم في تقاتلهم كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة فقط لم يكن لهم الى قتال جموع كسرى وقيصر وغيرهم اهل مكة من سبيل العرب سبيل لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لاخراجهم اياهم من ديارهم واموالهم بغير حق ولو كانت الآية انما عنت المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الآية مرتفعة الفرض عن بعضهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فرضها موضوعا من الناس بعضهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس كما ظننت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله لهم في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم بما كان في ايديهم مما كان المؤمنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن الله عز وجل لهم في ذلك وبجملة هذه الآية يقاتلوا مؤمنوا كل زمان وانما اذن الله عز وجل للمؤمنين الذين قالوا بما وصف الله عز وجل من الشرائط التي شرطها الله على المؤمنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط فهو مؤمن وهو مظلوم وماذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس بماذون له في القتال۔ (فروع کافی۔ نولکشوری حصہ اول صفحہ ۶۱۱ - ۶۱۲)۔ ترجمہ۔ جب آیہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا۔ مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی۔ جن کو اہل مکہ نے ان کے گھروں اور مالوں سے نکال دیا تھا۔ تو مظلوم ہیں

Marfat.com

کے سبب ان کے لئے اہل مکہ سے جہاد کرنا جائز ہوگیا۔ اور ان کو قتال کی اجازت دی گئی۔ راوی کا قول ہے۔ کہ اس پہ میں نے عرض کیا۔ کہ یہ آیت تو مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ مشرکین مکہ نے ان پہ ظلم کیا تھا۔ مگر مہاجرین نے کسرے اور قیصر سے اور مشرکین مکہ کے سوا دیگر مشرکین قبائل عرب سے کیوں جنگ کیا۔ امام نے فرمایا کہ اگر مہاجرین کو فقط اہل مکہ ظالمین کے ساتھ جنگ کی اجازت ہوتی۔ تو ان کے لئے کسرے و قیصر کی فوجوں اور اہل مکہ کے سوا دیگر قبائل عرب سے لڑنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ مہاجرین پہ ظلم کرنے والے یہ نہ تھے۔ بلکہ اور تھے۔ اور مہاجرین کو اہل مکہ ظالمین کے ساتھ جنگ کی اجازت صرف اس لئے دی گئی تھی۔ کہ انہوں نے مہاجرین کو ان کے گھروں اور مالوں سے ناحق نکال دیا تھا۔ اور اگر آیت میں مراد فقط مہاجرین ہوں۔ جن پہ اہل مکہ نے ظلم کیا تھا۔ تو یہ آیت مرتفعۃ الفرض ہوئی۔ ان سے جو ان مہاجرین کے بعد ہوئے۔ جب کہ ظالموں اور مظلوموں سے کوئی نہ رہا۔ اور اس آیت کا فرض مرفوع ہوا۔ ان لوگوں سے جو ان کے بعد ہوئے۔ جب کہ ظالموں اور مظلوموں میں سے کوئی نہ رہا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ جیسا کہ تو نے گمان کیا۔ اور نہ ایسا ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا۔ لیکن مہاجرین پہ دو وجہ سے ظلم تھا۔ اہل مکہ نے اپنے ظلم کیا۔ کہ ان کو گھروں اور مالوں سے نکال دیا۔ پس انہوں نے باذن الٰہی اہل مکہ سے جہاد کیا۔ اور کسرے و قیصر نے اور اہل مکہ کے سوا دیگر قبائل عرب و عجم نے بھی ان پہ ظلم کیا۔ کیونکہ جو (ملک و سلطنت) ان کے ہاتھوں میں تھا۔ مومنین ان کی نسبت اس کے زیادہ مستحق تھے۔ اس لئے مہاجرین نے ان سے بھی باذن الٰہی جہاد کیا اور اسی آیت کی دلیل سے ہر زمانے کے مومنین جہاد کرتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل نے صرف ایسے مومنوں کو جہاد کی اجازت دی ہے جو ایمان و جہاد کے بارے میں خدا کی قائم کردہ شرائط کو قائم رکھتے ہیں۔ جس شخص میں وہ شرطیں موجود ہوں وہ مومن و مظلوم ہے۔ اور اسی واسطے ماذون لہ فی الجہاد ہے۔ اور جو شخص اس کے برعکس ہو۔ وہ ظالم ہے۔ نہ کہ مظلوم۔ اسے قتال کی اجازت نہیں (بلکہ مومنین کو اس سے قتال کرنا چاہیئے۔) انتہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ کسرے و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا۔ اور مہاجرین جنہوں نے جہاد کیا خدا کی طرف سے ماذون

Marfat.com

تھے۔اس حدیث میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔کہ جہاد کی اجازت نہیں۔مگر ان ہی لوگ کو جو متصف بصفات التائبون العابدون الحامدون السائحون ہوں پس جہاد کا ان اوصاف سے متصف ہونا ثابت ہو گیا۔اور یہ امر محتاج بیان نہیں۔کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف تھے کیونکہ جو لوگ ایمان اور حسن اعمال میں کامل ہوں وہ ایسے شخصوں کی سرداری اور امامت کو تسلیم نہیں کر سکتے جو منافقین و مرتدین میں داخل اور اہلبیت کے دشمن اور ان کے حقوق کے غاصب ہوں۔

(۱۷) شیعہ کا علامہ علی بن عیسےٰ اردبیلی امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حال میں لکھتا ہے۔ومن کلامہ علیہ السلام ما کتبہ فی کتاب الصلح الذی استقر بینہ و بین معاویۃ حیث رای حقن الدماء واطفاء الفتنۃ وھو بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ..... معاویۃ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ امر المسلمین علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الراشدین ولیس لمعاویۃ بن ابی سفیان ان یعھد الی احد من بعدہ عھدا بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین وعلی ان الناس آمنون حیث کانوا من ارض اللہ شامھم وعراقھم وحجازھم ویمنھم وعلی ان اصحاب علی وشیعتہ آمنون علی انفسھم واموالھم ونسائھم واولادھم وعلی معاویۃ بن ابی سفیان بذالک عھد اللہ ومیثاقہ وما اخذ اللہ علی احد من خلقہ علیہ بالوفاء بما اعطی اللہ من نفسہ وعلی ان لا یبغی الحسن بن علی ولا لاخیہ المسلمین ولا لاحد من اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غائلۃ سرا ولا جھرا ولا یخیف احدا منھم فی افق من الآفاق شھد علیہ بذالک وکفی باللہ شھیدا فلان وفلان والسلام وتمام الصلح وابرام الامر الذی عاھد معاویۃ من الحسن علیہ السلام ان یتکلم بمجمع من الناس ویعلمھم انہ قد بایع معاویۃ وسلم الامر الیہ فاجابہ الی ذالک فخطب وقد حشر الناس خطبۃ حمد اللہ تعالیٰ وصلی علی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ فیھا وھی من کلامہ المنقول عنہ علیہ السلام قال ایھا الناس ان اکیس الکیس التقی واحمق الحمق الفجور وانکم لو طلبتم ما بین

Marfat.com

سابق وجابر بن رجلا جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما وجدتموہ
غیری وغیر اخی الحسین وقد علمتم ان اللہ هداکم بجدی محمدؐ فانقذکم به
من الضلالة ورفعکم به من الجهالة واعزکم به بعد الذلة وکثرکم به بعد القلة
ان معاویة نازعنی حقا هو لی دونه فنظرت لصلاح الامة وقطع الفتنة وقد کنتم
بایعتمونی علی ان تسالمون من سالمت وتحاربون من حاربت فرایت ان اسالم
معاویة واضع الحرب بینی وبینه وقد بایعته ورایت ان حقن الدماء خیر من سفکها
ولم ارد بذلک الا صلاحکم وبقائکم وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الی حین۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ھ ہجری صفحہ ۱۷۰)۔ ترجمہ۔ اور امام حسن علیہ السلام کے کلام سے ہے وہ جو آپ نے صلح کی کتاب میں لکھا جو آپ کے اور معاویہ کے درمیان قرار پائی۔ جب آپ نے مسلمانوں کو قتل سے بچانا اور آتش فتنہ کو فرو کرنا پسند فرمایا اور وہ صلحنامہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس پر حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کی۔ صلح اس بات پر قرار پائی۔ کہ حسن مسلمانوں کی سرداری معاویہ کو سپرد کر دے گا۔ بشرطیکہ معاویہ ان میں اللہ کی کتاب اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر عمل کرتا رہے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے بعد کسی کے لئے وصیت کرے۔ بلکہ معاویہ کے بعد خلافت کا معاملہ شورے پر رہے گا۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ لوگ خدا کی زمین میں جس جگہ رہیں گے امن میں رہیں گے۔ اہل شام شام میں اہل عراق عراق میں اہل حجاز حجاز میں اور اہل یمن یمن میں۔ اور یہ بھی شرط ہے۔ کہ اصحاب علی اور آپ کا گروہ اپنی جان و مال اور اپنی عورتوں اور بچوں پر بے خوف رہیں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان پر اس امر کی بابت اللہ کا عہد و میثاق ہے۔ اور اللہ کا عہد جو اپنے کسی بندے پر کرتا ہے۔ اس بندے پر اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے۔ کہ معاویہ نہ حسن بن علی کے لئے نہ ان کے بھائی حسین کے لئے اور نہ اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کے لئے پوشیدہ اور ظاہر کوئی بدی سوچے گا۔ اور نہ روئے زمین کی کسی طرف میں ان میں سے کسی پر ظلم کرے گا۔ اس پر فلاں فلاں نے گواہی کی اور اللہ کی گواہی کافی ہے والسلام جب صلح تمام ہو گئی۔ اور معاملہ طے ہو گیا۔ تو معاویہ نے حسن علیہ السلام سے التماس

Marfat.com

کی کہ آپ لوگوں کے مجمع میں کلام کریں اور انہیں بتادیں کہ میں نے معاویہ سے بیعت کرلی ہے۔ اور خلافت اس کے سپرد کردی ہے۔ امام نے اس التماس کو قبول کیا اور لوگوں کے مجمع میں ایک خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالےٰ کی حمد اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود تھا۔ یہ خطبہ آپ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا۔ کہ اے لوگو داناؤں میں دانا وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ اور احمقوں میں احمق وہ ہے۔ جو بدکردار ہو۔ اگر تم جابلق و جابرس[1] کے درمیان ایسا شخص تلاش کرو جس کے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ تو سوا میرے اور میرے بھائی حسین کے نہ پاؤ گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے تم کو میرے نانا محمدؐ کے واسطے سے ہدایت دی۔ اور گمراہی سے بچایا۔ اور جہالت سے نکالا۔ اور ذلت کے بعد تم کو عزت دی۔ اور قلت کے بعد تم کو کثیر بنایا۔ تحقیق معاویہ نے مجھ سے خلافت میں جو میرا ہی حق تھا۔ جھگڑا کیا۔ پس میں نے صلاح امت اور قطع فتنہ کے لئے غور کیا۔ تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی۔ کہ جس سے میری صلح ہو اس سے تمہاری بھی صلح ہو۔ اور جس سے میری لڑائی ہو۔ اس سے تمہاری بھی لڑائی ہو۔ سو میں نے سوچا کہ معاویہ سے صلح کرلوں۔ اور لڑائی کو جو اس کے اور میرے درمیان ہے۔ بند کردوں۔ تحقیق میں نے اس سے بیعت کرلی۔ اور حفظ خون کو خونریزی سے بہتر پایا۔ اس صلح سے میرا ارادہ بجز تمہاری صلاح و بقا کے اور کچھ نہیں اور میں نہیں جانتا شائد یہ تمہارے واسطے آزمائش اور ایک وقت تک فائدہ ہے۔ انتہیٰ صلح نامہ مذکورہ بالا ان ہی الفاظ میں میرزا غیاث الدین شیرازی شیعی کی تاریخ حبیب السیر میں بھی منقول ہے۔ اس مقام پر امور ذیل خصوصیت سے قابل غور ہیں۔

اوّل امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس صلح نامہ کی رو سے ولایت امر مسلمین جس سے مراد امامت کبریٰ اور خلافت راشدہ ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سپرد کردی۔ اس سے شیعہ کے اس قول کی تردید ہوگئی۔ کہ امامت تالی نبوت ہے جس طرح نبوت دوسرے کو تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح امامت بھی کسی دوسرے کو نہیں دی جاسکتی۔

دوم۔ تفویض خلافت کے ساتھ ایک تو یہ شرط بڑھائی کہ امیر معاویہؓ کتاب اللہ

[1] یہ دو شہروں کے نام ہیں۔ جابرس اقصیٰ مشرق میں اور جابلق اقصیٰ مغرب میں ہے

Marfat.com

وسنت رسول اللہ اور سیرت خلفائے راشدین پر عمل کریں۔ خلفائے راشدین سے جناب امیر علیہ السلام مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اول تو جمع کا واحد پر اطلاق بلا قرینہ صحیح نہیں علاوہ ازیں ظاہر ہے۔ کہ امیر معاویہؓ جناب امیرؑ کو امام حق اور خلیفہ راشد نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ نصر بن مزاہم شیعی کتاب صفین میں لکھتا ہے۔ قال معاویۃ لعمرو یا ابا عبد اللہ انی ادعوک الی جہاد ھذا الرجل الذی عصی ربہ وقتل الخلیفۃ واظہر الفتنۃ وفرق الجماعۃ وقطع الرحم قال عمرو الی من قال الی جہاد علیؑ (وقعۃ صفین مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۹) ترجمہ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سے کہا۔ اے ابو عبد اللہ میں آپ کو اس شخص کے خلاف جہاد کرنے کی طرف بلاتا ہوں جس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور خلیفہ کو قتل کیا۔ اور فساد ظاہر کیا۔ اور جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اور قطع رحم کیا۔ عمرو نے پوچھا کہ کس کی طرف بلاتے ہو۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ کہ علیؑ کے خلاف جہاد کرنے کی طرف۔ انتہے تو جب حضرت علیؑ مرتضےٰ امیر معاویہؓ کے نزدیک خلیفہ راشد ہی نہ تھے۔ معاہدہ میں ان کی اتباع کو کس طرح تسلیم کر لیتے۔ پس خلفاء راشدین سے مراد حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہیں۔ کیونکہ بجز ان کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوا تھا۔ کہ جس کی سیرت کے اتباع کا عہد لیتے۔ اگر ہم تسلیم کر لیں۔ کہ حضرت امیرؑ بھی خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ نہ ہمیں کچھ نقصان۔ اور نہ اہل تشیع کو کچھ نفع۔ کیونکہ حضرات ثلاثہ بہر صورت اس میں داخل ہیں۔ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرات ثلاثہ کی خلافت راشدہ تسلیم کرنے کے ساتھ اپنی خلافت دیمی اور اپنے والد ماجد کی خلافت بلا فصل کو باطل کر دیا۔ خلع خلافت کے ساتھ آپ نے دوسری شرط یہ قرار دی۔ کہ امیر معاویہؓ کے بعد خلافت کا معاملہ شورے پر ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امام کے نزدیک امامت کے لئے نہ نص شرط ہے۔ نہ عصمت۔

سوم۔ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خطبہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے خلافت راشدہ و امامت کبرے جس میں نزاع تھا۔ امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اور ان کو خلیفہ حق تسلیم کر لیا۔ اور ان کی بیعت بھی کر لی۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپ نے تفویض خلافت محض صلاح امت اور قطع فتنہ کے لئے کی۔ نہ اس لئے کہ آپ کو خوف تھا کہ میرا لشکر مجھکو پکڑ کر امیر معاویہ کے حوالے کر دے گا۔ یا بوقت قتال مجھکو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار

Marfat.com

کرے گا۔ یا دشمن سے مل جائے گا۔

(۱۸) ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آن حضرت صلعم نظر کردند بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پرمو بود۔ پس فرمود کہ چگونہ خواہد بود حال تو در ہنگامیکہ دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دستہائے خود کردہ باشی۔ پس چون در زمان عمر فتح مدائن کردند۔ عمر او را طلبید و دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دستہائے او کرد (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۷۱) ترجمہ۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ ایک دن آنحضرت نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کی طرف دیکھا جو باریک و پرموئے تھے۔ پس فرمایا کہ تیرا حال کس طرح ہوگا جب کہ تو شاہ عجم کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے گا۔ پس جب عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے مدائن کو فتح کیا۔ تو عمرؓ نے سراقہ کو طلب کر کے بادشاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھوں میں ڈال دئے۔ انتہے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جہاد کا درست ہونا لازم آتا ہے۔ ورنہ وہ مال ناجائز ہوتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بچنے کی خبر دے جاتے۔

(۱۹) اصول کافی میں مولد علی بن الحسین علیہما السلام کے تحت میں یہ روایت مذکور ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما اقدمت بنت یزدجرد علی عمر اشرف لہا عن اذاۃ المدینۃ واشرق المسجد بضوئہا لما دخلتہ فلما نظر الیہا عمر غطت رجہہا وذراعہا وجعل یبکی وجعل یمسح دموعہ بذراعہ وہم بہا فقال لہ امیر المومنین علیہ السلام لیس ذلک لک خیرہا رجلا من المسلمین واحسبہا بنیتہ فخیرہا فجاءت حتی وضعت یدہا علی راس الحسین علیہ السلام فقال امیر المومنین بل اشہد بانہ اخر فقال للحسین یا ابا عبد اللہ لیکون لک منہا خیر اہل الارض فولدت علی بن الحسین۔ الخ (اصول کافی صفحہ ۲۹۶) ترجمہ۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے۔ کہ جب یزدجرد کی بیٹی عمر رضی اللہ کے پاس لائی گئی۔ تو مدینہ کی لڑکیاں اس کے دیکھنے کے لئے گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں۔ اور جب وہ مسجد مدینہ میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کے حسن کی تابش سے روشن ہو گئی۔ جب عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور کہا۔ بدروزگار باد اہرمز عمرؓ نے کہا کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کی تکلیف کا قصد کیا۔ امیر المومنین نے آپ سے

Marfat.com

کہا۔ کہ یہ گالی آپ کے لئے نہیں۔ آپ اس کو اختیار دیں کہ مسلمانوں میں سے کسی کو چن لے۔ اور اس کو اس شخص کی غنیمت کے حصہ میں یا عنبار خمس شمار کریں۔ پس عمر نے اس کو اختیار دیا۔ وہ آئی۔ یہانتک کہ اس نے اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ "جہاں شاہ"۔ اس پر امیر المومنین نے فرمایا۔ بلکہ تیرا نام شہر بانو یہ ہے۔ پھر حضرت امیرؑ نے حسین سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ تیرے ہاں اس سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو اہل زمین میں سب سے بزرگ ہوگا۔ پس اس نے علی بن حسین جنا۔ الخ۔ اسے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ شاہ بانو بنت یزدجرد غنیمت میں آئی تھی۔ اگر جہاد صحابہ کرام صحیح نہ ہوتا۔ تو شاہ بانو کا لینا درست نہ ہوتا۔ اور روایت ابو عمرو زبیری میں بیان ہو چکا ہے کہ جہاد کی اجازت کیسے مومنوں کے لئے ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام اور ان کے سردار حضرت فاروق اعظم میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے اوصاف ثابت ہو گئے۔

(۴۰) صحیفہ کاملہ میں جسے زبور آل محمد اور صحف اہل بیت کہا جاتا ہے۔ وکان من دعائہ علیہ السلام فی الصلوٰۃ علی اتباع المرسلین و مصدقیہ کے تحت میں یہ دعا مذکور ہے۔ فاذکرھم منک بمغفرۃ ورضوان اللھم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا صحابتہ والمبالغین فی طاعتہ والمسارعین الی وفادتہ السابقین الی مودتہ الذین حفظوا عھدہ فیما بینہ وبین اھل بیتہ وکانوا من بعد نبیھم لا یقولون الا حسنا ولا یضمرون الا جمیلا ویرحمون بکاء الباکین ویتأسون بمنار الھدیٰ من اھل بیوتات النبوۃ وھم مصابیح الدجیٰ واعلام التقیٰ اولی النھیٰ من سنۃ المصطفیٰ والعروۃ الوثقیٰ من آل المرتضیٰ والصفوۃ من ذریۃ من اصطفاہ اللہ ذوی النھیٰ والحجیٰ وسلالۃ النبیین وصفوۃ المرسلین ومصابیح الظلم وینابیع الحکم ومعادن العلم وازواج الطاھرات الحصن وبناتہ المخدرات الکرائم وذوی القربیٰ الذین اذھبت عنھم الرجس وطھرتھم تطھیرا فکانوا فی ھذہ الدنیا کالسنۃ للمھتدین والمثل للمتقین والحجۃ علی العالمین والقدوۃ للسالکین والرحمۃ للمتوسمین والتامۃ للمعتبرین والموئل للمؤمنین والمعقل للمعتصمین والمفزع للمستغیثین والصراط للمقتصدین والمنھج للسالکین والنور للمستضیئین والعصمۃ للمتمسکین والبھجۃ للمتأملین والکرم للمتحققین والحلم للمتفقھین والعلم للمتیقظین والحکمۃ للمتنطقین والصدق للمتحققین والوفاء للمتحلین والرشد للمتوسمین والمعروف للمتوددین والخیر للمتحببین والقصد للمتشرعین والنھج للمتحرمین والفقہ للمتدینین والزھد للمتبلغین والعبرۃ للمتعظین والحجۃ للمتکلمین والبیان للمتحدثین والنور للمتبصرین والصبر للمتوکلین والرضا للمسلمین والشکر للمعترفین والذکر للمتلین والخشوع للمتھجدین والخشیۃ للمتنسکین والانابۃ للمتطھرین والاخلاص للمتقربین والطاعۃ للمتورعین والمراقبۃ للمتحفظین والمحافظۃ للمتحرزین والمخافۃ للمتحذرین والرجاء للمتعرضین والتضرع للمتخشعین والاستکانۃ للمتواضعین والخضوع للمتذللین والاستقامۃ للمتنھجین والاستسلام للمتسلمین والتسلیم للمتحرجین والتحرج للمتحوبین والاستبصار للمتفطنین والفطنۃ للمتیقظین والتیقظ للمتفھمین والفھم للمتحققین والتحقق للمتثبتین والتثبت للمتبینین والتبین للمتدبرین والتدبر للمتوقفین والتوقف للمتوقعین والتوقع للمتحققین والیقین للمتبینین والبینۃ للمستبصر

ولم یختلجھم شک فی قفوا ثارھم والایتمام بھدایۃ منارھم مکانفین وموازرین لھم یدینون بدینھم ویھتدون بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم فیما ادوا الیھم (صحیفہ کاملہ مطبوعہ مطبع طبی حکیم عبدالمجید کلکتہ ۱۲۴۸ھ ج۔ صفحہ ۱۳)۔ ترجمہ خدایا تو بخشش اور خوشنودی سے یاد کر اتباع رسل اور ان کے تصدیق کنندوں کو خصوصاً اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو۔ جنہوں نے حق صحبت کو اچھی طرح ادا کیا۔ اور جن کی شجاعت کا حضرت کی اعانت میں خوب امتحان ہوا۔ انہوں نے آپ کی مدد کی۔ اور آپ کی رسالت کے قبول کرنے میں جلدی کی۔ اور آپ کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی۔ جب آپ نے ان کو اپنی پیغمبری کی حجت (قرآن مجید) سنائی۔ تو انہوں نے آپ کی پیغمبری کو قبول کیا۔ اور آپ کے کلمہ کے ظاہر کرنے کے لئے اپنے بال بچوں اور بیویوں کو چھوڑا۔ اور آپ کی نبوت کے برقرار رکھنے کے لئے اپنے باپ بیٹوں سے لڑائی کی۔ اور آپ کی مدد سے غلبہ حاصل کیا۔ وہ آپ کی محبت پر لپٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کی دوستی میں ایسی سوداگری کے امیدوار تھے۔ جس میں خسارہ ہرگز نہ ہوگا۔ جب انہوں نے آپ کی ہدایت کی دستاویز کو پکڑا۔ تو ان کے کنبے قبیلے کے لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا جب وہ آپ کی قرابت کے سایہ میں آ ٹھیرے۔ تو ان کے رشتہ داروں کے رشتے ٹوٹ گئے۔ خدایا تو ان کی ہجرت کو نہ بھلا۔ جو تیرے لئے اور تیری راہ میں تھی۔ اور تو ان کو اپنی خوشنودی سے راضی کر۔ (اور جزا دے ان کو) اس لئے کہ انہوں نے خلقت کو تیری طرف جمع کر دیا۔ اور وہ تیرے رسول کے ساتھ تیرے لئے اور تیری ہی طرف لوگوں کو بلانے والے تھے۔ اور ان کو جزا دے۔ کہ انہوں نے تیری راہ میں اپنی قوم کے شہروں کو چھوڑا اور عیش و آرام چھوڑ کر تنگی معاش کو اختیار کیا۔ اور احسان کر ان مظلوم صحابہ پر جن کے وجود سے تو نے اپنے دین کے اعزاز کے لئے مسلمان بکثرت کر دئے۔ خدایا تو صحابہ کے تابعین کو بہترین جزا دے جنہوں نے نیکی میں صحابہ کی پیروی کی۔ وہ تابعین جو یوں دعا کیا کرتے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ معاف کر دے۔ وہ تابعین جنہوں نے صحابہ کی سیرت کا اتباع کیا۔ اور ان کے عمل کا قصد کیا۔ اور ان کے طریقہ و مذہب پر چلے۔ ان تابعین کو صحابہ کی بصیرت میں کسی شک نے نہیں پھرا۔ اور صحابہ کے آثار کی پیروی کرنے اور ان کی روشنی کی ہدایت

Marfat.com

کے اقتدار کرنے میں کوئی شک ان کے دل میں نہ آیا۔ وہ صحابہ کی حمائت و مدد کرنے والے اور ان کے دین کے معتقد تھے۔ اور ان ہی کی راہ چلتے اور ان کی نصرت پر متفق تھے اور جو کچھ صحابہ نے ان کو پہنچایا اس میں ان پر تہمت نہ رکھتے تھے۔ انتہے

دعا مندرجہ بالا سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) حضرت امام سجاد صحابہ کرام کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے۔ (۲) حضرت امام زین العابدین تابعین کے لئے بھی دعائے خیر فرماتے تھے۔ (۳) صحابہ کرام نے ایمان لاکر خالصاً لوجہ اللہ ہجرت اختیار کی۔ (۴) صحابہ کرام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدد دی۔ اور غزوات میں کفار پر غالب آئے۔ کفار پر غلبہ پانا دو چار کا کام نہ تھا۔ چنانچہ جنگ بدر میں ۳۱۳ اور احد میں قریباً ایک ہزار اور حنین میں بارہ ہزار اور تبوک میں تیس ہزار صحابہ شامل تھے۔ (۵) صحابہ کرام عاشق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ رسول کی محبت آخرت میں ان کو سود مند ہوگی۔ (۶) جب صحابہ کرام ایمان لائے۔ تو ان کے کنبے کے لوگ ان کی ایذا کے درپے ہوگئے۔ اور ان سے رشتہ قرابت قطع کر دیا۔ (۷) صحابہ کرام نے دعوت اسلام دی اور ان کی سعی سے ہزارہا بندگان خدا دائرہ اسلام میں داخل ہوئے (۸) صحابہ کرام کے تابعین صحابہ کی راہ پر چلے۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے انہوں نے صحابہ کے ایمان و ہدایت میں کوئی شک نہ کیا۔ اور نہ ان پر کسی طرح کا طعن و تشنیع کیا۔ (۹) صحابہ کرام نے احادیث و قرآن جیسا کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ بلا کم و کاست تابعین کو پہنچا دیا۔ یہ فضائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم جو امام زین العابدین نے بیان فرمائے۔ تمام مہاجرین و انصار بالخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں موجود تھے۔

(۱۰) امام حسن عسکری اپنی تفسیر میں حضور ختم المرسلین اور آپ کی آل و اصحاب کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں :- وذلك ان رسول الله قال لما بعث الله عز وجل موسى بن عمران واصطفاه نجيا وفلق البحر فنجى بنى اسرائيل واعطاه التورية والالواح رأى مكانه من ربه عز وجل فقال يا رب لقد اكرمتنى بكرامة لم تكرم بها احدا قبلى فهل فى انبيائك عندك من هو اكرم منى فقال الله عز وجل يا موسى ما علمت ان محمدا افضل عندى من جميع ملئكتى وجميع خلقى قال موسى

Marfat.com

یارب فان کان محمد افضل عندک من جمیع خلقک فهل فی آل الانبیاء اکرم من آل
قال اللہ عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل آل محمد علی جمیع آل النبیین کفضل محمد علی جمیع
المرسلین فقال یارب فان کان آل محمد عندک کذلک فهل فی صحابة الانبیاء اکرم من
صحابتی قال اللہ عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابة محمد علی جمیع
صحابة المرسلین کفضل آل محمد علی جمیع آل النبیین وکفضل محمد علی
جمیع المرسلین فقال موسیٰ یارب فان کان محمد وآله واصحابه کما وصفت
فهل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیهم الغمام وانزلت
علیهم المن والسلوی وفلقت لهم البحر فقال اللہ یا موسیٰ اما علمت ان فضل
امة محمد علی جمیع الامم کفضلی علی جمیع خلقی (الحدیث) (تفسیر امام حسن عسکری
مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۱۱ھ ہجری صفحہ ۱۵) ترجمہ۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ جب اللہ
عزوجل نے موسےٰ بن عمران کو مبعوث فرمایا۔ اور ان کو اپنا ہمراز انتخاب کیا۔ اور سمندر کو
پھاڑ کر بنی اسرائیل کو نجات دی۔ اور موسےٰ کو توریت اور تختیاں عطا کیں۔ تب موسےٰ
نے اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں اپنا رتبہ دیکھا۔ اور عرض کی۔ اے میرے
پروردگار تو نے مجھ کو وہ بزرگی بخشی ہے۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں بخشی۔ کیا تیرے
نبیوں میں کوئی نبی تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ اس پر اللہ عزوجل نے
فرمایا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں، کہ محمد میرے نزدیک میرے تمام فرشتوں اور
میری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ موسےٰ نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار اگر
محمدؐ تیرے نزدیک تیری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ تو کیا نبیوں کی آل میں کسی
کی آل میرے آل سے بزرگ ہے۔ اللہ عزوجل نے جواب دیا۔ اے موسےٰ کیا
تجھے معلوم نہیں کہ آل محمدؐ کی فضیلت تمام نبیوں کی آل پر ایسی ہے۔ جیسا کہ محمدؐ کی فضیلت
تمام پیغمبروں پر ہے۔ پس موسےٰ نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار اگر آل محمد تیرے
نزدیک ایسی فضیلت رکھتی ہے۔ تو کیا نبیوں کے اصحاب میں کسی کے اصحاب میرے
اصحاب سے بزرگ ہیں۔ اللہ عزوجل نے جواب دیا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ
اصحاب محمدؐ کی فضیلت تمام نبیوں کے اصحاب پر ایسی ہے جیسا کہ آل محمدؐ کی فضیلت
تمام نبیوں کی آل پر اور محمد کی فضیلت تمام نبیوں پر ہے۔ پس موسےٰ نے عرض کی اے

Marfat.com

میرے پروردگار اگر محمدؐ اور ان کی آل اور ان کے اصحاب ایسے ہیں جیسا کہ تو نے بیان کیا۔ تو کیا نبیوں کی امتوں میں کوئی امت تیرے نزدیک میری امت سے افضل ہے جس پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا۔ اور من وسلوٰے نازل کیا۔ اور جس کے لئے تو نے سمندر کو پھاڑا۔ اللہ نے فرمایا۔ اے موسےٰ کیا تجھے معلوم نہیں کہ امت محمد کی فضیلت تمام امتوں پر ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تمام مخلوقات پر ہے۔ الحدیث۔ انتہےٰ اسی تفسیر میں دوسری جگہ صفحہ ۱۹۶ پر ہے۔ (اوحی اللہ الی آدم) ان اللہ لیفیض علی کل واحد من عبی محمد وآل محمد واصحابا من الرحمۃ مالو قسمت علی عدد کل دکل ما خلق اللہ من اول الدھر الی الخرہ وکانوا کفارا لکفاھم ولادخلھم الی عاقبۃ محمودۃ والایمان باللہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا من ینفی آل محمدؐ واصحابہ الخیرین او واحدا منھم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل عدد خلق اللہ لاھلکھم الجمعین۔ (اللہ تعالےٰ نے آدم پر وحی کی) کہ خدا محمدؐ وآل محمدؐ واصحاب محمدؐ میں سے ہر ایک پر ایسی رحمت نازل کرے گا کہ اگر وہ شروع زمانہ سے اخیر تک کی تمام مخلوقات پر جو کافر ہوں تقسیم کی جائے۔ تو ان کے لئے کافی ہو اور ان کی عاقبت اچھی بنادے۔ اور ان کو مومن بنادے۔ یہاں تک کہ وہ جنت کے مستحق بن جائیں۔ اور اگر کوئی شخص خیار آل محمدؐ اور خیار اصحاب محمدؐ سے یا ان میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھے۔ تو خدا اس کو ایسا عذاب دے گا کہ اگر وہ عذاب تمام مخلوقات پر تقسیم کیا جائے تو ان سب کو ہلاک کر دے۔ انتہےٰ

(۲۲) شیعہ کا عالم عامل ادیب کامل ناشر اخبار ائمہ ابرار محی مناقب حیدر کرار وآلہ الاطہار اپنی مشہور کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ھ ہجری صفحہ ۲۲) میں لکھتا ہے۔ عن عروۃ بن عبداللہ قال سألت ابا جعفر محمد بن علی علیہما السلام عن حلیۃ السیوف فقال لا باس بہ قد حلی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سیفہ قلت فتقول الصدیق قال فوثب وثبۃ واستقبل القبلۃ وقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ لہ قولا فی الدنیا ولا فی الاخرۃ۔ ترجمہ عروہ بن عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ تلواروں کے قبضہ کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ امام نے جواب دیا کہ حلیہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں۔ اس لئے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی تلوار کے قبضہ کو حلیہ کیا۔ میں نے عرض کی۔ کیا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ راوی کا قول ہے۔ کہ یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ

Marfat.com

سے اچھل پڑے۔ اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ ہاں وہ صدیق ہیں! ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں!!! جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے۔ خدا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اس کے قول کی تصدیق کرے۔ انتہے۔

(۲۳) شیعہ کا رکن اسلام شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز کشی اپنی کتاب معرفۃ اخبار الرجال (مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۰) میں یہ حدیث لایا ہے۔ حمدویہ ابراہیم قالا حدثنا ایوب بن نوح عن صفوان عن عاصم بن حمید عن فضیل الرسان قال سمعت ابا داؤد وھو یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ یقول ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ قال فجاء ابو بکر فقیل لہ یا ابا بکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار فلو سالت رسول اللہ من ھولاء الثلاثۃ قال الی اخاف ان اسالہ فلا اکون منھم فیعیر لی بذالک بنو تیم قال ثم جاء عمر فقیل لہ یا ابا حفص ان رسول اللہ قال ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ وانت الفاروق الذی ینطق الملک علی لسانک فلو سالت رسول اللہ من ھولاء الثلاثۃ فقال الی اخاف ان اسالہ فلا اکون منھم فیعیر لی بنو عدی۔ الحدیث۔ ترجمہ۔ بحذف اسناد۔ بریدہ اسلمی کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ بہشت تین شخصوں کا مشتاق ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اتنے میں ابو بکر آ گئے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ اے ابو بکر آپ صدیق ہیں۔ اور آپ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ہیں۔ کاش آپ رسول اللہ سے دریافت کریں۔ کہ یہ تین کون ہیں۔ ابو بکر نے جواب دیا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر میں حضرت سے دریافت کروں اور ان تینوں میں میں نہ ہوں تو بنو تیم مجھے اس پر سرزنش کریں گے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ پھر عمر آ گئے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ ابو حفص رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ بہشت تین شخصوں کا مشتاق ہے۔ آپ فاروق ہیں۔ جن کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔ کاش آپ رسول اللہ سے دریافت کریں کہ یہ تین کون ہیں۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر میں حضرت سے دریافت کروں۔ اور ان تینوں میں میں نہ ہوں۔ تو بنو عدی مجھے اس پر سرزنش کریں گے۔ الحدیث۔ انتہی

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابو بکر ملقب بہ صدیق اور حضرت عمر ملقب بہ فاروق تھے۔ اور سب اصحاب مقدم الذکر کو صدیق و یار غار اور مؤخر الذکر کو فاروق و ناطق بالصدق والصواب جانتے تھے

Marfat.com

فضائل خلفاء و صحابہ کرام میں مذکورہ بالا چوبیس اقتباسات کے علاوہ کتب شیعہ میں اور حوالہ جات بھی ہمارے زیر نظر ہیں جن کو طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا جاتا خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ہم حضرات خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام کے فضائل تین قسم کے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اول قرآن مجید کی آیات محکمات سے جن میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ دوم۔ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جن کا قدر مشترک حد تواتر و یقین کو پہنچا ہوا ہے۔ سوم روایات جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ سے جو متواتر ہیں۔ اگر یہ دلائل باطل ٹھیرائے جائیں۔ تو ہم حضرات شیعہ سے التماس کریں گے۔ کہ وہ کسی اور دلیل قطعی سے جناب امیر علیہ السلام کا ایمان ثابت کریں۔ جس میں خوارج کو بھی چون و چرا کی گنجائش نہ ہو۔ مطرقۃ الکرامہ صفحہ ۵۷ تا ۲۸ میں سوال از جمیع علمائے شیعہ کے ضمن میں مضمون زیر بحث کے متعلق یوں لکھا ہے۔ الحاصل اس قسم کے دلائل اہل حق اثبات ایمان و فضائل جناب خلفاء و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین میں قائم کرتے ہیں۔ اور بڑے دعوے کے ساتھ سینہ ٹھوک کر کہتے ہیں۔ کہ شیعہ و خوارج بھی بجز ان دلائل کے کوئی دوسری دلیل اثبات ایمان جناب امیر یا جناب شیخین میں ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر بالفرض یہ دلائل معروضہ باطل ہو جائیں۔ تو پھر ہرگز کسی طرح کسی کا ایمان خلفاء و صحابہ میں سے (جن میں جناب امیر بھی شامل ہیں) ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ مصداق کا رد باستخوان رسالت و حقیت اسلام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بلکہ حضرات شیعہ کو دوسرے سخت دشواریہ پیش آتے ہیں۔ کہ اول تو یہ کہ جب ان دلائل کو بوجہ عداوت صحابہ تاویلات رکیکہ کر کے باطل اور غلط قرار دیں گے اور یہ دلائل بزعم ان کے غلط اور باطل ہو جائیں گے۔ تو اثبات ایمان جناب امیر میں ان کو اپنا مستدل کسی طرح قرار نہ دے سکیں گے۔ نہ کوئی دوسری دلیل اثبات ایمان جناب امیر میں ان کے پاس موجود ہے۔ پس اثبات ایمان جناب امیر سے عاجز ہوں گے۔ دوسرا دوسرا یہ ہے۔ کہ جب مخالفین شیعہ یا مخالفین جناب امیر شیعہ کی کتب مذہبی سے جناب امیر کے خارج از ایمان ہونے کا ثبوت دیں گے۔ اور بروے روایات معتبرہ شیعہ معاذ اللہ جناب امیر کا نفاق و ارتداد کالشمس فی نصف النہار اثبات کو پہنچائیں گے۔ تو اس سے ان حضرات دشمن دوست نما کو اثبات ایمان سے عاجز ہونے پر اکتفا نہ ہوگا۔ بلکہ صراحتاً

Marfat.com

بموجب اپنی ایمانی روایات کے اقرار کفر و نفاق افضل الائمہ کرنا پڑے گا۔ اور رجعت صغریٰ بلکہ کبریٰ کا مزہ یاد آجائے گا۔ شاید کسی ناواقف کو تامل و تردد ہو کہ جن کا دلارو تمسک اس حد تک پہنچا ہو کہ انبیاء و رسل سے بھی بڑھا دیا ہو۔ ان کی کتب دین و ایمان سے ثبوت کفر و نفاق کے کیا معنے۔ مگر سچ ہے دوستیٔ بے خرد خود دشمنی است۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو بھی باوجود دعوے عصمت کفر تک نہ چھوڑا۔ اب ذرا متوجہ ہو کر سنئے۔ اور اس کا ثبوت لیجئے۔ مشتے از خروارے قطرہ از بحار۔ تفصیل دوسرے وقت پر حوالہ ہو کر اجمالاً عرض ہوتا ہے۔ بعد وفات جناب سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات ثقلین یعنے کتاب اللہ اور عترت باقی رہی جن کے تمسک اور حفظ اور نگہداشت کی وصیت کمال شد و مد کے ساتھ کی گئی تھی۔ اب حضرات شیعہ انصاف و عقل کی آنکھوں سے اپنی ہی کتابوں میں پڑھیں۔ اور دیکھیں کہ جناب امیر نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اول کتاب اللہ کو لیجئے۔ جب وفات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب مرتد ہوئے اور دین کو درہم و برہم کیا۔ اور اپنی مرضی کے موافق جھوٹے اور غلط مسائل لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرنے لگے۔ اور کتاب اللہ کو جس کی نگہبانی کا وعدہ بکمال تاکید ہوا تھا تحریف کیا اور سورتیں اس میں سے نکال ڈالیں اور جو چاہا اس میں بڑھایا۔ جس سے آج تک قلوب مخلصین پاش پاش ہیں۔ اور وہی قرآن محرف تمام عالم میں مشرق سے مغرب تک پھیلایا۔ ایسی سخت ضرورت کے وقت میں جناب اسد اللہ نے اصلی قرآن منزل من اللہ کو جس میں مدائح اہل بیت اور فضائح صحابہ صاف صاف لکھے ہوئے تھے۔ ایسا صندوق تقیہ میں دبکایا کہ آج تک شیعان ایران اور فدائیان کوفۃ الہند کو خواب میں بھی زیارت نہیں ہوئی۔ اور انشاء اللہ قیامت تک نہ ہوگی۔ اور ہمیشہ بلکہ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی اس جھوٹے اور مصنوعی قرآن کو اپنی نمازوں میں پڑھتے رہے اور اپنے شیعوں کو اسی کی تلاوت کا حکم اور تلاوت پر مثوبات اخروی کا مژدہ سناتے رہے۔ نہ کبھی دشمنان دین کو تحریف و اشاعت قرآن محرف سے روکا۔ بایں ہمہ قوت و شجاعت کہ عمر فاروق آپ سے مرتے دم تک ڈرتے رہے ایک بھی دھمکی نہ دی۔ ایک بھی معجزہ نہ دکھلایا۔ اگر روک نہیں سکتے تھے۔ تو اپنا سچا قرآن ہی شائع کر دیتے۔ اگر اور کسی کی خلافت میں خوف تھا۔ (خوف کیسا آپ کی موت و حیات تو اختیاری تھی) تو اپنی ہی خلافت میں شایع کرتے۔ اور اگر شائع کرنا خلاف مصلحت تھا۔ تو سو پچاس اپنے شیعان پاک

Marfat.com

ہی کو تعلیم فرما دیتے (کیا شیعان پاک اور فدائیان جانباز ناصبی و خارجی تھے۔ کہ ان سے بھی مخفی رکھا) سچ تو یہ ہے کہ حفظ وصیت کے یہی معنی تھے کہ آحاد امت سے اس کو کوئی دیکھ بھی نہ سکے۔ اہل عقل و انصاف غور کریں کہ یہ کام کسی پکے مسلمان اور سچے خیر خواہ اسلام کا ہے۔ یا کسی بدخواہ مسلمانان اور دشمن اسلام کا۔ نہیں! نہیں۔ صرف چھپانے پہ ہی اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت افضل الائمہ نفس رسول ہمیشہ بموجب ارشاد فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرتے رہے۔ حق تعالےٰ شانہ تو ان[1] الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون فرما کر قرآن اور اس کے احکام کے چھپانے والوں کو مورد اپنی لاعنین کی لعنت کا فرمائے۔ اور وصی رسول پر خلاف حکم الٰہی اسکو ایسا چھپاویں کہ کسی کو بھی پتہ نہ چلے اور اصول شیعان اور مخلصان پاک پر (معاذ اللہ) مصداق اس آیت کے بنیں اللہ تعالےٰ تو ان الذین توفٰھم الملئکۃ الآیۃ فرما کر دار الکفر سے ہجرت واجب فرمائے۔ اور باوجود قدرت پر ہجرت ترک کرنے والوں کے لئے ماواھم جھنم اور ساءت مصیرا فرمائے اور جناب فاروق اعظم شیعہ باوجود قدرت گھر سے بھی قدم نہ نکالیں۔ جب ابو وبا دزیر فرمان تھے۔ تو بلاد عاد میں ہی اپنے شیعہ کو لے جا کر آباد ہو جاتے بلکہ ہمیشہ کفار و اشرار کے یار غار و رفیق و غمگسار لیل و نہار ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے اور بقول مومنین مخلصین مورد ماواھم جھنم اور ساءت مصیرا کے ہوئے۔ اللہ تعالےٰ جاھد والکفار و المنافقین فرمائے۔ اور فلیقہ برحق جہاد کی بجگہ کفار کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کر کے ربقۃ اطاعت و انقیاد گردن میں ڈالیں اور بجائے تلطمت صدیق اکبر شیعہ ان کفر و نفاق کی جھوٹی تعریفیں اور خوشامدیں علی الاعلان کریں۔ جناب باری عز اسمہٗ تولا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم اور من یتولھم منکم فانہ منھم فرمائے۔ اور جناب سید الاوصیاء ان سے موالات فرمائیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا موالات ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو خلعت دامادی پہنائیں۔ اور شرف مصاہرت سے مشرف فرمائیں۔ خداوند عالم تو فاصلاح بما تومر فرمائے۔ اور من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون تک کی دھمکی دے

[1] بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں جو اتارا ہم نے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اسکے کہ ہم نے ان کو بیان کر دیا لوگوں کے لئے کتاب میں یہی ہیں جن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے ۱۲

Marfat.com

اور امام برحق دین کو دبھائے۔ اور غلط مسائل خلاف ما انزل اللہ سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں۔ حق جل وعلا تو دلا تترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون فرمائے۔ اور امام الائمہ اہل ظلم سے دوستیاں کریں۔ ان کے اموال غنائم بے تکلف کھائیں۔ ان کے غنائم کی چھوکریوں سے جو حرام تھیں بے دغدغہ صحبتیں کریں حق تعالےٰ تو خلافت موعودہ بقولہ وعد اللہ الذین امنوا منکم الآیۃ کو (جس کے مخالفین کو نسق کا لقب دیا ہے) مؤکد من اللہ فرمائے اور سید الاولیاء اس کے توڑنے کے منصوبے باندھیں۔ علاوہ ازیں بموجب حکم کتاب مختوم خدا تعالےٰ کی طرف سے تو بمقابلہ خلفائے جور بکمال تشدید وتاکید صبر وسکوت کا حکم صادر ہوا اور خلیفہ رسول بلا فصل اس کے برخلاف ادنےٰ معاملہ میں جیسا ہیزاب عباس تلوار کشی فرمائیں۔ قتل وقتال پہ آمادہ ہو جائیں۔ (شاید ایسی خلافت ماخوذ خلاف سے ہوگی) پس اہل عقل اپنی میزان عقل میں اندازہ فرمائیں۔ کہ یہ کام کسی ادنےٰ ایمان والے کا ہو سکتا ہے۔ اس انبار کفریات کی کہاں تک تعداد کی جائے۔ الغرض قرآن ناطق نے قرآن صامت کی فی الواقع خوب ہی نگہداشت کی اور کتاب اللہ سے بہت ہی اچھا تمسک فرمایا۔ پھر حیف ہے۔ کہ اس پہ بھی ان کو افضل امت اور نفس رسول فرمائیں۔ اور ان کے منکر کو کافر ٹھیرائیں :۔

اب عترت کی طرف ذرا متوجہ ہو کر اجمالی حالات سن لیجئے۔ کہ جب کفار ومنافقین نے جناب سیدہ معصومہ پہ (درغ بر گردن راوی) ظلم اور زیادتیاں کیں۔ باغ فدک جو ہبہ یا وصیت یا میراث میں ملا تھا غصب کیا۔ اور آپ کو برسر منبر گالیاں دیں اور تہمت فاحشہ کے ساتھ متہم کیا۔ اور آپ کے شکم مبارک پہ ضرب کا ایسا صدمہ پہنچایا۔ جس سے بعد سقوط حمل اہل بیت کے دو معصوم ہلاک ہوئے۔ اور خانہ رشک جنت کو آگ لگا دی اور جلا ڈالا اور جناب سیدہ نے بلبلا کر اسد اللہ سے پدر من مرد یاور من سست شد بہزار حسرت وافسوس کہا۔ فرمائیے تو سہی ایسے وقت میں آپ کے اسد اللہ الغالب نے اہل بیت پیغمبر کی کیا دستگیری فرمائی اور کیا حفظ ونگہداشت کی۔ قطع نظر عترت ہونے کی غیرت وحمیت کے (جو اوصاف عالیہ میں سے ہے) مقتضا سے ہی فرمائیے کہ آپ کو کیا کرنا تھا۔ ایسے موقع میں ایک ادنےٰ آدمی بھی اپنی جان دے دیتا ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے۔ کہ اسد اللہ کفار ومنافقین سے مل گئے۔ اور بخوف منافع دنیاویہ ظالموں سے مل کر اہل بیت رسالت کی توہین وتذلیل کرائی۔ چنانچہ

Marfat.com

بقول علامہ مجلسی جناب سیدہ نے ناخوش ہو کر مثل جنین پردہ نشین رحم شدہ ومثل غائبین درخانہ گریختہ۔ گرگان مے درندہ مے برند تو از جائے خود حرکت نمے کنی۔ فرمایا۔ اور ذرا حمیت اور غیرت اسلامی کو جوش نہ آیا۔ اہل عقل وانصاف غور فرمائیں کہ اگر کسی میں تھوڑا سا بھی اسلام ہو وہ اہلبیت نبوت پر باوجود قدرت اس قدر ظلم وستم دیکھ سکتا ہے۔ یہ وہی کر سکتا ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی بلکہ ایمان کے ساتھ غیرت کی بو بھی نہ ہو۔ اس سے بڑھکر لیجئے کہ وہی کفار ومنافقین دختر اسد اللہ اور نواسی رسول اللہ کو جبراً چھین لے گئے اور سالہا سال تک اپنے عقد وتصرف میں رکھا یہاں تک کہ اولاد بھی ہوئی جس پر آج تک شیعان پاک نوحہ کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر اسد اللہ نے ان کی رعایت سے یہاں تک صبر وسکوت کیا کہ مطلق چون وچرا نہ کیا۔ اس دختر نیک اختر نے طمانچہ تک مارا۔ پر اسد اللہ کو ذرا بھی جوش ایمانی نہ آیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملی ہوئی بھگت تھی۔ کوئی ایمان دار کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ کسی مومن کا کام ہے۔ یہ کام تو کسی ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جس نے اپنے دین کو بعوض دنیا بیچ ڈالا ہو۔ بالجملہ بروئے روایات مذہبی شیعہ صدہا ایسے امور ہیں۔ جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور ہجرت کرنا اور اعانت رسول کرنا صرف دکھلانے کے لئے تھا۔ اور ان کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان نہ تھا۔ نعوذ باللہ من تلک الکفریات۔

لہٰذا اب جمیع علمار شیعہ سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ آپ حضرات اگر دلائل مذکورہ سے ایمان وفضائل جناب شیخین وغیرہ کے قائل نہیں ہوتے تو جناب امیرؑ کا مومن ہونا کسی ایسی دلیل قطعی سے ثابت کر دیں جو شرائط مندرجہ التماس کے موافق ہو۔ حوصلہ وہمت کی بات تو یہ ہے۔ کہ ان سب دلیلوں کو چھوڑ کر کوئی ایسی دلیل ڈھونڈ کر لائیں۔ کہ اس میں کسی احتمال کی بھی گنجائش نہ ہو۔ اور اس کے مقدمات خصم کو مسلم ہوں۔ اور حضرت امیرؑ کا ایمان بھی اس سے ثابت ہو جائے۔ مگر ناظرین دیکھ لیں گے۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ ابد الدہر تک بھی شیعہ کو کوئی ایسی دلیل نصیب نہ ہوگی۔ اور ممکن نہیں کہ بدون اختیار مذہب حق ان کو کامیابی حاصل ہو۔ اور وہ ہمارے اصول پر جواب دے سکیں۔ انتہٰی بلفظہ +

دوسرے دعوی کی تردید

لشکر اسامہ کے بھیجنے سے غرض یہ نہ تھی کہ حضرت امیر کی خلافت بلافصل میں کوئی سد راہ

Marfat.com

باقی نہ رہے۔ بلکہ اس سے غرض اسامہ کے والد حضرت زید کا انتقام لینا اور کفار کی سرکوبی تھی اسی واسطے یہ لشکر حضرت زید کے قتل گاہ کی طرف بھیجا گیا۔ اور ان کے قاتل کو قتل اور کفار کو پامال کرکے واپس آگیا۔ خلافت بلافصل کا افسانہ جو شیعہ نے گھڑ لیا ہے اس کی تردید فضائل صحابہ کرام کے ضمن میں اوپر آچکی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت منبر پہ فرمائی اس میں کسی کو خلیفہ معین نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہو وہ ایسا کرے۔ خود حضرت امیر خلافت شیخین کی صحت کے قائل اور ان کے مداح ہیں۔ امام حسن علیہ السلام صلح نامہ میں حضرات ثلاثہ کا خلفاء راشدین ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت امیر کے ارشادات ذیل اسی بارے میں قابل غور ہیں:-

(۱) ومن خطبة له علیه السلام لما اریدعلی البیعة بعد قتل عثمان رضی اللہ عنه دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة قد تنکرت واعلموا ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزء اول صفحہ ۱۰۹) ترجمہ۔ حضرت امیر علیہ السلام کا ایک خطبہ اس وقت کا جبکہ قتل عثمان کے بعد آپ کی بیعت میں داخل ہونے کی درخواست کی گئی یہ ہے کہ مجھے چھوڑ دو اور کوئی دوسرا ڈھونڈو۔ کیونکہ ہم ایسے امر کی طرف متوجہ ہیں جس کے رخ مختلف اور رنگ جدا جدا ہیں۔ نہ دل اس کو سنبھال سکتے ہیں۔ نہ عقلیں اس پر ثابت قدم رہ سکتی ہیں اور تحقیق آفاق پر ابر چھا گیا۔ اور راہ راست بے پہچان ہو گیا۔ اور تم کو معلوم ہے۔ کہ اگر میں تمہاری درخواست بیعت کو قبول کر لوں تو تم کو اس راستے پر چلاؤں گا جس کو میں پہچانتا ہوں اور کسی قائل کے قول اور ناخوش ہونے والے کے خشم و ملامت کی طرف متوجہ نہ ہوں گا۔ اور اگر تم مجھ کو چھوڑ دو گے۔ تو میں تم میں سے ایک کی مثل ہوں گا۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ میں اس کا جس کو تم اپنا خلیفہ بناؤ گے تم سے زیادہ سننے والا اور زیادہ اطاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور تمہارے لئے خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے۔ انتہے۔ اس خطبہ میں حضرت امیرؓ نے بنا بر مظنہ فسادات آئندہ خلافت سے انکار کر دیا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کی خلافت منصوصہ نہ تھی۔ ورنہ آپ رد نہ کرتے۔ کیونکہ خلافت حسب عقیدہ شیعہ

Marfat.com

تالی نبوت ہے جس طرح نبوت رد نہیں ہو سکتی۔ خلافت بھی رد نہیں ہو سکتی۔ حضرت امیر کے الفاظ وان تولکتمونی الخ سے ظاہر ہے۔ کہ خلافت کا مدار اہل حل وعقد کی بیعت پر ہے اہل حل وعقد کی بیعت جس کے ہاتھ پر واقع ہوگی وہ خلیفہ ہو جائے گا۔ ورنہ مامور و محکوم رہیگا اس سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اس وقت تک امیر و خلیفہ نہ تھے۔ حضرت کا ارشاد کہ مجھے امید ہے کہ جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں تمہاری نسبت اسکے حکم کا زیادہ سننے والا اور زیادہ مطیع ہوں گا۔ اس مطلب کی مزید وضاحت کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس ارشاد میں حضرت زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت اس کی نسبت فرماتے ہیں۔ جس کو مخاطبین اہل حل وعقد خود اپنے اختیار سے بدون کسی نص کے اپنا حاکم و امیر بنالیویں۔ اور بدیہی ہے کہ اُس کا واجب الاطاعۃ بالخصوص حضرت کی نسبت ہونا بدون اس کے ممکن نہیں کہ وہ امام حق اور خلیفہ راشد ہو۔ اگر وہ جائر و غاصب ہو تو حضرت کے لئے ہرگز واجب الاطاعۃ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ کہ نہ جناب امیرؓ خلیفہ بلافصل ہیں۔ اور نہ خلافت منصوص من اللہ ہے۔ بلکہ انعقاد خلافت کا مدار بیعت اہل حل وعقد پر ہے۔ خطبہ کے اخیر الفاظ (امیر بننے کی نسبت میرا وزیر ہونا تمہارے واسطے بہتر ہے) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ شہادت عثمان کے وقت تک امیر نہ تھے اور اپنی امارت کو اہل حل وعقد کی بیعت پر موقوف سمجھتے تھے ٭

(۲) حضرت امیرؓ نے بیعت خلافت کے بعد طلحہ و زبیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ و اللہما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ ارب ولکنکم دعوتمونی الیہا وحملتمونی علیہا (نہج البلاغہ جزء اول صفحہ ۲۳۱)۔ ترجمہ۔ خدا کی قسم مجھے خلافت میں رغبت نہ تھی۔ اور نہ ولایت میں کوئی غرض تھی لیکن تم نے مجھکو خلافت کی دعوت دی۔ اور مجھ کو اس پر آمادہ کیا انتہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر کی خلافت منصوص نہ تھی۔ اور نہ آپ خلیفہ بلافصل تھے ٭

(۳) نصر بن مزاحم شیعی امامی نے بالاسناد بیان کیا ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری اور شرجیل بن سمط اور معن بن یزید بن اخنس سلمی کو حضرت امیر کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے قاتلین عثمان کی حوالگی کا مطالبہ کریں۔ حضرت امیر نے ان کے جواب میں حمد و ثنا کے بعد یوں فرمایا۔ اما بعد فان اللہ بعث النبی صلے اللہ علیہ وآلہ فانقذ بہ من الضلالۃ و

Marfat.com

انعش به من الهلكة وجمع به بعد الفرقة ثم قبضه الله اليه وقد ادى ما عليه ثم استخلف الناس ابا بكر ثم استخلف ابو بكر عمر واحسنا السيرة وعدل لا في الامة وقد وجدنا عليهما ان تولیا الامر دوننا ونحن آل الرسول واحق بالامر فغفرنا ذلك لهما ثم ولی امر الناس عثمان فعمل باشیاء عابها الناس عليه فسار اليه ناس فقتلوه ثم اتانی الناس وانا معتزل امرهم فقالوا الی بایع فابیت علیهم فقالوا الی بایع فان الامة لا ترضی الا بك وانا نخاف ان لم تفعل ان یفترق الناس فبایعتهم الخ (کتاب صفین مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۵ - وقعۃ صفین مطبوعہ مطبع عباسیہ صفحہ ۱۴۹) ترجمہ - بعد حمد و ثنا آنکہ اللہ تعالے نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کو مبعوث فرمایا - پس آپ کے ذریعے (لوگوں کو) گمراہی اور ہلاکت سے بچایا - اور فرقت کے بعد جمع کیا - بعد ازاں آپ کو اپنی طرف قبض کیا - اور آپ نے اپنا فرض ادا کیا - پھر لوگوں نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا - پھر ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنایا - ان دونوں نے اپنی سیرت کو اچھا رکھا اور امت میں عدل کیا - ہم نے ان دونوں پر خفا کیا کہ وہ ہمارے بغیر امر خلافت کے متولی ہو گئے - حالانکہ ہم آل رسول خلافت کے زیادہ مستحق تھے - پس ہم نے ان کو یہ معاف کر دیا پھر عثمان لوگوں کے امر کے متولی بنائے گئے - انہوں نے کچھ ایسی باتیں کیں، جن کے سبب لوگوں نے ان پر عیب لگایا - پس کچھ لوگ آپ پر حملہ آور ہوئے اور آپ کو شہید کر دیا - پھر لوگ میرے پاس آئے حالانکہ میں ان کے امر سے کنارہ کش تھا - اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیعت لو - پس میں نے انکار کر دیا - وہ بولے کہ بیعت لو - کیونکہ امت آپ کے سوا کسی پر راضی نہیں - اگر آپ ایسا نہ کریں گے - تو ہمیں ڈر ہے - کہ لوگ جدا جدا ہو جائیں گے - لہذا ہم نے ان سے بیعت لی الخ - انتہے :-

یہاں امور ذیل قابل غور ہیں :-

(ا) حضرت امیرؓ نے جو اپنے آپ کو احق بالخلافۃ فرمایا - اس سے ظاہر ہے کہ خلفائے ثلاثہ آپ کے نزدیک حقیق بالخلافۃ نہ تھے -

(ب) حضرات شیخین رضی اللہ تعالے عنہما کی خلافت صحیح تھی - حضرت امیر کو بتقاضائے بشریت جو ان پر اعتراض تھا وہ آپ نے بطیب خاطر رفع دفع کر دیا - اور ان کی خلافت راشدہ کو تسلیم کر لیا :-

(ج) حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جب حضرت امیر پر خلافت پیش کی گئی - تو آپ نے

Marfat.com

پہلے انکار کر دیا۔ پھر صلاح امت کے خیال سے قبول فرمایا۔

(د) حضرت عثمان کے زمانے تک حضرت امیر خلیفہ بالفعل نہ تھے۔ فعلیت خلافت کا مدار بیعت اہل حل وعقد پر ہے۔ چنانچہ ارشاد امیرؑ ہے۔ انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار یہ حضرات جس مستحق کو خلیفہ بنائیں وہ بالفعل خلیفہ ہو جائے گا۔ اور جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں وہی خلیفہ حق کہلائے گا۔

(ہ) حضرت امیر کا اپنے تئیں احق بالخلافۃ فرمانا بموجب اپنے گمان اور رائے کے تھا۔ احقیت یا استحقاق خلافت فعلیت خلافت کے لئے کچھ قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ فعلیت خلافت کا مدار اہل حل وعقد کی بیعت پر ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

امور مذکورہ بالا سے خلافت بلا فصل کا بطلان کالشمس فی النہار ظاہر ہے۔ حضرت امیر اپنے آپ کو احق بالخلافۃ فرما رہے ہیں۔ مگر شیعہ نے جو ان کے حالات بیان کئے ہیں ان سے خلافت کا استحقاق تو درکنار حضرت امیر کا ایمان تک ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر آچکا ہے۔

(۴) حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس وصیت سے پہلے اعیان روزگار جو صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر تھے ان کا گمان تھا کہ خلافت کی وصیت حضرت طلحہ کے لئے ہوگی۔ وہ لوگ جو خلافت عمر کو ناپسند کرتے تھے اعتراض کرنے لگے۔ مگر حضرت امیرؑ نے بڑے زور سے صدیق اکبر کی تائید کی۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا (مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۲ھ ہجری۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۰) کے الفاظ یہ ہیں۔ وجمعے کہ خلافت عمر را کارہ بودند گفتند۔ اے خلیفہ رسول خدا درین امر خطیر تاملے بسزا فرما زیرا کہ در قیامت خلفا از حال رعایا و زیردستان مسئول خواہند بود۔ علی گفت اے طلحہ ما ہیچ کس را بغیر از عمر اطاعت نمے کنیم۔ بخدا سوگند کہ تحمل این بار گران جز او را کسے نمے دانیم۔ وشمہ از اوصاف او بیان کردہ بجانب ابی بکر توجہ نمودہ گفت۔ اے خلیفہ رسول خدا پسندیدہ شما پسندیدہ ماست و رضائے ما مقرون برضائے شماست۔ بر ہمگنان معلوم است۔ کہ مدت الحیوۃ بروجہ احسن زیستی و پیوستہ بنظر مرحمت در حال امت نگریستی۔ باری سبحانہ وتعالےٰ ترا جزائے خیر دہاد و بعنایت و مغفرت خود مخصوص گرداناد۔ انتہےٰ۔ ترجمہ جو لوگ عمرؓ کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے کہنے لگے۔ اے خلیفہ رسول خدا اس بڑے امر میں

Marfat.com

مناسب تامل فرمائیے۔ کیونکہ قیامت کے دن خلیفوں سے رعایا اور زیردستوں کے حال کی بابت سوال ہوگا۔ علی علیہ السلام نے کہا کہ اے طلحہ ہم عمر کے سوا کسی کی اطاعت نہ کریں گے خدا کی قسم مجھے عمر کے سوا کوئی اور شخص معلوم نہیں۔ جو اس بھاری بوجھ کو اٹھا سکے۔ آپ نے عمرؓ کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ پھر ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ اے خلیفہ رسول خدا آپ کا پسندیدہ ہمارا پسندیدہ ہے۔ اور ہماری رضا آپ کی رضا کے ساتھ ہے۔ سبکو معلوم ہے۔ کہ عمر بھر آپ نے نہایت اچھی طرح سے زندگی بسر کی ہے۔ آپ ہمیشہ امت کے حال پر نظر مرحمت فرماتے رہے۔ اللہ سبحانہ و تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور اپنی عنایت و مغفرت سے مخصوص کرے۔ انتہےٰ۔ حضرت امیرؓ کے اس ارشاد سے خلافت بلافصل کا بطلان ظاہر ہے۔

(۵) خلافت عثمان کی صحت کو بھی حضرت امیرؓ نے تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ جب لوگ حضرت عثمان کی بیعت کرنے لگے۔ تو حضرت امیر نے فرمایا۔ لقد علمتم انی احق الناس بھا من غیری و واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین (نہج البلاغہ۔ جزء اول صفحہ ۷۷) ترجمہ۔ بے شک تمہیں معلوم ہے۔ کہ میں غیر کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ خدا کی قسم میں عثمان کے لئے خلافت تسلیم کرتا ہوں۔ جب تک کہ مسلمانوں کے امور (فتنہ و فساد سے) سلامت رہیں۔ انتہےٰ۔

ارشادات مذکورہ بالا کے علاوہ قرآن مجید کی آیات بھی جن سے حضرات ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔ خلافت بلافصل کو باطل کر رہی ہیں۔

تیسرے (۳) دعوٰی کی تردید

معترض کا یہ قول کہ سیدنا ابو بکر صدیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شدت مرض میں بغیر اجازت کے مسلمانوں کو نماز پڑھانے لگ گئے۔ صریح البطلان ہے۔ صدیق اکبر کی طرف سے ایسی جرأت ایک نماز میں نہیں بلکہ سترہ نمازوں میں قطع نظر نقل متواتر کے عقلاً بھی مستبعد و محال ہے۔ ایسی ذاکر حسین جعفر شیعی امامی اثنا عشری لکھتا ہے ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلال آن حضرت کو اطلاع دیتے۔ اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے۔ مگر اکثر مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہو

Marfat.com

سکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی کو بلا بھیجو۔ پس علی کو بلانے گئے عائشہ نے کہا اگر ابو بکر کو بلالوں تو کیا حرج ہے۔ اور حفصہ نے کہا۔ اگر عمر کو بلالوں تو کیا حرج ہے۔ پس یہ سب آنحضرتؐ کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تو چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلالوں گا۔ پس یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ نماز کا وقت آگیا۔ جواب ملا البتہ۔ فرمایا۔ بس تو ابو بکر کو حکم دے دو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں (تاریخ اسلام حصہ دوم۔ مطبوعہ مقبول پریس دہلی ۱۳۳۱ھ صفحہ ۱۲۸)

چوتھے دعوٰی کی تردید

مصنف کا قول کہ حضرت شیخین و دیگر صحابہ کرام نے لشکر اسامہ سے تخلف کیا غلط ہے۔ متعینان لشکر میں سے کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی نہ کی۔ نہ کسی نے تخلف کیا۔ بلکہ تیار ہو کر مدینہ سے باہر تین میل کے فاصلہ پر جمع ہو گئے۔ اور سب چلنے ہی کو تھے۔ کہ حضرت اسامہ کو ان کی والدہ ام ایمن نے پیغام بھیجا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں ہیں۔ اس حال میں حضرت اسامہ اور متعینان لشکر کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ باوجود قرب کے اپنے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت اور شمول جنازہ سے محروم رہیں۔ حضرت صدیق اکبر نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم دیا کہ اسامہ مع متعینان لشکر فوراً روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شیعہ کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا (جلد دوم صفحہ ۲۴۷) میں یوں لکھا ہے۔ چون امر خلافت بر صدیق اکبر قرار گرفت فرمود تا در مدینہ مذاکرہ نمودند کہ ہیچ کس از لشکریان اسامہ تخلف ننماید و ہر کرا رسول اللہ نامزد فرمود کہ با اسامہ برود باید کہ دران امر تاخیر و تسویف جائز ندارد۔ بعضے اصحاب رائے و کیاست معروض صدیق گردانیدند کہ معظم لشکر اسلام این جماعت اند کہ مے فرمائی کہ ہمراہ اسامہ بگزارند۔ اکنوں چون مسموع مے شود کہ قبائل عرب و فرق یہود کہ در حوالی مدینہ اند در مقام ارتداد و مخالفت اند مبادا کہ از رفتن اسامہ خللے بملک و ملت راہ یابد۔ اگر روزے چند این مہم در خیر تاخیر و تعویق ماند بصواب نزدیک تر باشد۔ صدیق در جواب گفت کہ اگر سباع بنارہ در غیبت اسامہ مرا پارہ پارہ سازند من اورا خواہم فرستاد۔۔۔۔ القصہ صدیق فرمان داد تا اسامہ بمقصد شتابد۔ اسامہ بموجب فرمودہ براحلہ نشست و روے بہ بدیار شام آورد۔۔۔۔ نقل است کہ بعد از انتقال

Marfat.com

حضرت مقدس نبوی ارباب شقاق وعناد را تصور آن بود کہ اہل اسلام را قوت وشوکتے نماند
کہ لشکر گشندو آسان بدفع ایشان ے توان پرداخت۔ چون بسامع آن جماعت رسید کہ
اسامہ با لشکرے چنان قوی از مدینہ بیرون رفت رعب وخوف بر خاطر ہمہ استیلا یافت وازسلمانان
حسابہا بگرفتند۔ بصحت پیوست کہ از لشکر اسامہ ہیچ کس تخلف ننمود۔ مگر فاروق۔ واین صورت
بواسطہ آن بود کہ در حین وداع صدیق با او گفت کہ در سوانح مہمات بحضور عمر احتیاج است اگر
رائے تو اقتضا فرماید او را رخصت دہ تا باز گردد۔ اسامہ ملتمس ابوبکر مبذول داشتہ عمر بمدینہ
مراجعت نمود انتہے۔ ترجمہ۔ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ تو ان کے حکم سے مدینہ میں منادی
کردی گئی۔ کہ لشکریان اسامہ میں سے کوئی تخلف نہ کرے۔ اور جس کو رسول اللہ نے اسامہ
کے ساتھ جانے کے لئے نامزد فرمایا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس امر میں تاخیر کو جائز نہ رکھے
اصحاب رائے وکیاست میں سے بعضوں نے صدیق اکبر کی خدمت میں عرض کی کہ لشکر اسلام
کا بڑا حصہ یہ جماعت ہے۔ جن کو آپ حکم دیتے ہیں۔ کہ اسامہ کے ساتھ جنگ کے لئے
جائیں۔ اب جو سنا جاتا ہے۔ کہ قبائل عرب اور یہود کے فرقے جو مدینہ کے نواح میں ہیں۔ ارتداد
ومخالفت کے درپے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اسامہ کے جانے سے ملک وملت میں کچھ خلل آجائے
اگر چند روز یہ مہم تاخیر وتعویق میں رہے۔ تو صواب کے زیادہ نزدیک ہے۔ صدیق نے جواب
میں کہا۔ کہ اسامہ کی غیر حاضری میں اگر ضرر پہنچانے والے درندے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیں
میں اسے بھیجوں گا۔۔۔۔ حاصل کلام صدیق نے حکم دیا۔ کہ اسامہ اپنی منزل مقصود کی طرف
جلدی روانہ ہو جائے۔ حسب الحکم اسامہ اونٹ پر سوار ہو کر ملک شام کی طرف متوجہ ہوئے۔
۔۔۔ نقل ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد دشمنوں کا یہ خیال تھا۔ کہ
مسلمانوں میں لشکر کشی کی قوت وطاقت نہیں رہی۔ ان کو آسانی سے دور کیا جا سکتا ہے
جب ان مخالفین کے کانوں میں یہ خبر پہنچی۔ کہ اسامہ ایسے زبردست لشکر کے ساتھ مدینہ
سے روانہ ہو گیا ہے۔ تو سب کے دلوں پر رعب وخوف غالب ہو گیا۔ اور مسلمانوں سے
ڈرنے لگے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ سوائے فاروق کے لشکر اسامہ میں سے
کسی نے تخلف نہیں کیا۔ اور فاروق کا تخلف اس واسطے تھا۔ کہ وداع کے وقت صدیق
نے اسامہ سے کہا۔ کہ مہمات آئندہ میں عمرؓ کی حاضری کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کی رائے
مقتضی ہو۔ تو ان کو واپس ہونے کی اجازت دے دیں۔ اسامہ نے ابوبکر کی التماس کو

Marfat.com

کو قبول فرمایا۔ اور عمر رضؓ مدینہ کو لوٹ آئے۔ انتہٰی ۔

مولینا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی لاجواب کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں مطاعن ابوبکر رضے اللہ تعالےٰ عنہ کے ضمن میں اس طعن کا جو جواب دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ طعن ابوبکر صدیق پر کس وجہ سے کیا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تجہیز لشکر سے اعراض کیا یا اس وجہ سے کہ خود لشکر سے تخلف کیا۔ اگر بوجہ اول طعن ہے تو یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے خلاف مرضی جمیع اصحاب تجہیز لشکر کی جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جمادالاولی ۸ھ ہجری میں جنگ موتہ میں روم و عرب کے مشرکین نے حضرت زید بن حارثہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لئے یوم دوشنبہ ۲۶ ماہ صفر ۱۱ھ ہجری کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ رومیوں سے جنگ کرنے اور زید بن حارثہ کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ دوسرے روز آپ نے اسامہ بن زید کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے تمہیں اس لشکر کا سردار مقرر کر دیا۔ تم اس کو لے کر اپنے باپ کے قتل گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ آپ نے اسامہ کو جنگ کے متعلق اور ہدایات بھی دیں۔ چار شنبہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بخار اور درد سر شروع ہو گیا پنجشنبہ کو آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اسامہ کے لئے جھنڈا تیار کیا۔ اور اس سے فرمایا کہ راہ خدا میں جہاد کرو اور کافروں سے لڑائی کرو۔ اسامہ وہ جھنڈا لے کر نکلے اور بریدہ بن حصیب اسلمی کو علمبردار بنا کر وہ جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیا۔ اور مدینہ منورہ سے تین میل شام کی طرف مقام جرف میں قیام کیا تاکہ سپاہ جمع ہو جائے۔ چنانچہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و ابوعبیدہ بن جراح و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و قتادہ بن نعمان و سلمہ بن اسلم وغیرہ اعیان مہاجرین و انصار نے اس لشکر میں شرکت کے لئے تیاری کر لی پنجشنبہ ۸ ربیع الاول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ شدت مرض حضرت ابوبکر کو بلا کر خلیفہ نماز مقرر کیا۔ چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ جو اصحاب اسامہ کے ساتھ جانے کے لئے متعین ہو چکے تھے۔ وہ یوم شنبہ ۱۰ ربیع الاول کو گروہا گروہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر لشکر گاہ میں پہنچے۔ یک شنبہ کے دن مرض اتنا زیادہ ہو گیا کہ حضور اقدس بول نہ سکتے تھے۔ اسامہ بقصد وداع حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور کے سر اقدس ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور اپنا دست مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر اسامہ پر رکھتے تھے

Marfat.com

اسامہ رخصت ہو کر لشکر گاہ میں پہنچے۔ دوسرے روز صبح کے وقت اسامہ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مرض میں تخفیف تھی۔ حضور نے اسامہ کو وداع کرتے ہوئے فرمایا۔ اغد علی برکۃ اللہ۔ اسامہ نے جرف میں پہنچ کر لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اور خود سوار ہونے کو تھے کہ ان کی والدہ ام ایمن کا قاصد پہنچا کہ رسول اللہ کا وقت قریب آگیا ہی لہٰذا اسامہ مع عمر فاروق و ابو عبیدہ بن جراح کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دن ڈھلے ہی حضور نے وفات پائی۔ یہ سن کر تمام سپاہ جرف سے مدینہ میں واپس آگئی۔ اور بریدہ نے وہ جھنڈا رسول اللہ کے حجرے کے آگے کھڑا کر دیا۔ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے بریدہ کو حکم دیا۔ کہ وہ جھنڈا اسامہ کے گھر پہ لے جاؤ۔ تاکہ وہ متعینان لشکر کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ اسامہ مع لشکر جرف میں پہنچے۔ اس اثنا میں خبر لگی کہ حوالی مدینہ میں بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں۔ اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے بعض اصحاب نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کی کہ اس حالت میں ایسے لشکر جرار کا دور دراز مہم پر بھیجنا مصلحت وقت نہیں۔ صدیق اکبر نے جواب دیا۔ کہ خواہ میری جان جائے میں خلاف فرمان رسول اللہ نہیں کر سکتا۔ مگر اسامہ سے درخواست کی کہ عمر فاروق کو یہاں چھوڑ جائیں۔ تاکہ محافظت مدینہ اور مشورہ وغیرہ میں ان سے مدد لی جائے۔ غرض اسامہ کی اجازت سے فاروق اعظم مدینہ میں واپس آگئے۔ اور یکم ربیع الثانی ۱۱ھ ہجری کو اسامہ نے کوچ کیا۔ اور بیس روز میں مقام ابنی میں پہنچے۔ وہاں تاخت و تاراج کے بعد اسامہ نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا۔ اور مظفر و منصور واپس آگئے۔ (دیکھو طبقات ابن سعد۔ صحیح بخاری۔ روضۃ الصفا وغیرہ)۔

اور اگر اس وجہ سے حضرت صدیق اکبر (اور فاروق اعظم) پر طعن ہے۔ کہ انہوں نے لشکر اسامہ سے تخلف کیا۔ تو اس کے چند عمدہ جواب ہیں:۔

اوّل۔ رئیس وقت جب کسی شخص کو لشکر میں تعین کرے۔ اور پھر اپنی خدمتوں میں سے کسی دوسری خدمت پہ مامور کر دے۔ تو یہ ماموری صریح دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اس شخص کو لشکر کے تعیناتیوں میں سے موقوف کر دیا۔ اور ان میں سے اس ایک کو مستثنیٰ کر لیا۔ اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ بعینہٖ یہی حال ابو بکر صدیق کا ہوا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اول بیماری میں اس لشکر کو جدا کر کے اسامہ کے ساتھ جانے پہ متعین فرمایا۔ پھر جب آپ کا مرض بڑھ گیا۔ اور اسامہ اور ان کے ہمراہیوں نے کوچ میں توقف کیا تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ان متعینان لشکر میں سے ابو بکر کو منتخب کر کے امامت نماز میں اپنا نائب کیا۔ اور اس کام میں ابو بکر کو مشغول کر دیا یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ پس ابو بکر کی تعیناتی خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موقوف ہو چکی تھی۔ اور آپ کی وفات کے بعد ابو بکر کا جانا نہ جانا دونوں برابر تھا۔ اور شریعت سے ثابت ہے۔ کہ ابتدا جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور لشکر اسامہ کی تجہیز بھی اسی قبیل سے تھی۔ پس بالخصوص لشکر کے ساتھ ابو بکر کے نہ جانے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے کفار اور مرتدوں کے فتنہ کا دفع کرنا فرض عین تھا۔ پس ابو بکر نے کفایہ کو ترک کر کے فرض عین کو ادا کیا۔ اور یہی حکم شرعی ہے۔ خصوصاً جب کہ تمام لشکر ابو بکر کی تجہیز و تحریص سے لڑنے کے لئے نکلا۔ تو ان سب کا ثواب بھی آپ کی طرف عائد ہوا اور لاجرم یہ فرض کفایہ بھی آپ ہی کے جریدۂ اعمال میں ثابت ہوا۔

دوم۔ جنگ و جہاد کے لئے لوگوں کو متعین کرنا کچھ وحی اور احکام منزل من اللہ میں سے نہیں ہے۔ بلکہ ایسے امور سیاست مدنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا سیاست مدن ابو بکر سے متعلق ہو گئی۔ اور اب یہ باتیں ان کے ہاتھ میں اور ان کی صلاح سے وابستہ ہو گئیں کہ جس کو چاہیں اسامہ کے ہمراہ کر دیں۔ جس کو چاہیں اپنے حضور میں رکھیں۔ اور خود چاہے نکلیں یا نہ نکلیں اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بادشاہ اپنے لشکر کو کسی طرف جنگ میں جانے کے لئے متعین کرے۔ اور اثنائے تہیہ سفر میں خود سفر آخرت کر جائے۔ تو اب جو بادشاہ اس کا قائم مقام ہو گا۔ اس کو اختیار ہے کہ بادشاہ سابق کے بعض تعیناتیوں کو اپنے حضور میں رہنے دے۔ کیونکہ وہ اسی میں ملک و دولت کی اصلاح و بہبودی دیکھتا ہے۔ اور اس قدر تصرف کرنے میں نہ بادشاہ اول کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نہ اس کی نافرمانبرداری۔ کیونکہ مخالفت تو اس وقت ہوتی جب اس کے مقرر کئے ہوئے امیر کی جگہ دوسرا سردار مقرر کیا جاتا یا اس کے دشمنوں سے مصالحت کر لی جاتی۔ حالانکہ صدیق اکبر نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ حاصل یہ کہ امور جزئیہ اور ملک و دین کے مصالح و قبیحہ رئیس وقت کی صوابدید سے ہوتے ہیں۔ اور ایسے امور میں اپنی عقل و رائے سے تصرف کرنا جائز ہے اور پیغمبر کا حکم ایسے امور میں قطعاً وحی اور باب تشریع سے نہیں ہے۔

سوم۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد ابو بکر صدیق کا منصب دوسرا ہو گیا۔ وہ اپنے پہلے منصب ہی پر قائم نہیں رہے۔ پہلے عام مومنین کے زمرہ میں تھے۔ اب خلیفہ رسول اللہ ہوئے

Marfat.com

اور پیغمبر کی جگہ پر جلوہ افروز ہوئے منصب بدل جانے کے بعد احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہو تو جو احکام بالغ کے ہیں وہ اس پر جاری ہوں گے۔ اسی طرح مجنون جب اچھا ہو جائے مقیم جب مسافر ہو جائے۔ اور مسافر جب اقامت کرلے۔ غلام جب آزاد ہو جائے۔ رعیت جب حاکم ہو جائے۔ فقیر جب تونگر ہو جائے۔ تونگر جب فقیر ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ پس ناظرین غور فرمائیں۔ کہ ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب پیغمبرؐ کے خلیفہ اور قائمقام ہوئے تو آپ کو اسامہ کے ساتھ جانا کیا ضرور تھا۔ اس لئے کہ پیغمبرؐ خود اگر زندہ ہوتے تو کبھی اسامہ کے ساتھ نہ جاتے اور نہ ساتھ جانے کا ارادہ رکھتے۔ البتہ لشکر کا سامان کرنا اور اس کا روانہ کرنا ابوبکرؓ کے ذمہ واجب تھا۔ کیونکہ یہ پیغمبرؐ کا کام تھا اور اس کام کو پیغمبرؐ کے سچے خلیفہ صدیق اکبر نے خوب انجام دیا۔

چہارم۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ ابوبکر صدیق اسامہ کے ساتھ جانے ہی پر مامور تھے۔ پیغمبرؐ کے استخلاف نماز سے وہ مستثنےٰ نہیں ہو سکتے۔ تو غایت مافی الباب یہ ہوگا کہ ابوبکر کی عصمت میں خلل آجائے۔ اور آپ معصوم نہیں رہیں گے۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ امامت کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ عدالت ضروری ہے۔ اور عدالت میں دو ایک گناہ صغیرہ کرنے سے نقصان نہیں آتا۔

پنجم۔ دو ایک مطاعن جو شیعہ ابوبکر و عمر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر اہل سنت و جماعت کی روایتوں سے ثابت کرتے ہیں۔ اوّل تو وہ ثابت نہیں ہیں۔ بالفرض اگر ثابت بھی ہوں۔ تو شیعہ کو چاہیئے۔ کہ سنیوں کی ان تمام روایتوں کو جو ابوبکر اور دیگر صحابہ کرام کے مناقب و فضائل اور بشارات عالیہ میں وارد ہیں۔ اور جو ان کے فضائل وغیرہ آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہیں اور جن میں سے بعض روایات کتب شیعہ میں بھی مندرج ہیں۔ ان سب کو پلۂ ترازو میں رکھیں۔ اور ان چند مطاعن کو ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھیں۔ پھر تول کر دیکھیں کہ کونسا پلہ بھاری نکلتا ہے۔ اور کس قدر بھاری نکلتا ہے۔

ششم۔ یہ ضروری نہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم وجوب ہی کے واسطے مقرر ہو جیسا کہ علامہ مرتضےٰ شیعی نے اپنی کتاب الدرر والغرر میں ثابت کیا ہے۔ پس اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو اسامہ کے ساتھ جانے کے لئے حکم بھی فرمایا ہو۔ اور آپ نہ گئے ہوں تو کوئی خلل لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ممکن ہے یہ حکم ندب و استحسان کے واسطے ہو۔ اور امر مندوب کا

Marfat.com

کا ترک کرنا گناہ و معصیت نہیں ہے۔

ہفتم۔ شیعوں کے مذہب میں بدلائل منصوصہ ثابت ہے۔ کہ حضرت آدم اور حضرت یونس علیہما السلام نے بلا واسطہ خدا کے حکم کے خلاف کیا۔ تو اگر امام نے بھی رسول کے ایک حکم کو نہ مانا۔ تو کونسی قباحت ہے۔ اس لئے کہ امام رسول کا نائب ہے۔ اور نائب چاہے کتنا ہی بزرگ ہو اصل سے کم ہی ہوگا۔

حدیث زیر بحث میں بحوالہ ملل ونحل شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ ہجری) جو جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا نقل کیا گیا ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں:۔

اوّل۔ یہ جملہ موضوع ہے۔ کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں۔ چنانچہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ ہجری) لکھتے ہیں۔ فلا منافاۃ بین القول بان ابا بکر رضی اللہ عنہ کان من جملۃ الجیش وبین القول بانہ تخلف عنہ لانہ کان من جملۃ الجیش اولاً وتخلف لما امرہ صلے اللہ علیہ وسلم بالصلاۃ بالناس وبھذا یرد قول بعض الرافضۃ طعنا فی ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ انہ تخلف عن جیش اسامۃ رضی اللہ عنہ لما علمت ان تخلفہ عنہ کان بامرہ صلے اللہ علیہ وسلم لاجل صلاتہ بالناس وقول ھذا الرافضی انہ صلے اللہ علیہ وسلم لعن المتخلف عن جیش اسامۃ مردود لانہ لم یرد اللعن فی حدیث اصلا (سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر۔ جزء ثالث صفحہ ۲۸۹)۔ ترجمہ۔ پس اس قول میں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ منجملہ لشکر کے تھے۔ اور اس قول میں کہ وہ لشکر سے پیچھے رہ گئے کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ آپ پہلے منجملہ لشکر کے تھے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو پیچھے رہ گئے۔ کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کا تخلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے تھا۔ اور اس رافضی کا قول کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسامہ سے پیچھے رہ جانے والے پر لعنت کی مردود ہے۔ کیونکہ یہ لعنت کسی حدیث میں ہرگز وارد نہیں ہوئے۔ انتہے۔

دوئم۔ یہ جملہ سوائے ملل ونحل شہرستانی کے اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین حاجی میرزا ابو الفضل اس کے متعلق یوں لکھتا ہے۔ محمد بن عبدالکریم شہرستانی در کتاب ملل ونحل نقل کردہ کہ پیغمبر فرمود۔ جہز وا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ وصدر این حدیث اگرچہ متواتر است ولے ذیل آن کہ مشتمل بر لعن است

Marfat.com

از طرق عامہ من بندہ در غیر ملل ونحل ندیدہ ام (شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۱ ہجری۔ صفحہ ۳۶۷) ترجمہ۔ محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے کتاب ملل ونحل میں نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ کہ لشکر اسامہ کی تیاری کرو۔ خدا لعنت کرے اسے جو اس لشکر سے پیچھے رہا۔ اس حدیث کا پہلا حصہ اگرچہ متواتر ہے۔ مگر اخیر حصہ جو لعنت پر مشتمل ہے۔ میں نے اہل سنت کے طریقوں سے سوائے ملل ونحل کے کسی اور کتاب میں نہیں دیکھا۔ انتہے۔ شہرستانی کی نسبت حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی سنہ ۸۵۳ ہجری) لسان المیزان (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ جزء خامس صفحہ ۲۶۳) میں یوں نقل فرماتے ہیں۔ قال ابن السمعانی فی معجم شیوخہ وکان متہما بالمیل الی اہل البدع یعنی الاسماعیلیۃ والدعوۃ الیہم لضلالاتہم وقال الخوارزمی صاحب الکافی لولا تخبطہ فی الاعتقاد ومیلہ الی اہل الزیغ والالحاد کان ہو الامام فی الاسلام۔ ترجمہ ابن سمعانی (متوفی سنہ ۵۶۲ ہجری) نے اپنی کتاب معجم الشیوخ میں لکھا ہے کہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی اہل بدع یعنے اسماعیلیہ کی طرف میلان اور ان کی گمراہیوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے ساتھ متہم تھا۔ اور خوارزمی صاحب کافی نے کہا ہے۔ کہ اگر اعتقاد میں اس کا خبط اور اہل زیغ و الحاد کی طرف اس کا میلان نہ ہوتا۔ وہ اسلام میں امام ہوتا۔ انتہے۔ شیخ الاسلام تاج سبکی (متوفی سنہ ۷۷۱ ہجری) شہرستانی کے حال میں لکھتے ہیں۔ فی تاریخ شیخنا الذہبی ان ابن السمعانی ذکر انہ کان متہما بالمیل الی اہل القلاع یعنی الاسماعیلیۃ والدعوۃ الیہم والنصرۃ لطائفتہم وانہ قال فی التحبیر انہ متہم بالالحاد والمیل الیہم قال فی التنبیہ۔ انتہے۔ مختصراً (طبقات شافعیۃ الکبریٰ۔ جزء رابع صفحہ ۷۹) ترجمہ۔ ہمارے شیخ ذہبی (متوفی سنہ ۷۴۸ ہجری) کی تاریخ میں ہے۔ کہ ابن سمعانی نے ذکر کیا۔ کہ شہرستانی اسماعیلیہ کی طرف میلان اور انکے مذہب کی طرف دعوت اور ان کے بے اصل اقوال کی تائید کے ساتھ متہم تھا۔ اور ابن سمعانی نے اپنی کتاب تحبیر میں کہا کہ شہرستانی الحاد اور ملحدون کی طرف میلان کے ساتھ متہم اور غالی شیعہ تھا۔ انتہے۔ ابن تیمیہ (متوفی سنہ ۷۲۸ ہجری) نے منہاج السنہ (جزء ثالث صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۹) میں یوں لکھا ہے۔ ما ینقلہ الشہرستانی وامثالہ من المصنفین فی الملل والنحل عامتہ مما ینقلہ بعضہم عن بعض وکثیر من ذلک لم یحرر فیہ اقوال المنقول عنہم ولم یذکر الاسناد فی عامۃ ما ینقلہ بل ہو ینقل من کتب من صنف المقالات قبلہ مثل ابی عیسی الوراق وہو من المصنفین للرافضۃ المتہمین فی کثیر مما ینقلونہ ومثل ابی یحیی و

Marfat.com

وغیرہما من الشیعۃ ونقل ایضاً من کتب بعض الزیدیۃ والمعتزلۃ الطاعنین فی کثیر من الصحابۃ وبالجملۃ فالشہرستانی یظہر المیل الی الشیعۃ اما بباطنہ واما مداہنۃ لہم فان ہذا الکتاب الملل والنحل صنفہ لرئیس من رؤسائہم وکانت لہ ولایۃ دیوانیہ وکان للشہرستانی مقصود فی استمالتہ لہ وکذلک صنف لہ کتاب المصارعۃ بینہ وبین ابن سینا لمیلہ الی التشیع و الفلسفۃ واحسن احوالہ ان یکون من الشیعۃ ان لم یکن من الاسماعیلیۃ انتہی المصنف لہ ولہذا تحامل فیہ للشیعۃ تحاملاً بیناً واذا کان فی غیر ذلک من کتبہ یبطل ما ذہب الامامیۃ فہذا یدل علی المداہنۃ لہم فی ہذا الکتاب لاجل من صنفہ لہ۔ ترجمہ شہرستانی اور اس کی مثل دیگر مصنفین جو کچھ ملل ونحل میں نقل کرتے ہیں۔ وہ بالعموم اس قبیل سے ہے۔ کہ جس کو ان میں سے بعض بعض سے نقل کرتا ہے۔ اور اس میں سے بہت سا حصہ ایسا ہے۔ کہ اس میں اس نے منقول عنہم کے اقوال نہیں لکھے اور نقل کرنے میں عموماً اسناد ذکر نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے سے پہلے مصنفین کی کتابوں سے نقل کرتا ہے مثل ابو عیسیٰ وراق کے جو ان مصنفین میں سے ہے۔ جو رافضیوں کے لئے تصنیف کرتے ہیں۔ اور منقول کے حصہ کثیر میں متہم ہیں۔ اور مثل ابو یعلیٰ اور دیگر شیعہ کے۔ اور نیز وہ بعض زیدیہ ومعتزلہ کی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ جو بہت سے صحابہ میں طعن کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ شہرستانی شیعہ کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے۔ دل سے یا ان کی خوشامد کے لئے۔ کیونکہ یہ کتاب ملل و نحل اس نے ایک شیعی رئیس کے لئے تصنیف کی جس کے لئے ولایت دیوانی تھی۔ اور شہرستانی کا مقصود اس کا دل اپنے ہاتھ میں لانا تھا۔ اسی طرح شہرستانی نے اس رئیس کے لئے تشیع اور فلسفہ کی طرف میلان کے سبب کتاب المصارعۃ بینہ وبین ابن سینا تصنیف کی۔ اس رئیس کا احسن احوال یہ ہے۔ کہ شیعہ میں سے ہو۔ اس واسطے شہرستانی نے اس کتاب میں شیعہ کی طرف داری میں ستم ڈھایا ہے۔ شہرستانی اپنی دوسری کتابوں میں مذہب امامیہ کی تردید کرتا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس نے اس کتاب میں مصنف لہ کی رعایت سے شیعہ کی مداہنت کی ہے۔ انتہیٰ۔ اندریں حالت شہرستانی کی یہ روایت بلا اسناد جس کے ساتھ وہ متفرد ہے کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔

سوئم۔ بالفرض اگر یہ جملہ حدیث رسول مان بھی لیا جائے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اسامہ کو تنہا چھوڑنا اور اس مہم سے پہلوتہی کرنا حرام ہے۔ سو معلوم ہے کہ جب ابو بکر خدمت

Marfat.com

امامت پر متعین ہوئے۔ ان سب باتوں سے مستثنیٰ ہو گئے۔ نیز جملہ لعن اللہ من تخلف میں لفظ مَن موافق اصول شیعہ کے عام ہے تو معنے یہ ہوئے کہ مسلمانوں میں کا جو شخص جیش اسامہ سے تخلف کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو اس صورت میں نہ صرف ابو بکرؓ و عمرؓ بلکہ حضرت علی اور دیگر صحابہ موجودین سب مورد لعنت ٹھیریں گے پس اب شیعہ جو جواب حضرت علی کی طرف سے دیں وہی جواب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے سمجھ لیں۔ ہاں اگر شیعہ یہ کہیں کہ یہ وعید و عتاب ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ جو اسامہ کے لشکر کے ساتھ جانے کے لئے متعین تھے۔ تو ہم جواب دیں گے۔ کہ جہزوا جیش اسامۃ (اسامہ کے لشکر کا سامان کرو) صرف متعینان لشکر کی طرف خطاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ لشکر اسامہ ہی سے یہ فرمانا کہ لشکر اسامہ کو درست کرو کلام بے معنے ہو جائے گا۔ پس ضرور ہوا کہ یہ خطاب عام ہو۔ جس میں حضرت علی وغیرہ سب شامل ہوں۔

مصنف نے ملل و نحل شہرستانی کے علاوہ آخر شرح مواقف کا بھی حوالہ دیا ہے۔ جو ذیل الکتاب کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس تذییل میں یہ عبارت ہے۔ قال الآمدی کان المسلمون عند وفاۃ النبی علیہ السلام علی عقیدۃ واحدۃ وطریقۃ واحدۃ الا من کان یبطن النفاق و یظہر الوفاق ثم نشأ الخلاف فیما بینہم اولا فی أمور اجتہادیۃ لا توجب ایمانا ولا کفرا وکان غرضہم منہا اقامۃ مراسم الدین واقامۃ مناہج الشرع القویم وذلک کاختلافہم عند قول النبی فی مرض موتہ ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی ذلک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع وکاختلافہم بعد ذلک فی التخلف عن جیش اسامۃ فقال قوم بوجوب الاتباع لقولہ علیہ السلام جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا وقال قوم بل التخلف انتظارا لما یکون من رسول اللہ فی مرضہ الخ۔ ترجمہ۔ آمدی نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے وقت مسلمان ایک عقیدہ اور ایک طریقہ پر تھے۔ سوائے ان کے جو دل میں نفاق رکھتے اور موافقت ظاہر کرتے تھے پھر ان کے درمیان پہلے امور اجتہادیہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ جو نہ موجب ایمان ہیں۔ نہ موجب کفر اور ان امور سے ان کا مقصود مراسم دین کا قائم رکھنا اور شرع قویم کے طریقوں کا باقی رکھنا تھا مثلاً پیغمبر علیہ السلام کی وفات شریف کے وقت ان میں اختلاف ہوا۔ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے یہاں تک کہ حضرت عمر نے کہا۔ کہ پیغمبر علیہ السلام پر درد غالب ہو گیا ہے۔ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ اور اس بارے میں شور زیادہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضور نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد ان کے درمیان لشکر اسامہ سے تخلف کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے کہا کہ رسول اللہ کے قول (لشکر اسامہ کا سامان کرو۔ خدا لعنت کرے اسے جو تخلف کرے) کا اتباع واجب ہے۔ دوسروں نے کہا۔ ٹھہر جاؤ۔ تاکہ دیکھیں کہ مرض میں رسول اللہ کا کیا حال ہوتا ہے۔ الخ۔ انتہے۔ آمدی نے اختلاف کے بیان کرنے میں شہرستانی کا اتباع کیا ہے۔ ملل ونحل میں جس ترتیب اور جن الفاظ میں یہ اختلافات بیان ہوئے ہیں۔ آمدی نے وہی ترتیب اور قریبًا وہی الفاظ اختیار کئے ہیں۔ یہ آمدی کون ہیں۔ بغور سنئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ حیدرآباد دکن۔ جزء ثالث صفحہ ۱۳۴) میں ان کا ذکر یوں کرتے ہیں۔ السیف الآمدی المتکلم علی بن ابی علی صاحب التصانیف۔ وقد نفی من دمشق لسوء اعتقادہ وصح عنہ انہ کان یترک الصلوٰۃ فسأل اللہ العافیۃ وکان من الاذکیاء مات سنۃ اثنین وثلاثین وست مائۃ سامحہ اللہ وعفی عنہ انتہے وکان مولد سیف الدولۃ بآمد وقدم بغداد وقرأ القرأت وتفقہ لاحمد بن حنبل وسمع من ابی الفتح بن شاتیل وحدث عنہ بغریب الحدیث لابی عبید ثم تحول شافعیا وصحب ابا القاسم بن فضلان واشتغل علیہ فی الخلاف وحفظ طریقۃ الشریف ونظر فی طریقۃ اسعد المیہنی وتفنن فی علم النظر ثم دخل مصر وتصدر بالاقراء العقلیات واعاد بمدرسۃ الشافعی ثم قام علیہ ونسبوہ للتعطیل وکتبوا محضرا فخرج منہا واستوطن سماہ وصنف التصانیف ثم تحول الی دمشق ودرس بالعزیزیۃ ثم عزل منہا ومات فی صفر سنۃ احدی وثلاثین وست مائۃ ترجمہ سیف الدین متکلم علی بن ابی علی صاحب تصانیف۔ اعتقاد بد کے سبب دمشق سے نکال دیا گیا اس کی نسبت یہ امر ثابت ہے۔ کہ وہ نماز چھوڑ دیتا تھا۔ ہم خدا سے عافیت مانگتے ہیں۔ اور وہ تیز طبع عالموں میں سے تھا۔ اس نے ۶۳۱ھ ہجری میں وفات پائی۔ خدا اس سے درگزر کرے۔ اور اسے معاف کر دے انتہے۔ سیف الدولہ کا مولد آمد تھا۔ وہ بغداد میں آیا اور علم قرأت پڑھا۔ اور احمد بن حنبل کی فقہ پڑھی۔ اور ابو الفتح بن شاتیل سے حدیثیں سنیں۔ اور اس سے غریب الحدیث لابی عبید کی روایت

Marfat.com

کی۔ پھر وہ شافعی ہوگیا۔ اور ابوالقاسم بن فضلان کی صحبت میں رہا۔ اور اس سے علم مناظرہ سیکھا اور اس کا طریق سیکھا۔ اور اسعد میہنی کے طریقہ میں نظر کی اور علم نظر میں ماہر ہوگیا۔ پھر وہ مصر میں داخل ہوا۔ اور وہاں معقولات کی تعلیم کے لئے صدر نشین بنا۔ اور مدرسہ شافعی میں لوٹ آیا۔ پھر اہل مصر اس کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اور اس کو تعطیل[ع] سے منسوب کیا۔ اور ایک محضر لکھا۔ لہٰذا وہاں سے نکل گیا۔ اور حماہ میں جا آباد ہوا۔ اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ پھر دمشق کو چلا گیا۔ اور مدرسہ عزیزیہ میں مدرس بن گیا۔ پھر وہاں سے بھی معزول ہوگیا۔ اور اس نے ۶۳۱ھ ہجری میں وفات پائی۔ انتہے۔ کیا آدمی جیسے بداعتقاد شخص کی روایت بلا اسناد مقام حجت میں پیش ہونے کے قابل ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

قال السیّد الامام۔

یوں تو قصۂ خلافت کا سقیفہ ہی میں طے پا گیا۔ مگر بنی ہاشم وہاں نہ تھے۔ اس لئے بنی ہاشم کی طرف سے اہل سقیفہ کو پورے طور پر اندیشہ لگا ہوا تھا۔ مگر چونکہ ان کے سردار علی ابن ابی طالب کسی سخت کارروائی کی طرف متوجہ نہیں معلوم ہوئے۔ جس کا اصل سبب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنی رحلت کے قریب حضرت رسول اللہ نے آپ کو سمجھا دیا تھا۔ کہ میرے بعد تم فوری طور پر اپنے مخالفین کے مقابلہ میں تلوار نہ کھینچنا تاکہ اسلام جو اس وقت ایک ابتدائی حالت میں تھا برباد نہ ہو جائے۔ بنی ہاشم بھی بہ تبعیت علیؑ خاموش ہو رہے۔ اس پر بھی یہ بات اہل سقیفہ کی طرف سے مناسب سمجھی گئی۔ کہ علی سے بیعت لی جائے۔ چنانچہ حضرت عمر ابن الخطاب علیؑ کے پاس گئے۔ اور علیؑ کو حضرت ابوبکر کے حضور میں لے آئے۔ اس جلسہ میں علیؑ نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا کہ آپ نے انصار کو یہ کہہ کر کہ حدیث نبوی کی رو سے شخص قریش کو خلیفہ ہونا چاہیئے۔ انصار سے حصول حق فرمایا۔ اب آپ سے میں طالب داد ہوتا ہوں۔ کہ جو داد آپ نے انصار سے پائی ہے۔ وہی داد اب آپ مجھے دیجئے۔ میں قریش ہوں۔ ہاشمی ہوں۔ برادر رسول اللہ ہوں۔ داماد رسول اللہ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ (دیکھو روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۳۳۳۔ و ۳۴۳) اس کا جواب ہی کیا تھا جو اہل خلافت کی طرف سے ملتا۔ بہرحال جب علیؑ سے بیعت کے لئے ارشاد کیا گیا۔ تو علیؑ نے بیعت نہیں کی۔ اہلسنت کہتے ہیں۔ کہ علیؑ نے بی بی فاطمہؑ کے رحلت کے بعد بیعت کی (دیکھو صحیح مسلم صفحہ ۱۲۵)

ع ۵ خدا کو بے کار سمجھنا۔ اور اس کی صفات کی نفی کرنا ۱۲۔

Marfat.com

مگر شیعہ بیعت سے تمامتر انکار رکھتے ہیں۔ راقم کو حضرت علیؑ کے تمام معاملات ملکی و مالی و اخلاقی پر نظر غور ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہ کی رحلت کے بعد بھی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت یا اور کسی قسم کی بیعت نہیں کی کس واسطے کہ آپ سچے اور نہائت صاف دل آدمی تھے۔ مصباح الظلم صفحہ ۷۔ ۸

اقول

جس خلافت کا تصفیہ سقیفہ میں ہوا۔ وہ خلافت نبوت تھی۔ کوئی دینوی خلافت نہ تھی۔ کہ اس میں قرابت یا دامادی کو دخل ہوتا۔ اگر قرابت کا لحاظ ہوتا۔ تو حضرت عباس و امام حسن رضے اللہ تعالےٰ عنہما احق بالخلافۃ ہوتے۔ حسب بیان اصول کافی حضرت امیر کے لئے وصیت نامہ آسمانی میں صبر کی وصیت درج تھی۔ مگر موے مرتضےٰ نے اس وصیت کے خلاف کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو گدھے پر سوار کر کے تین رات مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک کے دروازے پر جاتے رہے۔ جب کافی مدد نہ ملی۔ تو حضرت صدیق اکبر کی بیعت کر لی جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔ وقت بیعت کی نسبت کئی روائتیں ہیں۔ یہاں ہمیں ان روایات میں وجہ تطبیق یا ترجیح سے بحث نہیں۔ مقصود صرف یہ ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے بیعت کی۔ خواہ کسی وقت ہو۔ دیکھو عبارات ذیل :-

(۱) کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں جو اصحاب امیرؑ میں سے تھا بروایت سلمان فارسی پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے معاونین کی قلت کے سبب وفات شریف سے تین روز کے بعد بیعت کی۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم تناول ید ابی بکر فبایعہ (پھر حضرت امیر نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا۔ اور آپ کی بیعت کی)۔

(۲) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جاؤا بامیر المومنین علیہ السلام مکرھا فبایع (کتاب الروضۃ۔ صفحہ ۱۱۵۔ رجال کشی صفحہ ۴) ترجمہ۔ وہ امیر المومنین علیہ السلام کو مکرہا لے آئے۔ پس آپ نے بیعت کی۔ انتہے۔

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے۔ کتم علی علیہ السلام امرہ و بایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا (کتاب الروضۃ۔ صفحہ ۱۳۹) ترجمہ۔ علی علیہ السلام نے اپنا امر پوشیدہ رکھا۔ اور بحالت مجبوری بیعت کی جب آپ کو مددگار نہ ملے۔ انتہے :-

Marfat.com

روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیرؓ نے بیعت کی۔ مگر یہ کہنا کہ یہ بیعت بجبر و اکراہ تھی درست نہیں۔ اس لئے کہ حضرت امیر علیہ السلام کی شجاعت و قوت اس درجہ کی تھی۔ کہ حضرات شیخین تو کیا آپ تمام دنیا کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اوپر آچکا ہے۔ کہ حضرت امیرؓ نے بطیب خاطر خلافت ثلاثہ کو تسلیم کر لیا تھا۔ اگر شیخین سے کچھ شکایت تھی۔ تو بخوشی معاف فرما دیا تھا۔ ان روایات سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت امیرؓ نے جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کی وفات شریف کے بعد ہی حضرت صدیق اکبر کی بیعت کر لی تھی۔ اگر ۶ ماہ والی روایت کی ترجیح تسلیم کر لی جائے۔ تو اس تاخیر کا باعث یہ نہ تھا۔ کہ حضرت مولےٰ مرتضےٰ صدیق اکبرؓ کی بیعت پر راضی نہ تھے۔ بلکہ اس کی وجہ وہی تھی جو خود حضرت امیرؓ نے صدیق اکبر سے بدین الفاظ بیان فرمائی تھی۔ انا قد عرفنا فضلك وما اعطاك الله ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله اليك ولكنك استبددت علينا بالامر وكنا نرى لقربتنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم نصيبا حتى فاضت عينا ابى بكر۔ (صحیح بخاری مطبوعہ مصر۔ جز ثالث صفحہ ۳۵) ترجمہ۔ بے شک ہم آپ کی فضیلت کو اور جو کچھ خدا نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اس کو پہچانتے ہیں۔ اور آپ کی خلافت پر جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے۔ حسد نہیں کرتے۔ لیکن آپ نے امر خلافت میں ہم سے مشورہ نہیں لیا۔ حالانکہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے سبب مشاورت میں اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ابو بکر کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انتہےٰ۔

قال السیّد امداد امام

یہاں پر مجھے اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ کہ خلافت حق طور پر قائم ہوئی یا نہیں یہاں پر صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ اس خلافت کا اثر آل محمدؐ پر کیا ہوا؟ فوری اثر تو یہ ہوا کہ بنی ہاشم سے حکومت دور ہو گئی۔ جس کے باعث جو منزلت آل محمدؐ کی عہد رسول خدا میں تھی باقی نہ رہی۔ دیری دانست میں آل محمدؐ کے ظاہری تنزل کی فعلی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ ہم دیکھ سکیں گے۔ کہ آل محمدؐ کی بے توقیریاں بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں کہ کربلا کی بے ادبیوں کے بعد اہل حرم دمشق کے کوچہ و بازار میں بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کئے گئے اور اس کے بعد بھی خون ائمہ خاندان پیغمبرؐ کا ہوتا رہا۔ اور سادات کشیاں بڑی کشادہ پیشانی کے ساتھ ہوتی رہیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۸۰۹۔

Marfat.com

اقول

ازروئے آیہ استخلاف خلافت جس ترتیب سے وقوع میں آئی ہے وہی حق ہے۔ اس سے نبوت کی تاکید اور رسالت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ترتیب خلاف قیاس ومعقول واقع ہوئی ہے۔ تاکہ نبوت کا التباس ملک کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اور جانشینی میں بادشاہوں کا طریق نہ برتا جائے۔ جو اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اوّل میں مذکور ہوا۔ چونکہ مصنف اس نکتہ سے ناآشنا ہے۔ اس لئے اس ترتیب کو اہلبیت کی دنیوی تنزل کا ایک سبب بتا رہا ہے۔ آل محمدؐ کے ساتھ خلفائے ثلاثہ کا سلوک قابل تحسین رہا ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ نے اپنی بیعت کی تاخیر کا سبب بیان کیا۔ تو صدیق اکبر نے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (صحیح بخاری مطبوعہ مصر۔ جزء ثالث صفحہ ۳۵) یعنے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میرے نزدیک اپنے خویش واقربار کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خویش واقربا سے محبت وسلوک رکھنا پسندیدہ تر ہے۔ انتہے۔ ۱۵ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ وظائف مقرر کرنے لگے تو حضرت علی وعبدالرحمٰن بن عوف رضے اللہ تعالےٰ عنہما نے عرض کیا کہ پہلے آپ اپنی ذات اور اس کے واسطے مقرر کرلیں۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ لا بل ابدأ بعم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم الاقرب فالاقرب۔ یعنے میں اپنی ذات سے شروع نہیں کرتا۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا سے شروع کرتا ہوں بعد ازاں الاقرب فالاقرب پر عمل ہوگا۔ چنانچہ حضرت عباس کا وظیفہ پچیس ہزار اور حضرات حسنین میں سے ہر ایک کو بدری اصحاب کے برابر پانچ پانچ ہزار اور ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے لئے دس دس ہزار مقرر کیا۔ اور اپنے واسطے محض قوت لایموت پسند کیا۔ (کامل ابن اثیر) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اہلبیت کے ساتھ جو نیک سلوک کیا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اہل بیت کی اس توقیر پر غور کیجئے۔ کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت میں ان کا صاحبزادہ ہشام حج کے لئے شام سے بیت اللہ شریف میں آتا ہے۔ مگر کثرت ہجوم کے سبب حجر اسود تک پہنچنے نہیں پاتا۔ اور عاجز آکر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا یہ نظارہ دیکھ رہا ہے۔ کہ اتنے میں حضرت امام زین العابدین تشریف لاتے ہیں۔ لوگ

Marfat.com

دیکھتے ہی راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور آپ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ شامیوں میں سے ایک شخص حیران ہو کر ہشام سے پوچھتا ہے۔ کہ یہ کون ہیں۔ ہشام اس خیال سے کہ مبادا اہل شام امام زین العابدین کی امارت میں رغبت کریں۔ جواب دیتا ہے۔ کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ فرزدق شاعر جو اس موقع پر حاضر ہے۔ آگے بڑھکر جواب دیتا ہے۔ کہ میں ان کو جانتا ہوں۔ وہ شخص کہتا ہے۔ کہ بتائیے۔ اس پر فرزدق حضرت امام کی مدح میں ایک فی البدیہہ قصیدہ پڑھتا ہے جو کتب فریقین میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بنو امیہ میں سے بعض نے آل محمدؐ پر بڑا تشدد کیا ہے۔ مگر سب سے زیادہ تشدد خود شیعہ نے کیا ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام کی نافرمانی کرنے والے اور ان کے قاتل کون تھے؟ امام حسینؑ کو شہید کرنے والے کون تھے؟ دیگر ائمہ اہل بیت کی تذلیل و توہین کرنے والے کون تھے؟ ان سب سوالوں کا جواب یہی ہے کہ شیعہ تھے۔ طرفہ یہ کہ قدماء و اکابر شیعہ امام حسین کو قتل کرنے کے بعد بھی شیعہ کے فرقہ ناجیہ اور محبان اہل بیت کے زمرہ میں شامل کر لئے گئے۔ چنانچہ شیعہ کے شہید ثالث نے مجالس المومنین میں یہ عبارت لکھی ہے سلیمان بن صرد خزاعی ساکن کوفہ است وسبب خروج او بر بنی امیہ آن بود کہ چون طائفہ کوفیان با مسلم بیعت کردہ نقض عہد کردند و نوبت بشہادت امام حسین رسانیدند۔ سلیمان بعد از چند ماہ متنبہ شدہ انگشت حسرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین مے کرد کہ خسران دنیا و آخرت نصیب ما شد کہ بعد از آنکہ امیر المومنین حسین را طلب داشتیم تیغ بر روئے او کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید باو آنچہ رسید و رؤسائے این جماعت پنج نفر بودند۔ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ و عبداللہ بن سعد و عبداللہ بن وال و رفاعہ بن شداد و این پنج کس از معارف اصحاب امیر المومنینؑ بودند و چون عزیمت ایشان بطلب خون امام حسین تصمیم یافت۔ جمعے کثیر در سرائے سلیمان بن صرد خزاعی جمع آمدند و مسیب بن نجبہ کہ مصحوب عمر سعد بکربلا رفتہ بود آغاز سخن کردہ گفتند خدا تعالے ما را بطول عمر مبتلا گردانید تا در انواع فتنہ ہا افتادیم۔ و بامور ناشائستہ متہم گشتیم۔ اکنوں از اعمال سیئہ خویش نادم گشتہ مے خواہیم کہ دست در دامن توبہ و انابت زنیم شاید کہ خداوند عزوعلا توبہ ما را قبول کردہ بر ما رحمت کند و ہر کس از آن جماعت کہ بکربلا رفتہ بودند عذرے مے گفتند سلیمان بن صرد گفت۔ ہیچ چارہ نمے دانیم۔ جز آنکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم چنانچہ بسیارے از بنی اسرائیل تیغ در یک دیگر نہادند قال اللہ تعالے إِنَّكُمْ

Marfat.com

تلتم انفسکم الآیۃ و مجموع شیعہ بزانوے استغفار در آمدہ گفتند مصلحت آن است کہ شمشیر ہارا از نیام بیرون کردہ سنا ہنار است کنیم و جہان را از لوث دشمنان آل محمدؐ پاک گردانیم الخ۔ اب اگر یہ عذر پیش کیا جائے گا۔ کہ قاتلان امام کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ تو اس شبہ کو علاوہ دیگر مباحث کے عیون اخبار الرضا کی حدیث سے ہم رفع کئے دیتے ہیں۔ حیث روی الصدوق باسنادہ سمعہ الرضا یعنی اصحابہ یقول لعن اللہ من حارب امیر المومنینؑ فقال لہ قل الا من تاب و اصلح ثم قال ذنب من تخلف عنہ ولم یتب اعظم من ذنب من قاتلہ وتاب۔ انتہے بلفظہ (تنقیح المسائل صفحہ ۱۶۳) مقتل ابو مخنف میں بروایت ابن طاؤس لکھا ہے۔ کہ جب اہل حرم اسیر ہو کر نکلے۔ تو شیعان محاربین امام نوحہ وزاری کرنے لگے۔ اور ماتم امام میں لباس سیاہ پہنا۔ تب اہل حرم نے فرمایا۔ کہ جب یہ لوگ ماتم امام کرتے ہیں۔ تو قاتل کون ہے۔ (تنقیح المسائل للمولوی علی بخش حاشیہ صفحہ ۱۶۴)۔ دمشق میں یزید نے آل محمدؐ کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ بحوالہ حق الیقین پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بغرض مزید توضیح تنقیح المسائل صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۶ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اب دیکھئے یزید کے ساتھ اخلاص و محبت پیدا کرنا امام سجاد کا اور یزید کی بیعت کر لینی اور دیت خون امام کی لے لینی اور باہم عہد و پیمان محبت کا قائم ہونا اور قتل امام حسین سے تبرا کرنا یزید کا کس دھوم دھام سے محدثین شیعہ نے بیان کیا ہے۔ کہ اس کو محمول بر تقیہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بعد خروج بجہاد جب امام حسینؑ و اعوان و انصار کا تقیہ ممنوع تھا۔ تو امام سجاد علیہ السلام کا بھی بعد خروج بجہاد کے بسبب داخل اعوان امام ہونے کے تقیہ کیوں جائز ہوگا۔ لامحالہ یزید کے جوائز لینے اور دعوتیں کھانے اور اخلاص بڑھانے سے امام سجاد نے اطاعت کی۔ اسی لئے مدینہ میں بیعت بھی کی ہوگی۔ اور جب یزید کو پاک صاف ٹھہرا دیا۔ تو شاید نماز عقیلہ بعد مغرب حضرات امامیہ اسی کے طفیل میں بامید ثواب پڑھا کرتے ہوں گے۔ کہ علی الشہور امام سجاد نے یزید کو تعلیم کی تھی۔ چونکہ اس سے مجھ کو اس مقام میں بحث اور حجت نہیں ہے۔ لہٰذا دیگر روایات پر قناعت کرتا ہوں۔ باقر مجلسی جلاء العیون

صدوق نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی کہ امام رضا نے اپنے اصحاب میں سے سنا کہ کہتے تھے خدا لعنت کرے اس کو جس نے امیر المومنین سے جنگ کیا۔ اس پر امام نے اس سے کہا کہ کہہ سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور نیکی کی۔ پھر فرمایا جس شخص نے حضرت امیرؑ سے تخلف کیا۔ اور توبہ نہ کی اس کا گناہ بڑا ہے۔ اس شخص کے گناہ سے جس نے حضرت سے قتال کیا اور توبہ کی ۱۲

Marfat.com

میں لکھتے ہیں - یزید گفت اے ہند تو مہ وزاری بکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن
لعین در امر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم - پس اہل بیت را در خانہ او جائے دادو ہر چہ
و شام حضرت امام زین العابدین را بر سر خوان خود مے طلبید - ایضاً فیہ - یزید چون این جواب را
شنید طمانچہ بر روئے خود زد و گریست و گفت مرا بقتل حسین چہ کار است - ایضاً فیہ - روز
ہشتم یزید اہل بیت را طلبید و نوازش و عذر خواہی کرد و تکلیف بماندن شام کرد چون قبول
نکردند - محلہائے مزین برائے ایشان ترتیب داد و اموال برائے خرچ ایشان حاضر کرد و گفت
اینہا عوض آن است کہ نسبت بشما واقع شدہ - ایضاً فیہ - و بروایت شیخ مفید و دیگران
یزید نعمان بن بشیر را کہ از صحابہ رسول صلعم بود طلبید و گفت - مردے را کہ بصلاح و سداد و
امانت و دیانت موصوف باشد با ایشان ہمراہ کن - الخ - ایضاً فیہ - یزید گفت خدا لعنت کند
ابن مرجانہ را بخدا سوگند کہ اگر من بجائے او مے بودم امام حسین ہر چہ از من طلب مے کرد -
اجابت مے کردم - و بر کشتن او راضی نمے شدم - باید کہ ہمیشہ نامہ ہائے تو بمن رسد و ہر
حاجت کہ داشتہ باشی از من طلب نما - کہ باجابت مقرون است - پس آن مردے را کہ برائے
حراست و رفاقت ایشان مقرر شدہ بود - طلبید و سفارش بسیار در باب رعایت ایشان
نمود - ایضاً فیہ - کلینی بسند حسن از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است - کہ چون یزید بہائے
حج بمدینہ آمد حضرت امام زین العابدین بیعت یزید کردند و یزید گفت کہ خود را حفظ کردی و از
شرافت بزرگی تو چیزے کم نشد - فقط - بعد نقل روایت کے مجلسی فرماتے ہیں - مے تواند بود
کہ مسلم ابن عقبہ از جانب آن لعین آمدہ بود و چنین بیعت گرفتہ باشد - چنانچہ بر راویان
اشتباہے شدہ باشد - فقط - اور طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے - .....

احتجاج علی بن الحسین علی یزید قال لہ علی بن الحسین یا یزید بلغنی انک تریدین قتلی فان کنت
لابد قاتلی فوجہ مع ہؤلاء النسوۃ من یردہن الی حرم رسول اللہ صلعم فقال لہ ینبغی
لا یؤدی عن غیرک لعن اللہ ابن مرجانۃ فواللہ ما امرتہ بقتل ابیک ولو کنت متولیا لقتالہ
ماقتلتہ ثم احسن جائزتہ وحملہ الناس الی المدینۃ بلفظہ تنبیہ - بعد تشریف لے جانے
امام سجاد کے کوفہ سے مدینہ منورہ کو ارتباط و محبت یزید کا یہاں تک مستحکم رہا کہ جب مسلم بن عقبہ
کو یزید نے مدینہ طیبہ میں بھیجا - تو درباره حفاظت و لحاظ و پاس امام کے یزید نے کمال تاکید کردی
مجلد یازدہم - بحار الانوار میں جو حدیث مشعر بیان اس قصہ کے ہے - دیکھ لیجئے - اس میں

Marfat.com

صاف یہ عبارت ہے۔ وانظر علی بن الحسین فاکفف عنہ واستوص لہ خیرا۔ الخ۔ اسی حدیث میں جو عبارت ثم اتی مروان بعلی بن الحسین یمشی بین مروان وابنہ عبد الملک حتے جلس بینہما عندہ سے آخر تک ہے۔ اور قدح شراب کا ذکر ہے۔ ذرا اس کو بھی ملاحظہ کر کے نتائج کو سوچ لیجئے۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ اور محمد بن حنفیہ کا خدمت یزید میں جانا اور مال کثیر حاصل کرنا اور خود یزید کے ہاتھ پر بیعت بلا اکراہ کرنا اور امیر المومنین یزید کو کہنا مزید برآن ہے۔ کما فی البحار۔ اب منصف مزاج امامیہ میں اگر کوئی ہو۔ تو انصاف سے کہہ دے کہ جب طلب کرنے والے اور قتل کرنے والے اور پھر رونے والے اور پھر توبہ کرنے والے حضرات شیعہ ہیں۔ تو کس منہ سے دبیر و انیس کے مرثئے پڑھکر محبان امام حسینؑ بنتے ہیں۔ اور جب یزید کے وہ حالات بیان کر رہے ہیں۔ جو زبان باقر مجلسی سے کسی قدر ہم نے لکھے۔ تو غزالی و ابن عمر پر طعن کرنا کیا تعصب ہے۔ فافہم انتہے۔ بلفظہ۔

قال السید امداد امام

معاملۂ فدک

خلافت کے قائم ہونے کے تھوڑے ہی روز کے بعد بی بی فاطمہؑ کو دار القضا میں فدک کے مقدمہ کی تقریب سے جانا پڑا۔ جاننا چاہیئے کہ فدک صوبہ حجاز کا ایک ایسا علاقہ ہے۔ جو مدینہ سے دو تین روز کی راہ پر واقع ہے۔ صاحب صراح لکھتے ہیں۔ کہ فدک خیبر کا علاقہ ہے واضح ہو کہ خیبر داخل حجاز ہے۔ پس اس رو سے فدک کا علاقہ حجاز ہونا نہائیت درست ہے پہلے یہ علاقہ کفار خیبر کی ملک تھا۔ مگر ان سے مصالحہ کے بعد رسول اللہ کے قبضہ میں چلا آیا اور رسول اللہ کا خالصہ قرار پایا۔ شرح ابن الحدید۔ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر کو فدک کے مال نبی ہونے سے انکار تھا۔ مگر جمیع مفسرین کہتے ہیں۔ کہ فدک رسول اللہ کا مال تھا۔ اور حقیقت حال بھی یہی ہے۔ کہ یہ ایسا ہی تھا۔ آخر اتفاق مفسرین بھی کوئی شے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو جمیع مفسرین کے اتفاق کی کیا صورت ہوتی۔ بہر حال یہ ایک نہائیت آباد اور زرخیز علاقہ تھا۔ اس میں چشمے اور باغات وغیرہ بہت تھے۔ اور جناب رسول اللہ کو اس سے ایک اچھی صورت آمدنی کی تھی۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ رسولؐ مقبول امیروں

Marfat.com

کی طرح زندگی بسر نہیں کرتے تھے۔ مگر اس کی وافر آمدنی سے محتاجوں کے بہت سے کام نکلتے
رسول اللہ نے اپنے حین حیات اس علاقہ کو بحکم قرآنی وات ذا القربیٰ حقہ حضرت بی بی
صاحب زادی صاحبہ صلوٰت اللہ علیہا و ابیہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس رو سے حضرت سیدہ اس
علاقہ پر قابض تھیں تفسیر درمنثور سیوطی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب فدک کا
علاقہ از روئے مصالحہ کے رسول اللہ کے قبضہ میں آیا۔ تب جبرئیل علیہ السلام یہ آیت بالا
کر نازل ہوئے۔ اور رسول اللہ سے عرض کی کہ فدک کو اپنے عزیزوں کو دے دیجئے۔ آنحضرت نے
پوچھا کہ عزیز کون۔ جبرئیل نے کہا کہ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ۔ جناب رسالت مآب نے حکم خدا کی تعمیل کی
اور فدک کو تحریر ہبہ کے ذریعہ سے جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں دے دیا (دیکھو معارج النبوۃ۔ رکن ۴
صفحہ ۲۲۱ و حبیب السیر و روضۃ الصفا صفحہ ۱۳۵۔ جلد ۲) مگر جب خلافت حضرت ابوبکر پر قرار پائی۔ تو
خلیفہ صاحب نے اسے ضبط کر لیا۔ کتب بالا کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فدک کی ضبطی کے
وقت فدک حضرت سیدہ کے قبضہ میں تھا۔ جواہر العقدین کی روایت کے الفاظ سے بھی صاف صاف
طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قبضہ حضرت سیدہ سے فدک لیا گیا۔ بہر حال جب دار القضا میں حضرت
سیدہ نے اس بے دخلی کی نسبت یہ جتلایا کہ میرے والد ماجد نے مجھے علاقہ ہبہ کر دیا ہے تو
حضرت ابوبکر جو فطرتاً ایک نیک مزاج آدمی تھے۔ نہایت آشتی سے بولے کہ میرا یہ گمان تھا۔ کہ
آپ میراث کی حیثیت سے اس کی دعوے دار ہوئی ہیں۔ درحالے کہ قول رسول اللہ کا یہ ہے۔ کہ
نحن معشر الانبیاء کہ نورث ما ترکنا صدقۃ۔ یعنے ہم گروہ انبیا میں وراثت کوئی شے نہیں
ہے۔ ہم جو ترکہ چھوڑ جاتے ہیں۔ صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ مگر ایسی صورت میں کہ تمہارے باپ
تم کو یہ علاقہ اپنی حیات میں ہبہ کے طور پر دے گئے ہیں۔ تمہارا قبضہ اس پر ناجائز نہیں قرار
دیا جا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خلیفہ ردّ فدک کے بارے میں کوئی تحریری حکم دینا چاہتے تھے
کہ حضرت عمر نے حضرت خلیفہ کو ایسی تحریر سے منع کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ فاطمہؑ ایک عورت سے
زیادہ نہیں ہے۔ یعنے جس طرح سب عورتیں ہیں۔ فاطمہؑ بھی ایک عورت ہے۔ اس سے گواہ
طلب کیجئے۔ اس پر حضرت بی بی نے اپنے شوہر حضرت علی اور ام ایمن اور اسما بنت عمیس کو گواہی
میں پیش کیا۔ ان شخصوں کی گواہی پر حضرت خلیفہ نے ردّ فدک کا تحریری حکم صادر فرمایا۔ جب اس
کی خبر حضرت عمر کو ہوئی۔ آپ نے حضرت خلیفہ کے ہاتھ سے اس تحریری حکم کو چھین کر چاک کر ڈالا
(دیکھو شرح ابن الحدید۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۰۵) اور یہ فرمایا کہ فاطمہؑ علیؑ کی زوجہ ہے۔ علیؑ کی گواہی

Marfat.com

قابل پذیرائی ہو سکتی ہے۔ علی جب کہیں گے۔ تو اپنے نفع کی کہیں گے۔ باقی رہیں دو عورتیں ان کی گواہی ناکافی متصور ہے جب حضرت سیدہ نے حضرت عمر کی یہ تقریر سنی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے صاحبو! آپ رسول اللہ سے سن چکے ہیں۔ کہ یہ دونوں بیبیاں اہل جنت سے ہیں۔ پس ان سے دروغ گوئی عمل میں نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن حضرت سیدہ کا یہ جواب پذیرا نہ ہوا۔ فدک آپ سے لے لیا گیا۔ اس وقت حضرت سیدہ نے ان لفظوں میں فریاد کی کہ وا ابتاہ وا محمداہ اور اس کے بعد آپ اپنے گھر کو واپس گئیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۰-۲۱۔

اقول

صراح میں ہے۔ فدک بفتحتین نام دیہے از خیبر۔ یعنے فدک بفتحتین خیبر کا ایک گاؤں ہے قاموس اور منتخب میں بھی اس طرح ہے۔ مصباح اللغۃ میں ہے۔ کہ وہ ایک شہر ہے جو مدینہ سے دو روز کی راہ ہے۔ اور خیبر سے ایک منزل معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے۔ کہ فدک ایک گاؤں ہے۔ حجاز میں مدینہ سے دو دن کی راہ اور بعض روایت میں تین دن کی راہ۔ ان عبارتوں سے ظاہر ہے۔ کہ اہلسنت کے نزدیک فدک ایک گاؤں یا زیادہ سے زیادہ ایک شہر کا نام ہے۔ مگر اہل تشیع اسے گاؤں کیا بلکہ ایک بڑا صوبہ یا ملک قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

مصنف کی طرح تمام شیعہ یہی کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ الزہرا کو ہبہ کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ میثم بحرانی شارح نہج البلاغہ قول امیر بلی کانت فی ایدینا فدک کے تحت میں لکھتا ہے۔ ثم المشہور بین الشیعۃ والمتفق علیہ عندھم ان رسول اللہ اعطاھا فاطمۃ۔ یعنے شیعہ کے درمیان مشہور اور ان کے ہاں متفق علیہ یہ امر ہے۔ کہ رسول اللہ نے فدک فاطمہ کو عطا کر دیا تھا۔ انتہے۔ علمائے امامیہ اس کے ثبوت میں روایات ذیل پیش کرتے ہیں۔ جن کو وہ سنیوں کی روائتیں کہتے ہیں۔ (آیات بینات)۔

(۱) شیعہ کا ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی اپنی کتاب طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف میں لکھتا ہے۔ ومن طریف مناقضاتھم ما رووہ فی کتبھم الصحیحۃ عندھم برجالھم الذین مشائخھم حتی استندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ الحسکانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن محمد قال

Marfat.com

حدثنا موسے بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت اٰیۃ واٰت ذا القربے حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدك ۔ ترجمہ ۔ اور سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے جس کو انہوں نے اپنی صحیح کتابوں میں اپنے مشایخ سے روایت کیا ہے یہاں تک کہ سید الحفاظ ابن مردویہ کی سند سے یوں روایت ہے ۔ کہ کہا ابن مردویہ نے ۔ کہ خبر دی ہم کو ملی الستہ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی نے اصبہان کہ حدیث کی ہم سے قاضی ابو نصر شعیب بن علی نے کہ حدیث کی ہم سے موسیٰ بن سعید نے کہ حدیث کی ہم سے ولید بن علی نے کہ حدیث کی ہم سے عباد بن یعقوب نے کہ حدیث کی ہم سے علی بن عباس نے فضیل سے ۔ فضیل نے عطیہ سے ۔ عطیہ نے ابو سعید سے ۔ کہا ابو سعید نے کہ جب آیہ واٰت ذا القربے حقہ نازل ہوئی ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ علیہا السلام کو بلایا ۔ اور فدک انہیں دے دیا ۔ انتہے ۔

(۲) شیعہ کا علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان میں آیہ واٰت ذا القربے حقہ کے تحت میں لکھتا ہے ۔ اخبرنا السید ابو حمید مھدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبداللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاھا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالك قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمسی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید جمیعا و ابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت تولہ واٰت ذا القربے حقہ اعطی رسول اللہ فاطمۃ فدك ۔ ترجمہ ۔ خبر دی ہم کو سید ابو حمید مہدی بن نزار حسنی نے قراءۃً کہ حدیث کی ہم سے حاکم ابو القاسم بن عبداللہ حسکانی نے کہ حدیث کی ہم سے حاکم والد ابو محمد نے کہ حدیث کی ہم سے عمر بن احمد بن عثمان نے بغداد میں بالمشافہہ کہ خبر دی مجھ کو عمر بن حسین بن علی بن مالک نے کہ حدیث کی ہم سے جعفر بن محمد احمسی نے ۔ کہ حدیث کی ہم سے ابو معمر بن سعید جمیعاً اور ابو علی قاسم کندی اور یحیی بن یعلی اور علی بن مسہر نے فضیل بن مرزوق سے ۔ فضیل نے عطیہ کوفی سے ۔ عطیہ نے ابو سعید خدری سے ۔ کہا ابو سعید خدری نے کہ جب آیہ واٰت ذا القربے حقہ نازل ہوئی ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فدک فاطمہؑ کو دے دیا۔ انتہے۔

(۴۳) ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک میں یہ روایت لایا ہے۔ محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاھا فدک۔ ترجمہ۔ محمد بن عباس نے علی بن عباس مقانعی سے۔ اس نے ابو کریب سے ابو کریب نے معاویہ سے۔ معاویہ نے فضیل بن مرزوق سے فضیل نے عطیہ سے عطیہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی۔ کہا ابو سعید خدری نے کہ جب آیہ فات ذا القربی حقہ۔ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا۔ اور اسے فدک دے دیا۔ انتہے۔

(۴۴) بحار الانوار کی کتاب الفتن ہی میں یہ روایت ہے۔ روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالے وات ذا القربی حقہ من عشرین طریقا فمنہا ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وھیثم بن خلف الدوری وعبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاھا فدک۔ ترجمہ۔ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ ہبہ فدک کی حدیث آیہ وات ذا القربی حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جسے اس نے محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی اور ہیثم بن خلف دوری اور عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث اور محمد بن قاسم بن زکریا سے روایت کیا ہے۔ کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے کہ ہم کو خبر دی ہے علی بن عابس نے۔ اور نیز حدیث کی ہم سے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے۔ اس نے علی بن عابس سے۔ اس نے فضیل بن مرزوق سے۔ اس نے عطیہ عوفی سے۔ اس نے ابو سعید خدری سے۔ کہا ابو سعید خدری نے کہ جب آیہ وات ذا القربی حقہ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا۔ اور فدک اسے دے دیا۔ انتہے۔

Marfat.com

(۵) مولوی دلدار علی صاحب نے عماد الاسلام میں کنز العمال شیخ علی متقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذا القربی حقه قال النبی صلی اللہ علیه وسلم یا فاطمة لك فدك۔ رواه الحاکم فی تاریخه وقال تفرد به ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عباس۔ ابن النجار۔ ترجمہ۔ ابوسعید سے روایت ہے کہ جب آیہ وات ذا القربی حقه نازل ہوئی۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے فاطمہ فدک تمہارے واسطے ہے۔ اسے حاکم نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ اور کہا کہ ابراہیم بن محمد بن میمون علی بن عباس سے اس کے ساتھ متفرد ہے۔ انتہٰے۔

(۶) سید محمد مجتہد طعن الرماح میں بحوالہ تفسیر درمنثور یہ روایت لایا ہے۔ اخرج البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم وابن مردویة عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال لما نزلت هذه الآیة وات ذا القربی حقه دعا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاطمة فاعطاها فدك۔ یعنے ابوسعید خدری رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب آیہ وات ذا القربے حقه نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؑ کو بلایا۔ اور فدک اسے دے دیا۔ انتہٰے۔

(۷) طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے روی غیر واحد منهم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونها الی محمد صلعم نبیهم انه لما فتح خیبرا صطفیٰ لنفسه قری من قری الیهود منزل جبریلؑ بهذه الآیة وات ذا القربی حقه فقال محمد صلعم من ذا القربی وما حقه قال فاطمة۔ فدفعها الیها فدك ثم اعطاها العوالی بعد ذلك فاستغلتها حتی توفی ابوها محمد صلعم۔ ترجمہ۔ بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث نے مرفوع حدیثوں میں روایت کی ہے۔ کہ جب خیبر فتح ہوا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیہات یہود میں سے کئی گاؤں اپنی ذات کے لئے علیحدہ کر لئے۔ پس جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ کہ ذا القربے کو ان کا حق دے دو۔ اس پر آپ نے پوچھا۔ کہ ذا القربیٰ کون ہیں۔ اور ان کا حق کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا۔ کہ ذا القربیٰ فاطمہؑ ہیں۔ پس آپ نے فدک انہیں دے دیا۔ بعد ازاں مدینہ کے شرقی دیہات بھی ان کو عطا کئے۔ حضرت فاطمہؑ ان دیہات کا غلہ لیا کرتیں۔ یہانتک کہ ان کے والد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

Marfat.com

(۸) عماد الاسلام میں بحوالہ معارج النبوۃ یہ روایت مذکور ہے۔ و در مقصد اقصے مذکور است کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آل رسول باشد۔ پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالےٰ مے فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست۔ جبرئیل گفت فاطمہ است۔ حوائط فدک را باو دہ و آن چہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و بر اے وے حجتے نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابو بکر آورد و گفت۔ این کتاب رسول خداست برائے من و حسن و حسین۔ انتہےٰ۔ یہی روایت روضۃ الصفاء میں بھی مذکور ہے۔

درحقیقت یہ سب ایک ہی روایت کے مختلف طریقے ہیں۔ پہلے چار طریقوں میں پورا اسناد مذکور ہے۔ باقی چار میں صرف بعض راویوں کے نام بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے چار نمبروں میں اسناد کا سلسلہ ابو سعید پر ختم ہوتا ہے۔ اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور ان ہی سے اس روایت کا سلسلہ آگے بڑھا ہے۔ مگر ابو سعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے۔ جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے۔ کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری ہیں جو صحابی تھے۔ حالانکہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے۔ جو کلبی کے لقب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے بہت سی نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہہ کر پکارے جاتے ہیں۔ اور ان کی تین کنیتیں ہیں۔ ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور ان ہی سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے۔ وہ اس قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں۔ کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہے۔ کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہہ کر بیان ہو جاتے ہیں۔ کلبی یا اور مشہور نام ان کا نہیں لیتے تاکہ لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ جس سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابو سعید خدری صحابی ہیں۔ چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا۔ اور ان کی یہ شیطانی کھل گئی (آیات بینات) بغرض توضیح ہم عطیہ و ابو سعید کا حال کتب اسماء الرجال

Marfat.com

سے نقل کرتے ہیں۔ تقریب میں ہے عطیۃ بن سعد الکوفی یخطی کثیرًا وکان شیعیًا
یعنے عطیہ بن سعد کوفی اکثر خطا کرتا تھا۔ اور روایت میں تدلیس کرتا تھا۔ روایت میں خ
کرنا اور شیعی ہونا محتاج بیان نہیں۔ مگر تدلیس کیا چیز ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی
مقدمہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں۔ صورتش آنست کہ راوی نام شیخ خود را نبرد واز شیخ کہ فو
اوست روایت کند بطریقہ کہ موہم سماع است بیارد ومال آنکہ از وے سماع ندارد۔ چنانکہ گوید عن
فلان وقال فلان وتدلیس مذموم ومکروہ است مگر آنکہ ثابت شود کہ وے تدلیس نمے کند مگر انتقا
ودر آن غرض فاسد نباشد مثل اخفائے سماع از شیخ بجہت صغر سن وعدم جاہ وشہرت وستر حال
کہ سبب طعن گردد۔ انتہے۔ میزان الاعتدال میں عطیہ کی نسبت یوں لکھا ہے۔ عطیۃ بن سعد
العوفی الکوفی تابعی شہیر ضعیف ..... قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع ..... وقال
احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحیی قال
عطیۃ وابوھارون ویشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی
الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابوسعید قلت یعنی یوھم
انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف۔ یعنی عطیۃ بن سعد عوفی کوفی تابعی
مشہور ضعیف ہے ..... سالم مرادی کا قول ہے کہ عطیہ شیعی تھا ..... اور احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف
الحدیث تھا۔ اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحییٰ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں
کہ عطیہ اور ابوہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام احمد کہتے ہیں۔ کہ مجھے
یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ عطیہ کلبی کے پاس آتا۔ اور اس سے تفسیر لیتا۔ اور اس کی کنیت ابوسعید
اور یوں کہتا۔ کہ ابوسعید نے ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس
مقصود یہ تھا کہ لوگ سمجھیں۔ کہ یہ ابوسعید خدری ہیں۔ اور امام نسائی اور ایک جماعت نے ان
ضعیف بتایا ہے۔ انتہے۔ سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری میں باب من لہ اسماء مختلفۃ وال
متعددۃ میں جہاں کلبی کا ذکر لکھا ہے۔ وہاں یہ بیان کیا ہے۔ وھو ابوسعید الذی
عنہ عطیۃ العوفی موھما انہ الخدری یعنے یہی کلبی ابوسعید کی کنیت سے پکارا جاتا ہے
عطیہ عوفی اسی کنیت سے اس سے روایت کرتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو خیال ہو کہ یہ ابوسعید خدری
عطیہ کے حال سے یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ روایت زیر بحث ابوسعید خدری سے جو صحابی ہیں
ہے۔ بلکہ ابوسعید کلبی سے ہے۔ جس کا حال تہذیب التہذیب میں یوں مذکور ہے۔ قال

Marfat.com

بن سلیمان عن ابیہ کان بالکوفۃ کذابان احدھما الکلبی وقال الدوری عن یحیٰی بن معین لیس بشیئ وقال معاویۃ بن صالح عن یحیٰی ضعیف وقال البخاری ترکہ یحیی وابن مھدی وقال عبدالواحد بن غیاث عن ابن مھدی جلس الینا ابوجزء علی باب ابی عمرو بن العلاء فقال اشھد ان الکلبی کافر فقال فحدثت بذلک یزید بن زریع فقال سمعتھم یقول اشھد انہ کافر فقال فما ذا زعم قال سمعتہ یقول کان جبریل یوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام النبی لحاجتہ وجلس علی فاوحی الی علی فقال یزید انا لم اسمعہ یقول ھذا ولکنی رأیتہ یضرب صدرہ ویقول انا سبائی انا سبائی۔ قال العقیلی ھم صنف من الرافضۃ اصحاب عبداللہ بن سبا وقال ابن فضیل عن مغیرۃ عن ابراھیم انہ قال لمحمد بن السائب ما دمت علی ھذا الرأی لاتقربنا وکان مرجئا وقال ابومعاذ زعم لی سفیان الثوری قال قال الکلبی ما حدثت عن ابی صالح عن ابن عباس فھو کذب فلا تروہ وقال الاصمعی عن قرۃ بن خالد کانوا یرون ان الکلبی یزرف یعنی یکذب وقال یزید بن ھارون کبر الکلبی وغلب علیہ النسیان وقال ابوحاتم الناس مجمعون علی ترک حدیثہ ھو ذاھب الحدیث لایشتغل بہ وقال النسائی لیس بثقۃ ولا یکتب حدیثہ وقال علی بن الجنید والحاکم ابواحمد دالدار قطنی متروک وقال الجوزجانی کذاب ساقط وقال ابن حبان وضوح الکذب فیہ اظھر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفہ روی عن ابی صالح التفسیر وابوصالح لم یسمع من ابن عباس لایحل الاحتجاج بہ وقال الساجی متروک الحدیث وکان ضعیفا جدا الفرط فی التشیع وقد اتفق ثقات اھل النقل علی ذمہ وترک الروایۃ عنہ فی الاحکام وقال الحاکم ابوعبداللہ روی عن ابی صالح احادیث موضوعۃ وذکر عبدالغنی بن سعید الازدی انہ حماد بن السائب الذی روی عنہ ابواسامۃ وتقدم فی ترجمۃ عطیہ انہ کان یکنی الکلبی ابا سعید ویروی عنہ۔ انتھی۔ ملخصًا۔ ترجمہ معتمر اپنے باپ سلیمان کی روایت سے بیان کرتا ہے۔ کہ کوفہ میں دو کذاب تھے۔ ان میں سے ایک کلبی ہے۔ اور دوری نے بروایت یحیٰی بن معین بیان کیا۔ کہ کلبی لیس بشیئ ہے۔ اور معاویہ بن صالح بروایت یحیٰی بیان کرتا ہے کہ کلبی ضعیف ہے۔ اور امام بخاری کا بیان ہے۔ کہ کلبی کو یحیٰی اور ابن مھدی نے ترک کر دیا ہے۔ عبدالواحد بن غیاث نے ابن مھدی سے روایت کی۔ کہ ابن جزء نے ابوعمرو بن علاء کے

Marfat.com

دروازے میں ہمارے پاس بیٹھ کر کہا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ کلبی کافر ہے۔ ابن مہدی نے کہا۔ کہ میں نے یزید بن زریع سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ بولا کہ میں نے ابو جزر کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ کلبی کافر ہے۔ کہا کہ کلبی نے کیا کہا۔ جواب دیا کہ میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے۔ کہ حضرت جبرئیل نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی القا کرتے تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے۔ تو علی بیٹھ جاتے۔ اور جبرئیل علی پر وحی القا کرتے۔ اس پر یزید نے کہا کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے نہیں سنا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ کلبی سینہ ٹھونک کر کہا کرتا تھا۔ کہ میں سبائی ہوں۔ میں سبائی ہوں۔ عقیلی کا قول ہے۔ کہ سبائیہ رافضیوں کی ایک قسم ہے۔ اور وہ عبداللہ بن سبا کے چیلے ہیں۔ ابن فضیل نے روایت مغیرہ بیان کیا۔ کہ ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا۔ کہ جب تک تو اس رائے پر ہے ہمارے نزدیک نہ آنا۔ اور وہ مرجی تھا۔ ابو عاصم کہتے ہیں۔ کہ سفیان ثوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ کلبی کا قول ہے۔ کہ میں نے جو کچھ بروایت ابی صالح ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ وہ جھوٹ ہے۔ تم اسے روایت نہ کرنا۔ اصمعی نے بروایت قرہ بن خالد بیان کیا کہ لوگ سمجھتے تھے۔ کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ اور یزید بن ہارون کا قول ہے۔ کہ کلبی عمر رسیدہ ہو گیا۔ اور اس پر نسیان غالب ہو گیا۔ ابو حاتم کا بیان ہے۔ کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ کلبی کی حدیث چھوڑ دینی چاہیئے۔ اور اس کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے۔ نسائی کا قول ہے۔ کہ کلبی ثقہ نہیں۔ اور اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ اور علی بن جنید اور ابو احمد حاکم اور دارقطنی کہتے ہیں۔ کہ کلبی متروک ہے۔ جوزجانی کہتا ہے۔ کہ وہ بڑا جھوٹا ساقط عن الاعتبار ہے۔ ابن حبان کا قول ہے۔ کہ کلبی کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے۔ کہ محتاج بیان نہیں۔ اس نے ابو صالح سے تفسیر روایت کی ہے۔ اور ابو صالح نے ابن عباس سے سنا نہیں اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں۔ ساجی کہتا ہے۔ کہ کلبی کی حدیث متروک ہے۔ اور وہ تشیع میں غلو کے سبب نہایت ضعیف ہے۔ اور ثقات ناقلین اس کی مذمت اور احکام و فروع میں اس کی روایت کے چھوڑ دینے پر متفق ہیں۔ اور ابو عبداللہ حاکم کا بیان ہے۔ کہ اس نے ابو صالح سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور عبدالغنی بن سعید ازدی نے ذکر کیا کہ وہ حماد بن سائب ہے جس سے ابو اسامہ نے روایت کی ہے۔ اور عطیہ عوفی کے حال میں پہلے آچکا ہے۔ کہ عطیہ مذکور کلبی کو ابو سعید کی کنیت سے یاد کرتا۔ اور اس سے حدیثیں روایت

Marfat.com

کرتا ہے۔ انتہے۔

اگرچہ عطیہ و کلبی کے حالات معلوم ہونے کے بعد ہبہ فدک کی روائت کے غلط و موضوع ہونے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ مگر مزید توضیح کے لئے ہم بعض دیگر رواۃ پر بھی سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ پہلے چار نمبروں میں عطیہ سے نیچے فضیل بن مرزوق کا نام ہے۔ جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔ عن ابن معین صالح الحدیث اکلا انہ شدید التشیع۔ قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صالح الحدیث صدوق یہم کثیرا یکتب حدیثہ قلت یحتج بہ قال لا وقال النسائی ضعیف قال مسعود عن الحاکم لیس ھو من شرط الصحیح وقد عیب علی مسلم اخراجہ لحدیثہ قال ابن حبان فی الثقات یخطئ وقال فی الضعفاء کان یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات۔ ترجمہ۔ ابن معین سے روایت ہے کہ فضیل صالح الحدیث ہے۔ مگر کٹر شیعی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہ فضیل صالح الحدیث صدوق ہے۔ وہم بہت کرتا ہے۔ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے میں نے پوچھا کہ کیا اس کی حدیث کے ساتھ احتجاج کیا جاتا ہے۔ میرے باپ نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ نسائی نے کہا کہ فضیل ضعیف ہے۔ مسعود نے بروایت حاکم کہا۔ کہ وہ شرط صحیح سے نہیں۔ اور مسلم پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اس نے فضیل کی حدیث نقل کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں کہا۔ کہ فضیل خطا کرتا ہے۔ اور کتاب ضعفاء میں فرمایا۔ کہ وہ ثقات کی طرف خطا منسوب کرتا تھا۔ اور عطیہ عوفی سے موضوع حدیثیں۔ روایت کرتا تھا۔ انتہے۔

نمبر ۱ و ۲ میں فضیل سے نیچے علی بن عابس ہے۔ جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں یوں ہے۔ علی بن عابس الاسدی الکاز رق الکوفی الملائی۔ قال الدوری عن ابن معین کانہ ضعیف وفی روایۃ عنہ لیس بشئ وکذا البخاری عن یحیی وقال ابوداؤد عن یحیی ضعیف وکذا قال الجوزجانی والنسائی والازدی وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک۔ یعنے دوری نے بروایت ابن معین علی ابن عابس کو ایک روایت میں ضعیف اور دوسری میں لیس شئ کہا۔ بخاری نے بھی بروایت یحیی ایسا ہی کہا ہے۔ اور ابو داؤد نے بروایت یحیی ضعیف کہا۔ اور ایسا ہی جوزجانی اور نسائی و ازدی نے کہا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ اس کی خطا فحش ہے۔ اور ترک کا مستحق ہے۔ انتہے

Marfat.com

میزان الاعتدال میں ہے۔ القاسم بن زکریا حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔ قلت ھذا باطل ولو کان وقع ذلک لما جاءت فاطمۃ رضی اللہ عنہا تطلب شیئا ھو فی جوزھا وملکھا وفیہ غیر علی من الضعفاء

ترجمہ۔ قاسم بن زکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا۔ کہ ہم سے علی بن عابس نے بیان کیا کہ فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اور عطیہ نے ابو سعید سے روایت کی کہ جب آیہ وات ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلایا۔ اور اسے فدک دے دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اگر آپ فدک دے دیتے۔ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اس شے کی طلب میں نہ آتیں جو آپ کے قبضے اور ملک میں ہوتی۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عابس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔ انتہٰی نمبر ۲ میں اس خبر کو فضیل سے روایت کرنے والوں میں ایک یحییٰ بن یعلی ہے۔ جس کی نسبت تقریب میں ہے۔ یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی شیعی ضعیف۔ نمبر ۳ میں فضیل سے نیچے معاویہ ہے۔ جو مبہم ہے۔ غرض یہ کہ اس روایت کے پہلے چار طریقوں میں اخیر کے راوی شیعی ہیں۔ جنہوں نے اس روایت کو وضع کیا ہے۔ اور جہاں ابو سعید کے ساتھ غدری لکھا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ غدری نہیں بلکہ کلبی ہے۔

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ باقی چار طریقوں پر نظر ڈالتے ہیں جن میں پورا اسناد مذکور نہیں۔ نمبر ۵ جو کنز العمال سے منقول ہے۔ اس کی نسبت گزارش ہے۔ کہ اول تو حاکم خود شیعی ہیں۔ چنانچہ لسان المیزان میں لکھا ہے۔ محمد بن عبد اللہ الضبی النیسابوری الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ صاحب التصانیف امام صدوق ولکنہ یصحح فی مستدرکہ احادیث ساقطۃ فیکثر من ذلک فما ادری ھل خفیت علیہ فما ھو ممن یجھل ذلک وان علم فھو خیانۃ عظیمۃ ثم ھو شیعی مشھور بذلک من غیر تعرض للشیخین وقد قال ابو ظاھر سألت ابا اسماعیل عبد اللہ الانصاری عن الحاکم ابی عبد اللہ فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث قلت ان اللہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی فقط۔ ترجمہ۔ ابو عبد اللہ حاکم حافظ صاحب تصانیف امام صدوق ہیں۔ مگر اپنی مستدرک میں غیر معتبر حدیثوں کو صحیح بتاتے ہیں۔ اور ایسا بہت کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا وہ حدیثیں ان پر پوشیدہ

Marfat.com

رہیں۔ وہ ایسے تو نہیں کہ اس سے جاہل ہوں۔ اگر ان کو معلوم تھا۔ تو یہ بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ مشہور شیعی ہیں شیخین سے تعرض نہیں کرتے۔ ابو طاہر کا بیان ہے۔ کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ انصاری سے ابو عبداللہ حاکم کی نسبت دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ وہ حدیث میں امام اور خبیث رافضی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ خدا انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ وہ شخص رافضی نہیں بلکہ فقط شیعی ہے۔ انتہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو۔ تو طبقات الشافعیۃ الکبرے للتاج السبکی کو دیکھنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم جو شیعی ہے علی بن عابس سے جس کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ اس خبر کے ساتھ متفرد ہے۔ اور علی بن عابس سے ابو سعید تک کا سلسلہ نامعلوم ہے۔ غالباً اس سلسلہ میں فضیل و عطیہ ہوں گے۔ بہر حال یہ طریق بھی کسی طرح قابل حجت نہیں نمبر ۶ تفسیر درمنثور سے بحوالہ ابن مردویہ وغیرہ بلا اسناد مذکور ہے۔ ہم اس کتاب کے حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ درمنثور کی کوئی روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ تاوقتیکہ اصول روایت و درایت پر پوری نہ اترے۔ اگرچہ اس روایت کا اسناد مذکور نہیں۔ مگر بظاہر یہ وہی روایت ہے۔ جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے طرائف میں اوپر نقل ہو چکی ہے۔ جس میں فضیل و عطیہ و کلبی پائے جاتے ہیں۔ نمبر ۷ طرائف میں بشر بن ولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بلا اسناد منقول ہے۔ غالباً یہ وہی روایت ابو سعید و عطیہ و فضیل ہے۔ چونکہ اسے واقدی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس واسطے اس کی طرف چندان توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ واقدی کی نسبت تقریب میں ہے۔ متروك مع سعة علمه یعنے واقدی باوجود بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں۔ بشر بن غیاث واقدی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی نسبت لسان المیزان میں ہے مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنه قال الخطیب حکی عنه اقوال شنیعة اساء اهل العلم قولهم فیه وکفره اکثرهم لاجلها قال ابو زرعة الرازی بشر المریسی زندیق وقال ابو داؤد زائغ صاحب رأی لا یقبل له قوله ولا یخرج حدیثه (بشر بن غیاث بدعتی گمراہ ہے۔ اس سے حدیث کی روایت نہ چاہیئے۔ خطیب نے کہا کہ اس سے برے اقوال منقول ہیں اہل علم اس کی نسبت بری رائے رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر نے ان اقوال کے سبب اس کی تکفیر کی ہے۔ ابو زرعہ رازی نے کہا۔ کہ بشر مریسی زندیق ہے۔ اور ازدی نے کہا کہ وہ گمراہ صاحب رائے ہے۔ اس کا قول قبول نہ کیا جائے۔ اور نہ اس کی حدیث نقل کی جائے) بشر بن ولید کی نسبت لسان المیزان میں ہے۔ قال صالح بن محمد جزرة وهو صدوق لکنه کان یعقل

Marfat.com

قد کان خرف وقال السلیمانی منکر الحدیث وقال الاجری سألت ابا داؤد البشر بن الولید ثقة قال لا (صالح بن محمد جزرہ کا قول ہے کہ وہ صدوق ہے۔ مگر لایعقل ہے۔ بڑھاپے کے سبب اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ اور سلیمانی کا قول ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ اور آجری کا قول ہے۔ کہ میں نے ابو داؤد سے پوچھا کہ کیا بشر بن ولید ثقہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں) ایسے لوگوں کی روایت سے استدلال کرنا صاف بتا رہا ہے۔ کہ امامیہ کو کوئی صحیح روایت اس باب میں نہیں ملی۔ اور ملتی کیونکر جبکہ اس کا وجود ہی نہ تھا۔ اور نہ ہے لہٰذا اس روایت کے موضوع ہونے میں کچھ شک نہیں۔ نمبر ۸ معارج النبوۃ سے بحوالہ مقصد اقصیٰ بعنوان بعضے گویند منقول ہے۔ اوّل تو کتاب معارج النبوۃ ایسی نہیں۔ کہ اس کی روایات بطور سند پیش ہو سکیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب معارج نے باوجود التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ روایت ماقبل کو جو اس کے منافی ہے۔ واقعہ لکھا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس روایت کو مقصد اقصیٰ جیسی غیر معروف کتاب سے بعنوان بعضے گویند نقل کیا ہے۔ چوتھے یہ کہ اس روایت ہبہ کا اسناد بیان نہیں کیا۔ بدیں وجوہ یہ روایت ساقط عن الاعتبار ہے۔ اگر روایت ابو سعید کے اسناد سے قطع نظر کی جائے۔ تو بھی ابن سے شیعہ کا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ آیہ وات ذا القربیٰ حقہ وابن السبیل عام ہے۔ اس خطاب کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مختص ہونے اور ذا القربیٰ میں قرابت سے مراد خاص قرابت ولادیہ ہونے پر کوئی قرینہ موجود نہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت کی صحت میں اس بنا پر کلام ہے۔ کہ سورہ بنی اسرائیل جس میں یہ آیت وارد ہے۔ مکی ہے۔ اور آیہ مذکورہ مکی ہونے سے مستثنیٰ نہیں۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۂ زہرا کو مکہ میں فدک کس طرح ہبہ کر دیا۔ حالانکہ فدک تو خیبر سے واپس ہونے پر ۷ھ ہجری میں بطریق صلح حضرت کے قبضہ میں آیا تھا۔ لہٰذا اگر ہبہ ہوتا۔ تو مدینہ میں بعد تسلط ہوتا۔ بعض علمائے شیعہ کا یہ کہنا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضہ فدک مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہوگی۔ بے فائدہ ہے۔ کیونکہ احادیث شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ آیت زیر بحث فدک کے قبضہ میں آنے کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ان سب امور سے قطع نظر کر کے اگر ہم اس روایت کے مضمون کو صحیح تسلیم کر لیں۔ تو بھی محض ہبہ ثابت ہوگا۔ فدک پر قبضہ ثابت نہ ہوگا۔ چنانچہ سید مرتضیٰ نے جواب قاضی عبد الجبار کے ابطال تصرف کا جواب شافی میں دیا ہے۔ اس کی نسبت ابن ابی الحدید شرح

Marfat.com

معتزلی یوں لکھتا ہے: فاما قول قاضی القضاۃ لو کانت فی یدھا لکان الظاھر انتھا لھا۔ و اعتراض المرتضیٰ علیہ بقولہ انہ لم یعتمد فی انکار ذالک علی حجۃ بل قال لو کانت فی یدھا لکان الظاھر انتھا لھا واکا مر علی ما قال فمن این انھا لم تخرج عن یدھا علی وجہ کما ان الظاھر یقتضی خلافہ فانہ لم یجب عما ذکرہ قاضی القضاۃ لان معنی قولہ انھا لو کانت فی یدھا ای متصرفۃ فیھا لکانت الید حجۃ فی الملکیۃ لان الید والتصرف حجۃ لا محالۃ فلو کانت فی یدھا تتصرف فیھا وفی ارتفاقھا کما یتصرف الناس فی ضیاعھم وعقارھم لما احتاجت الی الاحتجاج بآیۃ المیراث ولا یدعوی النحل لان الید حجۃ فحلا قالت لابی بکر ھذہ الارض فی یدی ولا یجوز انتزاعھا منی الا بحجۃ وحینئذ کان یسقط احتجاج ابی بکر بقولہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث لانھا ما تکون قد ادعتھا میراثا لیحتج علیھا بالخبر وشبرا بی سعید فی قولہ فاعطاھا فدلک یدل علی الھبۃ لا علی القبض والتصرف لانہ یقال اعطانی فلان کذا فلم اقبضہ ولو کان الاعطاء ھو القبض والتصرف لکان ھذا الکلام متناقضا (شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر۔ مجلد رابع۔ صفحہ ۱۰۵) ترجمہ۔ رہا قاضی القضاۃ کا یہ قول کہ اگر فدک حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ میں ہوتا۔ تو ظاہر تھا کہ وہ فاطمہؓ ہی کا ہے۔ اور اس پر مرتضےٰ کا یوں اعتراض کرنا کہ قاضی القضاۃ نے قبضۂ فاطمہؓ کے انکار کرنے میں کسی دلیل پر اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ یوں کہہ دیا کہ اگر فدک حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ میں ہوتا۔ تو ظاہر تھا کہ وہ فاطمہؓ ہی کا ہے۔ اور یہ بھی یونہی جیسا اس نے کہا۔ مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ فدک کسی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جیسا کہ ظاہر اس کے خلاف کا مقتضی ہے۔ سو مرتضےٰ نے قاضی القضاۃ کے قول کا جواب نہیں دیا۔ کیونکہ قاضی القضاۃ کے قول کے یہ معنے ہیں۔ کہ اگر فدک حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ میں ہوتا۔ یعنے وہ اس پر قابض ہوتیں۔ تو حضرت فاطمہؓ کا قبضہ ملکیت میں حجت ہوتا۔ کیونکہ قبضہ و تصرف بے شک حجت ہے۔ پس اگر فدک حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ میں ہوتا۔ اور وہ اس میں اور اس کے منافع میں یوں تصرف کرتیں۔ جیسا کہ لوگ اپنے ضیاع اور ملکیتوں میں تصرف کیا کرتے ہیں۔ تو وہ آیہ میراث کے ساتھ حجت پکڑنے اور شبہ کے دعوے کی محتاج نہ ہوتیں۔ کیونکہ قبضہ کا ہونا حجت ہے۔ پس (بصورت تصرف) انہوں نے حضرت صدیق اکبر سے یوں کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ زمین میرے قبضہ میں ہے۔ اس کا میرے قبضہ سے نکالنا بجز حجت کے جائز نہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر کا حدیث نحن معاشر الانبیاء کے ساتھ حجت پکڑنا ساقط ہو جاتا۔ کیونکہ حضرت فاطمہؓ بجز نبی ارث

Marfat.com

اس کی دعوے دار نہ ہیں کہ ان کے خلاف حدیث سے احتجاج ہو سکتا۔ رہا مرتضٰے علم الہدٰی کا استدلال حدیث ابو سعید کے فقرے فاعطاھا فدک (پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک فاطمہؓ کو عطا کر دیا) سے۔ سو وہ فقرہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ قبض و تصرف پر اس لئے کہ کہا جاتا ہے اعطانی فلان کذا فلم اقبضہ (فلاں شخص نے مجھے یہ چیز عطا کی۔ پس میں نے اسے قبض نہ کیا) اگر اعطاء (عطا کرنا) قبض و تصرف ہوتا۔ تو یہ کلام متناقض ہوتا۔ انتہٰے۔ اگر بالفرض ہبہ باقبض تسلیم کیا جائے۔ تو آیہ زیر بحث کے حکم کی پوری تعمیل یا تو معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کی۔ یا خدا نے نہیں کرائی۔ کیونکہ مساکین و مسافر محروم چھوڑ دئے گئے۔ بہر حال روایت ابو سعید کسی طرح ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔

حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰے عنہا کا ہبہ فدک کا دعوٰے اور حضرت علی و ام ایمن یا حسنینؓ کی شہادت اہلسنت و جماعت کی کسی معتبر باسناد صحیح روایت میں مذکور نہیں۔ بلکہ کتب اہل سنت میں اس کے برخلاف موجود ہے۔ جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ واما قصۂ ہبہ و گواہی دادن ام ایمن و امام حسن پس باطل محض است۔ ہیچ جا روایتے بآں صحیح نشدہ (قرۃ العینین مجتبائی صفحہ ۲۳۰) مصنف نے جن کتابوں کا حوالہ پیش کیا ہے ان میں سے ابن ابی الحدید کی شرح ہے۔ جو شیعی معتزلی ہے۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر کتب تواریخ شیعہ میں سے ہیں۔ درمنثور اور معارج النبوۃ کا حال اوپر معلوم ہو چکا۔ جواہر العقدین للسمہودی کی جس روایت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ علامہ سمہودی کی دوسری کتاب وفاء الوفا میں یوں مذکور ہے۔ روی ابن شبۃ عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اطعن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ رضی اللہ تعالٰے عنہا فدک فقال ان ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رجلا رحیما وکان یکره ان یغیر شیئا ترکه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتته فاطمۃ رضی اللہ تعالٰے عنہا فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لها هل لك علی هذا بینۃ فجاءت بعلی رضی اللہ تعالٰی عنه فشهد لها ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشهد انی من اهل الجنۃ قال بلٰی قالت فاشهد ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اعطاها فدک فقال ابو بکر فبرجل وامرأۃ تستحقینها او تستحقین لها القضیۃ قال زید بن علی وایم اللہ لو رجع لی الامر لقضیت فیها بقضاء ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (وفاء الوفا۔ جزء ثانی صفحہ ۱۶۱) ترجمہ۔ حافظ ابن شیبہ (متوفی ۲۶۲ھ ہجری) نے نمیر بن حسان

Marfat.com

سے روایت کی کہ میں نے زید بن علی سے بارادۂ تہجین و تذلیل ابو بکر کہا کہ ابو بکر نے فاطمہ رضی
اللہ تعالےٰ عنہا سے فدک چھین لیا تھا۔ اس پر حضرت زید نے جواب دیا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ
عنہ ایک نرم دل آدمی تھے۔ وہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی
چیز کو تغییر و تبدیل کر دیں۔ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ان کے پاس آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ
نے فدک مجھے دے دیا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے پاس اس پر کوئی
گواہ ہے۔ وہ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لائیں۔ انہوں نے فاطمہ کے حق میں شہادت دی پھر
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ام ایمن کو پیش کیا۔ ام ایمن نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے
کہ میں اہل جنت سے ہوں۔ ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ بے شک۔ تب ام ایمن نے کہا کہ
میں گواہی دیتی ہوں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فدک فاطمہؓ کو عطا کیا تھا۔ یہ سن کر ابو بکر رضی
اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا۔ کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعوے فدک ثابت ہو سکتا ہے
حضرت زید بن علی نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا۔ تو میں وہی حکم دیتا جو ابو بکر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیا تھا۔ انتہے۔ اس روایت کو مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام میں اور
سید محمد نے طعن الرماح میں نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے اس کا پورا اسناد اپنی شرح میں ابو بکر
جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے۔ قال ابو بکر اخبرنا ابو زید قال
نا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا الجعفری بن حسان قال قلت
لزید بن علی وانا معجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدک من فاطمۃ الخ۔ ترجمہ۔ ابو بکر جوہری
نے کہا کہ ابو زید نے ہمیں خبر دی کہ محمد بن عبد اللہ بن زبیر نے ہم سے بیان کیا کہ فضیل بن مرزوق نے
ہم سے بیان کیا کہ جعفری بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے زید بن علی سے بارادۂ تعجین
و تذلیل ابو بکر کہا کہ ابو بکر نے فدک فاطمہؓ سے چھین لیا۔ الخ۔ اس روایت کے متعلق گذارش ہے
کہ اول تو ابن ابی الحدید شیعی معتزلی اس روایت کا ناقل ہے۔ دوسرے یہ کہ ابن ابی الحدید نے
اس روایت کو ابو بکر جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ یہاں بحث طلب امر یہ ہے
کہ آیا کوئی کتاب جوہری کی اس نام کی ہے بھی یا نہیں؟ سوائے ابن ابی الحدید کے اور کسی مشہور
عالم نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ اس سے کچھ لیا ہے۔ ایسی گمنام کتاب کی روایت کب
قابل توجہ ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ جوہری نے یہ روایت عمر بن شبہ سے لی ہے۔ جن کی

Marfat.com

کی کنیت ابو زید ہے۔ اگرچہ ابن شبہ معتبرین سے ہیں۔ مگر اس کا کیا ثبوت کہ جوہری نے جو روائت ان کے نام سے نقل کی اور جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا وہ جعل سے خالی ہے چوتھے یہ کہ ابو زید نے اس کو محمد بن عبداللہ بن زبیر سے روائت کیا ہے جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔ قال العجلی کوفی ثقۃ یتشیع (عجلی نے کہا کہ وہ کوفی اور ثقہ ہے مگر اپنے آپ کو شیعی ظاہر کرتا ہے) فضیل بن مرزوق کا حال پہلے آچکا ہے۔ کہ وہ پکا شیعی ہے۔ نمیر بن حسان یا بختری بن حسان کے رافضی ہونے میں شک نہیں۔ اس لئے کہ وہ خود بتا رہا ہے کہ میں نے حضرت زید سے بارادہ تذلیل ابو بکر سوال کیا۔ لہٰذا یہ روائت بھی ہم پر بطور حجت پیش نہیں ہو سکتی۔

مصنف نے جو قصہ ہبہ فدک اور شہادت کو بحوالہ شرح ابن ابی الحدید لکھا ہے۔ خود شارح موصوف نے بدین الفاظ اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ واما ما یرویہ رجال الشیعۃ والاخباریون منہم فی کتبہم من قولہم انہما اہانا ہا واسمعاہا کلاما غلیظا وان ابا بکر رق لہا حیث لم یکن عمر حاضرا فکتب لہا بفدک کتابا فلما خرجت بہ وجدہا عمر فمد یدہ الیہ لیاخذہ مغالبۃ فمنعتہ فدفع بیدہ فی صدرہا واخذ الصحیفۃ فخرقہا بعد ان تفل فیہا فمحاہا وانہا دعت علیہ فقالت بقر اللہ بطنک کما بقرت صحیفتی فشیئ لا یرویہ اصحاب الحدیث ولا ینقلونہ وقدر الصحابۃ یجل عنہ وکان عمر اتقی اللہ واعرف لحقوق اللہ من ذلک (شرح نہج البلاغہ مجلد رابع۔ صفحہ ۸۷)۔ ترجمہ۔ وہ جو شیعہ کے راوی اور اخباری اپنی کتابوں میں روائت کرتے ہیں کہ شیخین نے حضرت فاطمہؑ کی اہانت کی اور ان کو سخت کلام سنایا۔ اور نیز یہ کہ حضرت ابو بکر کو حضرت فاطمہ پر ترس آیا جب کہ حضرت عمر حاضر نہ تھے۔ پس آپ نے فدک کے بارے میں حضرت فاطمہ کو ایک وثیقہ لکھ دیا۔ جب وہ وثیقہ لے کر نکلیں۔ تو حضرت عمر ان کو ملے۔ پس حضرت عمر نے وثیقہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ اسے زبردستی چھین لیں۔ حضرت فاطمہؑ نے ان کو منع کیا۔ پس انہوں نے فاطمہؑ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور وہ وثیقہ چھین لیا۔ اور اس میں تھوک کر پھاڑ دیا۔ اور مٹا دیا۔ اور حضرت فاطمہؑ نے ان کو یوں بددعا دی "خدا تیرا پیٹ پھاڑ دے جس طرح تو نے میرا وثیقہ پھاڑا ہے"۔ یہ ایسا قصہ ہے جسے اصحاب حدیث روائت نہیں کرتے اور نہ اسے نقل کرتے ہیں۔ اور صحابہ کی قدر اس سے برتر ہے۔ اور حضرت عمر ایسے خدا ترس اور حقوق اللہ کے پہچاننے والے تھے۔ کہ ان سے ایسی حرکت سرزد نہ ہو سکتی تھی۔ انتہٰی۔ علاوہ ازیں وہ قصہ شرح ابن ابی

Marfat.com

الحدیدین مرتضےٰ علم الہدےٰ کی کتاب شافی سے لیا گیا ہے جس کا اسناد یوں بیان کیا گیا
ہے۔ روی ابراھیم بن السعید الثقفی عن ابراھیم بن میمون قال حدثنا عیسےٰ بن عبداللہ
بن محمد بن علی بن ابی طالب علیہ السلام عن ابیہ عن جدہ عن علی علیہ السلام قال
جاءت فاطمۃ علیہا السلام الی ابی بکر الخ۔ اس اسناد میں ابراہیم بن سعید ثقفی مجہول
ہے۔ اور ابراہیم بن میمون شیعی ہے۔ جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں مذکور ہے
جو شیعہ کی معتبر کتاب ہے۔ اور عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔
قال الدارقطنی متروک الحدیث وقال ابن حبان یروی عن ابائہ اشیاء موضوعۃ۔
(دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان نے کہا۔ کہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے موضوع
باتیں روایت کرتا ہے) اندریں حالات یہ قصہ ہمارے نزدیک کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔

اب ہم شیعہ کی اصح الکتب سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے فدک کے
رد اور دیگر حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ روایت یہ ہے۔ علی بن محمد بن عبداللہ عن
بعض اصحابنا رفعہ الیاری عن علی بن اسباط قال لما ورد ابوالحسن موسےٰ علیہ السلام
علی المھدی رادہ یرد المظالم فقال یا امیر المومنین ما بال مظلمتنا لا ترد فقال لہ
وما ذاک یا ابا الحسن قال ان اللہ تبارک وتعالےٰ لما فتح علی نبیہ صلی اللہ علیہ و
آلہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وآت ذا القربیٰ حقہ فلم یدر رسول اللہ من ھم فراجعنی ذلک جبرئیل
مرۃ بعد مرۃ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ فدعا ھا رسول اللہ فقال لھا یا فاطمۃ
ان اللہ امرنی ان ادفع الیک فدک فقالت قد قبلت یا رسول اللہ من اللہ ومنک
فلم یزل وکلاؤھا فیھا حیوۃ رسول اللہ فلما ولی ابوبکر اخرج عنھا وکلاؤھا فاتتہ
فسألتہ ان یردھا علیھا فقال لھا ائتینی باسود او احمر یشھد لک بذلک فجاءت
بامیر المومنین علیہ السلام وام ایمن فشھدوا لھا فکتب لھا بترک التعرض فخرجت
وھی باکیۃ فلقیھا عمر فقال لھا ما ھذا معک یا بنت محمد قالت کتاب کتبہ لی
ابن ابی قحافۃ قال ارینہ فابت فانتزعہ من یدھا ونظر فیہ ثم تفل فیہ ومحاہ وخرقہ
فقال لھا ھذا الفیء لم یوجف علیہ ابوک بخیل ولا رکاب فنحن الجبال فی رقابنا فقال
المھدی یا ابا الحسن حدھا لی فقال حد منھا جبل احد وحد منھا عریش مصر

Marfat.com

وحد منها سیف البحر وحد منها دومة الجندل فقال له کل هذا قال نعم یا امیر المؤ
هذا کله ان هذا کله مما لم یوجف اهله علی رسول الله بخیل ولا رکاب فقال کثیر وانظر
فیه (اصول کافی نول کشوری۔ کتاب الحجۃ۔ باب الفئ والانفال۔ صفحہ ۳۵۴)۔ ترجمہ۔ علی بن محمد
عبداللہ نے ہمارے اصحاب میں سے بعض سے روایت کی جسے میں سیاری گمان کرتا ہوں
اور اس بعض نے علی بن اسباط سے روایت کی کہ کہا علی بن اسباط نے کہ جب امام ابوالحسن موسیٰ
کاظم مہدی عباسی پر وارد ہوئے۔ تو دیکھا کہ مہدی رد[1] مظالم کر رہا ہے۔ پس امام نے کہا اے
امیرالمومنین ہمارے مظلمہ کا کیا حال ہے۔ کہ واپس نہیں کیا جاتا۔ مہدی نے کہا۔ اے ابوالحسن
وہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا۔ کہ جب اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ پر فدک
اور فدک کے ملحق کو فتح کیا۔ کہ جس پر آپ نے گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے۔ تو اللہ تعالےٰ
نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ پر آیہ وات ذا القربیٰ نازل فرمائی۔ پس رسول اللہ نے نہ
کہ ذا القربیٰ کون ہیں۔ پس اس امر میں آپ نے جبرئیل کی طرف رجوع فرمایا۔ اور جبرئیل
نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ فدک فاطمہ کو
دے دیجئے۔ رسول اللہ نے فاطمہ کو بلایا۔ اور ان سے فرمایا۔ کہ اے فاطمہ تحقیق خدا نے مجھے
حکم دیا ہے کہ فدک تجھے دے دوں۔ فاطمہ نے کہا۔ یا رسول اللہ میں نے اللہ سے اور آپ
سے قبول کیا۔ رسول اللہ کی حیات میں فاطمہ کے وکیل اس میں رہے۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے
تو انہوں نے فاطمہ کے وکیلوں کو فدک سے نکال دیا۔ پس فاطمہ خلیفہ کے پاس آئیں۔ اور ان
سے درخواست کی کہ فدک مجھے واپس دے دیجئے۔ خلیفہ نے کہا کہ کسی سیاہ یا سرخ (عربی یا
عجمی) کو میرے پاس لاؤ۔ جو آپ کے حق میں فدک کی ملکیت کی گواہی دے۔ لہٰذا وہ امیرالمومنین
علیہ السلام اور ام ایمن کو لائیں۔ جنہوں نے آپ کے حق میں گواہی دی۔ اس پر خلیفہ نے لکھ دیا
کہ فاطمہ سے (معاملہ فدک میں) تعرض نہ کیا جائے۔ فاطمہ وہ وثیقہ لے کر نکلیں۔ عمر راستہ میں
ان سے ملے۔ اور پوچھا کہ اے بیٹی محمد کی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ وہ بولیں کہ وثیقہ ہے۔ جو ابوبکر
قحافہ کے بیٹے نے میرے لئے لکھ دیا ہے۔ کہا کہ مجھے دکھاؤ۔ فاطمہ نے انکار کر دیا۔ عمر نے
ان کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور اس میں نظر کی۔ پھر اس پر تھوک دیا۔ اور اسے مٹا دیا۔ اور
ڈالا۔ اور ان[2] سے کہا۔ اس پر تیرے باپ نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ پس تو

[1] مظالم جمع ہے مظلمہ کی۔ اور مظلمہ وہ مال ہے۔ جو ظلم سے لیا جائے ۱۲ [2] صافی شرح کافی میں ہے پس
عمر فاطمہ را مجموع آنچہ تصرف مے خواہی یعنے اکثر آن نہ دوانیدہ بر آن پدر تو اسپان لشکر او نہ شتران لشکر او۔ ہاں

Marfat.com

گردنوں پر پہاڑ رکھ دئے۔ یہ سن کر مہدی نے امام سے کہا۔ اے ابوالحسن فدک کے حدود مجھ سے بیان کرو۔ امام نے فرمایا۔ فدک کی ایک حد کوہ احد ہے۔ دوسری عریش مصر تیسری کنارہ بحر۔ چوتھی دومۃ الجندل ہے۔ اس پر مہدی نے کہا۔ یہ سب؟ امام نے کہا۔ ہاں اے امیر المومنین یہ سب۔ کیونکہ اس سب کے باشندوں پر رسول اللہ نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ مہدی بولا۔ کہ یہ تو بہت ہے۔ میں اس میں غور کروں گا۔ انتہے۔

روائیت مذکورہ بالا میں امور ذیل قابل غور ہیں:۔

(۱) اس روائیت میں آیہ وات ذا القربیٰ۔ کا جو شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ اسکی تردید پہلے ہو چکی ہے۔

(۲) یہ جو مذکور ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات شریف میں فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے قبضہ میں تھا۔ اور اس میں ان کے وکیل رہا کرتے تھے۔ اس کی تردید بھی پہلے آچکی ہے۔

(۳) یہ حضرت صدیق اکبر پر افتراء ہے۔ کہ آپ نے خلاف نص قرآنی ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت پر رد فدک کا تحریری حکم دے دیا۔

(۴) حضرت عمر فاروق کی طرف جن افعال کی نسبت کی گئی ہے۔ وہ ان سے بری ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

(۵) فدک کے حدود جو شیعہ کے امام معصوم موسےٰ کاظم بیان فرماتے ہیں۔ یہ ہیں۔ ایک حد کوہ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل مشرق کی جانب ہے۔ دوسری حد عریش مصر ہے۔ جو شام سے مصر کے راستے میں بحیرہ روم کے کنارے عین سرحد مصر پر ہے۔ (معجم البلدان للیاقوت) تیسری حد کنارہ بحر جس کا اطلاق اکثر بحر عمان کے کنارے پر ہوتا ہے (صافی شرح کافی) چوتھی حد دومۃ الجندل ہے۔ جو دمشق سے جنوب کو پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے ۱۵ یا ۱۶ دن کی راہ ہے۔ (طبقات ابن سعد)۔ ان حدود سے شیعہ کے خیالی فدک کی وسعت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے

بقیہ صفحہ نمبر ۲۲۸ بر:۔ باین متنے کہ اگر فدک را بتو دہم باین سبب کہ نوشتہ شد۔ ہ این جا لازم ہے آید کہ اکثر ملک مروسہ را بتو دہم پس بگذار کو بمالا در گردن ما یعنے مارا زیر بار خود کن تا ما ترک خلافت سے کنیم ۱۲ منہ

فیہا غفر لکاتبہ ولمن سعے فیہ ولوالدیہم اجمعین ۔

Marfat.com

شیعہ کا شہید ثالث مجالس المومنین میں فدک کے حال میں لکھتا ہے۔ صاحب معجم البلدان گفتہ فدک قریہ ایست میان حجاز درمیان او و مدینہ دو روز راہ است و بعضے گفتہ اند سہ روزہ و آن قریہ از کفار خیبر بود کہ بطریق مصالحہ در تحت تصرف آن حضرت آمدہ بود و بموجب دین الٰہی خالصہ حضرت رسالت پناہی شدہ بود و در آن جا چشمۂ آب روان و درختہائے خرما بسیار بود۔ مخفی نماند کہ این تحدید منافی آن است کہ صاحب کتاب طرائف باسناد خود از حضرت امام موسےٰ کاظم روایت نمودہ کہ از آن حضرت حدود فدک را پرسیدند در جواب گفت۔ حد اول عریش مصر است و حد دوئم دومۃ الجندل و حد ثالث تیما و حد رابع جبل احد از مدینہ و لاشک ان صاحب البیت ابصر بالبیت و بر ہر تقدیر مراد بفدک قریہ ایست کہ حضرت پیغمبرؐ در وقت نزول این آیہ وات ذا القربیٰ حقہ آن را بحضرت فاطمہ علیہا السلام بخشیدہ بود۔ ترجمہ۔ مصنف معجم البلدان نے کہا کہ فدک حجاز میں ایک گاؤں ہے مدینہ اور اس کے درمیان دو دن کا فاصلہ ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ تین دن کا۔ یہ گاؤں کفار خیبر کا تھا۔ جو باہمی صلح کے طریق سے آن حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ کے قبضہ میں آیا تھا۔ اور دین الٰہی کے بموجب حضرت رسالت پناہ کا خالصہ ہو گیا تھا۔ وہاں آب رواں کا چشمہ اور خرما کے درخت بہت تھے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ حد بندی منافی ہے۔ اس کے جو صاحب کتاب طرائف نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام موسےٰ کاظم سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت امام سے فدک کے حدود دریافت کئے گئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ حد اول عریش مصر اور حد دوم دومۃ الجندل اور حد سوم تیما اور حد چہارم کوہ احد مدینہ کے متصل ہے۔ اور شک نہیں کہ گھر والے کو گھر کا حال زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ بہر تقدیر فدک سے مراد وہ گاؤں ہے۔ جو حضرت پیغمبرؐ نے آیہ وات ذا القربیٰ حقہ کے نزول کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام کو عنایت کیا تھا۔ انتہے شیعہ کا جناب مقدس اردبیلی لکھتا ہے۔ فدک وہ است کہ رسول خدا در وقت نزول آیہ وات ذا القربیٰ حقہ بفاطمہ بخشیدہ بود (حدیقۃ الشیعہ۔ مطبوعہ ایران۔ صفحہ ۶)۔ ملا خلیل شارح اصول کافی لکھتا ہے۔ فدک موضعے است نزدیک

Marfat.com

مدینہ۔ تعجب ہے کہ شیعی مصنفین اپنے امام معصوم کے خلاف فدک کو گاؤں بتا رہے ہیں۔

(۹) اس روائیت سے ظاہر ہے کہ فدک مال فیئے تھا۔ چنانچہ صافی میں اس کی شرح میں یوں لکھا ہے۔ لم یوجف معلوم از باب افعال است وضمیر مستتر راجع بہ رسول است۔ باو رکبیں برائے تعدیہ بمفعول دوم است ومفعول اوّل محذوف است بتقدیر لم یوجف العسکر واشارہ است بقول اللہ تعالےٰ در سورہ حشر وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء ط واللہ علی کل شیئ قدیر ہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ بیان این ظاہر مے شود۔ انتہےٰ۔ ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں فیئے کا ذکر ہے۔ فیئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے بغیر قتال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ دوسری آیت میں مصارف فیئے کا ذکر ہے۔ دوسری آیت کے بعد کی تین آیتوں میں ذالقربیٰ والیتمیٰ والمساکین و ابن السبیل سے بدل کے طور پر فقراء مہاجرین و انصار اور تابعین الیٰ یوم القیامہ کا ذکر ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ فیئے کا مصرف عامۂ مسلمین کی مصالح وضروریات ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق عمل مال فیئے میں یوں تھا۔ کہ اپنے اہل وعیال کا ایک سال کا نفقہ رکھ لیتے۔ باقی کو عامہ مسلمین کی ضروریات میں صرف فرماتے۔ اور مساکین ومحتاجوں میں سے جس کو چاہتے عطا فرماتے۔ مال غنیمت کے برعکس فیئے میں خمس وقسمت نہ تھی۔ بلکہ فیئے کا اختیار حضور کے دست مبارک میں تھا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے اس بارے میں پورے طور پر آپ کا اتباع کیا۔ تفسیر منہج الصادقین میں ہے۔ سوم فیئے است (یعنے منجملہ اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالے است کہ از کفار بسلمانان منتقل شد اور جو فیئے بنا دیا ہے۔ خدا نے اپنے رسول پر ان سے۔ سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ ولیکن خدا جا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے۔ اور خدا سب چیز کر سکتا ہے۔ اور جو فیئے بنا دے خدا اپنے رسول پر بستی والوں سے تو واسطے اللہ کے اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کی تا نہ آوے مالداروں کے تم میں سے ۱۲

Marfat.com

شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد در حیات وے و بعد از وے کسے را
قائم مقام وے باشد از ائمہ دین وایشان ہر کس کہ خواہند دہند و ہر چہ صلاح باشد صرف نمایند وا
قول امیر المومنین ست صلوات اللہ وسلامہ علیہ انتہے۔ (آیات بینات۔ بحث فدک)۔ اسی طرح
خلاصۃ المنہج میں ہے فیئے آن مالیست کہ از کفار مسلمانان منتقل شود بدون قتال وآن رسول را
باشد در حیات وے۔ و بعد از وے کسے را کہ قائم مقام او باشد از ائمہ ہدے وایشان ہر کس را
خواہند دہند۔ انتہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فیئے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصرف
نہ تھا۔ بلکہ متولیانہ تھا۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وفاروق در باب بنی نضیر وا
آن تمسک نمود بآیہ و معقول۔ اما آیت پس خدا تعالے مے فرمائید۔ فللہ وللرسول الآیہ۔ بعد
ازآن فرمود للفقراء المہاجرین۔ پس ازاین جا دانستہ شد کہ اختصاص رسول بمنزلہ اختصاص
خدا است از جہت تصرف دیدن نہ از جہت ملک رقبہ وللفقراء قرینہ است بر آن۔ واما معقول پس باین
نمود کہ تصرف آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تصرف مالکانہ نبود۔ بلکہ مثل تصرف متولی در بیت المال۔
عن مالک بن اوس بن الحدثان قال ذکر عمر بن الخطاب یوما الفیئ فقال ما انا احق بھذا
الفیئ منکم وما احد منا احق بہ من احد الا انا علی منازلنا من کتاب اللہ عز وجل وقسم
رسولہ فالرجل وقدمہ والرجل وبلاءہ والرجل وعیالہ والرجل وحاجتہ اخرجہ ابو داؤد وعنہ قال قرأ عمر بن الخطاب انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیہا
حتی بلغ علیم حکیم فقال ھذہ لھؤلاء ثم قرأ واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ
وللرسول حتی بلغ وابن السبیل ثم قال ھذہ لھؤلاء ثم قرأ ما افاء اللہ علی رسولہ
من اھل القری حتی بلغ للفقراء ثم قرأ والذین جاءوا من بعدھم ثم قال ھذہ
استوعبت المسلمین عامۃ فلئن عشت فلیاتین الراعی وھو بسرو حمیر نصیبہ منہا
لم یعرق فیہا جبینہ رواہ فی شرح السنۃ وعنہ قال کان فیما احتج بہ عمر ان قال کانت
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث صفایا بنو النضیر وخیبر وفدک فاما بنو النضیر
فکانت حبسا لنوائبہ واما فدک فکانت حبسا لابناء السبیل واما خیبر فجزاھا
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ اجزاء جزئین بین المسلمین وجزء نفقۃ لاھلہ فما
من نفقۃ اھلہ جعلہ بین فقراء المہاجرین رواہ ابو داؤد انتہے۔ ترجمہ۔ حضرت
اعظم نے اموال بنی نضیر اور مانند اس کے دیگر اموال فیئے کے بارے میں آیت اور معقول

Marfat.com

تمسک فرمایا۔ آیت تو یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فللہ وللرسول الآیۃ۔ اور اس کے بعد فرماتا ہے للفقراء المہاجرین (فقرا مہاجرین کے لئے) پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول کا اختصاص بمنزلہ اختصاص خدا کے ہے۔ تصرف وید کی جہت سے نہ کہ ملک رقبہ کی جہت سے اور للفقراء اس پر قرینہ ہے۔ رہا معقول۔ سو حضرت فاروق نے بیان فرما دیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تصرف (فیئے میں) مالکانہ نہ تھا۔ بلکہ ایسا تصرف تھا۔ جیسا کہ متولی کا بیت المال میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت مالک بن اوس بن الحدثان سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطاب نے فیئے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں اس فیئے کا تم سے زیادہ مستحق نہیں: اور ہم میں سے کوئی اس کا دوسرے سے زیادہ مستحق نہیں۔ مگر ہم از روئے کتاب خدا اور از روئے تقسیم رسول خدا کے اپنے اپنے مراتب پر ہیں۔ پس مرد اور اس کے اسلام کا تقدم اور مرد اور اس کا ابتلا فی سبیل اللہ اور مرد اور اس کا اہل وعیال اور مرد اور اس کا احتیاج (سب معتبر و ملحوظ ہیں)۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور مالک بن اوس ہی سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ یہاں تک کہ آپ علیم حکیم تک پہنچ گئے۔ پھر فرمایا کہ یہ صدقات اصناف مذکورین کے لئے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ وللرسول یہاں تک کہ آپ وابن السبیل تک پہنچے۔ پھر فرمایا کہ یہ غنیمت ان مذکورین کے لئے ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ یہاں تک کہ آپ للفقراء تک پہنچے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ والذین جآءُ من بعدھم۔ پھر فرمایا کہ یہ آیتیں (فیئے کے حکم کے بارے میں) عامہ مسلمین کو شامل ہیں۔ پس خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو بے شک چرانے والا اپنا اموال فیئے کا حصہ پالے گا۔ حالانکہ وہ موضع سرو حمیر میں ہوگا۔ اور ان اموال کے حاصل کرنے میں اس کی پیشانی پر پسینہ نہ آیا ہوگا۔ اس کو شرح سنہ میں روایت کیا ہے۔ اور مالک بن اوس ہی سے روایت ہے۔ کہ منجملہ اس کے جس کے ساتھ حضرت عمر فاروق نے احتجاج کیا یہ تھا کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تین صفیہ[1] تھیں۔ ایک اموال بنی نضیر دوسرے اموال خیبر تیسرے فدک۔ اموال بنی نضیر آپ کے حوادث و حوائج کے لئے محبوس و موقوف تھے۔ فدک مسافروں کے لئے محبوس و موقوف تھا۔ رہا خیبر۔ سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے تین ٹکڑے کئے تھے۔ دو ٹکڑے مسلمانوں کے درمیان اور ایک ٹکڑا اپنے

[1] صفیہ اس چیز کو کہتے ہیں جو حاکم لشکر غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے اپنے واسطے پسند کرے ۱۲

Marfat.com

اہل وعیال کے لئے مقرر کیا۔ اور اپنے اہل کے نفقہ سے جو کچھ بچ رہتا۔ اسے فقراء مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔

ذیل میں ہم اسی بحث کے متعلق کتب اہل سنت وجماعت سے چند اور روائتیں نقل کرتے ہیں :۔

(۱) عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان فاطمۃ علیہا السلام ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ابا بکر الصدیق بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقسم لہا میراثہا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ فقال لہا ابو بکر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہجرت ابا بکر فلم تزل مہاجرتہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ اشہر قالت وکانت فاطمۃ تسأل ابا بکر نصیبہا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیبر وفدک وصدقتہ بالمدینۃ فابی ابو بکر علیہا ذلک وقال لست تارکا شیئا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عملت بہ فانی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ ان ازیغ فاما صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر الی علی وعباس واما خیبر وفدک فامسکہما عمر وقال ہما صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانتا لحقوقہ التی تعروہ ونوائبہ وامرہما الی من ولی الامر قال فہما علی ذلک الیوم (صحیح بخاری۔ مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی۔ کتاب الجہاد۔ باب فرض الخمس)۔

(۲) حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنا مالک بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دعاہ اذ جاءہ حاجبہ یرفا فقال لہ ہل لک فی عثمان وعبد الرحمن والزبیر وسعد یستاذنون فقال نعم فادخلہم فلبث قلیلا ثم جاء فقال ہل لک فی عباس وعلی یستاذنان قال نعم فلما دخلا قال عباس یا امیر المومنین اقض بینی وبین ہذا وہما یختصمان فی الذی افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم من مال بنی النضیر فاستب علی وعباس فقال الرہط یا امیر المومنین اقض بینہما وارح احدہما من الاخر فقال عمر اتئدا انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ہل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید بذلک نفسہ قالوا قد قال ذلک فاقبل عمر علی علی وعباس فقال انشدکما باللہ ہل تعلمان ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد قال

Marfat.com

ذلك قالا نعم قال فانى احدثكم عن هذا الامر ان الله سبحانه كان خص رسوله صلى الله
عليه وسلم فى هذا الفيئ بشئ لم يعطه احدا غيره فقال جل ذكره وما افاء الله على رسوله
منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب الى قوله قدير فكانت هذه خالصة لرسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم والله ما احتازها دونكم ولا استأثر بها عليكم لقد اعطاكموها و
قسمها فيكم حتى بقى هذا المال منها فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق على اهله
نفقة سنتهم من هذا المال ثم يأخذ ما بقى فيجعله مجعل مال الله فعمل ذلك رسول الله
صلى الله عليه وسلم حياته ثم توفى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر فانا ولى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقبضه ابو بكر فعمل فيه بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم
وانتم حينئذ فاقبل على على وعباس وقال تذكران ابا بكر فيه كما تقولان والله يعلم انه فيه
لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفى الله عز وجل ابا بكر فقلت انا ولى رسول صلى الله عليه
وسلم وابى بكر فقبضته سنتين من امارتى اعمل فيه بما عمل فيه رسول الله صلى الله
عليه وسلم وابو بكر والله يعلم انى فيه صادق بار راشد تابع للحق ثم جئتمانى كلاكما وكلمتكما
واحدة وامركما جميع فجئتنى يعنى عباسا فقلت لكما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لا نورث ما تركنا صدقة فلما بدا لى ان ادفعها اليكما قلت ان شئتما دفعته اليكما على
ان عليكما عهد الله وميثاقه لتعملان فيه بما عمل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم
وابو بكر وما عملت فيه منذ وليت والا فلا تكلماني فقلتما ادفعه الينا بذلك فدفعته اليكما
أفتلتمسان منى قضاء غير ذلك فوالله الذى باذنه تقوم السماء والارض لا اقضى فيه بقضاء
غير ذلك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنه فادفعاه الى فانا اكفيكماه قال فحدثت هذا الحديث
عروة بن الزبير فقال صدق مالك بن اوس انا سمعت عائشة رضى الله عنها زوج النبى
صلى الله عليه وسلم تقول ارسل ازواج النبى صلى الله عليه وسلم عثمان الى ابى بكر يسألنه
ثمنهن مما افاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم فكنت انا اردهن فقلت لهن الا تتقين
الله الم تعلمن ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول لا نورث ما تركنا صدقة يريد بذلك
نفسه انما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم فى هذا المال فانتهى ازواج النبى صلى
الله عليه وسلم الى ما اخبرتهن قال فكانت هذه الصدقة بيد على منعها عليا عباسا
فغلبه عليها ثم كانت بيد حسن بن على ثم بيد حسين بن على ثم بيد على بن حسين وحسن

Marfat.com

بن حسن کلاھما کانا یتدا ولانھا ثم بید زید بن حسن وھی صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقا (صحیح بخاری۔ جزء ثالث۔ کتاب المغازی۔ باب حدیث بنی النضیر)۔

(۳) حدثنا ابراھیم بن موسیٰ اخبرنا ھشام اخبرنا معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان فاطمۃ علیھا السلام والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میراثھما ارضہ من فدک وسھمہ من خیبر فقال ابو بکر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد فی ھذا المال واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب حدیث بنی النضیر)۔

(۴) حدثنا عبد اللہ بن جراح نا جریر عن المغیرۃ قال جمع عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منھا ویعود منھا علی صغیر بنی ھاشم ویزوج فیھا ایمھم وان فاطمۃ سألتہ ان یجعلھا لھا فابی فکانت کذلک فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابو بکر عمل فیھا بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیرتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیھا بمثل ما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعھا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز قال عمر یعنی ابن عبد العزیز فرأیت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق واتی اشھدکم انی قد رددتھا علی ما کانت یعنی علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سنن ابی داؤد مجلد دوم۔ کتاب الخراج۔ باب فی تدوین العطاء)۔

(۵) اخبرنا محمد بن عمر قال نا ابراھیم بن جعفر بن محمد الانصاری عن ابیہ قال کانت فدک صفیا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکانت لابن السبیل وسألتہ ابنتہ فاطمۃ ان یھبھا لھا فابی رسول اللہ ذلک علیھا فلم یطمع فیھا طامع ثم توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک فولی ابو بکر فسلک بھا ما کان رسول اللہ یفعل ثم کان عثمان فمثل ذلک فلما کانت الجماعۃ علی معاویۃ سنۃ اربعین ولی معاویۃ مروان بن الحکم المدینۃ فکتب الی معاویۃ یطلب الیہ فدک فاعطاہ ایاھا فکانت بید مروان یبیع ثمرھا بعشرۃ الاف دینار کل سنۃ ثم نزع مروان عن المدینۃ وغضب علیہ معاویۃ فقبضھا منہ فکانت بید وکیلہ

Marfat.com

لمدينة وطلبها الوليد بن عتبة بن ابى سفيان من معاوية فابى معاوية ان يعطيه و
ليها سعيد بن العاص فابى معاوية ان يعطيه فلما ولى معاوية مروان المدينة المرة
لاخرة ردها عليه بغير طلب من مروان ورد عليه غلتها فيما مضى فكانت بين مروان
عطى عبد الملك نصفها واعطى عبد العزيز بن مروان نصفها فوهب عبد العزيز
نصفها الذى كان بيده لعمر بن عبد العزيز قال فلما توفى عبد الملك طلب عمر بن
عبد العزيز الى الوليد حقه فوهبه له وطلب الى سليمان حقه فوهبه له ثم بقى من اعيان
بنى عبد الملك حتى خلصت لعمر بن عبد العزيز قال جعفر فلقد ولى عمر بن عبد العزيز
الخلافة وما يقوم به وبعياله الا هى تغل عشرة آلاف دينار فى كل سنة واقل قليلا و
اكثر فلما ولى الخلافة سأل عن ذلك وفحص عنها فاخبر بما كان من امرها فى عهد
رسول الله وابى بكر وعمر وعثمان حتى كان معاوية قال فكتب عمر الى ابى بكر بن
محمد بن عمرو بن حزم كتابا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من عبد الله عمر امير
المؤمنين الى ابى بكر بن محمد سلام عليك فانى احمد اليك الله الذى لا اله الا هو
اما بعد فانى نظرت فى امر فدك وفحصت عنه فاذا هو لا يصلح لى ورأيت ان ارد ها
على ما كانت عليه فى عهد رسول الله وابى بكر وعمر وعثمان وانظر ما حدث
بعدهم فاذا جاءك كتابى فاقبضها وولها رجلا يقوم فيها بالحق والسلام عليك
(طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی - جزء خامس - ترجمہ عمر بن عبد العزیز -
صفحہ ۲۸۶ - ۲۸۷) -

ترجمہ احادیث مذکورۂ بالا

(۱) ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اسے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ علیہا السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق سے درخواست کی کہ میری میراث جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے۔ اس میں سے جو خدا نے آپ پر فئے کر دی مجھے بانٹ دیں۔ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ غضب میں آئیں۔ اور حضرت ابو بکر کے پاس

Marfat.com

سے چلی آئیں۔ حضرت ابوبکر سے آپ کا ہجران ہمیشہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ ا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے۔ کہ حضرت
فاطمہ حضرت ابوبکر سے اس میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا۔ یعنے خیبر و فدک
وصدقہ مدینہ میں سے اپنا حصہ طلب کرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر نے اس سے انکار کر دیا۔ اور فر
کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑنے کا کیونکہ
اگر میں آپ کے امر میں سے کوئی چیز ترک کر دوں۔ تو مجھے ڈر ہے کہ راہ حق سے برگشتہ ہو جاؤں
لیکن مدینہ میں آپ کا صدقہ۔ سو اسے حضرت عمر نے حضرت علی و عباس کے سپرد کر دیا۔ اور خیبر
و فدک کو اپنے پاس رکھا۔ اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ ہیں۔ جو
آپ کے حوادث و حوائج اور ان حقوق کے لئے موقوف تھے جو پیش آیا کرتے تھے۔ اور یہ
دونوں اس کے سپرد رہیں جو والی ہو۔ کہا زہری نے (بوقت بیان حدیث) کہ یہ دونوں آج
تک اسی حال پر ہیں۔ (صحیح بخاری)۔

(۲) حدیث کی ہم سے ابوالیمان نے کہ خبر دی ہم کو شعیب نے زہری سے کہ کہا زہری نے
کہ خبر دی ہم کو مالک بن اوس بن حدثان نصری نے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے
بلایا۔ میں آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کا خادم یرفا آپ کے پاس آیا اور عرض کی
کہ عثمان و عبدالرحمن و زبیر و سعد دروازے پر کھڑے اذن طلب کر رہے ہیں۔ کیا آپ انہیں اندر آنے
کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ پس جب دونوں داخل ہوئے۔ تو عباس نے
کہا۔ اے امیر المومنین میرے اور اس کے درمیان حکم کر۔ اور وہ اس مال میں جھگڑ رہے تھے جو
اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے مالوں سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر فیئے کیا تھا۔ پس علی و عباس
نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا۔ پس اس گروہ نے کہا۔ اے امیر المومنین ان دونوں کے
درمیان حکم کر۔ اور ایک کو دوسرے سے نجات دہ۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ ٹھیرو۔ میں
تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں
وہ صدقہ ہے" جس سے حضور کی مراد خود ذات شریف تھی۔ وہ بولے کہ بے شک رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ پس حضرت عمر حضرت علی و عباس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہنے
لگے۔ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

یسا فرمایا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہاں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں تمہیں اس امر کی خبر دیتا ہوں
کہ اللہ سبحانہ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اس فیئے میں ایسی چیز سے مخصوص کیا ہے
کہ آپ کے سوا کسی کو وہ عطا نہیں کی۔ پس یہ آیت پڑھی۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم
فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الآیۃ۔ پس یہ اموال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا
خالصہ تھے۔ پھر اللہ کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بغیر ان کو اپنے واسطے جمع
نہیں کیا اور نہ تم کو چھوڑ کر ان کو اپنے واسطے انتخاب کیا۔ اور وہ مال تمہیں دے دیئے۔ اور تم
میں تقسیم کر دئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے یہ مال بچ رہا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس
مال میں سے اپنے عیال پر ایک سال کا نفقہ صرف فرماتے تھے۔ پھر جو باقی رہتا۔ اسے لیتے اور
ان مصارف میں صرف فرماتے جن میں مال خدا کو صرف فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اپنی حیات میں اسی طرح عمل فرمایا۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ پس ابوبکر نے
کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس میں عمل کیا۔ جس طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا تھا۔ پس حضرت عمر حضرت علی و عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے
لگے۔ کہ تم اس وقت زعم کرتے تھے۔ کہ ابوبکر اس عمل میں ایسے ہیں جیسا کہ تم کہ رہے تھے۔ اور خدا
جانتا ہے۔ کہ ابوبکر اس معاملہ میں صادق نیکو کار اور براہ راست اور حق کے تابع تھے۔ پھر اللہ عزوجل
نے ابوبکر کو موت دی۔ پس میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کا خلیفہ ہوں۔ اور اپنی
خلافت کے دو سال میں نے اس مال کو قبض کیا۔ اور میں نے اس میں عمل کیا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا۔ اور خدا جانتا ہے۔ کہ میں اس معاملہ میں صادق نیکو کار اور براہ راست اور
حق کا تابع ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تمہاری بات ایک تھی۔ اور تمہارا امر ایک تھا۔
اے عباس تو میرے پاس آیا۔ پس میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے۔ جب میری یہ رائے
ہوئی۔ کہ وہ مال تمہارے سپرد کر دوں۔ تو میں نے کہا۔ اگر تم چاہو میں تمہارے سپرد کر دیتا ہوں۔
اس شرط پر کہ تم پر خدا کا عہد و ثیقہ ہے۔ کہ تم اس میں اسی طرح عمل کرو گے۔ جیسا کہ اس میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے عمل کیا۔ اور جیسا کہ میں نے عمل کیا۔ جب سے کہ میں خلیفہ ہوا۔ ورنہ
(اس بارے میں) تم مجھ سے کلام نہ کرو۔ تم نے کہا کہ اس شرط پر ہمارے سپرد کر دو۔ پس میں نے
وہ مال تمہارے سپرد کر دیا۔ کیا تم مجھ سے التماس کرتے ہو کہ میں اس کے خلاف حکم کروں۔ اس خدا

Marfat.com

کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ میں اس میں اس کے سوا اور حکم نہ کروں گا۔ یہاں کہ قیامت برپا ہو جائے۔ اگر تم اس کام سے عاجز ہو۔ تو وہ مال میرے سپرد کر دو میں اس مشقت تم کو بچا دیتا ہوں۔ کہا (زہری نے) کہ میں نے یہ حدیث عروہ بن زبیر سے بیان کی۔ عروہ نے کہ مالک بن اوس نے سچ کہا ہے۔ میں نے حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ تھیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج نے حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کی خدمت میں اپنی طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ اس میں سے ..... جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پر کیا تھا۔ پس میں نے ان کو روکا اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے جس سے مراد آپ کی ذات شریف تھی۔ آل محمد اسی مال سے تو کھاتے ہیں۔ پس ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم طلب میراث سے باز آئیں۔ اور انہوں نے رجوع کیا اس کی طرف جو میں نے بتایا تھا۔ کہا (عروہ نے) کہ یہ صدقہ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ علی نے عباس کو اس سے روک دیا۔ اور اس پر غلبہ پایا۔ پھر یہ مال حسن بن علی کے ہاتھ میں رہا۔ پھر حسین بن علی کے ہاتھ میں پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن دونوں کے ہاتھ میں رہا اور دونوں نوبت بنوبت اس میں تصرف کرتے تھے۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں رہا۔ اور بطریق راستی یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا۔ (صحیح بخاری)۔

(۳) حدیث کی ہم سے ابراہیم بن موسےٰ نے کہ خبر دی ہم کو ہشام نے کہ خبر دی ہم کو معمر نے زہری سے۔ زہری نے عروہ سے۔ عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فاطمہ علیہا السلام اور عباس حضرت ابوبکر کے پاس آئے حالانکہ وہ زمین فدک اور حصہ خیبر سے اپنی میراث طلب کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے۔ کہ فرما رہے تھے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آل محمد اس مال میں سے کھاتے ہیں۔ خدا کی قسم قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق کی نگہداشت مجھے اپنی قرابت سے محبوب تر ہے۔ (صحیح بخاری)۔

(۴)۔ حدیث کی ہم سے عبداللہ بن جراح نے کہ خبر دی ہم کو جریر نے مغیرہ سے۔ کہا مغیرہ نے کہ عمر بن عبدالعزیز نے بنی مروان کو جمع کیا۔ جس وقت وہ خلیفہ بنائے گئے۔ پس فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خالصہ تھا۔ آپ اس میں سے (اہل وعیال اور فقراء و مساکین

Marfat.com

پر) خرچ کیا کرتے تھے۔ اور اس میں سے بنو ہاشم کے چھوٹوں پر احسان کیا کرتے تھے اور اسی میں سے بنو ہاشم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کیا کرتے تھے۔ بے شک حضرت فاطمہ نے آپ سے درخواست کی کہ فدک مجھے ہبہ کر دیجئے۔ مگر حضور اقدس نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں فدک اسی طرح رہا۔ یہاں تک کہ حضور نے وفات پائی۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے۔ تو انہوں نے اس میں اسی طرح عمل کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات شریف میں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے اس میں عمل کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ پھر مروان نے فدک کو اپنی جاگیر بنایا۔ بعد ازاں فدک عمر بن عبدالعزیز کے تصرف میں آیا۔ کہا عمر یعنے ابن عبدالعزیز نے۔ پس میں نے دیکھا کہ وہ امر جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو روکا تھا۔ میرے لئے سزاوار نہیں بتحقیق میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے فدک اسی وجہ پر لوٹا دیا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر کے زمانے میں تھا۔ (سنن ابی داؤد)۔

(۵) خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہا حدیث کی ہم سے ابراہیم بن جعفر بن محمد انصاری نے اپنے باپ سے۔ کہا جعفر نے کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا۔ اور مسافروں کے لئے موقوف تھا۔ آپ کی صاحبزادی (فاطمہ الزہراء) نے درخواست کی کہ فدک مجھے ہبہ کر دیجئے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ پس کسی طامع نے اس میں طمع نہ کی۔ بعد ازاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور فدک کی حالت اسی طرح تھی۔ پس حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ آپ نے اس میں وہی عمل کیا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر نے وفات پائی۔ اور حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ حضرت عمر نے اس میں وہی عمل کیا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ جب سنہ ہجر میں حضرت معاویہ کی امارت پر اجماع ہو گیا۔ تو آپ نے مروان بن الحکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ مروان نے بذریعہ تحریر حضرت معاویہ سے فدک طلب کیا۔ حضرت معاویہ نے فدک اسے دے دیا۔ پس فدک مروان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ہر سال اس کا پھل دس ہزار دینار کو بیچ دیا کرتا تھا۔ بعد ازاں مروان کو حکومت مدینہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ حضرت معاویہ پر ناراض ہو گئے۔ اور اس سے فدک لے لیا۔ وہ مدینہ میں حضرت معاویہ کے وکیل کے

Marfat.com

ہاتھ میں تھا۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور سعید بن العاص نے یکے بعد دیگرے فدک طلب کیا۔ مگر حضرت معاویہ نے انکار کر دیا۔ جب حضرت معاویہ نے مروان کو دوسری بار مدینہ کا حاکم بنایا۔ تو فدک بن مانگے اسے دے دیا۔ اور فدک کی گذشتہ آمدنی بھی اس کو دلادی۔ اس طرح فدک مروان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اس کا نصف (اپنے بیٹے) عبدالملک کو اور نصف (دوسرے بیٹے) عبدالعزیز بن مروان کو دے دیا۔ عبدالعزیز نے اپنا نصف (اپنے بیٹے) عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا۔ کہا (جعفر بن محمد نے) کہ جب عبدالملک نے وفات پائی۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے ولید (بن عبدالملک) سے اس کا حصہ طلب کیا۔ ولید نے دے دیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان (بن عبدالملک) سے بھی اس کا حصہ طلب کیا سلیمان نے بھی اسے ہبہ کر دیا پھر عبدالملک کی دیگر اولاد کا حصہ باقی رہا۔ یہاں تک کہ سارا فدک عمر بن عبدالعزیز کو مل گیا۔ کہا جعفر نے کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے۔ در آں حالے کہ ان کا اور ان کے عیال کا گزارہ فدک ہی پر تھا۔ جس کی سالانہ آمدنی دس ہزار دینار یا کچھ کم و بیش تھی۔ جب ان کو خلافت ملی۔ تو انہوں نے فدک کا حال دریافت کیا۔ اور تفتیش کی۔ پس ان کو خبر دی گئی اس کی حالت سے جو رسول اللہ و ابوبکر و عمر اور عثمان کے عہد میں تھی۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ کا زمانہ آیا۔ کہا (جعفر نے) پس عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی طرف یہ نامہ لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے ابوبکر بن محمد کے نام۔ تجھ پر سلام ہو۔ میں تجھ سے اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ کہ جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں۔ بعد حمد و صلوٰۃ آنکہ میں نے فدک کے معاملہ میں غور کیا۔ اور تفتیش کی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ میرے لائق نہیں ہے۔ میری رائے ہے کہ میں اس کو اسی وجہ پر رد کر دوں جس پر وہ رسول اللہ اور ابوبکر و عمر و عثمان کے عہد میں تھا۔ اور ترک کر دوں جو ان کے بعد حادث ہوا۔ پس جس وقت میرا یہ نامہ تیرے پاس پہنچے۔ تو فدک کو قبض کر۔ اور ایسے شخص کو اس کا متصرف بنا جو اس میں حق کے ساتھ قیام کرے۔ والسلام علیک۔ (طبقات ابن سعد)۔

روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ حدیث لا نورث اور اموال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں اور ان کے مصالح میں مشترک ہونا اور ان کا انتظام خلیفۂ وقت کی رائے پر موقوف ہونا صحابہ کرام سے کہ حضرت علی و عباس کے درمیان متفق علیہ تھا۔ روایت نمبر (۲) سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت عمر نے حضرت علی و حضرت عباس کو اموال بنی نضیر صرف بطریق تولیت عطا فرمائے

Marfat.com

تھے۔ نہ کہ بطریق ملک۔ کیونکہ حدیث لا نورث کے اعتراف کے باوجود ان کا اموال مذکورہ کا مطالبہ کرنا صرف ان کی تولیت و تصرف کا مطالبہ تھا۔ شاید یہاں کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ جب حضرت عمر نے ان کو اموال مذکورہ بطریق تولیت عطا فرما دیئے۔ تو پھر انہوں نے کس واسطے خصومت کی۔ اس کا جواب علامہ خطابی نے یوں دیا ہے۔ کہ تولیت میں شرکت ان پر شاق گذری۔ اس لئے انہوں نے تولیت میں تقسیم طلب کی۔ تاکہ ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل ہو۔ مگر حضرت عمر نے تولیت کی تقسیم سے انکار کر دیا۔ تاکہ اس پر ملک کا نام جاری نہ ہو۔ کیوں کہ قسمت مالوں ہی میں ہوتی ہے۔ اور زمانہ گذرنے پر ملک کا گمان ہو جاتا ہے روایات نمبر ۳۔ ۴۔ ۵ سے فدک کا حال خصوصیت سے معلوم ہوتا ہے۔ فدک پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تصرف متولیانہ تھا۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے عہد میں بلحاظ تولیت و مصرف کے فدک کا وہی حال تھا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تھا۔ حضرت معاویہ نے مروان کو بطور جاگیر دے دیا۔ شاید بدین تاویل کہ جو امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہو۔ وہی آپ کے خلیفہ کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت معاویہ کو خود تو ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا اپنے بعض اقربا کے ساتھ سلوک کیا۔ واللہ اعلم۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اسی حالت پر بحال کر دیا۔ جس پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔

قال السید امداد امام

اس قصہ کے تھوڑے ہی دن بعد آپ افراط شکستگی قلب سے بیمار ہوئیں۔ اور ارباب زمانہ کی طرف سے کمال بیزاری کی حالت میں رحلت فرما گئیں۔ صحیح بخاری جز خامس اور صحیح مسلم کے جز ثالث میں مسطور ہے۔ کہ اس فدک کے معاملہ سے بعد حضرت سیدہ حضرت ابوبکر سے بہت آزردہ ہوئیں۔ اور بالکلیہ حضرت خلیفہ سے قطع تعلق فرمایا۔ اور اپنی بقیہ زندگی میں ان سے بات نہ کی۔ اور جب حضرت سیدہ نے ودیعت حیات فرمائی تو حضرت امیر علیہ السلام نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مبارک کو رات کے وقت دفن کیا۔ اور اس کی خبر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو نہ دی (مصباح الظلم صفحہ ۲۱)۔

Marfat.com

اقول

جناب سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا رنج والم میں ایک مکان میں خانہ نشین ہوگئیں۔ یہ مکان بقیع میں قبہ عباس کے قریب ہے۔ جس میں بنا بر ارجح الاقوال آپ کا مرقد مبارک ہے۔ آپ کے پہلو میں بقول ابن عبدالبر آپ کے فرزند دلبند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدفون ہیں۔ امام غزالی زیارت بقیع کے بیان میں امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ زائر کو چاہیئے کہ مسجد فاطمہ میں نماز پڑھے۔ پھر لکھتے ہیں۔ انہ المعروف ببیت الحزن لان فاطمۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اقامت بہ ایام حزنہا علی ابیہا صلی اللہ علیہ وسلم (یعنے مسجد فاطمہ بیت الحزن کے نام سے معروف ہے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنے والد بزرگوار صلے اللہ علیہ وسلم کے غم میں وہاں مقیم رہیں) آپ اسی مالت میں بیمار ہوگئیں۔ اس وقت معمول تھا۔ کہ عورتوں کا جنازہ مردوں کی طرح بے پردہ لے جایا کرتے تھے۔ اس لئے حالت مرض میں آپ نے بنا بر روایت حافظ عمر بن شبہ فرمایا۔ انی لاستحیی من جلالۃ جسمی اذا اخرجت علی الرجال غدا (میں اپنے جسم کی جلالت سے حیا کرتی ہوں جس وقت کل مجھے لوگوں کے سامنے نکالا جائے گا)۔ یہ سن کر حضرت اسماء بنت عمیس نے کہا۔ کہ میں نے ملک حبشہ میں دیکھا ہے۔ کہ عورتوں کے لئے ایک قسم کا نعش بناتے ہیں۔ اور کجاوہ کی مانند ایک نعش بنایا۔ جس کا ذکر حافظ ابن عبدالبر نے بروایت ام جعفر بالتفصیل کیا ہے۔ یہی مضمون بطریق اختصار دولابی نے روایت کیا ہے۔ روایت دولابی میں یہ الفاظ ہیں۔ لما ارتصا النعش تبسمت وما رئیت متبسمۃ یعنی بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یومئذ (جب اسماء نے حضرت فاطمہ کو وہ نعش دکھایا۔ تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے اس دن کے حالت تبسم میں نہ دیکھی گئی تھیں)۔ دولابی نے یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ حضرت زہرا نے وصیت فرمائی تھی کہ حضرت علی اور اسماء بنت عمیس مجھے غسل دیں۔ اور بقول ابن عبدالبر حضرت علی سے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے رات کے وقت دفن کیجیو۔ اس پر علامہ سمہودی لکھتے ہیں۔ قلت لعلہا اراد ت بذالک المبالغۃ فی التستر وھو السبب فی عدم اعلام ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ویتأید بذالک روایۃ دفنہا بالبقیع (میں کہتا ہوں کہ شاید حضرت زہرا کی مراد اس سے ستر میں مبالغہ تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خبر نہ دی گئی۔ اور اس سے حضرت زہرا

Marfat.com

کے بقیع میں دفن ہونے کی روایت کو تقویت ہوتی ہے)۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غم ہی میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ چونکہ آپ ستر بہت چاہتی تھیں۔ اس واسطے آپ نے کجاوہ کی مانند جنازہ کو پسند فرمایا۔ جس کا اس وقت تک عرب میں رواج نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد۔ جزو ثامن۔ صفحہ ۱۰۹)۔ اور حضرت علی سے وصیت کی کہ مجھے رات کو دفن کرنا۔ اس واسطے آپ کو بقیع ہی میں دفن کیا گیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو وفاء الوفا۔ جزو ثانی صفحہ ۹۲ تا ۹۵)۔

اس میں شک نہیں۔ کہ حدیث صحیح بخاری میں وارد ہے۔ کہ حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کو حضرت زہراؓ کی وفات کی اطلاع نہ دی۔ جس کی وجہ اوپر بیان ہوئی۔ مگر یہ کسی حدیث صحیح میں نہیں آیا۔ کہ حضرت صدیق اکبر کو خبر نہ ہوئی۔ یہ کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیس جو اس وقت حضرت ابوبکر کے تحت میں تھیں۔ حضرت زہراؓ کو غسل دیں۔ اور حضرت ابوبکر کو خبر نہ ہو۔ روایت ام جعفر میں صاف مذکور ہے۔ کہ جب حضرت زہراؓ نے وفات پائی۔ تو حضرت عائشہ تشریف لائیں۔ مگر حضرت اسماء نے اندر جانے سے روک دیا۔ حضرت عائشہ نے حضرت صدیق اکبر کے آگے شکایت کی۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ اور دروازے میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے اسماء تجھے کیا ہوا۔ کہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ کے پاس جانے سے روکتی ہے۔ اسی کی موید ہیں وہ روایات جن میں مذکور ہے۔ کہ صدیق اکبر نے حضرت زہراؓ پر نماز پڑھی۔ چنانچہ طبقات ابن سعد (جزو ثامن صفحہ ۱۹) میں ہے۔ اخبرنا محمد بن عمر حدثنا قیس بن الربیع عن مجالد عن الشعبی قال صلی علیھا ابوبکر رضی اللہ عنہ وعنھا اخبرنا شبابۃ بن سوار حدثنا عبد الاعلی بن ابی المساور عن حماد عن ابراھیم قال صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر علیھا اربعاً ترجمہ۔ خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہ حدیث کی ہم سے قیس بن ربیع نے مجالد سے۔ مجالد نے شعبی سے۔ کہا شعبی نے کہ نماز پڑھی حضرت زہراؓ پر ابوبکر نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہا۔ ہم کو خبر دی شبابہ بن سوار نے کہ حدیث کی ہم سے عبدالاعلیٰ بن المساور نے حماد سے۔ حماد نے ابراہیم سے کہا ابراہیم نے کہ نماز پڑھی ابوبکر صدیق نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پس آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں۔ انتہے۔ رہا حضرت فاطمہ کا غضب و ہجران۔ سو اس کی نسبت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ کرمانی در شرح بخاری گفتہ۔ اما غضب فاطمہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہا۔ پس امرے بود کہ حاصل شد بر مقتضائے بشریت و ساکن شد بعد ازاں۔ و اما ہجران بدان انقباض و کوفت طبیعت است از ملاقات نہ ہجران محرم از ترک سلام و مانند آن۔ اشعۃ اللمعات۔ جلد ثالث۔ صفحہ ۶۸۱) مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ و آنچہ بخاطر این بندہ مے گزرد آنست کہ انقباض زہرا رضی اللہ عنہا امرے جبلی بود و غیر مقدور و بتا آنچہ واجب شرع است از رد سلام و عیادت و مثل آن نمے کشید۔ انتہےٰ۔ (قرۃ العینین صفحہ ۲۲۹) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ کہ گویا حضرت زہراء حدیث لا نورث میں تخصیص سمجھتی تھیں۔ اور منافع ارض و عقار میں میراث کو جائز خیال کرتی تھیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ عموم کے قائل تھے۔ لہٰذا جب آپ نے حضرت صدیق اکبر کو عموم پر مصمم پایا۔ تو ان سے انقطاع کیا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔ فلم تکلمہ یعنی فی ھذا الامر ولا انقباضہا لم تطلب عنہ حاجۃ ولا اضطرت الی لقائہ فتکلمہ ولم ینقل قط انہما التقیا فلم تسلم علیہ ولا کلمتہ۔ (ترجمہ) حضرت زہرا نے حضرت ابوبکر سے کلام نہ کی۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ خاص اسی امر کی بابت کلام نہ کی۔ یا انقباض کے سبب حضرت ابوبکر سے کوئی حاجت طلب نہ کی اور نہ ملاقات کی ضرورت پڑی۔ کہ حضرت ابوبکر سے کلام کرتیں۔ اور یہ ہرگز منقول نہیں کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو۔ اور حضرت زہرا نے ان کو سلام نہ کیا ہو۔ اور نہ کلام کیا ہو۔ انتہےٰ۔ علامہ سمہودی (وفاء الوفاء۔ جزء ثانی صفحہ ۱۵۷) لکھتے ہیں۔ وفی روایۃ لہ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابا بکر وذکرہ مختصرا کما فی روایۃ الصحیح ایضا وقال فیہ فہجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذلک المال حتی ماتت وکذا نقل الترمذی عن بعض مشائخہ ان معنی قول فاطمۃ لا بی بکر عمر کا کلمک ای فی ھذا المیراث ولا یرد ہ قولہ فہجرتہ اذ لیس المراد الہجر الحرام بل ترکہ للقائہ والمدۃ قصیرۃ وقد اشتغلت فیہا بحزنہا ثم بمرضہا ویؤید ذلک ما رواہ البیہقی باسناد صحیح الی الشعبی مرسلا ان ابا بکر عاد فاطمۃ فقال لہا علی ھذا ابو بکر یستأذن علیک قالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیہا فرضاہا حتی رضیت۔ ترجمہ۔ اور حافظ عمر بن شبہ کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت فاطمہ و عباس حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ ابن شبہ نے اس کو مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ جیسا کہ روایت صحیح میں ہے۔ ابن شبہ نے اس میں کہا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے ہجران کیا۔ اور اس مال میں ابوبکر سے کلام نہ کیا۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔ اسی طرح ترمذی نے اپنے بعض مشائخ سے

Marfat.com

ل کیا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ نے جو حضرت ابوبکر و عمر سے کہا کہ میں تم دونوں سے کلام نہ
ں گی۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اس میراث کے بارے میں کلام نہ کروں گی۔ اور قول
ھجرتہ (پس حضرت زہرا نے حضرت ابوبکر سے ہجران کیا) اس کو رد نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے
راد ہجران حرام نہیں۔ بلکہ حضرت ابوبکر کی ملاقات کا ترک ہے۔ اور یہ مدت بھی تھوڑی تھی۔
پ اس میں اپنے غم میں پھر اپنے مرض میں مبتلا رہیں۔ اس معنے کی تائید اس خبر سے ہوتی ہے
سے امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ بطریق ارسال امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت
وبکر حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ کہ حضرت ابوبکر
روازے میں آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت زہرا نے کہا۔ کیا
م پسند کرتے ہو۔ کہ میں ان کو اجازت دے دوں حضرت علی نے جواب دیا۔ کہ ہاں۔ پس
حضرت زہرا نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ
سے معذرت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ ان سے راضی ہوگئیں۔ انتہے۔ یہی مرسل شعبی طبقات
ن سعد (جزء ثانی صفحہ ۱۷) میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ اخبرنا عبد اللہ بن نمیر حدثنا
سمٰعیل عن عامر قال جاء ابوبکر الی فاطمۃ حین مرضت نا ستأذن فقال علی ھذا ا
وبکر علی الباب فان شئت ان تاذنی لہ قالت وذلک احب الیک قال نعم فدخل
یھا واعتذر الیھا وکلمھا فرضیت عنہ۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو عبداللہ بن نمیر نے کہ حدیث
ہم سے اسماعیل نے عامر سے۔ کہا عامر شعبی نے کہ جب فاطمہ بیمار ہوئیں۔ ابوبکر ان کی عیادت
کو آئے۔ اور اجازت مانگی۔ علی نے کہا۔ کہ ابوبکر دروازے میں ہیں۔ اگر آپ چاہیں ان کو اجازت
ں۔ فاطمہ بولیں۔ کیا یہ آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ پس ابوبکر فاطمہؓ
خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے معذرت کی۔ اور کلام کیا۔ پس وہ آپ سے راضی ہو
ں۔ انتہے۔ کتب شیعہ سے بھی حضرت زہرا کی رضامندی ثابت ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ میں
ہ بارے میں کتاب محجج السالکین وغیرہ کی روایت نقل کی گئی ہے۔ ہم بخوف طوالت اسے
ں نقل نہیں کرتے۔ جس کا جی چاہے۔ وہاں دیکھ لے۔

Marfat.com

قال السیدا مداد امام

لفظ غضبت پر رائے

واضح ہو کہ حدیث بخاری میں لفظ غضبت دیکھا جاتا ہے جس کے معنے غضبناک ہوئیں۔ بلاشبہ یہ محل غضبناک ہونے کا تھا۔ اس لئے کہ فدک آپ کے خیال کی رو سے آپ کا مال تھا۔ جو خلافت اولے کی طرف سے لیا گیا۔ مگر نہایت جائے شرم ہے۔ کہ قاضی ثناراللہ صاحب پانی پتی نے سیف المسلول میں غضبت کے معنے مذمت یعنے شرمندہ ہوئیں لکھ دیا ہے۔ یہ شرمندگی کا کیا محل تھا۔ حضرت سیدہ فدک کو اپنا مال سمجھے ہوئے تھیں اور اپنے مال کی واپسی کی نظر سے دارالقضا میں دعوے دار ہوئی تھیں۔ حضرت علی اور دیگر گواہان نے بھی آپ کے دعوے کو حق سمجھ کر آپ کی طرف سے گواہیاں دی تھیں۔ آئندہ بھی اہالیان خاندان پیغمبرؐ فدک کو مال فاطمہ جانتے رہے۔ اور اس لئے عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنی امیہ اور کئی چند دیگر خلفائے بنی عباس رد فدک کرتے رہے۔ المختصر کہیں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ اور اولاد فاطمہ فدک کے چھین جانے کو امر حق مانتی تھی۔ ایسی صورت میں بی بی فاطمہ اگر حضرت ابوبکر سے ناراض ہو کر ان پر غضبناک ہوئیں تو یہ امر خلاف محل نہیں ہوا۔ کس واسطے کہ جب کوئی آدمی کسی سے نہایت ناراض ہوتا ہے تو غیظ و غضب کا اظہار کرتا ہے نہ کہ شرمندگی کا۔ بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے ترک کلام کر دیا۔ اسی طرح شرح ابن الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے بوقت وفات یہ وصیت فرمائی کہ ابوبکر آپ کے جنازے کی نماز تک نہ پڑھنے پائیں۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئی تھیں۔ آپ حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں کسی طور پر شرمندہ نہیں ہوئیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۱-۲۲۔

اقول

کتاب سیف المسلول ہمارے پاس موجود نہیں۔ لہٰذا ہم بطور تحقیق قاضی صاحب کی

Marfat.com

تحریر کی نسبت کچھ نہیں کہ سکتے۔ ہاں صحیح بخاری ہی میں بجائے غضبت کے وجدت بھی وارد ہے جس کے معنے غضب و غم و ندامت کو شامل ہیں۔ شاید قاضی صاحب نے وجدت کے معنے ندمت بتائے ہوں گے۔ کیونکہ حضرت سیدہ نے جب باغ فدک میراث میں طلب کیا۔ تو حضرت ابو بکر نے جواب میں حدیث ما ترکنا صدقۃ پیش کی۔ یہ جواب کافی سن کر حضرت سیدہ نادم ہوئی ہوں گی۔ اگر وجدت کے معنے غضبت تسلیم کئے جائیں۔ تو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حق بات کو سن کر غضبناک ہونا حضرت سیدہ کی شان کے خلاف ہے۔ اس اشکال کا جواب پہلے آچکا ہے۔ مصنف نے یہاں دعوائے ارث کو دعوائے ہبہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے۔ اہل سنت کی کسی معتبر روائیت سے دعوائے ہبہ اور شہادت کا ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت سیدہ کا غضب یا ندامت صرف دعوائے ارث سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی واسطے جواب میں حضرت صدیق اکبر نے حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث پیش کی تھی۔ جسے سن کر حضرت سیدہ خاموش ہو گئیں۔ ہماری کتب معتبرہ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت سیدہ نے خلیفہ اول کے فیصلہ کو غلط فرمایا ہو۔ بلکہ آپ کا سکوت اس فیصلہ کے حق ہونے کا ثبوت ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال القاضی عیاض وفی ترک فاطمۃ منازعۃ ابی بکر بعد احتجاجہ علیہا بالحدیث التسلیم للاجماع علی قضیۃ ومنہا لما بلغہا الحدیث وبین لہا التاویل ترکت رأیہا ثم لم یکن منہا ولا من احد من ذریتہا بعد ذلک طلب المیراث ثم ولی علی الخلافۃ فلم یعدل بہا عما فعلہ ابو بکر وعمر۔ ترجمہ۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر حدیث کے ساتھ احتجاج کیا۔ تو حضرت سیدہ نے حضرت صدیق اکبر کے ساتھ منازعت کو ترک کر دیا۔ اس ترک منازعت سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے اس قضیہ پر اجماع کو تسلیم کر لیا۔ اور جب آپ کو وہ حدیث پہنچی اور آپ سے اس کی تاویل بیان کی گئی۔ تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔ پھر اس کے بعد نہ حضرت سیدہ نے اور نہ آپ کی اولاد میں سے کسی نے میراث طلب کی۔ پھر حضرت علی خلیفہ ہوئے۔ تو آپ نے اس بارے میں اس طریق سے عدول نہ کیا جس پر حضرت ابو بکر و عمر عمل کرتے رہے۔ انتہے [illegible] فاطمہ بھی فیصلہ صدیق اکبر کو درست تسلیم کرتی رہی ہے۔ حضرت زید شہید کا قول پہلے مذکور ہو چکا ہے یہاں شیعہ کے امام معصوم محمد باقر کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ علامہ سمہودی لکھتے ہیں۔ روی ابن شبۃ ایضاً عن کثیر النوی قال قلت لابی جعفر جعلنی اللہ فداءک ارأیت ابا بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہل ظلماکم من حقکم شیأ او ذہبا بہ قال لا والذی انزل القرآن علی عبدہ لیکون

Marfat.com

للعالمین تذیرا ما ظلما نا من حقنا مثقال حبة من خردل قلت جعلت فداءك فاتولاهما قال نعم ویحك تولهما فی الدنیا والاخرة وما اصابك ففی عنقی ثم قال فعل الله بالمغیرة وبکیان فانهما کذبا علینا اهل البیت۔ (وفاء الوفا ، جزء ثانی صفحہ ۱۶۱) ترجمہ۔ اور ابن شبہ ہی نے کثیر النوے سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کی۔ کہ خدا مجھے آپ پر قربان کردے۔ آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی نسبت بتائیے۔ کہ آیا انہوں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کر دیا۔ یا تمہارا حق غصب کر لیا۔ امام نے جواب دیا۔ کہ نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ سب جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ کہ ان دونوں نے ہمارے حق میں سے ایک رائی کے دانہ کی مقدار بھی کم نہیں کیا۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں ان کو دوست رکھوں۔ امام نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ تجھ پر افسوس۔ تو دنیا اور آخرت میں ان دونوں سے دوستی رکھ۔ پھر جو تجھے تکلیف ہو وہ میری گردن پر ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا مغیرہ اور بکیان کا برا کرے کہ انہوں نے ہم اہلبیت پر جھوٹ تھوپ دیا۔ انتہے۔ ابن ابی الحدید شیعی معتزلی کے اس قول کا کیا اعتبار کہ حضرت سیدہ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ حضرت صدیق اکبر میرے جنازہ کی نماز تک نہ پڑھنے پائیں۔ اگر ایسی وصیت کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کی وجہ حضرت سیدہ کا ستر و حیا تھا۔ آپ یہ نہ چاہتی تھیں۔ کہ میرے جنازہ پر نامحرم کی نظر پڑے۔ کدورت و ناخوشی اس کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ فرماتے ہیں۔ و دلیل عقلی بر آن کہ حاضر نہ کردن ابوبکر بر جنازہ حضرت زہرا از ہمیں جہت بود نہ بنا بر کدورت و ناخوشی آنست کہ اگر بنا بر کدورت و ناخوشی باشد ازین جہت خواہد بود کہ ابوبکر بروے نماز نگذارد۔ و این خود درست نمے شود۔ زیرا کہ باجماع مؤرخین طرفین از شیعہ و سنی چون جنازہ امام حسن رضی اللہ عنہ بر آوردند۔ امام حسین بسعید بن ابی العاص کہ از جانب معاویہ امارت مدینہ داشت اشارت کردہ فرمود کہ اگر نہ سنت بدمن بر آن بودے کہ امام جنازہ امیر باشد ہرگز ترا پیش نمے کردم۔ پس معلوم شد کہ حضرت زہرا بنا بر پاس نماز ابوبکر این وصیت نہ فرمودہ بود والا حضرت امام حسین خلاف وصیت زہرا چہ قسم بعمل مے آوردند۔ و ظاہر است کہ سعید بن ابی العاص بہزار مرتبہ از ابوبکر کمتر بود در لیاقت امامت نماز و صرف شش ماہ بود کہ جناب پیغمبر پدر بزرگوار حضرت زہرا ابوبکر را پیش نماز جمیع مہاجرین و انصار ساختہ و بتاکید تمام این مقدمہ را پرداختہ پس احتمال است کہ حضرت زہرا درین مدت قلیل این واقعہ از یاد رفتہ باشد۔ انتہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۸۱) حضرت صدیق اکبر کا حضرت سیدہ کے جنازے کی نماز پڑھنا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت عمر بن

Marfat.com

عبدالعزیز وغیرہ نے جو رد فدک کیا وہ بروجہ تملیک نہ تھا۔ بلکہ بروجہ تولیت تھا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ اس میں سے مناسب حصہ آل محمد پر خرچ ہوتا۔ باقی سب مصالح عامہ مسلمین میں صرف کیا جاتا۔

قال السیدا مداد امام۔

قاضی ثناء اللہ صاحب کو ایسے بدقرینہ معنے گھڑنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ کو چونکہ اس قول نبوی سے اطلاع تھی۔ کہ فاطمہ کا ایذا دینے والا خدا اور رسول کا ایذا دینے والا ہے۔ آپ کو اس کی ضرورت ہوئی۔ کہ حضرت ابوبکر کے وقور محبت میں غضبت کے معنے ندمت قرار دیں۔ الامان۔ الامان۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۲۔

اقول

اغضاب و ایذاء کے معنے قصداً دوسرے کو خشمناک کرنا اور اذیت پہنچانا ہے۔ حضرت صدیق اکبر بے ارادہ وقوع میں نہیں آیا۔ کیونکہ آپ نے حضرت سیدہ کے دعوے کے جواب میں جو حدیث پیش کی وہ آپ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ اس کی تعمیل آپ پر واجب تھی۔ اس تعمیل میں جس سے مقصود اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا اگر حضرت فاطمہؓ غضبناک ہو گئیں۔ تو اسے اغضاب و ایذا نہیں کہتے۔ اگر حضرت صدیق اکبر کو اس عتاب کا مورد و فرض کیا جائے۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ آپ سے بڑھکر مطعون ٹھیریں گے۔ کیونکہ جب حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کی خواستگاری کی تھی۔ تو اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ میں فرمایا تھا۔ فاطمۃ منی فمن اغضبہا اغضبنی (فاطمہ مجھ سے ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور ایک روایت میں ہے یوذینی ما اٰذاہا یوذینی ما اٰذاہا (ناخوش کرتی ہے مجھے وہ چیز جو ناخوش کرتی ہے فاطمہ کو اور اذیت دیتی ہے مجھے وہ چیز جو اذیت دیتی ہے فاطمہ کو)۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت سیدہ کو خشمناک کیا۔ اور اذیت دی۔ تو یہ صرف اس واسطے کیا۔ کہ خدا و رسول کی اطاعت کی جائے۔ اس میں ان کے

Marfat.com

نفس کی غرض کوئی نہ تھی - برعکس اس کے حضرت موئے مرتضٰے نے یہ خواستگاری جو کی تھی اس میں ان کے نفس کی غرض تھی - وبینہما بون بعید - اسی طرح واقعہ حدیث قمریا اباتراب میں بھی حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اذیت دی - لہٰذا اگر موئے مرتضٰے حدیث ایذا کے وعید سے مستثنٰے ہیں - تو حضرت صدیق اکبر بطریق اولےٰ ایسے ہیں پس حدیث ایذا اپنے اطلاق پر نہیں رہ سکتی - جو کام بطور امر بالمعروف یا بغرض اصلاح کیا جائے - اس کے سبب اگر کسی کو رنج پہنچے تو اسے ایذا نہیں کہتے - فافہم -

بیان بالا کے علاوہ مضمون زیر بحث کے متعلق کچھ اور عرض کیا جاتا ہے - امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے مروی ہے - کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بتحقیق کہ خدا غضب فاطمہ سے غضبناک ہوتا ہے - اور رضا، فاطمہ سے راضی ہوتا ہے (مجالس الابرار ترجمہ اردو بحار الانوار جلد دہم - مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۶۷) - حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا - کہ خداوند عالم نے وحی کی اپنے پیغمبر پر کہ فاطمہ سے کہو کہ وہ نافرمانی علی کی نہ کریں - کیونکہ علی جب غیظ و غضب کرتے ہیں - تو میں ان کے غصہ سے غصہ کرتا ہوں (مجالس الابرار صفحہ ۱۵۵) - کتاب علل الشرائع میں حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے - کہ کہا اس نے - علی اور فاطمہ علیہما السلام کے درمیان کسی قسم کی گفتگو ہو گئی تھی - جب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ تشریف لائے - فرش بچھا دیا ان حضرت کے لئے - حضرت نے اس پر آرام فرمایا - جناب سیدہ علیہا السلام تشریف لائیں اور ایک طرف کو حضرت کے لیٹ رہیں - اور امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے - اور دوسری جانب حضرت کے لیٹ رہے - پس رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایک ہاتھ جناب امیر علیہ السلام کا لے کر اپنی ناف مبارک پر رکھا - اور جناب سیدہ علیہا السلام کا ہاتھ بھی لے کر اپنی ناف پر رکھا اور چپکے سے کوئی بات دونوں صاحبوں سے فرمائی - یہاں تک کہ دونوں صاحبوں میں اصلاح کرا دی - جب حضرت باہر تشریف لائے - لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لے گئے تھے رنجیدہ اور باہر تشریف لائے فرحناک - حضرت نے فرمایا کہ کیوں نہ شاد ہوں - حالانکہ میں نے اصلاح کی ہے دو شخصوں کے درمیان کہ جو محبوب ترین اہل زمین ہیں - اور کتاب مصباح الانوار میں حبیب سے مثل اسی روایت کے مروی ہے - اور کتاب علل الشرائع میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے - کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اور جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ عنہ بلاد حبشہ میں تھے - ایک کنیز ان کے لئے ہدیہ بھیجی گئی - کہ قیمت اس کی چار ہزار درہم تھی

Marfat.com

جب میں مدینہ میں آیا۔ تو جعفر طیار نے اسی کنیز کو اپنے بھائی امیر المومنین علیہ السلام کے واسطے ہدیہ بھیجا۔ اور اس کنیز نے خدمت ان جناب کی کی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کنیز کو خانہ جناب سیدہ علیہا السلام میں رکھا۔ ایک دن جناب سیدہ علیہا السلام جو گھر میں تشریف لائیں۔ ملاحظہ کیا کہ سر مبارک امیر المومنین علیہ السلام کا اس جا۔ یہ کی گود میں ہے۔ جب جناب سیدہ علیہا السلام نے یہ حال ملاحظہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ کہ یا علی کیا تم نے کوئی کام کیا۔ اس حضرت نے فرمایا۔ اے دختر رسول قسم خدا کی میں نے کوئی کام اس سے نہیں کیا۔ اب جو کہنا چاہتی ہو کہو۔ کہ میں اسے بجا لاؤں۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے فرمایا کہ میں چاہتی ہوں کہ مجھے رخصت دو کہ میں اپنے باپ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے مکان پر جاؤں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رخصت دی۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے برقع و پیراہن سر پر ڈالا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے مکان کی طرف متوجہ ہوئیں قبل اسکے کہ جناب سیدہ علیہا السلام اپنے پدر بزرگوار کے مکان پر پہنچیں۔ جبرئیل بحکم رب جلیل رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ خدا تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اس وقت فاطمہ تمہارے پاس شکایت علی کی لے کر آتی ہیں۔ ان سے علی کے باب میں کوئی امر قبول نہ کرنا۔ جب جناب سیدہ علیہا السلام داخل خانہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ ہوئیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ تم میرے پاس شکایت علی کی لے کے آئی ہو۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میں اسی لئے آئی ہوں۔ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ کہ واپس جاؤ علی کے پاس۔ اور کہو کہ میں رغم انف اپنے راضی ہوں۔ جس میں تمہاری رضا ہو۔ جناب سیدہ علیہا السلام یہ سن کر واپس آئیں خدمت امیر المومنین علیہ السلام میں۔ اور تین مرتبہ فرمایا۔ کہ میں رغم انف پہ اپنے راضی ہوں جس امر میں تمہاری رضا ہو۔ اے ابوالحسن۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے فاطمہ تم نے شکایت کی میرے حبیب اور دوست اور مددگار میرے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے لئے کیا شرمندگی اور رسوائی ہوئی مجھے رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ سے۔ میں خدا کو گواہ کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی جاریہ کو رضائے خدا کے لئے آزاد کیا۔ اور چار سو درہم کہ میرے پاس بچے ہیں۔ وہ میں تصدق دیتا ہوں فقرائے مدینہ پر۔ پس کپڑے اور نعلین پہن کر رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس تشریف لے چلے۔ دوبارہ جبرئیل نازل ہوئے خدمت رسالت مآب

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وآلہ میں اور کہنے لگے کہ خداوند عالم فرماتا ہے بعد سلام کے۔ کہ علی سے کہو کہ میں نے بہشت عطا کیا عوض میں جاریہ کے آزاد کرنے کے بسبب خوشنودی فاطمہ کے اور تم کو میں اختیار جہنم کا دیا بعوض تمہارے چار سو درہم تصدق کرنے کے۔ جسے چاہو تم داخل بہشت کرو میری رحمت سے اور جسے چاہو تم جہنم سے نکالو میرے عفو کے سبب سے۔ اس وقت امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں ہوں تقسیم کرنے والا بہشت اور دوزخ کا جانب خدا و رسول سے۔ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں مثل اس روائیت کے ابو ذر غفاری سے روائیت کی ہے۔ اور کتاب اشارۃ المصطفےٰ میں بھی مثل اس روائیت کے تھوڑے تغیر سے مذکور ہے۔ (مجالس الابرار صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۲)۔

اب ناظرین غور فرمائیں۔ کہ روائیت حبیب بن ثابت میں حضرت سیدہ اور امیر المومنین ایک دوسرے سے ناراض پائے جاتے ہیں۔ اور روائیت ابو ذر غفاری میں حضرت سیدہ حضرت مولیٰ مرتضےٰ پر خفا ہوتی ہیں۔ اور امیر المومنین کی جھوٹی شکائیت اپنے والد بزرگوار صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں ایک اور روائیت پہلے آچکی ہے جس میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ دربار ابو بکر سے گھر واپس آئیں۔ تو حضرت علی پر نہائیت خفا ہوئیں۔ اور ان سے ان غضب آمیز الفاظ میں خطاب فرمایا۔ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائباں در خانہ گریختہ و بعد از آنکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ۔ پسر ابو قحافہ معیشت فرزندانم را مے گیرد و تو از جائے خود حرکت نمے کنی الخ۔ ان روایات کا دیکھئے شیعہ کیا جواب دیتے ہیں

قال السید امداد امام۔

ہر انصاف پسند یہی سمجھتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ حضرت ابو بکر سے غیظ و غضب کے ساتھ کنارہ کش ہوئیں۔ اور تا دم آخر ان سے بیزار اور کنارہ کش رہیں حتے آنکہ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد چھ مہینے کے اندر نہائیت دلشکستگی کی حالت میں سفر آخرت اختیار کر گئیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۲۔

Marfat.com

اقول

حضرت سیدہ کی رضامندی بروایت فریقین پہلے آچکی ہے۔ اس سے قطع نظر امتداد غضب حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فھجرت ابا بکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت۔ ترجمہ۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ غصہ ہوئیں۔ اور ابو بکر کو چھوڑا۔ پس ابو بکر سے آپ کا ہجران ہمیشہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ انتہے۔ اس حدیث سے تادم آخر حضرت سیدہ کی بیزاری ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں ہجران تا زیست ثابت ہے۔ کیونکہ حتیٰ توفیت امتداد غضب کی غایت نہیں۔ بلکہ امتداد مہاجرت کی غایت ہے۔ اور ہجران سے مراد انقباض اور نفرت طلب صاحبت ہے نہ کہ ہجران محرم جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

قال السید امداد امام

واضح ہو کہ حضرت فاطمہ کی آزادگی آپ کے مخالفین کے نزدیک جو کچھ خوب و زن معلوم ہو۔ مگر راقم اس کو ایسا دہشت انگیز امر سمجھتا ہے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ فقیر آپ کی آزادگی کو خدا اور رسول کی آزادگی سمجھتا ہے۔ بلکہ خدا اور رسول کی آزادگی سے بھی اسے زیادہ ہونا جانتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت سیدہ خدا اور رسول دونوں کو پیاری ہیں۔ ایسی محبوب اور پاک ذات کی آزادگی معاذ اللہ عقبے میں کیا عالم پیدا کرسکتی ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔ (مصباح الظلم صفحہ ۲۳)۔

اقول

ہمارے نزدیک فدک کے بارے میں جو فیصلہ حضرت صدیق اکبر نے صادر فرمایا۔ وہی درست تھا۔ وہی ان پر واجب تھا۔ کیونکہ حدیث لانورث خود انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ اس لئے وہ نص قطعی اور واجب التعمیل تھی۔ اس کی خلاف ورزی خدا اور رسول کی آزادگی ظاہر تھی۔ اب خیال کیجئے ایک صورت میں خدا اور رسول کی آزادگی

Marfat.com

تھی۔ اور دوسری صورت میں حضرت فاطمہ کی آزردگی۔ دونوں میں سے جو ہوں تھی۔ وہ حضرت صدیق اکبر نے اختیار کی۔ فقیر جرأت نہیں کر سکتا کہ خدا و رسول کی آزردگی کے مقابلہ میں حضرت سیدہ کی آزردگی کو کچھ اہمیت دے۔ حضرت سیدہ معصومہ نہ تھیں۔ ہاں محفوظ تھیں۔ یہ انبیائے کرام ہی کی شان ہے۔ کہ معصوم تھے۔ اہل سنت و جماعت کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام ہر دو کا اسی طرح احترام بجا لاتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اطاعت خدا و رسول کو سب سے مقدم جانتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مواعید کو مدنظر رکھکر مشاجرات صحابہ کرام میں سکوت کو پسند فرماتے ہیں اگر مجبور ہوں جیسا کہ شیعہ کے جواب میں ہونا پڑتا ہے۔ تو ان کے لئے محامل نیک اور تاویلات حسنہ ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ وجہ یہ کہ صحابہ کرام سے جو کچھ وقوع میں آیا۔ وہ از روئے اجتہاد تھا۔ نہ کہ اغراض نفسانیہ اور مصالح دنیویہ کے لئے جیسا کہ بعض جہلا خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر ایک مصیب تھا۔ تو دوسرا گو مخطی مگر ماجور اور طعن سے کوسوں دور تھا۔ اہل سنت ایسے معاملات میں اس قسم کی تاویل سے بچتے ہیں۔ کہ جس سے ایک طرف کی تنقیص شان لازم آئے اسی واسطے حضرت سیدہ کی آزردگی کو تقاضائے بشریت یا تاویل لا ورثت پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے حضرت سیدہ کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں غضب سے کوئی نقص نہ آیا۔ اس کے برعکس شیعہ کو دیکھئے کہ صحابہ کرام کے حق میں باوجود تقیہ کیا کیا کہتے ہیں۔ اور اہل بیت کی طرف کیسے بے اصل اور بے سروپا امور منسوب کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کسی طرح آل محمدؐ کی خوشنودی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ کاش شیعہ اس پر غور کریں۔ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سب خدا و رسول کے پیارے ہیں۔ ان کی آزردگی معاذ اللہ عقبےٰ میں کیا عالم پیدا کر سکتی ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے۔

قال السید امداد امام

معاملہ فدک پر قانونی نظر

واضح ہو کہ یہ قصہ فدک کا اہل سنت اور اہل تشیع میں قصہ قرطاس کی طرح ایک بڑی نزاعی

Marfat.com

شکل رکھتا ہے۔ اہل فروست اس کے بارے میں اپنی رائے جس طرح چاہیں قائم کرلیں۔ مگر راقم کی یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ حضرت رسول کا نحن معشر الانبیاء الی آخرہ فرمانا کیا تھا جو توریت سے مخالفت رکھتا ہے۔ اور قرآن مجید سے بھی۔ قرآن میں تو حضرت سلیمان ؑ کا وارث داؤد ہونا صاف صاف طور پہ مذکور ہے۔ اسی طرح توریت کا بھی مضمون ہے۔ یہ اسباب ظاہرہ قول قول رسول نہیں ہوسکتا۔ اگر حضرت رسولؐ خاص اپنی نسبت ایسا فرماتے تو خیر ایک بات ہوتی۔ تمام انبیاء کی نسبت آپ کا ایسا فرمانا بالکل بے محل معلوم ہوتا ہے۔ اس قول کی نسبت علمائے امامیہ کہتے ہیں۔ کہ قول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ خلاف عربیت و مخل فصاحت ہے۔ پس یہ قول رسول اللہ کا قول نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ آپ افصح عرب تھے۔ اس اعتراض کے جواب میں قاضی شاذان خاموش نظر آتے ہیں۔ قاضی موصوف کے پاس اس کا جواب ہی کیا تھا۔ خاموش نہ رہ جاتے تو کیا کرتے۔ یہ ایک موضوع قول تھا۔ اس لئے کہ بخاری جلد ۵۔ صفحہ ۱۵۹ کی رو سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آن حضرت نے سلاح و بغلہ سفید و دلدل و زمین فدک ترکہ چھوڑا تھا۔ اسی طرح اور اشیاء کا ترکہ چھوڑنا کتاب اسعاف الراغبین صفحہ ۱۰ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب اشیاء متروکہ عدم ارث کا حکم نہیں رکھتی تھیں۔ اس لئے کہ واقعہ کربلا کے وقت چند چیزیں رسول اللہ صلعم کی مثلاً دستار آنحضرت صلعم جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس ارث کے طور پہ نہ بہ سبیل صدقہ موجود تھی۔ خیر۔ قصہ فدک کی بنا پر جو ایک فقہی اختلاف سنی اور شیعہ کے درمیان واقع ہوگیا ہے وہ یہ ہے کہ امر شہادت میں حضرات علمائے اہل سنت کے نزدیک شوہر کی شہادت اس کی زوجہ کی طرف سے یا باپ کی شہادت اس کے بیٹے کی جانب سے ناجائز قرار پاگئی ہے۔ (دیکھو شرح مواقف۔ نولکشوری پریس مقصد رابع از مرصد رابع۔ صفحہ ۳۵۷) اس کے برخلاف شیعوں کے علماء نے اس طرح کی شہادت کو قابل پذیرائی مانا ہے۔ ظاہرا اس امر میں زمانے کی قانونی ترقی کی طرف دار معلوم ہوتی ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ کہ کوئی ضرر نہیں۔ کہ شوہر یا باپ رشتہ مندی کی وجہ سے بہ حیثیت گواہ دروغ گوئی کا مرتکب ہو۔ جھوٹ گواہی ایک غیر رشتہ مند بھی اسی طرح دے سکتا ہے جس طرح شوہر یا باپ مجرد رشتہ دار ہونے سے ایسے اشخاص ناقابل گواہی کیونکر قرار دئے جا سکتے ہیں۔ قاضی کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ گواہ کس رنگ کا آدمی ہے۔ شوہر یا باپ ہونے سے ناقابل سماعت گواہ کسی کو قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔ فدک کے قصہ میں عدالت کو دیکھنا تھا۔ کہ علی کس ترکیب کے گواہ ہیں۔ علیؑ سے دروغ گوئی عمل میں آسکتی

Marfat.com

تھی یا نہیں۔ مجرد یہ امر کہ علیٰ مدعیہ کے شوہر تھے۔ اس لئے ان کی گواہی قابل وثوق نہیں ہوسکتی ہے یہ ایک امر ایسا ہے۔ جو قانونی کم حوصلگی سے خبر دیتا ہے۔ مصباح الظلم صفحہ ۲۵۔

اقول

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے وراثت انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بالکل درست ہے۔ انبیائے کرام دنیا میں اس لئے مبعوث نہ ہوئے۔ کہ مال جمع کر کے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ جائیں۔ اور اگر کوئی ایسا وارث نظر نہ آئے۔ تو بدیں خیال کہ عصبات ہمارے مال کے وارث ہو جائیں گے درگاہ الٰہی سے لڑکا طلب کریں جو ان کے بعد ان کے اندوختہ کا مالک ہو۔ جو شخص ان کی نسبت یہ گمان کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں شان نبوت کی تحقیر و توہین کرتا ہے۔ ان کو تو اللہ تعالےٰ نے اس واسطے بھیجا کہ احکام الٰہی کو بندگان خدا تک پہنچا دیں۔ اور خود ان احکام کو عملی جامہ پہنا کر امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنیں۔ ان کی نظروں میں مال دنیا کی ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ ان کو شب و روز یہی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ کہ لوگ شریعت الٰہی پر کاربند رہیں۔ اور وہ شریعت تبدل و تغیر سے محفوظ رہے۔ ان کی میراث اگر ہے تو یہی دین الٰہی ہے۔ اسی واسطے العلماء ورثۃ الانبیاء ارشاد ہوا ہے۔ پیغمبر چونکہ اعدائے دین سے امت کی حمایت اور امور امت کی اقامت اور ان کے مصالح کی رعایت میں بمنزلہ والد کے ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی ترکہ از قسم اموال دنیا رہ جائے۔ تو وہ وقف علی الامت سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس مسئلے کو بعون و نصرت الٰہی یہاں کسی قدر بسط و تفصیل سے لکھتے ہیں:۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث کے متعلق کنز العمال (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ جزء سادس۔ الفصل الرابع فیما یتعلق بمیراثہ صلے اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵) میں ہے

ان النبی لا یورث وانما میراثہ فی فقراء المسلمین والمساکین۔ (مسند امام احمد بروایت ابو بکرؓ)۔

النبی لا یورث (مسند ابو یعلی بروایت حذیفہؓ)۔

کل مال النبی صدقۃ الا ما اطعمہ اھلہ وکساھم انا لا نورث (ابو داؤد بروایت زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ)۔

Marfat.com

لا تقتسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم۔ ابوداؤد۔ بروایت ابوہریرہ رض)

لا نورث ما ترکنا ہ صدقة (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم۔ ابوداؤد وترمذی ونسائی۔ بروایت عمر وعثمان وسعد وطلحہ وزبیر وعبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہم)۔ (مسند امام احمد۔ بخاری ومسلم بروایت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا)۔ (مسلم وترمذی بروایت ابوہریرہ رض)

لا نورث ما ترکنا ہ صدقة وانما یاکل آل محمد فی هذا المال (مسند امام احمد بخاری ومسلم۔ ابوداؤد ونسائی بروایت ابوبکر رض)

لا نورث ما ترکنا ہ فهو صدقة وانما هذا المال لآل محمد لنائبتهم ولضیفهم فاذا مت فهو الی اولی الامر بعدی (ابوداؤد بروایت عائشہ رض)۔

روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ خبر زیر بحث کو حضرات صدیق اکبر وفاروق اعظم وذوالنورین وحذیفہ بن الیمان وعائشہ صدیقہ وابوہریرہ وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی الوقاص وطلحہ بن عبیداللہ وزبیر بن العوام رضی اللہ تعالےٰ عنہم روایت کرتے ہیں۔ بلکہ حضرت مولےٰ مرتضےٰ وعباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی۔ کیونکہ جب حضرت فاروق اعظم نے خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ تو دونوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ اجلہ صحابہ ہیں۔ ان میں سے آٹھ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن میں حضرت علی بھی ہیں۔ جن کو شیعہ معصوم مانتے ہیں۔ حضرت حذیفہ کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ماحدثکم حذیفة فصدقوہ (جو کچھ حذیفہ حدیث کریں تم اس کو سچ جانو)۔ حضرت عائشہ تو صدیقہ ہی ہیں حضرت عباس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ جن کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ العباس منی وانا منه (عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں)۔ اور نیز فرماتے ہیں من اذی عمی فقد آذانی (جس نے میرے چچا کو اذیت دی۔ اس نے بلاشبہ مجھے اذیت دی) ایسے اجلہ صحابہ کی روایت جس وقعت کی مستحق ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

(۲)۔ اگر اس خبر کے راوی فقط حضرت صدیق اکبر ہوتے۔ تو بھی ان کے حق میں اس کی قطعیت آیہ قرآنی کے برابر تھی۔ کیونکہ اسے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ خبر کی تقسیم متواتر وغیر متواتر ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے دوسروں کے واسطہ سے سنا ہو۔ مگر جس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحالت ایمان دیکھا اور ان سے بلاواسطہ سنا۔ اس کے حق

Marfat.com

میں وہ خبر متواتر بلکہ متواتر سے بھی بڑھکر ہے۔ اس قصے کے وقت صحابہ کرام جمع تھے کسی نے اس بارے میں اختلاف نہ کیا۔ بلاشبہ ایسی خبر آیہ مواریث کی مخصص بن سکتی ہے جس میں پہلے بھی بہت تخصیص ہو چکی ہے۔ مثلاً کافر کی اولاد وارث نہیں۔ غلام وارث نہیں۔ قاتل وارث نہیں

(۳)۔ اصول کافی (کتاب فرض العلم۔ باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء صفحہ ۱۷ میں ہے عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشئ منھا فقد اخذ حظا وافرا الخ

ترجمہ۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ علماء پیغمبروں کے وارث ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں نے میراث میں نہیں چھوڑا کوئی درہم نہ دینار سوائے اس کے نہیں کہ انہوں نے میراث میں اپنی احادیث میں سے کچھ احادیث چھوڑی ہیں۔ پس جس شخص نے ان میں سے کسی چیز کو لیا۔ اس نے میراث کا حصہ کامل لیا۔ انتہے۔ اس روایت میں کلمہ انما حصر کے لئے ہے۔ پس شیعہ کے امام معصوم کے قول سے ثابت ہو گیا۔ کہ پیغمبروں نے کسی کے لئے کوئی چیز سوائے علم و احادیث کے میراث میں نہیں چھوڑی۔

(۴) لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو خلاف عربیت و مخل فصاحت بتانا سراسر نادانی ہے ما ترکناہ صدقۃ بطور استیناف لا نورث کی علت ہے۔ ما ترکناہ مبتدا ہے۔ اور صدقۃ بالرفع خبر ہے۔ دوسری روایت ما ترکناہ فھو صدقۃ اس مطلب کو بالکل واضح کر رہی ہے۔ حدیث کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ صدقہ و وقف ہے۔ پس یہ قول رسول خدا نہ خلاف عربیت ہے۔ نہ مخل فصاحت ہے۔ ہاں اگر کسی کے دماغ میں خلل ہو۔ وہ اور بات ہے۔ انبیاء کرام کے مال میں جو میراث جاری نہیں اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ لوگ گمان نہ کریں کہ انبیاء اپنے وارثوں کے لئے مال جمع کرتے آئے تھے۔

(۵)۔ خبر زیر بحث کو موضوع ثابت کرنے کے لئے مصنف نے جس حدیث بخاری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ عن عمرو بن الحارث اخی جویریۃ قال ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ دینارا ولا درھما ولا عبدا ولا امۃ ولا شیئا الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا جعلھا صدقۃ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ۔ باب درمتممات ولواحق باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ترجمہ۔ عمرو بن حارث برادر جویریہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کوئی اور شئے مگر اپنی سفید خچر (دلدل) اور اپنا ساز جنگ اور زمین (مال بنی نضیر و فدک وغیرہ) جسے آپ نے

Marfat.com

صدقہ بنا دیا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ انتہٰے۔ اس حدیث میں یہ صاف مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ترکہ صدقہ وقف تھا۔ اہلسنت وجماعت کی کسی معتبر روایت میں مذکور نہیں کہ یہ اشیاء ارث کا حکم رکھتی تھیں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر حضرت زہرا کو ترکہ سے محروم رکھتے۔ کیونکہ بنا بریں تقدیر ازواج مطہرات کو بھی ترکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے حصہ پہنچتا تھا۔ جن میں خود ان کی صاحبزادی عائشہ صدیقہ بھی تھیں۔ اور قریباً نصف حصہ میراث حضرت عباس کو ملتا جو ابتدائے خلافت سے حضرت ابوبکرؓ کے رفیق ومشیر تھے۔ اگر حضرت فاطمہؑ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر کو عداوت تھی۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ تو حضرات ازواج مطہرات وعباس کے ساتھ کیا خصومت تھی کہ ان کو محروم الارث کر دیا۔ لہٰذا ظاہر ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے عداوت وبغض کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ محض اس واسطے کہ آپ نے نص زیر بحث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ اس نص کو پیش کر کے آپ نے ساتھ ہی فرما دیا۔ کہ خدا کی قسم قرابت رسول اللہ کے حق کی نگہداشت مجھے اپنی قرابت سے محبوب تر ہے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا کس قدر پاس تھا مگر اس نص کی موجودگی میں معذور تھے۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۷۷ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بعضے علمائے شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اگر متروکہ پیغمبر میں میراث جاری نہیں۔ تو شمشیر وزرہ اور بغلہ سپید یعنے دلدل وغیرہ کس واسطے حضرت امیرؑ کو دیے گئے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ دینا خود دلیل ہے۔ اس امر کی کہ متروکہ پیغمبر میں میراث جاری نہیں۔ کیونکہ حضرت امیرؑ کو کسی وجہ سے میراث پیغمبر علیہ السلام نہ پہنچتی تھی)۔ اگر وارث ہوتے تو حضرت زہرا وازواج مطہرات وعباس ہوتے۔ پس حضرت امیر علیہ السلام کو دینا اسی واسطے تھا کہ متروکہ پیغمبرؐ تمام مسلمانوں پر وقف کا حکم رکھتا ہے۔ خلیفہ وقت جس کو چاہے۔ کوئی چیز عطا کرے۔ خلیفہ اول نے حضرت امیرؑ کو ان اشیاء کے لائق بلکہ الیق سمجھ کر عطا کر دیں۔ متروکہ پیغمبرؐ میں سے بعض چیزیں حضرت زبیر بن العوام کو بھی ملی ہیں۔ جو جناب پیغمبر علیہ السلام کے پھوپھی زاد ے تھے۔ اسی طرح محمد بن مسلمہ

---

[1] اصول کافی (باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ ومتاعہ صفحہ ۱۴۳) میں ہے۔ عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال ان ابی ترک رسول اللہ من المتاع سیفا ودرعا وعنزۃ ورحلا وبغلتہ الشہباء فورث ذلک کلہ علی بن ابی طالب۔ ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ رسول اللہ نے متاع میں سے چھوڑے ایک تلوار اور ایک زرہ اور ایک چھوٹا نیزہ اور ایک زین اور اپنی سپید بغلہ۔ پس علی بن ابی طالب نے یہ سب میراث میں لئے۔ انتہٰے۔

Marfat.com

انصاری کو بھی بعض چیزیں دی گئیں۔ پس یہ تقسیم عدم توریث کی صریح دلیل ہے۔ اس کو معرض سے
میں لانا اہلسنت کے حق میں ایک اور دلیل زیادہ کر دینا ہے۔ ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد انتہے۔

مصنف کا یہ قول کہ حدیث لا نورث آیہ قرآنی وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ (سورہ نمل۔ ع ۲) کے مخالف ہے غلط ہے۔ بلکہ اس آیت کے موافق ہے۔ کیونکہ اس آیت میں وراثت علم و نبوت مراد ہے چنانچہ اصول کافی میں ہے۔

(۱) محمد بن یحییٰ عن سلمۃ بن الخطاب عن عبد اللہ بن محمد عن عبد اللہ بن القسم عن ذرعۃ بن محمد عن المفضل بن عمر قال قال ابو عبد اللہ ان سلیمان ورث داؤد و ان محمد اورث سلیمان و انا ورثنا محمد اوان عندنا علم التورٰیۃ والانجیل والزبور وتبیان ما فی الالواح قال قلت ان ھذا لھو العلم قال لیس ھذا ھو العلم ان العلم الذی یحدث یوما بعد یوم وساعۃ بعد ساعۃ (اصول کافی۔ کتاب الحجہ۔ باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلہم صفحہ ۱۳۷)۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد)۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ اور محمد سلیمان کے وارث ہوئے۔ اور ہم محمد کے وارث ہوئے اور ہمارے پاس ہے علم توریت و انجیل و زبور کا اور بیان واضح الواح موسےٰ میں تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے کہا۔ بے شک یہی علم ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہی علم نہیں علم وہ ہے جو روز بروز ساعت بساعت حادث ہوتا ہے۔ انتہے۔ شیعہ کا علامہ ملا خلیل قزوینی اس روایت کی شرح یوں کرتا ہے۔ گفت امام جعفر صادق علیہ السلام بدرستیکہ سلیمان بمیراث گرفت علم را از داؤد چنانچہ اللہ تعالےٰ گفتہ در سورہ نمل کہ وورث سلیمٰن داؤد۔ و بدرستیکہ محمد بمیراث برد علم را از سلیمان و بدرستیکہ ما اہل بیت محمد بمیراث بردیم علم را از محمد و بدرستیکہ نزد ماست علم توریت موسےٰ و علم انجیل و علم زبور و علم نسخہ کہ بیان واضح الواح موسےٰ است باین معنے کہ ہر چہ از شکستن بعض الواح خواند یا از بالا رفتن بعض الواح مجہول باشد از ان نسخہ تشخیص یا بد چنانچہ در سورہ اعراف گفتہ۔ وفی نسختہا ھدی ورحمۃ۔ راوی گفت گفتم بدرستیکہ ہر آئنہ اینست

؎ اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے۔ اور بولے لے لوگو ہم سکھلائے گئے ہیں بولی اڑتے جانوروں کی اور دئے گئے ہیں ہر چیز سے۔ بے شک یہی ظاہر ہے فضیلت ۱۲

Marfat.com

(بس علم عظیم باین معنے کہ منحصر است علم عظیم دریں۔ گفت نیست این وبس علم عظیم۔ بدرستیکہ علم عظیم آنست کہ حادث مے شود باستنباط و فکر روز بروز و ساعت بساعت۔ مراد اینست کہ این قسم علوم نیز داخل علم عظیم ماست پس منحصر در سابق نیست (صافی شرح اصول کافی)۔

(۲)۔ احمد بن ادریس عن محمد بن عبد الجبار عن صفوان بن یحیی عن شعیب الحداد عن ضریس الکناسی قال کنت عند ابی عبد اللہؑ و عندہ ابو بصیر فقال ابو عبد اللہؑ ان داؤد ورث علم الانبیاء وان سلیمان ورث داؤد وان محمدا ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا وان عندنا صحف ابراهیم والواح موسےٰ فقال ابو بصیر ان هذا لهو العلم فقال یا ابا محمد لیس هذا هو العلم انما العلم ما یحدث باللیل والنهار یوما بیوم وساعة بساعة (اصول کافی۔ کتاب الحجۃ صفحہ ۱۳۷) ترجمہ (بحذف اسناد) ضریس کناسی کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں تھا اور آپ کے پاس ابو بصیر تھا۔ امام نے فرمایا کہ داؤد نبیوں کے علم کے وارث ہوئے اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ اور محمد سلیمان کے وارث ہوئے اور ہم محمد کے وارث ہوئے۔ اور ہمارے پاس صحف ابراہیم اور الواح موسےٰ ہیں۔ ابو بصیر بولا کہ بے شک یہی علم عظیم ہے۔ امام نے فرمایا کہ اے ابو محمد یہی علم عظیم نہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ علم عظیم وہ ہے جو رات دن اور ساعت بساعت حادث ہوتا ہے۔ انتہے

مذکورہ بالا ہر دو روایت سے ظاہر ہے کہ آیت میں وراثت سے مراد وراثت علم و نبوت ہے نہ کہ وراثت مال و متروکہ۔ اور قرینہ عقلیہ بھی قول معصوم کے مطابق اسی وراثت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس لڑکے تھے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر) جو سب آپ کے وارث تھے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے حضرت سلیمان کے اختصاص و امتیاز کے مقام میں یہ عبارت فرمائی۔ جو وراثت ان سے مختص ہو اور دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہو سکیں وہ یہی وراثت علم و نبوت ہے۔ کیونکہ دوسرے بھائیوں کو یہ چیزیں حاصل نہ تھیں۔ نیز ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک بیٹا اپنے باپ کی میراث لیتا ہے۔ اور اس کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ ایسی وراثت کی خبر دینا لغو محض ہے۔ اور کلام الٰہی لغو سے پاک ہے۔ جس چیز میں تمام جہان شریک ہے۔ اس میں حضرت سلیمان کو شریک بیان کرنے میں کونسی بزرگی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فضائل و مناقب کے بیان میں اس وراثت عامہ کا ذکر کرے۔ نیز کلام آئندہ صریح ناطق ہے۔ کہ اس وراثت سے مراد وراثت علم ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وقال یا ایها الناس علمنا منطق الطیر (اور بولے اے لوگو

Marfat.com

ہمیں اڑتے جانوروں کی بولی سکھائی گئی)۔

مصنف کا یہ قول کہ خبر زیر بحث تورات سے مخالفت رکھتی ہے۔ اس کی نادانی پر دال ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام جن کی اولاد میں نبوت چلی ان کی نسبت تورات موجودہ میں یوں ہے۔ پھر خداوند نے ہارون کو فرمایا۔ تو ان کی زمین میں سے میراث نہ لینا اور تیرے لئے ان کے درمیان حصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں تیرا حصہ اور تیری میراث میں ہوں۔ دیکھ میں نے سارے دسویں حصے جو بنی اسرائیل نکالیں بنی لاوی کو میراث دئے۔ یہ اس خدمت کا جو کہ وے کرتے ہیں یعنے جماعت کے خیمے کی خدمت کا بدلا ہے۔ اور آگے کو بنی اسرائیل جماعت کے خیمے کے نزدیک ہرگز نہ آویں۔ نہ ہو کہ وے گنہگار ہوں اور مرجاویں۔ بلکہ بنی لاوی جماعت کے خیمے کی خدمت کریں۔ وے ان کے گناہ اٹھانے والے ہوں گے۔ تمہارے قرنوں میں یہ ہمیشہ کے لئے قانون ہوگا۔ کہ تم بنی اسرائیل کے درمیان میراث نہ پاؤ گے (گنتی۔ باب ۱۸۔ آیات ۲۰ تا ۲۴)۔ اسی طرح کتاب استثنا باب ۱۸ کی پہلی دو آیتوں میں ہے۔ کاہنوں اور لاویوں کا بلکہ سارے فرقے لاوی کا حصہ اور میراث اسرائیل کے درمیان نہ ہوگا۔ وے تو خداوند کی قربانیاں جو آگ سے گزرانی جائیں۔ اور اسی کی میراث کھائیں گے۔ پس ان کی میراث ان کے بھائیوں کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ خداوند ہی ان کی میراث ہے۔ جیسا اس نے انہیں فرمایا تھا۔ انتہے۔

علمائے شیعہ اس مقام پر ایک اور روایت بھی پیش کیا کرتے ہیں۔ جس میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۗ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝ (سورہ مریم۔ ع ۱)۔ ترجمہ۔ اور میں ڈرتا ہوں پیچھے بھائیوں سے اپنے پیچھے۔ اور عورت میری بانجھ ہے۔ سو بخش مجھ کو اپنے پاس سے ایک ولی جو وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا۔ اور کر دے اس کو اے میرے رب رضی و پسندیدہ۔ انتہے۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت میں بھی وراثت سے مراد قطعاً وراثت علم و نبوت ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل احیاء و اموات کے مال کے وارث ہوں۔ اور یہ ظاہر البطلان ہے۔ نیز حضرت زکریا علیہ السلام نے دو لفظ فرمائے۔ ایک وَلِیًّا دوسرا یَّرِثُنِیْ۔ یعنے آپ نے بارگاہ الٰہی سے ایک ولی طلب کیا۔ جو صفت وراثت سے موصوف ہو پس اگر اس وراثت سے مراد خاص وراثت علمی نہ ہو۔ تو یہ صفت محض لغو ٹھیرتی ہے۔ اور اس

Marfat.com

کے ذکر میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ بیٹا تمام شریعتوں میں باپ کا وارث ہؤا کرتا ہے۔ اور لفظ ولی سے بے تکلف وراثت مال سمجھی جاتی ہے۔ نیز یہ محال عادی ہے کہ حضرت زکریا جو زہد و بے تعلقی میں معروف ہیں۔ وراثت مال سے ڈر کر بارگاہ الٰہی میں ایسے ولد کی درخواست کریں جو آپ کے عصبات کو محروم الارث کر دے۔ ایسا تو وہی کرتا ہے جو کمال درجے کا حریص دنیا ہو۔ نیز اگر حضرت زکریا کو ڈر تھا کہ میرے چچیرے بھائی میرے مال کو بے جا خرچ کریں گے۔ تو یہ ڈر کا مقام نہ تھا۔ کیونکہ جب انسان مرجاتا ہے۔ اس کے مال کا خرچ کرنا اس کے وارثوں کے ذمہ ہوتا ہے خواہ بجا کریں یا بیجا۔ مردہ کو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ علاوہ ازیں اس خوف کو بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا علاج تو خود ان کے ہاتھ میں تھا کہ اپنی وفات سے پہلے تمام مال کو خیرات و تصدق کر دیتے۔ ان کو موت ناگہانی کا خوف بھی نہ تھا۔ کیونکہ انبیاء کو ان کی موت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور موت و حیات کا اختیار دیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہاں وراثت منصب مراد ہے۔ حضرت زکریا کا خیال تھا کہ مبادا اشرار بنی اسرائیل میرے بعد منصب نبوت پر مستولی ہو کر احکام الٰہی کی تحریف اور شرائع ربانی کو تبدیل کر دیں۔ اور میرے علم کی محافظت نہ کریں اور اس پر عمل بجا نہ لائیں۔ اور فساد عظیم کا موجب ہوں۔ اس لئے انہوں نے جناب الٰہی سے ایک ولد طلب کیا۔ اس طلب ولد سے ان کا مقصد اجراء احکام الٰہی اور ترویج شریعت اور اپنے خاندان میں بقائے نبوت تھا۔ جو موجب تضاعف اجر ہو۔ انتہٰی۔

اگرچہ شاہ صاحب نے خفت الموالی کا مطلب صاف بیان فرما دیا ہے۔ مگر شیعہ کا مجتہد سید محمد آنکھیں بند کر کے آپ کے جواب میں یوں لکھتا ہے۔ اگر مراد وراثت نبوت و علم بود خوف از بنی اعمام معنے نداشت و آن حضرت اعلم و اعرف بمعارف ربانیہ بود پس چگونہ [illegible] کہ حق تعالےٰ میراث نبوت را بکسے دہد کہ او اہلیت رسالت و نبوت نداشتہ باشد یا آنکہ علم و حکمت را بکسے عطا فرماید کہ قابلیت و لیاقت آن نداشتہ باشد (طعن الرماح مطبوعہ سلطان المطابع صفحہ ۱۱۷) یعنے اگر وراثت نبوت و علم مراد ہوتی۔ تو بنی اعمام [illegible] اور حضرت زکریا اعلم و اعرف بمعارف ربانیہ تھے۔ پس آپ کس طرح ڈرتے تھے کہ حق تعالےٰ میراث نبوت ایسے شخص کو دے جو رسالت و نبوت کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ یا علم و حکمت ایسے شخص کو عطا فرمائے جو اس کی قابلیت و لیاقت نہ رکھتا ہو۔ انتہٰی۔ اس کے جواب میں بوجوہ ذیل گزارش ہے:۔

Marfat.com

اوّلاً۔ حضرت زکریا کے موالی جو اشرار بنی اسرائیل تھے ان سے حضرت کو یہ ڈر تھا۔ کہ کہیں میرے قائم مقام بن کر دین کو تحریف کر دیں۔ اس واسطے بارگاہ الٰہی سے ولد طلب کیا جو صلاحیت نبوت رکھتا ہو۔ آپ کو یہ ڈر نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کہ خدا تعالےٰ میرے بعد کسی نالائق کو نبی بنا دے

ثانیاً۔ سید محمد جو یہاں وراثت مال مراد لیتا ہے۔ اس کا بطلان خود قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ بدیں طور کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریا کو ایسا ولد عطا نہ کیا جو صاحب اولاد ہو کہ جس سے وراثت مال کا سلسلہ جاری رہے۔ بلکہ آپ کو ایسا فرزند عطا کیا جو عورتوں کے پاس نہ جاتا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ع ۴)۔ ترجمہ پس اس کو فرشتوں نے آواز دی اور وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھتا تھا۔ کہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ (عیسےٰ) کی گواہی دینے والا اور سردار اور عورتوں سے بے رغبت اور نیکوں میں سے نبی ہو گا۔ انتہےٰ۔ پس ظاہر ہوا کہ حضرت زکریا نے ایسا ولد طلب کیا تھا۔ جو صلاحیت نبوت رکھتا ہو نہ کہ ایسا ولد جو وارث مال ہو۔

ثالثاً۔ حضرت زکریا علیہ السلام ابیا کی نسل سے تھے (لوقا۔ باب۔ آیہ ۵) اور ابیا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ (۱ تواریخ۔ باب ۲۴۔ آیہ ۱۰ نحمیاہ باب ۱۲۔ آیہ ۴ و ۷) اور یہ پہلے آچکا ہے کہ حضرت ہارون کے خاندان میں وراثت مال کا سلسلہ جاری نہ تھا۔ لہٰذا حضرت زکریا کو وراثت مال کا تو خوف ہی نہ تھا۔ اگر اس خاندان میں ایسا سلسلہ جاری بھی ہوتا۔ تو بھی حضرت زکریا کو وراثت مال کا خوف نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مردے کے وارث اگر مال متروکہ کو بیجا صرف کریں۔ تو مردے پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ علاوہ ازیں اس صورت میں اس کا علاج خود حضرت زکریا کے ہاتھ میں تھا۔ کہ تمام مال کو خیرات و تصدق کر دیتے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لامحالہ آیہ زیر بحث میں وراثت علم و نبوت ہی مراد ہے لوقا کی آیہ مذکورۃ الصدر یوں ہے۔ یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے دنوں میں ابیا کے فریق میں سے زکریا نامی ایک کاہن تھا۔ اس کی جورو ہارون کی بیٹیوں میں سے تھی۔ اور اس کا نام الیصابات تھا۔ عربی ترجمہ میں یوں ہے۔ کان فی ایام ھیرودس ملک الیھودیۃ کاھنا اسمہ زکریا من فرقۃ ابیا وامرأتہ من بنات ھرون واسمھا الیصابات۔ انتہےٰ۔ اس آیہ کی تفسیر میں پادری اسکاٹ صاحب یوں لکھتا ہے۔ جب کاہنوں کا شمار یہاں تک بڑھ گیا کہ

Marfat.com

سب ایک ہی وقت ہیکل میں خدمت نہیں کر سکتے تھے۔ تب داؤدؑ نے انہیں چوبیس جماعتوں میں
انٹ دیا۔ کہ اپنی اپنی باری پر ایک ایک جماعت ہفتہ ہفتہ خدمت کرے۔ (راتو اریخ باب ۲۴)
ان میں سے ابیّا کے باری دار آٹھویں جماعت کے لوگ تھے۔ سردار کاہن کے سوا باقی کاہنوں
کو اجازت تھی کہ دوسرے فرقوں میں شادی کریں۔ مگر زکریّا نے اپنے ہی فرقہ میں شادی کی
تھی۔ کہانت کے سبب ہارون کی نسل بہت عزت دار تھی۔ اور یہ بیان اس واسطے یہاں
ہوا ہوگا۔ تاکہ ظاہر ہو کہ یوحنا کا تولد بہت عزت دار گھرانے میں ہوا۔ وہ خاص ہارون کی نسل
سے تھا (انجیل لوقا و یوحنا کی تفسیر مطبوعہ الہ آباد ۱۸۷۱ء صفحہ ۷)۔

مرابعًا شیعہ کی بڑی معتبر تفسیر صافی میں ہے۔ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ بعد
موتی ان لا یحسنوا خلافتی علی امتی ویبدّلوا علیهم دینهم وقرئ بالقصر وفتح الیاء فی
المجمع عن الباقر هم العمومة وبنوا العم والقمی یقول خفت الورثة من بعدی وفی الجوامع
قرء السجاد والباقر خفت بفتح الخاء وتشدید الفاء وکسر التاء ای قلّوا وعجزوا من اقامة
الدین بعدی۔ ترجمہ۔ اور میں ڈرتا ہوں موالی سے اپنے پیچھے اپنی موت کے بعد کہ وہ میری
امت پر میرے اچھے خلیفہ نہ ہوں گے اور ان پر ان کے دین کو بدل دیں گے۔ اور وراءی کو قصر
(بدون ہمزہ) اور فتح یاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ مجمع میں امام باقرؑ سے روایت ہے۔ کہ موالی سے
مراد چچے اور چچوں کی اولاد ہے۔ اور قمی کہتا ہے کہ معنے یہ ہیں۔ کہ میں اپنے پیچھے وارثوں سے ڈرتا
ہوں۔ اور جوامع میں ہے۔ کہ امام سجاد و باقر علیہما السلام نے بجائے خِفْتُ کے خُفِّتُ پڑھا ہے۔
یعنے ..... میرے بعد میرے موالی کم ہو جائیں گے۔ اور دین کے قائم رکھنے سے عاجز
آجائیں گے۔ انتہٰی۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے۔ کہ صاحب تفسیر صافی کے علاوہ شیعہ کے دو
معصوم امام بھی ہمارے ہی مؤید ہیں۔

ملا فتح اللہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ جمیع اصحاب ما باین استدلال
کردہ اند بر آنکہ انبیا مال را بمیراث گرفتہ اند نہ آنکہ ما یعرف خود را صدقہ مے کردہ اند۔ زیرا کہ میراث
بوارث مذکور مال است نہ علم و نبوت۔ چہ لفظ میراث را در لغت و شریعت اطلاق نمے کنند مگر بآنچہ
منتقل کردہ مے شود از مورث بوارث از اموال و در غیر اموال استعمال نمے کنند مگر بطریق مجاز و
از حقیقت بمجاز نقل کردن خلاف اصل است و بدون دلیل غیر جائز و دیگر آنکہ زکریا بعد ازین فرمود
فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یعنے بگردان فرزند مرا اے پروردگار من شایستہ و پسندیدہ کہ از قول و عمل

Marfat.com

اور راضی باشی و ہمیشہ مطیع و فرماں بردار تو باشد پس اگر مراد از ارث نبوت باشد۔ چناں کہ
مے گوید ذکر این بعد ازاں بے معنے بود و لغو و عبث باشد ہمچنانکہ نیکو نیست کہ کسے گوید بارخدا
پیغمبرے بما فرست و او را عاقل و مرضی خود گردان زیرا کہ ہر گاہ شخصے منصب نبوت داشتہ باشد
البتہ متصف خواہد بود بہ رضائے خدا تعالیٰ و آنچہ اعظم ازانست مؤید اینست کہ زکریا تصریح فرمودہ باشد
مے ترسم از بنی اعمام خود بعد از فوت خود پس طلب وارث بجہت خوف او بودہ باشد از بنی اعمام
و این خوف معقول نیست مگر بحال نہ نبوت زیرا کہ زکریا اعلم ازان بود بآنکہ او سبحانہ نبوت و علم کسبی
دہد کہ از اہل او نبود۔ پس این کہ مخالف از پیغمبرؑ نقل کردہ ... کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث
ما ترکنا ہ صدقۃ۔ محض افترا باشد و عین عناد و طغیان و لہٰذا سیدۃ النساء تکذیب این
سخن کردہ و در نزد آن استشہاد فرمود بآیہ یرثنی و یرث من آل یعقوب۔ حاصل کہ زکریا بجہت
خوف آنکہ مبادا میراث او بہ بنی اعمام منتقل شود و آن را در فسق و فجور صرف کنند و موجب دیاد
.... فسق و معصیت ایشان از حق تعالےٰ طلب فرزند صالح کرد کہ مرضی او سبحانہ باشد و مامور
امراو۔ انتہےٰ۔ ترجمہ ہمارے تمام اصحاب نے اس آیت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ اس
امر پر کہ انبیاءؑ نے میراث میں مال لیا ہے۔ نہ یہ کہ اپنے ترکہ کو صدقہ کر دیا ہے۔ کیونکہ میراث بارث
مذکور مال ہے۔ نہ کہ علم و نبوت۔ اس لئے کہ لغت و شریعت میں لفظ میراث کا اطلاق فقط ان
اموال پر ہوتا ہے جو مورث سے وارث کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ غیر اموال میں اس لفظ کو
صرف بطریق مجاز استعمال کرتے ہیں۔ اور حقیقت سے مجاز کی طرف نقل کرنا خلاف اصل ہے
اور بغیر دلیل کے جائز نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ زکریا نے اس کے بعد فرمایا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا
یعنے اے میرے پروردگار میرے بیٹے کو شائستہ و پسندیدہ بنا کہ تو اس کے قول و فعل سے
راضی ہووے۔ اور وہ ہمیشہ تیرا مطیع و فرماں بردار رہے۔ پس اگر ارث سے مراد نبوت ہوتی جیسا
کہ مخالف کہتا ہے۔ تو یہ ثنی کے بعد رضی کا ذکر بے معنے اور لغو و عبث ہوتا۔ جیسا کہ یہ اچھا نہیں
کہ کوئی کہے۔ بار خدایا تو ہمارے واسطے ایک پیغمبر بھیج۔ اور اس کو عاقل اور اپنا پسندیدہ بنا
کیونکہ جب ایک شخص کو منصب نبوت حاصل ہو۔ تو وہ البتہ رضائے خدا تعالےٰ سے اور رضا
سے جو بڑھکر ہے اس سے متصف ہوگا۔ اس کا مؤید ہے زکریا کا قول صریح کہ میں مرنے کے
بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ پس وارث کا طلب کرنا بنی اعمام کے خوف سے ہوگا۔ اور یہ
خوف معقول نہیں مگر حال پر نہ کہ نبوت پر۔ کیونکہ یہ تو حضرت زکریا کی عقل میں نہ آسکتا تھا۔ کہ اللہ

Marfat.com

سبحانہ علم و نبوت ایسے شخص کو دے جو اس کا اہل نہ ہو۔ پس یہ جو مخالف نے پیغمبرؐ سے نقل
یا ہے۔ کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ۔ محض افترا اور عین عناد و طغیان
ہے۔ اسی واسطے سیدۃ النساء نے اس قول کی تکذیب کی اور آیہ یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ
یَعْقُوْبَ سے استشہاد کیا۔ حاصل یہ کہ زکریا نے اس خوف سے کہ مبادا میری میراث میرے بنی
اعمام کی طرف منتقل ہو جائے۔ اور وہ اس کو فسق و فجور میں صرف کریں۔ اور وہ ان کے فسق و معصیت
کی زیادتی کا موجب ہو حق تعالےٰ سے فرزند صالح طلب کیا جو پسندیدۂ خدا اور اس کے امر کا مطیع
ہو۔ انتہےٰ۔ اس کے جواب میں گذارش ہے :۔

اَوَّلًا۔ ملا کاشانی کا یہ قول کہ انبیا نے میراث میں مال لیا ہے مجرد دعوےٰ ہے جس کا
کوئی ثبوت نہیں۔ اور انبیا تو درکنار وہ اتنا بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت زکریا نے میراث میں
کوئی مال لیا۔ حضرت یحییٰ کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔ (اور ہم نے دیا
یحییٰ کو حکم بچپن میں) اس کے تحت میں تفسیر صافی میں ہے۔ فی الکافی عن الباقرؑ مات زکریا
وورثہ ابنہ یحییٰ الکتاب والحکمۃ وھو صبی صغیر ثم تلا ھذہ الآیۃ۔ ترجمہ۔ کافی میں امام محمد
باقرؑ سے روایت ہے۔ کہ حضرت زکریا نے وفات پائی۔ تو ان کے صاحبزادے یحییٰ نے وراثت
میں کتاب و حکمت پائی۔ حالانکہ وہ چھوٹے بچے تھے۔ پھر امام نے یہ آیت پڑھی۔ انتہےٰ۔ پس
قول معصوم سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت زکریا کا ترکہ کتاب و حکمت ہی تھا جو ان کے بیٹے حضرت
یحییٰ نے وراثت میں لیا۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر شیعہ کہیں کہ لفظ وراثت علم میں
مجاز اور مال میں حقیقت ہے۔ لہٰذا حقیقت سے مجاز کی طرف اس لفظ کا نقل کرنا بغیر ضرورت کے
جائز نہیں۔ ہم اس کا جواب یوں دیں گے۔ کہ یہاں ضرورت یہ ہے کہ قول معصوم تکذیب سے محفوظ
رہے۔ اور نیز ہم تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ وراثت مال میں حقیقت ہے۔ بلکہ منقولات عرفیہ کی مانند
غلبہ استعمال سے عرف فقہا میں اس میں تخصیص آ گئی ہے۔ درحقیقت اس کا اطلاق وراثت علم پر
منصب سب پر صحیح ہے۔ بصورت تسلیم یہ مجاز متعارف و مشہور ہے۔ خصوصاً استعمال قرآن میں
یہاں تک کہ حقیقت کی برابری کا دم بھرتا ہے۔ ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا
فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم خلف ورثوا الکتٰب۔ ترجمہ۔ پھر ہم نے کتاب کے وارث بنائے وہ لوگ
جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔ پس ان کے بعد ناخلف ان کے جانشین ہوئے
جو کتاب کے وارث ہوئے انتہےٰ۔ قول معصوم سے شاہ صاحب کی مراد قول امام جعفر صادقؑ ہے۔

Marfat.com

جو روایت کلینی میں پہلے مذکور ہو چکا ہے شیعہ کے سید سند علامہ فہامہ فاقد الاقران زبدۃ الاعیان العامل الکامل المعتمد علیہ الانام سمی رسول اللہ الجلیل مولانا ومقتدانا ملا خلیل بن الغازی القزوینی نے اس روایت کے ترجمہ میں بتا دیا ہے۔ کہ امام کی مراد وراثت علم ہے اور یہ روایت تفسیر آیۂ وراثت سلیمان داؤد ہے۔ یہ بھی پہلے آچکا ہے۔ کہ آیہ والی خفت الموالی میں حسب قرارت دو معصوم وراثت علم و نبوت ہی مراد ہے۔ اور تورات سے بھی ہمارا ہی مدعا ثابت ہے۔

ثانیاً۔ ملا کاشانی نے دوسری دلیل اپنے مدعا پر یہ بیان کی ہے۔ کہ اگر آیہ والی خفت الموالی میں وراثت نبوت مراد ہے۔ تو حضرت زکریا کی دعا کا ماحصل یہ ہوگا کہ بار خدایا مجھے ولد نبی عطا فرما اور اسے اپنا پسندیدہ بنا۔ حالانکہ نبی جو ہوگا۔ وہ پسندیدہ ہی ہوگا۔ لہٰذا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا لغو و عبث ٹھیرا۔ اور قرآن لغو سے پاک ہے۔ پس آیت میں وراثت نبوت مراد نہیں ہو سکتی۔ امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ واعلموا انهم ذكروا فى تفسير الرضى وجوها (احدها) ان المراد واجعله رضيا من الانبياء وذلك لان كلهم مرضيون فالرضى منهم مفضل على جملتهم فائق لهم فى كثير من امورهم فاستجاب الله تعالىٰ له ذلك فوهب له سيدا وحصورا ونبيا من الصلحين لم يعص ولم يهم بمعصية وهذا غاية ما يكون به المرء رضيا (وثانيها) المراد بالرضى ان يكون رضيا فى امته لا يتلقى بالتكذيب ولا يواجه بالرد (وثالثها) المراد بالرضى ان لا يكون متهما فى شيئ ولا يوجد فيه مطعن ولا ينسب اليه شيئ من المعاصى (ورابعها) ان ابراهيم واسمعيل عليهما السلام قالا فى الدعاء ربنا واجعلنا مسلمين لك وكانا فى ذلك الوقت مسلمين وكان المراد هناك ثبتنا على هذا او المراد اجعلنا فاضلين من انبيائك المسلمين فكذا ههنا۔ (انتھیٰ)۔ ترجمہ۔ جان لے کہ مفسرین نے رضی کی تفسیر میں کئی وجہیں ذکر کی ہیں۔ اول وجہ یہ کہ مراد یہ ہے۔ کہ خدایا تو اس کو نبیوں میں سے رضی بنا دے۔ اور یہ اس لئے کہ تمام پیغمبر مرضی و پسندیدہ ہوتے ہیں پس ان میں سے رضی (راضی و خوشنود) تمام پر فضیلت اور بہت سے امور میں ان پر فوقیت رکھتا ہے۔ سو اللہ تعالےٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کی۔ اور آپ کو ایک لڑکا عطا فرمایا جو سردار اور عورتوں سے بے رغبت اور صالحین میں سے نبی تھا جس نے گناہ نہ کیا۔ اور نہ گناہ کا قصد کیا۔ اور یہ غایت ہے اس امر کی جس کے ساتھ انسان رضی ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ رضی

Marfat.com

سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اپنی امت میں رضی ہو۔ کہ امت آپ کی تکذیب وتردید نہ کرے تیسری وجہ یہ کہ رضی سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ کسی بات میں متہم نہ ہو۔ اور اس میں طعن کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اور نہ کوئی گناہ اس کی طرف منسوب ہو۔ چوتھی وجہ یہ کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے اپنی دعا میں عرض کی تھی۔ کہ اے رب ہمارے تو ہم کو اپنا فرمانبردار بنا۔ حالانکہ وہ اس وقت فرمانبردار تھے۔ وہاں مراد یہ تھی کہ تو ہم کو اپنی فرمانبرداری پر ثابت اور قائم رکھ یا مراد یہ تھی کہ تو ہم کو اپنے فرمانبردار نبیوں میں فاضل بنا۔ اسی طرح یہاں ہے۔ انتہے معترض نے جو اپنے وہم کی تائید میں قول حضرت زکریا علیہ السلام والی خفت الموالی نقل کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ حضرت زکریا کو خوف تھا۔ کہ مبادا میرے بنی میرے مال کو بے جا صرف کریں۔ اس کا جواب اوپر آچکا ہے۔ پیغمبروں کو مال دینا کی کیا فکر۔ ان کو تو اقامت دین کا خیال ہوتا ہے۔ اور ان کی بعثت سے مقصود بھی یہی ہے۔ خطبہ فاطمہ جس کا معترض نے ذکر کیا ہے۔ ہم اس کی صحت کے قائل نہیں۔ آیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب مفید مطلب معترض نہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ لہٰذا حدیث نحن معاشر الانبیاء کو موضوع بتانا عین عناد وطغیان ومکابرہ ہے۔

رہا ہبہ فدک وشہادت کا قصہ۔ سو وہ ہماری کسی معتبر بالاسناد الصحیح روایت سے ثابت نہیں۔ شرح مواقف کا جو مصنف نے حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ (فان قیل ادعت) فاطمة (انه) علیه السلام (نحلها) ای اعطاها ان کانحلة (وشهد) علیه (علی والحسن و الحسین وام کلثوم) والصحیح ایمن وهی امرأة اعتقها رسول الله صلی الله علیه وسلم وکانت حاضنة اولاده فزوجها من زید فولدت له اسامة (فرد ابوبکر شهادتهم) فیکون ظالما (قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیة) لان شهادة الولد لا تقبل لاحد ابویه واجداده عند اکثر اهل العلم وایضا هما کانا صغیرین فی ذلك الوقت (واما علی وام کلثوم فلقصورهما عن نصاب البینة) وهو رجلان او رجل وامرأتان (ولعله) ای ابا بکر (لم یر الحکم بشاهد ویمین لانه مذهب کثیر من العلماء) (وایضا قد ذهب بعضهم الی ان شهادة احد الزوجین للآخر غیر مقبولة۔ ترجمہ اگر کہا جائے۔ کہ (دعوے کیا) فاطمہ نے (کہ آن حضرت) علیہ السلام نے (عطا کیا آپ کو) یعنے آپ کو فدک بطور ہبہ وعطیہ عطا کیا (اور شہادت دی) اس پر (علی وحسن وحسین وام کلثوم نے) صحیح ام ایمن ہے۔ اور وہ ایک عورت تھی۔ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا اور وہ آپ کی اولاد کی دایہ تھی۔ پس حضور نے زید سے اس کا نکاح کر دیا تھا جس سے اسامہ

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ (پس ابوبکر نے ان کی شہادت کو رد کیا) اس لئے وہ ظالم ہوئے۔ (ہم جواب
کہیں گے۔ کہ حسن و حسین کی شہادت رد ہوئی بوجہ فرعیت کے) کیونکہ بیٹے کی شہادت آ
و اجداد میں سے کسی کے لئے اکثر اہل علم کے نزدیک مقبول نہیں۔ اور نیز وہ دونوں صغ
تھے۔ (رہے علی و ام کلثوم۔ سو ان کی شہادت مقبول نہ ہوئی نصاب شہادت کی کمی کے
سبب) نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔ (شاید اس نے) یعنے
ابوبکر نے (ایک شاہد اور یمین پر حکم لگا دینے کو پسند نہ کیا۔ کیونکہ یہ بھی بہت سے علماء کا
مذہب ہے) اور نیز بعض اہل علم کا مذہب یہ ہے۔ کہ زوجین میں سے ایک کی شہادت
دوسرے کے لئے مقبول نہیں۔ انتہے۔ اس عبارت میں امور ذیل قابل غور ہیں:۔

(۱)۔ اس عبارت سے شیعہ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ کی طرف سے
ہبہ فدک کا دعوٰے اور اس پر حضرات علی و حسنین و ام ایمن کی شہادت اور ابوبکر کا رد
شہادت کرنا علمائے اہل سنت کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ (طعن الرماح۔ صفحہ ۴) ۔ مگر یہ
مغالطہ ہے۔ صاحب مواقف نے اسے کلام الشیعۃ یا در علی اکامور کے تحت میں
نقل کیا ہے۔ اور اس عنوان کے تحت میں ان امور کو مع جوابات بیان کیا ہے جن سے
شیعہ اپنے زعم میں حضرت علی کی امامت ثابت کرتے ہیں۔ ان امور میں سے ایک تو یہ ہے
کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ امام کو معصوم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر بالاتفاق معصوم نہ تھے۔ لہٰذا
امامت علی متعین ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ شیعہ کے نزدیک بیعت اثبات امامت کا طریق نہیں
اور حضرت ابوبکر کی امامت بالاتفاق بیعت سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ امام نہ تھے۔ تیسرا امر یہ
کہ حضرت علی افضل الخلق تھے۔ اور مفضول کی امامت جائز نہیں۔ چوتھا امر یہ ہے۔ کہ کئی وجہ
سے ابوبکر میں امامت کی اہلیت نہ تھی۔ وجہ اول یہ کہ ابوبکر ظالم تھے۔ ان کے ظالم ہونے
کے ثبوت میں شیعہ کی طرف سے ایک دلیل تو یہ ہے۔ کہ وہ بعثت سے پہلے کافر تھے
دوسری دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کو ان کی میراث فدک نہ دیا۔ حالانکہ وہ
بروئے آیہ مواریث مستحق تھیں۔ اور نیز وہ معصومہ تھیں۔ لہٰذا وہ دعوٰے فدک میں سچی تھیں
مصنف مواقف شیعہ کی ان دلیلوں کی تردید کرنے کے بعد عبارت زیر بحث کو لایا ہے
جس کا مطلب صاف یہ ہے۔ کہ اگر ابوبکر کے ظالم ہونے کو شیعہ اپنی اس روایت سے
ثابت کریں۔ کہ حضرت زہرا نے ہبہ فدک کا دعوٰے کیا تھا۔ اور حضرات علی و حسنین

Marfat.com

م کلثوم نے اس پر شہادت دی تھی۔ جس کو ابو بکر نے رد کر دیا تھا۔ لہٰذا وہ ظالم ثابت ہوئے
ہم بفرض صحت اس کا یوں جواب دیں گے۔ کہ حسنین کی شہادت بوجہ فرعیت و نیز بوجہ
صغر سن مقبول نہ ہوئی۔ باقی رہے علی و ام کلثوم۔ سو ان کی شہادت بوجہ نقصان نصاب
شہادت مقبول نہ ہوئی پس حضرت ابو بکر کا ظلم ثابت نہ ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ
صاحب مواقف و شارح روایت ہبہ فدک و شہادت کو شیعہ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ اور
اس سے جس بات کو شیعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی تردید کرتے ہیں۔ انہوں نے اس
روایت شیعہ کی تنقید نہیں کی۔ بلکہ بفرض محال اسے صحیح تسلیم کر کے جواب دیا ہے۔ لہٰذا ہم
سید امداد امام سے کہتے ہیں۔ کہ جب اہلسنت اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ حضرت فاطمہ
نے دربار ابو بکر میں ہبہ فدک کا دعوے کیا۔ تو رد و قبول شہادت علی وغیرہ سے کیوں بحث
کر رہے ہو۔

(۲)۔ اصول کافی کی روایت میں شہادت میں حضرات حسنین کا ذکر نہیں۔ بلکہ فقط حضرت
علی و ام ایمن کا ذکر ہے۔ صاحب مواقف کو معلوم نہ تھا۔ کہ روایات شیعہ میں ام کلثوم کا ذکر نہیں
چونکہ شارح کو ان روایات پر اطلاع تھی۔ اس لئے انہوں نے اس غلطی کی تصحیح فرما دی۔ اور کہ دیا
کہ والصحیح ام ایمن۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ شارح مواقف اس روایت کی صحت کے قائل ہیں۔
بلکہ وہ تو یہ بتا رہے ہیں۔ کہ روایات شیعہ میں ام کلثوم نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے۔ کہ ان روایتوں
میں ام ایمن ہے۔

(۳) شارح مواقف نے بتایا ہے۔ کہ زوجین کی شہادت ایک دوسرے کے لئے بعض اہل
علم کے نزدیک مقبول نہیں۔ اور بیٹے کی شہادت ماں باپ یا دادا کے لئے اکثر اہل علم کے نزدیک
جائز نہیں۔ ہر دو صورت میں عدم جواز کی وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے
جسے خصاف یعنے ابو بکر رازی یوں روایت کرتے ہیں۔ حدثنا صالح بن زریق وکان ثقة ثنا
مروان بن معاویة الفزاری عن یزید بن زیاد الشامی عن الزهری عن عروة عن عائشة
رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا تجوز شهادة الوالد لولده ولا الولد لوالده
ولا المرأة لزوجها ولا الزوج لامرأته ولا العبد لسیده ولا السید لعبده ولا الشریك
لشریکه ولا الاجیر لمن استاجره۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
باپ کی شہادت بیٹے کے لئے اور بیٹے کی باپ کے لئے اور زوجہ کی شہادت شوہر کے لئے

Marfat.com

اور شوہر کی زوجہ کے لئے اور غلام کی شہادت اپنے آقا کے لئے اور آقا کی اپنے غلام کے لئے اور شریک کی شہادت اپنے شریک کے لئے اور اجیر کی شہادت مستاجر کے لئے جائز نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ)۔

قال السید امداد امام

معاونین فیصلہ فدک فرماتے ہیں کہ "اگر فدک ناحق طور پر حضرت سیدہؑ سے چھین لیا گیا تھا تو حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں فدک کو کیوں نہ واپس لے لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت سیدہؑ کا دعوے برسر حق نہ تھا"۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر امام رازی کی تحقیق درست ہے۔ تو حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں حضرت علیؑ کے قبضہ میں تھا۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ کس چیز کو کس سے واپس لے لیتے۔ امام موصوف لکھتے ہیں۔ کہ خلیفہ اوّل نے باوجود شہادت ام ایمن کے فدک جناب سیدہؑ کو نہ دیا۔ اور حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو دے دیا۔ اور بوقت خلافت چہارم فدک حضرت علیؑ کے قبضہ میں تھا۔ اس سے معترض کا جواب ہو جاتا ہے۔ مگر راقم کے نزدیک یہ تجویز امام رازی کی محض خلاف قرائن ہے۔ حضرت عمر ایسا کیوں کرنے لگے۔ فدک آل محمد سے برابر نکلا رہا۔ بار اول اسے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز نے آل محمد کو رد کیا ہے۔ بہرحال اعتراض بالا کا جواب راقم اس طور پر دیتا ہے کہ اگر حضرت سیدہ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں زندہ رہتیں۔ تو حضرت علیؑ حضرت سیدہؑ کو ضرور رد فدک کر دیتے۔ اس لئے کہ آپ اس سے پورے طور پر واقف تھے۔ کہ حضرت رسولؐ نے فدک کو حضرت سیدہؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اگر آپ اس امر سے واقف نہ ہوتے۔ تو معاملہ فدک میں آپ حضرت سیدہؑ کے گواہ مقدمہ قرار نہ دئے جاتے۔ اب چونکہ حضرت فاطمہ زندہ نہ تھیں۔ آپ نے اپنے عہد میں فدک کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی حقیقت حال یہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہؑ کی رحلت کا غم حضرت علیؑ کے دل پر بے حد تھا۔ کبھی آپ کا دل قبول نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت سیدہؑ کے گذشتہ معاملات اندوہگین کو از سر نو تازہ کریں جو حضرات معاملات قلبی سے خبر رکھتے ہیں۔ میری اس تھوڑی تحریر کو بہت مان سکتے ہیں سنگدل نفس پر ورشتی المزاج کیا جانے کہ معاملات قلبی کیا ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے آپ کے خلیفہ ہوتے ہی اہل زمانہ نے آپ کو نہایت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ امیر معاویہ نے اغوا کر کے ام المومنین حضرت عائشہ

Marfat.com

کو آمادہ جنگ کرادیا۔ حضرت زبیر اور طلحہ نکث بیعت کر کے ام المومنین کی طرف جا ملے واقعہ جنگ جمل کا پیش آیا۔ پھر امیر معاویہ سے آپ کی شہادت کے وقت تک ہنگامہ عظیم قائم رہا۔ ان مکروہات میں مبتلا رہ کر آپ فدک کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکتے تھے۔ امر واقعی یہ ہے۔ کہ معاملات خلافت جو قومی اور دینی کام تھے ان سے حضرت علی کو اپنے چار برس اور پانچ مہینے کی خلافت میں اتنی فرصت ہی کہاں حاصل ہوئی کہ اپنے ذاتی اور خانگی امور کی طرف رخ کر سکتے۔ پس ان اسباب کی وجہ سے فدک جو خاندان پیغمبرؐ سے عہد خلافت اولیٰ میں نکل گیا تھا۔ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں بھی نکلا ہی رہا۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۶-۲۷ +

اقول

مصنف نے امام رازی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ بظاہر یہ تفسیر کبیر میں سے ہے۔ کیونکہ امام رازی آیہ وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہو۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے۔ اس لئے چاہیئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ مال فیئے۔ اس کے جواب میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ اموال بنی نضیر کے بارے میں ہے۔ یہاں زیر بحث پہلا قول ہے۔ جس میں فدک کی کیفیت درج ہے۔ مصنف نے اسی میں سے نقل کیا ہے۔ شیعہ اسے ہبہ فدک کے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم رہے۔ کہ یہ قول بلا اسناد مذکور ہے۔ اسے مقام حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ امام رازی نے اسے صرف نقل کر دیا ہے۔ اس کی تصحیح یا تائید نہیں کی۔ اگر ایسا کرتے بھی۔ تو ان کا مجرد قول بمقابلہ روایات معتبرہ بالاسانید الصحیحہ کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے قول مفسرین کو تحقیق رازی بتانا نادانی ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد فدک یکے بعد دیگرے خلفائے اربعہ کے تصرف میں رہا۔ اور اس کا مصرف وہی تھا۔ جو عہد نبوی میں تھا۔ حضرت مولےٰ مرتضےٰ کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ نے اسے بنا بر تاویل مروان کے قبضہ میں بطور جاگیر دے دیا۔ مگر شیعہ کہتے ہیں۔ کہ فدک حضرت علیؑ کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس لئے ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اسے آل محمد پر رد کیوں نہ کیا۔ مصنف نے اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے۔ وہ بالکل لغو اور غلط ہے کیونکہ جب حضرت امیر مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو رد فدک خانگی امور میں سے نہ تھا

Marfat.com

بلکہ از قبیل فرائض منصبی تھا۔ حق دار کو حق پہنچانا خلیفہ وقت کا فرض ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت فاطمہ کے
میں حضرت امیرؑ کو فرائض منصبی فراموش ہو گئے تھے۔ ان کی توہین و تذلیل ہے۔ اس غم کے ساتھ جنگ
جمل کا بہانہ بھی عجیب ہے۔ حضرت امیرؑ تو حسب بیان شیعہ ایسے شجاع تھے۔ کہ اکیلے تمام دنیا کا مقابلہ
کر سکتے تھے۔ ان کے دشمن حضرات خلفائے ثلاثہ وغیرہ انتقال فرما چکے تھے۔ اب اپنی خلافت میں انکو
کس کا ڈر تھا۔ حیدر کرار اور ذوالفقار آبدار۔ مقابلہ کی کس میں طاقت تھی۔ اس اقرار کے جو جوابات
شیعہ کے ائمہ معصومین کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اطمینان بخش نہیں۔ چنانچہ شیعہ کا رئیس المحدثین محمد
بن یعقوب کلینی حضرت امیر علیہ السلام کے ایک خطبہ میں یہ عبارت نقل کرتا ہے۔ قد عملت الولاۃ قبلی
اعمالا خالفوا فیھا رسول اللہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعھدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس
علی ترکھا وحولتھا الی مواضعھا والی ما کانت فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لتفرق عنی
جندی حتی ابقی وحدی او قلیل من شیعتی الذین عرفوا فضلی وفرض امامتی من کتاب اللہ
عزّ ذکرہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ اذا ایتم لو امرت بمقام ابراھیم علیہ السلام فردتہ الی
الموضع الذی وضعہ فیہ رسول اللہ وردت فدک الی ورثۃ فاطمۃ علیھا السلام..... اذا
لتفرقوا عنی (کتاب الروضہ۔ صفحہ ۲۹)۔ ترجمہ۔ مجھ سے پہلے خلیفوں نے کئی عمل ایسے کئے جن میں
انہوں نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی اور عمداً آپ کے خلاف کیا۔ اور آپ کے عہد کو توڑ ڈالا۔ اور آپ
کی سنت کو بدل دیا۔ اگر میں لوگوں کو ان اعمال کے ترک کی ترغیب دوں اور ان اعمال کو ان کے محل کی
طرف اور اس حالت کی طرف جو عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ میں تھی لوٹا دوں۔ تو البتہ میرا لشکر مجھ سے
جدا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ یا میرے ساتھ تھوڑے سے شیعہ رہ جائیں گے جنہوں نے
میری فضیلت اور میری امامت کے فرض کو کتاب اللہ عز ذکرہ اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ سے پہچان
لیا ہے۔ تم بتاؤ اگر میں مقام ابراہیم السلام کے بارے میں حکم دے دوں اور اسے اس جگہ کی طرف لوٹا دوں
جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے اسے رکھا تھا۔ اور فدک کو حضرت فاطمہ علیہا السلام کے وارثوں پر
رد کر دوں ..... تو اس وقت وہ ضرور مجھ سے الگ ہو جائیں گے۔ انتہے۔ نہایت تعجب کا مقام ہے
کہ شیعہ ایک طرف تو حضرت امیر علیہ السلام کی شجاعت کے بیان میں رطب اللسان ہیں۔ اور دوسری طرف
ان کو ایسا بزدل ظاہر کر رہے ہیں کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے بدلی جا رہی ہے
مگر آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ کیا ایسا بزدل خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے؟
سید نعمت اللہ جزائری اپنی مشہور کتاب انوار نعمانیہ میں لکھتا ہے۔ وامّا علیؑ لو سکرت

Marfat.com

الوسادة ثم جلست عليها الحديث معناه انى ان تمكنت من الحكومة بين الناس من غير منازع وهذا يدل على انه لم يكن متمكنا فى وقت خلافته من اتامة الاحكام على وجوهها الا تقلده المتخلفون فى البدع فصار لا يقدر ان يغير ما فعلوه فمنه عزل شريح عن القضاء اراده فلم يتمكن منه لانه كان منصوبا من قبل المتقدمين ومنه صلوة الضحى فلقد ارسل ابنه الحسن ان ينادى فى مساجد الكوفة ان لا تصلى فضجر الناس ضجة واحدة وقالوا واعمراه امرنا بالصلوة وانت تنهانا عنها اراءيت الذى ينهى عبدا اذا صلى ومنه رد الفدك والعوالى على اولاد فاطمة فانه كان مظنة الفتنة والفساد بتغليط من تقدمه وقد روى الصدوق طاب ثراه فى كتاب العلل عللا اخر منها ما رواه مسندا الى ابى بصير عن ابى عبد الله قال قلت له لم لم ياخذ امير المومنين فدكا لما ولى الناس ولاية علة تركها فقال لان الظالم والمظلوم قد كانا قدما على الله سبحانه واثاب الله المظلوم وعاقب الظالم فكره ان يسترجع شيئا قد عاقب الله عليه غاصبه واثاب الله عليه المغصوبة وذكر ايضا جوابا اخر رواه باسناده الى ابراهيم الكرخى قال سالت ابا عبد الله قلت لاى علة ترك امير المومنين فدكا لما ولى الناس فقال للاقتداء برسول الله لما فتح مكة وقد باع عقيل ابن ابى طالب داره فقيل له يا رسول الله الا ترجع الى دارك فقال وهل ترك لنا عقيل دارا انا اهل البيت لا نسترجع شيئا يوخذ منا ظلما فلذلك لم يسترجع فدكا لما ولى وذكر ايضا جوابا ثالثا باسناده الى على بن فضال عن ابى الحسن قال سالته عن امير المومنين لم لم يسترجع فدكا لما ولى الناس فقال لانا اهل بيت لا ياخذ لنا حقوقنا ممن ظلمنا الا هو يعنى الا الله ونحن اولياء المومنين انما نحكم لهم وناخذ حقوقهم ممن ظلمهم ولا ناخذ لانفسنا۔ ترجمہ۔ رہا قول علی لو کسوت لی الوسادۃ ثم جلست علیہا الحدیث سو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اگر میں لوگوں کے درمیان بغیر کسی نزاع کرنے والے کے حکومت پر قادر ہو جاؤں الخ یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ حضرت امیرؑ اپنے عہد خلافت میں اقامت احکام پر جیسا کہ چاہیئے قادر نہ تھے۔ مگر متخلفین بدعتوں میں آپ سے سبقت لے گئے۔ لہٰذا آپ قادر نہ تھے۔ کہ بدل دیں اس کو جو انہوں نے کیا۔ منجملہ ان احکام کے جن کے بدل دینے پر آپ قادر نہ تھے۔ قاضی شریح کا عہدہ قضا سے معزول کرنا تھا۔ آپ نے اس کا ارادہ کیا۔ مگر اس پر قادر نہ ہوئے کیونکہ قاضی موصوف متقدمین کی طرف سے متعین تھے اور منجملہ ایسے احکام کے نماز ضحیٰ تھی۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حسنؑ کو بھیجا کہ مساجد کوفہ میں منادی کر دے کہ نماز ضحیٰ نہ پڑھی جائے۔ پس لوگوں نے شور برپا کر دیا اور کہنے لگے۔ ہائے عمرؓ جس نے ہم کو اس نماز کا حکم دیا

Marfat.com

اور آپ ہم کو اس سے منع کر رہے ہیں۔ ارأیت الذی ینھی عبدًا اذا صلّٰی اور منجملہ ایسے احکام کے دعوائی مدینہ کا اولاد فاطمہؑ پر رد کرنا تھا۔ کیونکہ متقدمین کی درشتی کے سبب یہ مظنۂ فتنہ و فساد تھا۔ شیخ طاب ثراہ نے کتاب العلل میں اس کے اور اسباب بیان کئے ہیں جن میں سے ایک کو بسند ابو بصیر روایت کیا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ امیر المومنین نے اپنی خلافت میں فدک کیوں نہ لیا۔ اور کس سبب سے اسے چھوڑ دیا۔ امام نے فرمایا کہ ظالم و مظلوم دونوں اللہ سبحانہ کے ہاں پہنچ چکے تھے۔ اور اس نے مظلوم کو ثواب اور ظالم کو عذاب دے دیا تھا۔ اس لئے حضرت امیر نے ناپسند کیا کہ اس چیز کو واپس لیں جس پر اللہ نے غاصب کو عذاب اور مغصوب کو ثواب دے دیا۔ شیخ صدوق نے اس کا ایک اور جواب صحیح جسے اس نے بسند ابراہیم کرخی روایت کیا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے اپنی خلافت میں فدک کس واسطے نہ لیا۔ امام نے جواب دیا کہ اس میں آپؑ نے رسول اللہؐ کا اقتدا کیا۔ کہ فتح مکہ کے وقت جبکہ عقیل بن ابی طالب نے آپ کا گھر بیچ دیا تھا آپ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہؐ آپ اپنے گھر میں نزول کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا عقیل نے ہمارے واسطے کوئی گھر چھوڑا ہے۔ ہم اہلبیت اشیائے منصوبہ کو واپس نہیں لیتے۔ اسی واسطے حضرت امیرؑ نے اپنی خلافت میں فدک واپس نہ لیا۔ شیخ صدوق نے اس کا تیسرا جواب یوں دیا ہے۔ کہ علی بن فضال نے امام ابوالحسنؑ سے دریافت کیا کہ حضرت امیر المومنین نے اپنی خلافت میں فدک کس واسطے واپس نہ لیا۔ حضرت امام نے فرمایا۔ کہ ہم اہلبیت کے حقوق ظالموں سے بجز اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں لیتا۔ ہم مؤمنوں کے اولیا ہیں۔ ہم ان کے لئے حکم کرتے ہیں اور ان کے ظالموں سے ان کے حقوق لیتے ہیں۔ مگر اپنے حقوق نہیں لیتے۔ انتہٰی۔

سید نعمت اللہ نے جو یہ بتایا کہ حضرت امیرؑ اپنے عہد خلافت میں بھی اقامت احکام پر قادر نہ تھے اور فتنہ و فساد کے خوف سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ ہم اس کے جواب میں گزارش کرتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں تو حضرت امیرؑ لائق امامت ہی نہ تھے۔ کیونکہ الجبان لا یستحق الامامۃ (بزدل امامت کا مستحق نہیں) مسلمات شیعہ سے ہے۔ ان کو چاہیئے تھا کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ط فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۙ (النساء ع ۱۴) ترجمہ۔ تحقیق جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ اپنا برا کر رہے ہیں ..... کہتے ہیں فرشتے (ان سے) تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ کمزور تھے اس ملک میں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں وطن چھوڑ جاتے

Marfat.com

یوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور مجرمی جگہ پھر جانے کی ہے۔ انتہٰی۔ صاحب تفسیر صافی اس آیت کے تحت
ں یوں لکھتا ہے۔ اقول وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب الھجرۃ من موضع لا یتمکن الرجل فیہ من اقامۃ
دینہ ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں دلالت ہے ہجرت کے واجب ہونے پر ایسی جگہ سے جہاں انسان
پنے دین کی اقامت پر قادر نہ ہو۔ انتہٰی۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت امیر نے ہجرت نہیں فرمائی۔ پس ثابت ہوا کہ
پ ردّ فدک پر قادر تھے۔ لہٰذا اعتراض قائم رہا۔ باقی رہے امام جعفر صادق کے تین جواب۔ پہلے جواب
ں یوں کلام ہے۔ کہ عذاب وثواب اخروی تو قیامت کے دن ہوگا۔ اس سے حضرت امیر پر سے یہ اعتراض
یں اٹھ سکتا کہ انہوں نے اپنی خلافت میں باوجود قدرت کے اولاد فاطمہؑ پر کس واسطے ردّ فدک نہ کیا
حالانکہ ردّ مظالم ان پر فرض تھا۔ حضرت امام کے دوسرے جواب میں بدیں طور کلام ہے۔ کہ امام محمد باقر نے
لیفہ عمر بن عبدالعزیز سے فدک واپس لیا۔ اور ان کے قبضہ میں رہا۔ پھر خلفائے عباسیہ میں سے جو اہلبیت
کے حق کا لحاظ کرتے تھے وہ اولاد فاطمہؑ پر ردّ کرتے رہے۔ چنانچہ ماموں نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا۔ کہ
دک اولاد فاطمہ کو دے دو۔ اس وقت امام علی رضا نے لیا۔ پھر متوکل اس پر متصرف ہوگیا۔ بعد ازاں معتضد
نے روکیا۔ مکتفی نے پھر لے لیا۔ اور مقتدر نے ردّ کیا (دیکھو مجالس المومنین۔ حال فدک)۔ علاوہ ازیں حضرتؑ
ان کی شہادت کے بعد حضرت امیر علیہ السلام نے خلافت مغصوبہ کو قبول کیا۔ اور حضرت امام حسین اسی
لافت مغصوبہ کے لئے یزید سے برسرپیکار ہوئے۔ جس کا خاتمہ ان کی شہادت پر ہوا۔ پس اگر اہلبیت شے مغصوب
نہیں لیتے۔ تو ان حضرات نے کس واسطے فدک واپس لے لیا۔ اس کا جواب سید محمد مجتہد یوں دیتا ہے۔
اہلبیت خود بخود شے مغصوب کو طلب نہیں کرتے۔ اگر بن مانگے کوئی ردّ کرے۔ تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ
ندموصوف روایت ابراہیم کرخی کو نقل کر کے لکھتا ہے۔ وایں حدیث صریح است درایں کہ اہلبیت از خود
ہش استرجاع شے مغصوب نمے نمائند (طعن الرماح۔ صفحہ ۱۳۷) جائے غور ہے کہ روایت کے الفاظ یہ ہیں
اھل بیت لا نسترجع شیئاً یوخذ منا ظلما۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم اہل بیت شے مغصوب کو واپس
ں لیتے۔ مجتہد صاحب نے از خود خواہش کی قید اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔ بفرض محال اگر اسے تسلیم
کر لیا جائے۔ تو بھی وہ جواب خلل سے خالی نہیں۔ کیونکہ حسب بیان شیعہ جب حضرت ابوبکرؓ نے خلافت چھین
تو حضرت امیر اسی خلافت مغصوبہ کے لئے حضرت فاطمہؑ کو گدھے پر سوار کر کے تین رات مہاجرین وانصار
کے ہر ایک گھر مدد مانگتے پھرے۔ جب مدد نہ ملی۔ تو مجبوراً خانہ نشین ہوگئے۔ جیسا کہ اس کتاب میں
لکھا ہے۔ اسی طرح بحار الانوار میں کتاب الاختصاص سے بسند عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق
کی یہ روایت نقل کی ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے وکیل

Marfat.com

کو فدک سے نکال دیا۔ تو حضرت سیدہ نے دربار ابوبکر میں ہبہ فدک کا دعوے کیا۔ جب اس میں کامیاب نہ ہوئیں۔ تو حضرت علی کے پاس آئیں۔ حضرت امیر نے ان کو سمجھا دیا کہ دعوے ارث کیجئے۔ اور نظیر میں حضرت سلیمان و حضرت زکریا کا قصہ پیش کیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ مگر کچھ نہ بنا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ حضرت سیدہ کو گدھے پر سوار کر کے اور حضرات حسنین کو ساتھ لے کر چالیس دن مہاجرین و انصار کے گھر پھرے مگر کسی نے مدد کی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم خرجت وحملها علیؑ علی اتان علیه کساء لیخمل فدا بها اربعین صباحا فی بیوت المهاجرین والانصار والحسن والحسین معها وهی تقول یا معشر المهاجرین والانصار انصروا اللہ وابنة نبیکم وتدابیعتم رسول اللہ صلی اللہ علیه یوما بیعتم ان تمنعوه وذریته مما تمنعون منه انفسکم وذراریکم فقوالرسول اللہ صلی اللہ علیه وآله ببیعتکم قال فما اجابنا احد ولا اجابها ولا نصرها (آیات بینات۔ بحث فدک۔ حاشیہ صفحہ ۱۴۹)۔ مجالس الانوار۔ ترجمہ اردو بحار الانوار۔ جلد دہم۔ صفحہ ۲۶۶ میں بحوالہ کتاب سلیم بن قیس مذکور ہے۔ کہ ابن عباس نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام کو خبر پہنچی کہ ابوبکر نے فدک کو اپنے قبضے میں لیا۔ تو وہ معصومہ مع ایک جماعت کے زنان بنی ہاشم سے ابوبکر کے پاس آئیں۔ اور فرمایا کہ تو چاہتا ہے۔ کہ مجھ سے وہ زمین کہ مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حق تعالےٰ کے حکم سے دی ہے لے لے۔ ابوبکر نے لوگوں کے طعن و تشنیع کے خیال سے دوات مانگی کہ نامہ ان معصومہ کے واسطے لکھے اور فدک کو رد کرے۔ عمر نے آن کر کہا کہ جب تک گواہ نہ لاویں تم نامہ نہ لکھنا۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا۔ کہ امیر المومنین علیہ السلام اور ام ایمن گواہ ہیں۔ عمرؓ نے کہا۔ کہ ام ایمن زن عجمیہ ہے۔ اس کی گواہی مقبول نہیں ہے۔ اور علی کی گواہی اعتبار نہیں رکھتی بسبب منفعت کے اپنے اور اپنے عیال کے لئے۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام غضبناک واپس آئیں۔ الخ۔ انتہے۔ حضرت امام جعفر صادق کے تیسرے جواب میں یہ کلام ہے۔ کیونکہ اگر اہلبیت کا یہی طریقہ ہوتا کہ اپنے حقوق مغصوبہ کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا کرتے۔ تو پھر حضرت امیرؑ و حضرت زہراؑ کس لئے مہاجرین و انصار کے گھر مدد مانگتے پھرتے۔ شیعہ کا شہید ثالث مجالس المتقین میں لکھتا ہے۔ کہ اعتراض زیر بحث کا جواب کتب شیعہ میں کئی وجہ سے دیا گیا ہے۔ ازانجملہ پہلی وجہ وہی بیان کی ہے۔ جو وجوہ امام جعفر صادق میں دوسری ہے۔ باقی تین وجہیں بدیں الفاظ مذکور ہیں۔

دگر آنکہ ایشاں کارہ بودند کہ فاطمہ علیہا السلام بغصہ چیزے پیش خدا و رسول رود و اولاد او بداں چیز مسرور گردند۔ پس ایشاں نیز اقتدا بحضرت فاطمہ کردند۔ دیگر برائے رفع تہمت نابہ عالمیان واضح شود کہ گواہی امیر المومنین علی برائے جر نفع نبود چنانکہ ابوبکر بر او افترا کرد۔ دیگر آنکہ چوں حضرت امیر

Marfat.com

ہ خلافت خود دیدہ کہ اکثر مردم چنیں سیرت ابوبکر و عمر را معتقد اند و ایشاں را برحق مے دانند قدرت بر آں
ا منع کردہ کہ فدک را بفرزندان او خلافت ایشاں داشتہ باشد۔ بنا بر آنکہ مخالفت قول و فعل ایشاں دلیل
لت بر آں کہ ایشاں ظالم بودہ اند و خلافت خلافت حضرت پیغمبر نداشتہ و چگونہ قدرت بر آں داشتہ باشد
خالانکہ اکثر اہل ایں زماں را اعتقاد آں بود کہ امامت حضرت امیرؑ مبنی بر امامت ایشان است۔ و فساد
امامت ایشاں را دلیل فساد امامت او مے دانستند انتہے۔ ان وجوہ ثلاثہ میں سے پہلی وجہ کا ماحصل یہ ہے
کہ حضرت فاطمہؑ نے فدک سے انتفاع نہ کیا۔ حضرت امیرؑ نے بھی حضرت سیدہ کا اقتدا کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس
جواب میں بھی خلل ہے۔ کیونکہ بعض ائمہ نے فدک کو لیا۔ اور اس سے منتفع ہوئے۔ انہوں نے حضرت فاطمہؑ کا
اقتدا کیوں نہ کیا۔ نیز یہ اقتدا فرض تھا یا نفل۔ اگر فرض تھا تو دوسرے ائمہ نے کیوں ترک فرض کیا۔ اور اگر نفل
تھا۔ تو حضرت امیرؑ نے نفل کے لئے فرض کو جو حقدار کو حق پہنچانا تھا کس واسطے ترک کیا۔ علاوہ ازیں اقتدا
افعال اختیاریہ میں ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہؑ تو سراسر مجبور تھیں۔ ان کا اقتدا بے معنی ہے۔ نیز اگر حضرت امیرؑ اقتدا
کرتے تو خود منتفع نہ ہوتے۔ آپ نے حضرات حسنین اور ان کی بہنوں کو کس لئے محروم الارث کر دیا۔
دوسری وجہ کا ماحصل یہ ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے رفع تہمت کے لئے فدک نہ لیا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے
کہ پہلے فدک کے دعوے میں آپ کی شہادت اپنے ذاتی نفع کے لئے نہ تھی۔ بلکہ محض حسبۃً للہ تھی۔ ہم کہتے
ہیں کہ اس وجہ میں بھی کلام ہے۔ اولاً جن کو حضرت امیرؑ کی نسبت گمان فاسد ہو سکتا تھا وہی لوگ ہونگے
جنہوں نے آپ کی شہادت کو رد کیا تھا۔ مگر وہ اس وقت سے پیشتر دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ ثانیاً
جب حضرت امیرؑ کی بعض اولاد نے فدک لے لیا۔ اس سے نواصب و خوارج کو تو یہ ہوا ہوگا کہ حضرت امیرؑ کی
شہادت اپنی اولاد کے نفع کے لئے تھی۔ اس لئے چاہیئے تھا۔ کہ حضرت امیرؑ اپنی اولاد کو بھی وصیت کر جاتے
کہ فدک کو ہرگز نہ لینا۔ تاکہ میری شہادت میں خلل نہ آئے۔ اور نیز اولاد امیرؑ کے لئے رد اقتدا اخذ فدک
کے مانع ہوتے۔ ایک اقتدائے حضرت زہراؑ دوسرے اقتدائے حضرت امیرؑ۔ تیسری وجہ کا ماحصل یہ ہے
کہ حضرت امیرؑ کی مخالفت برائے نام تھی۔ وہ مخالفین کے ڈر سے اقامت احکام حدود مظالم پر قدرت
نہ رکھتے تھے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہی حال تھا۔ تو حضرت امیرؑ پر واجب تھا کہ دمن کو خیرباد کہتے۔ خلاصہ
کلام یہ کہ شیخ کے پاس اعتراض زیر بحث کا کوئی معقول جواب نہیں۔ یہ اعتراض لاجواب ہے۔

قال السید لہذا امام

(بقیہ تعشر فدک کا اس طور پر ہوتا رہا۔ کہ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

Marfat.com

کو تفویض کیا۔ ماننا چاہیئے۔ کہ خلفائے بنی امیہ میں بھی ایک ایسا خلیفہ گزرا ہے۔ جس کی طرف انسانیت کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ بقیہ خلفا تمامتر قہر الٰہی کا نمونہ تھے۔ یا ایسے تھے کہ ان کو انسانیت چھو بھی نہیں گئی تھی۔ خلیفہ ثانی نے جب فدک کو امام محمد ممدوح کے حوالہ کر دیا تو لوگوں نے اس سے کہا۔ کہ طعنت علی الشیخین شیخین پر تو نے طعنہ کا کام کیا۔ (دیکھو روایت ابوالمقدام داخل شرح ابن ابی الحدید۔ صفحہ ۲۰۶ م) خلیفہ نے اس جواب میں یہ کہا۔ ھما طعنا علی انفسھما۔ یعنے شیخین نے فدک کو لے کر اپنے اوپر طعن کا دروازہ کھولا۔ جاننا چاہیئے۔ کہ عمر بن عبدالعزیز آخر کے خلفائے بنی امیہ سے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ سلسلہ خلفائے بنی امیہ میں یہ ایک نہایت انصاف پسند خلیفہ تھے۔ اس انصاف پسندی کی بدولت انہیں رد فدک کرنا پڑی۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۲۷۔

اقول

جس روایت کا حوالہ مصنف نے شرح ابن ابی الحدید سے دیا ہے۔ اس کی صحت میں کلام ہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ بوجوہ ذیل:۔

اولاً۔ اس کا ناقل ابن ابی الحدید معتزلی شیعی ہے۔

ثانیاً۔ اس کا راوی ابوالمقدام مجروح ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:۔ ھشام بن زیاد ابوالمقدام البصری۔ ضعفہ احمد وغیرہ۔ قال النسائی متروک وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابوداؤد کان غیر ثقة وقال البخاری یتکلمون فیہ۔ ترجمہ۔ ہشام بن زیاد ابوالمقدام بصری کو احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ نسائی نے کہا۔ کہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے۔ کہ وہ موضوع حدیثیں ثقات کے نام سے روایت کرتا ہے۔ اور ابوداؤد کا قول ہے۔ کہ وہ ثقہ نہیں۔ اور امام بخاری کا قول ہے۔ کہ لوگ اس کی نسبت کلام کرتے ہیں۔ انتہے

تہذیب التہذیب میں ہے۔ ھشام بن زیاد بن ابی یزید القرشی ابوالمقدام من ابی ھشام الی مولی عثمان قال عبداللہ بن احمد وابوزرعة ضعیف الحدیث وقال الدوری عن ابن معین لیس بثقة وقال فی موضع اخر ضعیف لیس بشئ وقال البخاری یتکلمون فیہ وقال ابوداؤد لیس بثقة وقال الترمذی یضعف وقال النسائی وعلی بن الجنید الرازی متروک الحدیث وقال ابوحاتم ضعیف الحدیث لیس بالقوی وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات لا یحل الاحتجاج بہ وقال الدارقطنی ضعیف وترک ابن المبارک حدیثہ وقال ابن سعد کان

Marfat.com

فی الحدیث وقال ابوبکر بن خزیمۃ لا یحتج بحدیثہ وقال العقیلی ضعیف وقال یعقوب بن سفیان ضعیف لا یفرح بحدیثہ۔ تقریب التہذیب میں ابوالمقدام کو صرف متروک لکھا ہے۔ اب غور کیجئے کہ جس راوی کو اس کثرت سے ائمہ حدیث ضعیف و متروک بلکہ حدیثیں گھڑ کر ثقات کی طرف منسوب کرنے والا بتائیں ہم اس کی روایت کو جو کتب شیعہ میں ہو کیا وقعت دے سکتے ہیں۔

ثالثاً۔ اس روایت کی تردید ہماری معتبر روایتوں سے ہوتی ہے۔ جن میں مذکور ہے۔ کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے رد فدک کیا۔ اس وجہ پر کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے زمانے میں تھا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔

دشنام و تبرا تو شیعہ کا مذہب ہے۔ جب خدا و رسول اور شیخین ان کی زبان سے نہ بچے۔ تو خلفائے بنی امیہ جن میں حضرت عثمان ذوالنورین بھی شامل ہیں۔ کس طرح بچ سکتے ہیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز جن کی انصاف پسندی کی سب تعریف کر رہے ہے۔ ان کے ساتھ جو شیعہ نے انصاف کیا ہے۔ اسے شیعہ ہی کے فخر المحققین و سند المدققین حاجی میرزا ابوالفضل کی زبانی سنئے۔ جو اپنی کتاب شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور (مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۱ھ صفحہ ۱۶۹) میں بنو امیہ پر سب و شتم کے بعد یوں لکھتا ہے۔ و در ایں مقام کلامے است کہ شایستہ بلکہ لازم تعرض او ست و اجمال او انیست کہ از پارۂ اخبار و آثار فی الجملہ مدحے از عمر بن عبدالعزیز ظاہر مے شود مثل اینکہ بعد از قیام بامر خلافت سب امیر المومنین کہ در ایام خلافت بنی امیہ رائج بود ترک کرد و فدک را رد کرد و از آل مروان بعد از انکہ عثمان بتول مروان کردہ بود باز گرفت و احسان باہل بیت مے کرد و متعرض ظلم ایشاں نمے شد و از فاطمہ دختر سید الشہداء نقل شدہ کہ اگر عمر بن عبدالعزیز نبود ما محتاج نمے شدیم و در کتب عامہ از باقر علوم النبیین علیہ و علیہم السلام نقل شدہ کہ عمر بن عبدالعزیز مرد نیکو بود و ما محتاج نمے شدیم و از مشہورات است کہ الناقض و آلہ شیعہ اعمی لا بر قومے را نجیب است و عمر عبدالعزیز نجیب بنی امیہ است و از مشہورات است کہ الناقض و آلہ شیعہ اعمی لا بنی مروان۔ و ناقص یزید بن الولید بود کہ عطایائے پدر خود را کم کرد و اشیع عمر است بجہت شبہ و شگاف کہ در سر او بود۔ و در کتاب قرب الاسناد سند بصادق آل محمد علیہم السلام مے رساند کہ از حضرت باقر علیہ السلام سعایت کردہ کہ چوں عمر عبدالعزیز ولایت یافت عطایائے عظیم با عطا کرد۔ پس برادر وے بر وے در آمد و گفت با ما بنی امیہ رضا ندہند از تو کہ بنی فاطمہ را بر ایشاں تفضیل دہی۔ عمر گفت تفضیل مے دہم چہ من شنیدہ ام کہ مبالات ندارم کہ من بہ نشوم ایں کہ رسول خدا فرمود۔ فاطمہ قطعہ از من است بسورہ مے کند مرا آنچہ او را مسرور کرد و بد مال مے کند مرا آنچہ او را بد حال کرد و من تابعت مسرت رسول خدا مے کنم و مسائت او را بر مے انگیزم و ازیں گونہ اخبار متتبع مے یابد۔ و ازیں جہت است کہ بعض اکابر کہ فاضل

Marfat.com

بتحریر میرزا عبداللہ افندی صاحب ریاض العلما در کتاب مذکور تعیین کردہ وکلام وے را حکایت مے
واین بندہ نہ خواستم درین کتاب اسم شریف اورا درین مقام دعوے باطل ببرم در لعن خصوص او
کردہ واین وجہے ندارد بلکہ لعن او از اوضح واضحات واوجب واجبات است چہ معصیتے بالاتر از غصب
خلافت وادعائے امامت کہ او کرد ودرحال زندگی ومردگی تحمل این وزر عظیم را نمود نیست وضرر
امت بیش از منع ائمہ حق از امر ونہی نیست۔ واگر احسانے کرد بجہت مصالحہ وملک داری بود والا
اہل سنت مدح خوبی از او کردند کہ مے گویند عمر ثانی بود وما ہم ہمین نحو اورا وصف مے کنیم وہمین اعتقاد
را در حق او داریم۔ واو عدل تقدیری را از عمر بارث بردہ چہ مادر او دختر عاصم بن عمر بن الخطاب بود
بے سیرت ظاہریہ او از سائر بنی امیہ امتیازے تمام داشت وکلام حضرت باقرؑ اگر نسبت صحیح باشد محمول
برین معنی است چہ فرمود عمر نجیب بنی امیہ است یعنی بالاضافۃ باین طائفہ نجابتے دارد واگرچہ فی نفسہ
نانجیب ترین خلق خداست۔ انتہے۔ بقدر حاجت۔ ترجمہ۔ اور اس مقام میں ایک کلام ہے۔ جس کا ذکر
مناسب بلکہ لازم ہے۔ اس کی مجمل کیفیت یہ ہے۔ کہ چند اخبار وآثار سے عمر بن عبدالعزیز کی مدح فی الجملہ
ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً اس نے خلیفہ بن کر حضرت امیرؑ پر سب وشتم جو بنو امیہ کے عہد خلافت میں رائج تھا
ترک کر دیا۔ اور فدک کو رد کر دیا۔ اور بعد از آنکہ عثمان نے اس کو مروان کی جاگیر کر دیا تھا آل مروان
سے واپس لے لیا۔ وہ اہل بیت کے ساتھ احسان کرتا تھا۔ اور ان پر ظلم نہ کرتا تھا۔ فاطمہ دختر سید الشہدا
سے منقول ہے کہ اگر عمر بن عبدالعزیز زندہ ہوتا۔ تو ہم محتاج نہ ہوتے۔ اور اہلسنت کی کتابوں میں امام
محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر قوم کا ایک نجیب ہوتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ کا نجیب ہے
اور مشہورات سے ہے۔ کہ ناقص واشج بنی مروان میں سب سے عادل تھے۔ ناقص یزید بن ولید تھا جس
نے اپنے باپ کے عطایا کم کر دئے۔ اور اشج عمر ہے۔ اس لئے کہ اس کے سر میں شجہ وشگاف تھا۔ قرب الاسناد
میں بسند امام جعفر صادق علیہ السلام مذکور ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں۔ کہ جب
عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا۔ تو اس نے ہمیں بڑے عطایا عطا کئے۔ پس اس کے بھائی نے اس کے پاس
آکر کہا۔ بے شک بنی امیہ تجھ سے راضی نہیں کہ تو بنی فاطمہ کو ان پر فضیلت دیتا ہے۔ عمر نے کہا۔ میں فضیلت
دیتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اس حدیث کو اس کثرت سے سنا ہے۔ کہ اگر میں اس کے بعد نہ سنوں
پروا نہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ فاطمہ میرا جگر پارہ ہے۔ مجھے خوش کرتی ہے وہ بات جو اسے خوش
کرتی ہے۔ اور غمگین کرتی ہے وہ بات جو اسے غمگین کرتی ہے۔ میں رسول خدا کی خوشی کی متابعت
کرتا ہوں۔ اور آپ کی غمی کو چھوڑتا ہوں۔ اس طرح کی خبریں تلاش سے ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ

Marfat.com

[illegible] نے جس کا نام فاضل متبحر میرزا عبداللہ افندی نے اپنی کتاب ریاض العلما میں بتایا ہے۔ [illegible] کا کلام نقل کیا ہے۔ اور جس کا اسم شریف بندہ اس کتاب میں اس دعوے باطل کے مقام [illegible] لینا نہیں چاہتا۔ عمر بن عبدالعزیز کے لعن میں توقف کیا ہے۔ حالانکہ اس توقف کی کوئی وجہ نہیں [illegible] اس پر لعن و تبرا کرنا اوضح واضحات اور اوجب واجبات سے ہے۔ کیونکہ اس نے جو غصب [illegible] اور ادعائے امامت کیا اور حیات و ممات میں اس گناہ عظیم کو اپنی گردن پر لیا۔ اس سے بڑھکر [illegible] گناہ نہیں۔ اور ائمہ حق کو امر و نہی سے روکنے سے زیادہ کوئی ضرر امت پر نہیں۔ اگر اس نے کوئی [illegible] احسان کیا تو وہ مداہنت و ملک داری کی جہت سے کیا۔ حقیقت میں اہل سنت نے اس کی خوب [illegible] مدح کی ہے۔ کہ اسے عمر ثانی بتاتے ہیں۔ ہم بھی اسی وصف کے ساتھ اسے یاد کرتے ہیں۔ اور اس [illegible] کے حق میں یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس نے عدل تقدیری کو عمر سے میراث میں پایا۔ کیونکہ اس کی [illegible] ماں عاصم بن عمر بن الخطاب کی بیٹی تھی۔ ہاں اس کی ظاہری سیرت تمام بنی امیہ سے ممتاز تھی۔ اور [illegible] حضرت امام باقر کا کلام بتقدیر صحت نسبت اسی معنے پر محمول ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ عمر بنی امیہ [illegible] نجیب ہے۔ یعنے بہ نسبت طائفہ بنی امیہ کے اس میں کچھ نجابت ہے۔ اگرچہ فی نفسہ وہ خلق خدا [illegible] میں سب سے نانجیب ہے۔ انتہے۔

ناظرین! یہ ہے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی انصاف پسندی کا صلہ جو شیعہ نے [illegible] دیا ہے۔

فدک کے متعلق کافی لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس بحث کو صحیح مسلم کی ایک حدیث پر ختم کیا جاتا [illegible] جس سے شیعہ غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔

قال السید علی الحائری

اسی مسلم میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے عباس اور علی کے دعوے طلب میراث کے جواب [illegible] کیا ہے۔

[illegible] لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من [illegible] یطلب ھذا میراث امرأتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم ما نورث [illegible] صدقۃ فرأیتماہ کاذبا غادرا خائنا آثما واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع

Marfat.com

للحق ثم توفی ابوبکر فکنت انا ولی رسول صلعم ودلی ابی بکر فرأیتمانی کاذبا اثما غادرا
واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق ۔مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ مطبوعہ نولکشور
یعنے جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی ۔تو ابوبکر نے کہا۔کہ میں رسول اللہ صلعم کا ولی ہوں پس تم
دونوں میرے پاس آئے ۔ اے عباس تم تو اپنی میراث بھتیجے کے مال سے طلب کرنے لگے اور یہ
اپنی زوجہ کا حق میراث پدری سے طلب کرنے لگے ۔پس ابوبکر نے کہا۔کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم
میراث نہیں چھوڑتے ۔ہمارا ترکہ صدقہ ہوا کرتا ہے ۔پس تم دونوں نے ابوبکر کو کاذب غادر و خائن
آثم سمجھ لیا ۔ان کی وفات کے بعد میں پیغمبر اور ابوبکر کا ولی قرار پایا ۔پس تم دونوں نے مجھے بھی کاذب
آثم غادر اور خائن سمجھ لیا ۔

اب حضرت عمر کے اس مذکورہ قول سے یہ ثابت ہوا کہ عباس اور جناب امیر علیہ السلام عمر و ابوبکر
کو خائن آثم غادر اور کاذب سمجھتے تھے ۔پھر اہل سنت ایسی حالت میں کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ علی علیہ السلام
اور خلفائے ثلاثہ میں باہم کمال اتفاق و اتحاد اور محبت تھی ۔اگر ایسا ہوتا تو باعتراف عمر علی علیہ السلام
ان کو ایسا نہ سمجھتے ۔فاتوا ببرھانکم ان کنتم صادقین ۔موعظہ حسنہ ۔صفحہ ۲۸

اقول

جواب سے پہلے ہم اس حدیث کو مع ترجمہ بتمامہ ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

حدثنی عبد اللہ بن محمد بن اسماء الضبعی حدثنا جویریۃ عن مالک عن
الزھری ان مالک بن اوس حدثہ قال ارسل الی عمر بن الخطاب فجئتہ حین تعال
النہار قال فوجدتہ فی بیتہ جالسا علی سریر مفضیا الی رمالہ متکئا علی وسادۃ من
ادم فقال لی یا مال انہ قد دف اھل ابیات من قومک وقد امرت فیھم برضخ فخذہ
فاقسمہ بینھم قال قلت لو امرت بھذا غیری قال خذہ یا مال قال فجاء یرفأ فقال ھل
لک یا امیر المومنین فی عثمان وعبد الرحمن بن عوف والزبیر وسعد فقال عمر نعم فاذن
لھم فدخلوا ثم جاء فقال ھل لک فی عباس وعلی قال نعم فأذن لھما فقال عباس یا امیر
اقض بینی وبین ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن قال فقال القوم اجل یا امیر
فاقض بینھم وارحم فقال مالک بن اوس یخیل الی انھم قد کانوا قدموھم لذلک
عمر اتئد انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ قالوا نعم ثم اقبل علی العباس وعلی فقال
انشدکما باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ قالا نعم فقال عمر ان اللہ جل وعز کان خص رسولہ
صلی اللہ علیہ وسلم بخاصۃ لم یخصص بہا احدا غیرہ قال ما أفاء اللہ علی رسولہ من اھل
القریٰ فللہ وللرسول وما ادری ھل قرأ الآیۃ التی قبلہا ام لا قال فقسم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بینکم اموال بنی النضیر فواللہ ما استأثر علیکم ولا اخذھا دونکم حتی بقی
ھذا المال فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأخذ منہ نفقتہ سنۃ ثم یجعل ما بقی اسوۃ
للمال ثم قال انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ذلک قالوا نعم ثم نشد
عباسا وعلیا بمثل ما نشد بہ القوم اتعلمان ذلک قالا نعم۔ قال فلما توفی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئتما تطلب میراثک من
ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امرأتہ من ابیہا فقال ابو بکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ فرأیتماہ اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع
للحق ثم توفی ابو بکر وانا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولی ابی بکر فرأیتمانی کاذبا
اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق فولیتہا ثم جئتنی انت
وھذا وانتما جمیع وامرکما واحد فقلتم ادفعہا الینا فقلت ان شئتم دفعتہا الیکم علی ان
علیکما عھد اللہ ان تعملا فیہا بالذی کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاخذتما ھا بذلک قال اکذلک قالا نعم قال ثم جئتمانی لا قضی بینکما ولا واللہ
لا اقضی بینکما بغیر ذلک حتی تقوم الساعۃ فان عجزتما عنہا فردا ھا الی۔ ترجمہ
حدیث کی مجھ سے عبداللہ بن محمد بن اسماء ضبعی نے کہ حدیث کی ہم سے مالک نے زہری سے کہ مالک بن
اوس نے اس سے بیان کیا۔ کہ عمر بن خطاب نے مجھے بلا بھیجا۔ پس میں ان کے پاس آیا جب کہ دن
چڑھ گیا تھا۔ میں نے آپ کو اپنے گھر میں درخت خرما کے پتوں سے بنے ہوئے تخت پر بیٹھے
ہوئے اور چمڑے کے تکیہ پر سہارا لئے ہوئے پایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے مالک تیری
قوم کے کئی گھر والے دوڑے آئے۔ میں نے ان کے لئے عطیہ قابیل کا حکم دیا۔ سو تو لے کر
ان میں تقسیم کر دے۔ میں نے عرض کی کہ اگر آپ میرے سوا کسی اور سے فرما دیں (تو بہتر ہے) آپ
فرمانے لگے مالک تو ہی اسے لے۔ اتنے میں (حضرت عمر کا حاجب) یرفا آیا۔ اور کہنے لگا

Marfat.com

اے امیرالمومنین! کیا آپ عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر اور سعد کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ ہاں۔ پس آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ داخل ہو گئے پھر فا آیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ عباس و علی کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں پس آپ نے دونوں کو اجازت دے دی۔ عباس نے کہا۔ اے امیرالمومنین درمیان میرے اور درمیان اس کاذب (دروغ گو) آثم (گنہگار) غادر (بے وفا) خائن (خیانت کنندہ) کے فیصلہ کر دیجئے۔ اس پر اس گروہ حاضرین نے کہا۔ ہاں اے امیرالمومنین ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ان کو راحت پہنچائیے۔ مالک بن اوس کا قول ہے۔ کہ مجھے خیال ہوتا تھا۔ کہ علی و عباس نے ان کو اسی غرض سے اپنے آگے بھیجا ہے۔ عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ٹھیرو۔ میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے"۔ وہ بولے کہ ہاں پھر عمرؓ نے عباس و علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے"۔ دونوں بولے کہ ہاں پھر عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ جل و عز نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خاصہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کہ جس کے ساتھ آپ کے سوا کسی اور کو مخصوص نہیں کیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول۔ (قول راوی) مجھے معلوم نہیں۔ کہ عمرؓ نے اس سے پہلی آیت پڑھی یا نہیں۔ فرمایا (عمرؓ نے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اموال بنی نضیر تمہارے درمیان بانٹ دئے۔ اللہ کی قسم آپ نے اپنے لئے تمہاری نسبت زیادہ نہیں لیا۔ اور نہ تم کو چھوڑ کر وہ آپ نے یہاں تک کہ یہ مال باقی رہ گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنا ایک سال کا خرچ لیا کرتے پھر جو باقی رہتا اسے ایسے مصارف میں خرچ کرتے۔ جس میں مال کو خرچ کرنا چاہیئے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تمہیں یہ معلوم ہے۔ وہ بولے کہ ہاں۔ پھر اس گروہ کی طرح عباسؓ و علیؓ کو قسم دے کر پوچھا۔ کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے۔ دونوں بولے کہ ہاں۔ عمرؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں۔ پس تم دونوں آئے۔ تو اے عباس! تم اپنی میراث اپنے بھتیجے کے ترکہ سے طلب کرتا تھا۔ اور یہ (علی) اپنی زوجہ کی میراث ترکہ پدر

Marfat.com

طلب کرتا تھا۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے"۔ پس دونوں نے ان (ابو بکرؓ) کو کاذب، آثم، غادر، خادر، خائن سمجھا۔ اور خدا جانتا ہے کہ وہ بے شک صادق نیکو کار اور براہ راست اور تابع حق تھے۔ پھر ابو بکر نے وفات پائی۔ اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ولی اور ابو بکرؓ کا ولی ہوں۔ پس تم دونوں نے مجھ کو کاذب آثم غادر خائن سمجھا۔ اور خدا جانتا ہے۔ کہ میں بے شک صادق نیکو کار اور براہ راست اور تابع حق ہوں۔ پس میں ان اموال پر متصرف ہو گیا۔ پھر تو اور یہ میرے پاس آئے۔ حالانکہ تم دونوں متفق تھے۔ اور دونوں کا معاملہ واحد تھا۔ پس تم نے کہا۔ کہ یہ اموال ہمارے سپرد کر دیجئے میں نے کہا کہ اگر تم چاہو۔ تو میں یہ مال اس شرط پر تمہارے سپرد کر دیتا ہوں کہ تم پر اللہ کا عہد ہے کہ تم ان میں وہی عمل کرو گے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پس تم دونوں نے یہ مال اس شرط پر لے لئے۔ عمرؓ نے پوچھا۔ کہ کیا یہ سچ ہے۔ دونوں بولے کہ ہاں۔ فرمایا۔ کہ پھر تم دونوں میرے پاس آئے تاکہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں۔ خدا کی قسم میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ سابقہ کے سوا اور فیصلہ ہرگز نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے۔ اگر تم اس سے عاجز ہو۔ تو وہ مال مجھے واپس کر دو۔ انتہٰے۔

اس حدیث کی تشریح میں امور ذیل قابل غور ہیں:-

اوّل۔ حضرت علی و عباس نے دربار ابو بکر صدیق میں میراث کا دعوےٰ کیا۔ مگر جب حضرت صدیق اکبر نے حدیث لا نورث کی طرف توجہ دلائی۔ تو ہر دو نے اپنے دعوے سے رجوع کیا۔ اور حضرت صدیق اکبر کا برسر حق ہونا تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں ہر دو سے سوال کیا۔ کہ کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہے۔ تو دونوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ علاوہ ازیں حضرت مولےٰ مرتضےٰ نے اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ نے حضرت صدیق کا برسر حق ہونا تسلیم کر لیا تھا۔

دوم۔ اموال فیئے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبضہ متولیانہ تھا نہ کہ مالکانہ۔ آپ ان میں سے اپنا ایک سال کا نفقہ علیحدہ کر لیتے۔ اور باقی کو مصالح مسلمین میں صرف فرماتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی آپ ہی کا اتباع کیا۔

سوم۔ حضرت علی و عباس اموال بنی نضیر کے لئے دو دفعہ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے۔ جب پہلی دفعہ تشریف لائے۔ تو ان میں کوئی باہمی نزاع واختلاف نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ وانتما جمیع وامرکما واحد سے عیاں ہے۔ بلکہ متفقہ طور پر ان اموال کے لئے خلیفہ وقت سے ان کی درخواست تھی۔ یہ مسلّم ہے۔ کہ ان کو حدیث لا نورث کی صحت کا علم تھا۔ وہ ان اموال کو از قبیل وقف قرار دیتے تھے۔ اس لئے بطور تملیک تو نہ مانگ سکتے تھے۔ مگر بظاہر وہ یہ سمجھتے تھے کہ واقف کے ورثہ موقوف کی تولیت وتصرف کے لئے اوروں سے زیادہ سزاوار ہیں۔ اس لئے ان کی درخواست یہ تھی کہ وہ اموال ان کی تولیت وتصرف میں کر دئے جائیں۔ لہٰذا حضرت فاروق اعظم نے ہر دو کو ان اموال کا متولی قرار دیا۔ بشرطیکہ وہ ان میں اسی طرح عمل کریں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد تولیت وتصرف میں شرکت حضرت عباس پر ناگوار گذری۔ وہ چاہنے لگے کہ تولیت تقسیم ہو جائے۔ اور ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل ہو جائے۔ حضرت علیؓ اس تقسیم سے مانع ہوئے۔ اس لئے دونوں میں نزاع واختلاف پیدا ہو گیا۔ جس کے فیصلہ کے لئے دوبارہ دربار فاروقیؓ میں حاضر ہوئے (مجمع البحار۔ تحت لغت تند) حضرت عباسؓ بولے۔ اے امیر المؤمنین میرے اور اس کاذب، آثم، غادر، خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علیؓ کی حمایت کی۔ اگرچہ بظاہر حضرت علیؓ وعباسؓ دونوں سے خطاب ہے۔ مگر اس سے مقصود حضرت عباسؓ کو سنانا ہے۔ کہ اگر حضرت علیؓ اس معاملہ میں یعنے تقسیم تولیت سے منع کرنے میں جو کہ موہم اجرائے میراث ہے۔ کاذب، آثم، غادر، خائن ہیں۔ تو تمہارے اعتقاد میں حضرت ابوبکر بھی ان اوصاف سے متصف ٹھیرے۔ (حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ وہ بے شک صادق، بار، راشد، تابع للحق تھے)۔ اور میں بھی تمہارے اعتقاد میں ان اوصاف سے متصف ٹھیرا (حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ میں بے شک صادق، بار، راشد، تابع للحق ہوں) کیونکہ میں اور صدیق اکبر تقسیم واجرائے میراث سے منع کرنے میں حضرت علی سے متفق ہیں۔ اور اسی حدیث سے متمسک ہیں جس کو تم سب جانتے ہو۔ حدیث کے الفاظ فرأیتما نی اس مطلب کی تائید کر رہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم کا مقصد اس سے یہ تھا کہ حضرت عباس حضرت امیر سے جھگڑا نہ کریں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ نہ حضرت عباس حضرات شیخین کو کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھتے تھے۔ اور نہ شیخین واقع میں ایسے تھے۔ کہاں ہیں وہ مخالفین جو کہتے ہیں۔ کہ بنا بر شہادت فاروق سیناں حضرت علیؓ وعباسؓ حضرات شیخین کو کاذب، آثم، غادر، خائن جانتے تھے۔ (طعن الرماح صفحہ ۳۰) وہ پہلے اسی حدیث کی رو سے حضرت امیر کا متصف بدیں اوصاف ہونا تسلیم کریں۔ پھر حضرات شیخین

Marfat.com

میں کلام کریں۔ اگر حضرت امیرؑ ان اوصاف سے متصف نہ تھے۔ تو حضرات شیخین بطریق اولےٰ ایسے نہ تھے۔ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

شائد کوئی ناواقف یہاں یہ اعتراض کرے۔ کہ حدیث میں تثنیہ (فرأیتمانی) کا صیغہ وارد ہے۔ جس سے مراد حضرت علی و عباس دونوں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ لغت عرب میں بعض وقت دو یا زیادہ شخصوں کو ایک کام میں شریک کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ مدنظر ایک ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (اے گروہ جن وانس کیا تمہارے پاس تم میں سے پیغمبر نہیں آئے) حالانکہ جنوں میں سے پیغمبر نہیں آئے۔ فقط انسانوں میں سے آئے ہیں۔ اسی طرح سورہ رحمٰن میں ہے۔ یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان (ان دونوں سے مروارید و مرجان نکلتے ہیں) حالانکہ مروارید و مرجان دریائے شور سے نکلتے ہیں۔ نہ کہ دریائے شیریں سے۔ بخاری شریف میں حدیث زیر بحث میں یہ الفاظ ہیں۔ فاستبّ علی وعباس (پس علیؑ و عباسؓ نے باہم سخت کلامی کی) حالانکہ صرف حضرت عباسؓ نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جیسا کہ روایت مسلم سے ظاہر ہے۔ اصول کافی (کتاب الکفر والایمان۔ باب نادر۔ صفحہ ۵۸۳) میں مذکور ہے۔ کہ ابن بکیر نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے جو سورہ شوریٰ میں فرمایا ہے فما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم (اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے۔ وہ اس گناہ کے سبب ہے۔ جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا) کیا حضرت علی اور دیگر اہلبیت کو جو مصیبت پہنچی۔ وہ اسی قبیل سے تھی۔ امام نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ مگر آپ ہر روز ستر بار استغفار کرتے تھے۔ اس روایت کی شرح میں شیعہ کا علامہ ملا خلیل قزوینی صافی میں یوں لکھتا ہے۔ مراد اینست کہ خطاب در اصابکم وایدیکم با بنی آدم است باعتبار بعض ایشاں چنانچہ متعارف است کہ فعل صادر از بعض جماعتے را نسبت بآن جماعت مے دہند مثل فنادتہ الملئکة (پس پکارا زکریا کو فرشتوں نے) حالانکہ منقول ہے۔ کہ پکارنے والے صرف جبرئیلؑ تھے۔ انتہےٰ۔

نزاع مذکورہ بالا میں حضرت فاروق اعظم نے اپنے فیصلہ سابقہ کو بحال رکھا۔ اور تقسیم ولایت سے انکار کر دیا۔ تاکہ ملک کا وہم نہ گزرے۔ کیونکہ تقسیم مالوں ہی میں ہوتی ہے۔ اور زمانہ گزرنے پر ملکیت کا گمان ہو جایا کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ خطابی کا قول ہے سنن ابی داؤد میں ہے۔ قال

Marfat.com

ابوداؤد اراد ان لا یوقع علیہ اسم قسم۔ یعنے کہا ابوداؤد نے کہ حضرت عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ اس مال فیئے پر تقسیم کا نام نہ بولا جائے (سنن ابوداؤد۔ جزء ثانی۔ کتاب الخراج والفیئ۔ صفحہ ۵۷)۔

چہارم۔ جب حضرت عباس نے دربار فاروقی میں یوں درخواست کی۔ اے امیر المومنین درمیان میرے اور درمیان اس کاذب، آثم، غادر، خائن کے فیصلہ کیجئے۔ تو حضرت علی ساکت رہے۔ اس کی وجہ علامہ سندی نے حاشیہ بخاری میں یوں لکھی ہے۔ لانہ بمنزلۃ الوالد لعلی ثم لعل معنی ھذا الکلام بینی وبین من یعاملنی معاملۃ من یتصف بھذہ الاوصاف وھذا ابناء علی انہ ما رضی بمعاملتہ وان معاملۃ علی فی نفسہ لا تکون کذالک وھذا یجری بین الاکابر فی المعاملۃ واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ۔ کیونکہ حضرت عباس حضرت علی کے لئے بمنزلہ والد کے تھے۔ اس کلام کے معنے شاید یہ ہیں۔ کہ فیصلہ کیجئے درمیان میرے اور درمیان اس (علی) کے۔ جو مجھ سے اس شخص کا سا معاملہ کرتا ہے۔ جو ان اوصاف سے متصف ہو۔ یہ مبنی ہے اس پر کہ حضرت عباس معاملہ علی سے راضی نہ تھے۔ اور معاملۂ علی واقع میں ایسا نہ تھا۔ اکابر کے درمیان معاملات میں ایسا ہو جایا کرتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ انتہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں اس کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔ قال المازری واذا کان ھذا اللفظ لا بد من اثباتہ ولم نضف الوھم الی رواتہ فاجود ما حمل علیہ انہ صدر من العباس علی جھۃ الادلال علی ابن اخیہ لانہ بمنزلۃ ابنہ وقال ما لا یعتقدہ وما یعلم براءۃ ذمۃ ابن اخیہ منہ ولعلہ قصد بذالک ردعہ عما یعتقد انہ مخطیئ فیہ وان ھذہ الاوصاف یتصف بھا لو کان یفعل ما یفعلہ عن قصد وان علیا کان لا یراھا موجبۃ لذالک فی اعتقادہ۔ ترجمہ۔ مازری نے کہا۔ کہ جب اس لفظ (کاذب، آثم الخ) کا اثبات ناگزیر ہو۔ اور ہم اس کے راویوں کی طرف وہم منسوب نہ کریں۔ تو اس کا سب سے اچھا محمل یہ ہے۔ کہ یہ الفاظ عباس کی طرف سے محبت کے سبب اپنے بھتیجے پر ناز و افراط ہے کیونکہ علی بمنزلہ عباس کے بیٹے کے تھے۔ عباس کہہ گئے وہ لفظ جس کی صحت کا وہ اعتقاد نہ رکھتے تھے اور جس سے وہ اپنے بھتیجے کو بری جانتے تھے۔ شاید عباس کا مقصد اس سے علی کو روکنا تھا۔ اس بات سے جس کی نسبت ان کا اعتقاد تھا کہ ان کا بھتیجا اُس میں خطا کار ہے۔ اور ان اوصاف سے متصف ہے۔ اگر وہ بالقصد ایسا کرتا ہے۔ اور علی اپنے اعتقاد میں اس کو موجب اس کا نہ سمجھتے تھے انتہے۔ فافہم

مذکورہ بالا تشریح سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مجتہد لاہوری اور مجتہد لکھنوی میں سے کوئی بھی اس حدیث کا مطلب نہیں سمجھا۔ انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس حدیث کا صرف ایک ٹکڑا نقل

Marfat.com

کرکے اس پر غلط رائے زنی کی ہے۔ جیسا کہ علمائے شیعہ کا شعار ہے۔

قال السید امداد امام

آل محمدؐ کی بے توقیری کے اسباب

واضح ہو کہ راقم الحروف کو اس جگہ اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ کہ معاملہ فدک میں بی بی فاطمہؑ برسرِ حق تھیں یا نہیں۔ یہاں صرف اسی قدر دیکھنا ہے۔ کہ فدک کی بے دخلی سے آل محمدؐ پر کیا اثر پیدا ہوا۔ ظاہر ہے۔ کہ علاقہ فدک سے آل محمدؐ کو ایک کثیر جمع وصول ہوا کرتی تھی جس کو وہ حضرات زیادہ غربا و مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ پس اس کے باقی نہ رہنے سے آل محمدؐ کی دینوی وجاہت میں بڑا فرق آگیا۔ کوئی شک نہیں کہ جس طرح حکومت کے نکل جانے سے پبلک بے توقیری آل محمدؐ کو لاحق ہو گئی اس طرح فدک کے نکل جانے سے پرائیویٹ نقصان وجاہت بھی ان کے لئے ہو گیا۔ بلاشبہ فدک کی بے دخلی آل محمدؐ کی بے توقیری کا دوسرا زینہ نظر آتی ہے۔ ان دونوں مصیبتوں کے ساتھ ہی ساتھ ایک تیسرا خوف آگین معاملہ آل محمدؐ کو پیش آگیا۔ وہ یہ کہ بنی امیہ جن کو جناب رسول خدا کی حیرت انگیز قابلیت نے بڑی مشکل سے دس برس کی عرصہ میں زیر و زبر کر ڈالا تھا۔ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد امر خلافت کے طے پاتے ہی فرمانروائے ملک شام ہو گئے۔ شام میں جس قدر جلد یہ ثروت بنی امیہ کو نصیب ہو گئی۔ ایسی کامیابی ہر قبیلہ کی توقع سے باہر تھی۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ بنی امیہ کا فروغ آل محمدؐ کے حق میں سم ہوا۔ بنی امیہ نے آل محمد سے خوب خوب بدلے لئے۔ جیسا کہ خود قول حضرت معاویہ کے صاحبزادے کا ہے۔ حضرت یزید ابن معاویہ فرماتے ہیں۔ کہ "کہاں ہیں کشتگان بدر وہ دیکھیں تو کہ ہم نے آل محمدؐ سے کیسا بدلہ لیا ہے"۔ یہ قول اس وقت کا ہے۔ کہ جب واقعہ کربلا کے بعد جناب امام زین العابدین دمشق میں لائے گئے ہیں۔ اور دربار میں مغنی نے یزید صاحب کی وہ غزل جشن میں گائی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ بھی ہے ؎

Marfat.com

لَا عَبَتِ الْهَاشِمُ فِي الْخَلْقِ وَلَا خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلْ

یعنے بنی ہاشم نے مخلوق خدا میں ایک کھیل نکالا تھا۔ کیسی وحی اور کیسی نبوت

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نامراد بنی امیہ پیغمبر خدا کی نبوت کو ملاعبت سمجھے تھے۔ اور درحقیقت اس کے معترف نہ تھے۔ خیر۔ کوئی شک نہیں کہ بنی امیہ کے فروغ نے آل محمدؐ کی دینی عزت و وجاہت کا خاتمہ کر دیا۔ بنی امیہ کے اہل ثروت ہو جانے کی یہ صورت ہوئی۔ کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ قرار پا چکے۔ تو حضرت ابوسفیان بن الحرب جو قبیلہ بنی امیہ کے سردار تھے حضرت علیؑ کے حضور میں تشریف لائے۔ اور نہایت ہی خواہی کے انداز سے حضرت علی سے فرمانے لگے۔ کہ اے علی امر خلافت طے پا گیا۔ اور آپ نے کوئی تدبیر خلافت کے حاصل کرنے کی نہ کی۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو میں صحرائے مدینہ کو سواران مکہ سے بھر دوں۔ اور اس خلافت کو دم کے دم میں تہ و بالا کر دوں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ کہ اے ابوسفیان تم ایام جاہلیت میں بھی فسادات کیا کرتے تھے۔ اب کہ مشرف باسلام ہو چکے ہو۔ تب بھی تمہارے مفسدے اپنے حال پر ہیں۔ حضرت علی کو ابوسفیان سے ایسے کلام کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ابوسفیان بنی امیہ سے تھے۔ اور بنی امیہ سے رسول اللہؐ کو بے حد نفرت تھی۔ یہاں تک کہ اس قبیلہ پر آنحضرتؐ نے لعنت تک کی تھی۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ ابوسفیان سے میل جول کا رکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ علیؑ ہر امر میں تمام تر رسول اللہؐ کی پیروی کرتے تھے۔ آپ کا ابوسفیان سے کنارہ کشی کرنا بجا تھا۔ اگر ابوسفیان کی طرف کچھ بھی میلان دکھلاتے۔ تو بلاشبہ رسول اللہؐ کی مرضی کے خلاف عامل ہوتے۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ بنی امیہ دین خدا اور رسول خدا دونوں کے سخت دشمن تھے۔ آنحضرتؐ نے دس برس کے عرصہ میں اس قبیلہ کو درست کیا تھا۔ اب اس قبیلہ میں شیطنت کی طاقت نہیں رہی تھی۔ پس اگر علیؑ ابوسفیان کے فریب میں آجاتے۔ تو آپ اس فعل کے عامل ہو جاتے جو حضرات شیخین سے عمل میں آیا۔ یعنے خلافت کے بچانے کے لئے ابوسفیان شریک سلطنت بنائے گئے۔ جس سے بنی امیہ کی نہ صرف زائل شدہ قوت عود کر آئی۔ بلکہ یہ قبیلہ تھوڑے عرصہ میں تمام بلاد اسلام کا بادشاہ ہو گیا۔ حیف صد حیف کہ خلافت اولیٰ کی طرف سے یہ ایک ایسی کارروائی عمل میں لائی گئی۔ جو سراسر رسول اللہؐ کے مقاصد کے خلاف کا پہلو رکھتی تھی۔ اس ایک لغزش کے نتائج اہل اطلاع سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خود اسلام میں جو جو فتور لاحق ہوئے۔ ان کو کیا کہیے۔ خاندان پیغمبرؐ پر جو جو آفتیں

Marfat.com

ئی گئیں بیان سے باہر ہیں۔ لاریب اگر علیؑ ابوسفیان کی سن لیتے۔ تو تمام خرابی اسلام وواقعہ
لاد بلاد جمیع سادات کشتی وغیرہ وغیرہ کے الزام آپ کے سر ہوتے۔ بہرحال اس طرح کا جواب
حضرت علیؑ سے پاکر ابوسفیان صاحب حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرات شیخین
سے فرمانے لگے۔ کہ تم حضرات تو اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔ مگر ہم کو تمہاری کامیابیوں سے
کوئی حصہ نصیب نہیں ہوا۔ میں ایک دم میں تمہاری خلافت کے معاملہ کو ہوا کر ڈالتا ہوں۔ حضرات
شیخین ایسی تقریر سے حضرت ابوسفیان کی نہایت گھبرائے۔ دونوں حضرات جانتے تھے۔ کہ امر
خلافت کو تہ وبالا کر ڈالنا حضرت ابوسفیان کے لئے کوئی دشوار امر نہ تھا۔ نہایت آشتی سے
فرمانے لگے کہ اے ابوسفیان تم بھی اس کامیابی کے شریک ہو جاؤ۔ ہماری خلافت کو درہم و
برہم کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ پس مصالحہ کی رو سے یہ بات قرار پائی۔ کہ حضرت ابوسفیان
شام کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیں۔ جب شام کو جانے کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ
میں تو پیر ہو گیا ہوں۔ میں اپنے عوض اپنے بڑے بیٹے یعنے یزید ابن ابی سفیان کو حکومت شام
پر بھیجتا ہوں۔ یہ صاحبزادے شام میں چار برس مسند حکومت پر جلوہ گر رہے۔ ان کی رحلت
کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت معاویہ علیہ ما علیہ اپنے بڑے بھائی کی جگہ حضرت عمرؓ
کی خلافت کے وقت حکومت شام پر قائم ہوئے۔ آپ کے برادر متوفی کوئی قابل شخص نہ
تھے۔ ان کا رحلت کر جانا قبیلہ بنی امیہ کے لئے برا نہ ہوا۔ حضرت معاویہ کے عنان حکومت
لیتے ہی اس قبیلہ کی دنیوی ثروت تیزی کے ساتھ ترقی کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ایک وقت
میں حضرت معاویہ تمام بلاد اسلام کے بادشاہ ہو گئے۔ جاننا چاہیئے کہ جس قدر بنی امیہ
دنیوی اور صاحب حکومت ہوتے چلے گئے۔ اسی قدر بنی ہاشم قوت اور حکومت سے دور پڑتے
گئے۔ اسباب بالا سے بنی ہاشم داخل عوام ہو گئے۔ اور ان کی وجاہت ظاہری بالکل جاتی
رہی۔ پھر علی کی خلافت سے جو بنی ہاشم میں حکومت آئی بھی تو آل محمد کی گئی ہوئی وقعت عود نہ
کر سکی۔ جناب علیؑ مرتضےٰ خلیفہ قرار پاکر بھی معاویہ کو معزول نہ کر سکے۔ الخ۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۰ تا ۳۲

اقول

جواب سے پہلے یہاں ایک مختصر شجرہ نسب پیش کیا جاتا ہے۔ جو اس بحث میں فائدہ
سے خالی نہیں :-

Marfat.com

Marfat.com

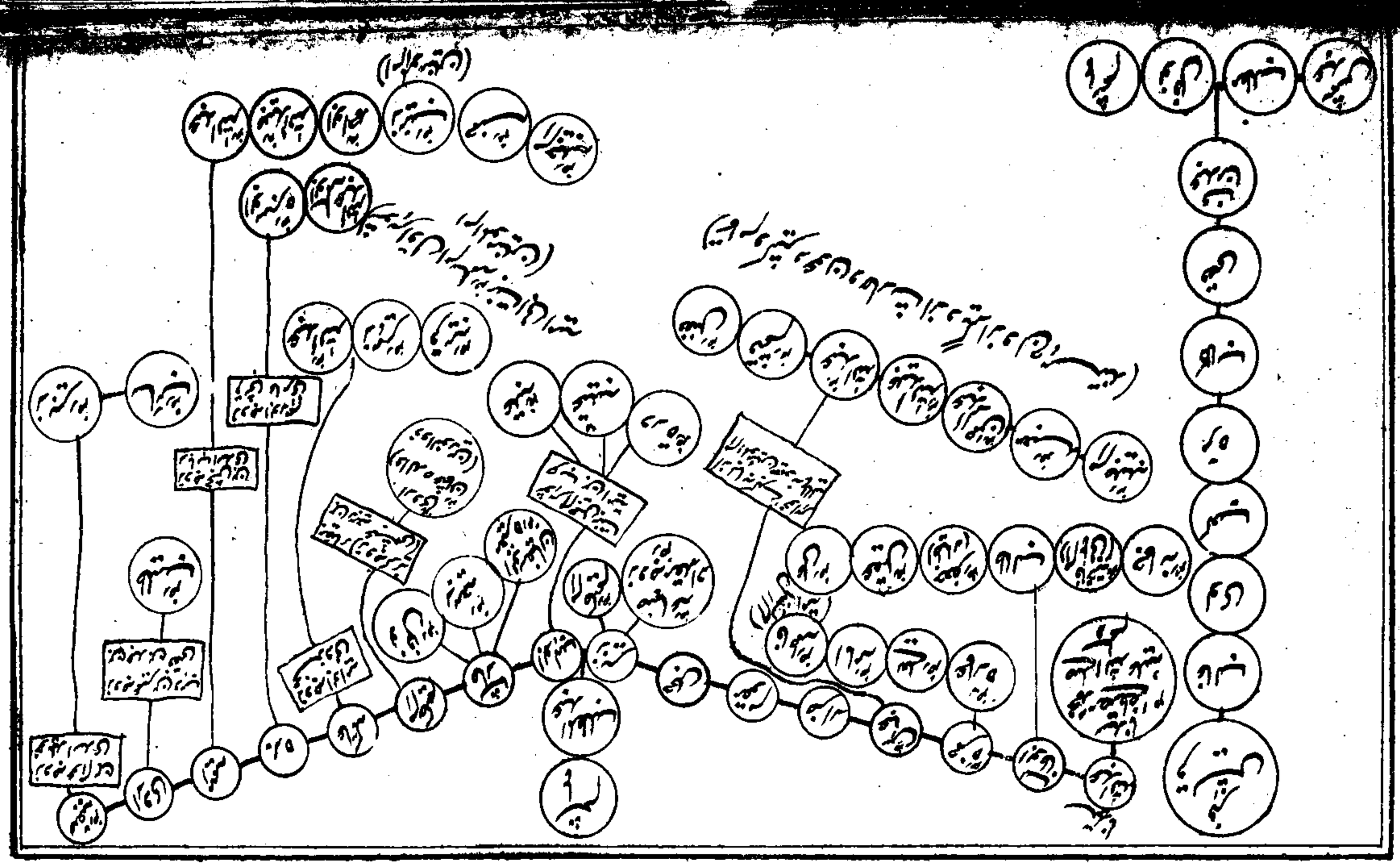

Marfat.com

مصنف نے یہاں آل محمد کی بے توقیری کے تین سبب بتائے ہیں۔ پہلا سبب خلافت کا آل محمد سے نکل جانا۔ دوسرا فدک سے آل محمدؐ کا بے دخل کیا جانا۔ تیسرا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بنی امیہ کا برسر اقتدار ہو جانا۔

خلافت کی نسبت ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ جس ترتیب سے خلافت ظہور میں آئی۔ وہی ترتیب حق اور مطابق قرآن کریم ہے۔ اس میں شک نہیں، کہ یہ ترتیب خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ شاہان دنیا اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ مگر چونکہ نبوت ملک کے مخالف ہی اس لئے یہ قیاس یہاں قائم نہیں رہ سکتا۔ ورنہ نبوت کا التباس ملک کے ساتھ ہو جاتا۔ اور لوگ خیال کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تبلیغ دین کے لئے مبعوث نہ ہوئے تھے بلکہ اپنی خاندانی سلطنت قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اسی واسطے تمام مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جانشین افضل البشر بعد الانبیاء یعنی صدیق اکبر کو منتخب کیا جو نہ بنی ہاشم میں سے تھے نہ بنی امیہ میں سے بلکہ دونوں کے مورث اعلےٰ عبد مناف کے پڑدادا مرہ بن کعب کے بیٹے تیم کی نسل سے تھے اسی طرح حضرت صدیق اکبر کے بعد خلافت بمشورہ مسلمین حضرت فاروق اعظم کو ملی جو نہ بنی ہاشم میں سے تھے نہ بنی امیہ میں سے اور نہ بنی تیم میں سے بلکہ مرہ بن کعب کے بھائی عدی کے خاندان سے تھے۔ حضرت فاروق اعظم کے بعد نہ صدیق اکبر کی اولاد سے کوئی خلیفہ ہوا نہ فاروق اعظم کے رشتہ داروں سے بلکہ بنی امیہ میں سے حضرت عثمان ذوالنورین خلیفہ قرار پائے۔ اور ان کے بعد بنی ہاشم میں سے حضرت علی مرتضےٰ خلیفہ بنائے گئے۔

مصنف جو اس ترتیب کو بنی ہاشم کی بے توقیری کا سبب سمجھ رہا ہے۔ وہ یہ تو بتائے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں بنی ہاشم کو انتظام ملک میں کس واسطے شریک نہ کیا۔ کیا بنا بر تقریر مصنف۔ حضور خود اپنے ہی خاندان کی بے توقیری چاہتے تھے۔ کہ بنی ہاشم میں سے کسی کو کسی علاقہ کا عامل و حاکم نہ بنایا۔ حاشا و کلا۔ یہ مصنف کی نادانی ہے۔ بنی ہاشم کی جو توقیر عہد نبوی میں تھی وہی خلافت راشدہ میں قائم رہی

فدک کی بحث اوپر آ چکی ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ خلافت راشدہ میں فدک کا مصرف وہی تھا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ کے متولیانہ قبضہ سے آل محمد کی آمدنی اور دنیوی وجاہت میں کوئی فرق نہ آیا۔

رہا تیسرا سبب۔ سو اس کی تردید کسی قدر تفصیل سے لکھی جاتی ہے۔ تاکہ بنی امیہ کی نسبت شیعہ کے اوہام کا ازالہ ہو جائے۔ ظہور اسلام سے پہلے ہاشمیوں اور عبشمیوں میں کوئی عداوت نہ تھی۔ بلکہ ایک گونہ رقابت تھی۔ حضرت معاویہؓ کے ایک خط کے جواب میں حضرت امیرؓ کے یہ الفاظ

Marfat.com

اما بعد فانا کنا نحن وانتم علی ما ذکرت من الالفۃ والجماعۃ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۶۷) اس مدعا پر نص ہیں۔ جب عرب کے درمیان اسلام کا چرچا ہوا۔ تو ان میں سے جو ایمان لاتے گئے۔ وہ خواہ کیسے ہی دور کے رشتہ دار تھے ایک رشتہ اتحاد و اخوت میں منسلک ہو گئے۔ باقی سب بالحاظ خاندان کے ان کے دشمن ہو گئے۔ اس عداوت کا موجب صرف اختلاف دین تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین اسلام یا تو مارے گئے۔ یا مشرف باسلام ہو کر سگے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے ممد و معاون ہو گئے۔ جیسا کہ شجرہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر ہم جنگ بدر کو پیش کرتے ہیں۔ اس جنگ میں بنی ہاشم میں سے عباس بن عبدالمطلب۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب اور بنی امیہ میں سے عمرو بن ابی سفیان۔ حنظلہ بن ابی سفیان۔ عقبہ بن ابی معیط اور عاص بن سعید۔ یہ سب دوش بدوش مسلمانوں کے خلاف لڑتے پائے جاتے ہیں۔ بدر میں مخالفین کو سخت شکست ہوئی۔ ہاشمیوں میں سے کوئی قتل نہ ہوا۔ عباس و نوفل و عقیل جو گرفتار ہوئے اداء فدیہ پر رہا کر دئے گئے۔ یہ سب آخر کار اسلام میں داخل ہوئے۔ مگر عبشمیوں کا نقصان جان بہت ہوا۔ ان کے بڑے بڑے سردار حنظلہ و عقبہ و عاص اور شیبہ و عتبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ قتل ہوئے۔ اور عمرو بن ابی سفیان اور ابوالعاص بن ربیع اسیر ہوئے۔ اور بعوض فدا رہا ہو گئے۔ عمرو مذکور بظاہر شرک پر مرا۔ مگر ابوالعاص بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ شرف اسلام کے حصول کے بعد جو اقتدار بنی امیہ کو حاصل ہوا۔ وہ ہر طرح اس کے اہل تھے۔ اس اقتدار کی ابتدا سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ سے ہوئی تھی۔ اسی واسطے اس میں ترقی ہوتی گئی۔ اس مطلب کی توضیح کے لئے ہم ذیل میں خاندان امیہ کے بعض افراد کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین ابوالعاص بن امیہ کے پوتے تھے۔ ان کی نانی ام حکیم بیضا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ بیعت رضوان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر آپ سے بیعت لی۔ اور اپنی دو بیٹیاں رقیہ و ام کلثوم یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں دیں۔ اسی واسطے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ دوسری کی وفات پر فرمایا کہ اگر میرے ہاں کوئی اور بیٹی ہوتی۔ تو میں تمہارے ہی عقد میں دیتا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے مال سے مسلمانوں کی بڑی مدد کی۔ چنانچہ بیر رومہ کو ایک یہودی سے بعوض بیس ہزار درہم خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ وہ یہودی بیر رومہ کا پانی مسلمانوں کو قیمت پر دیا کرتا تھا۔ اور مسجد نبوی

ف۱ بعد حمد و صلوٰۃ آنکہ ہم میں اور تم میں الفت و اتفاق تھا۔ جیسا کہ تو نے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

کی توسیع کے لئے زمین خرید کر وقف کر دی۔ اور ساڑھے نو سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں سے جیش العسرۃ تیار کیا۔ جب[1] مجاہدین غزوہ تبوک میں بہت بھوکے تھے۔ اس وقت حضرت عثمان نے انا ر موافق گزارہ لشکر کے خرید کر کے خچر لدوا کر بھیجے تھے۔ جب وہ سامان پاس پیغمبر خدا کے پہنچا۔ تب حضرتؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یہ دعا فرمائی تھی۔ کہ اے بار خدایا میں راضی ہوا ہوں عثمان سے۔ تو بھی راضی ہو اس سے۔ اور شعبی روایت کرتا ہے۔ کہ عثمانؓ پیغمبر خدا کے پاس اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈال کر گئے تھے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ کیوں نہ حیا کروں میں اس شخص سے کہ حیا کرتے ہیں اس سے ملائکہ"۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اپنے پیچھے حضرت عثمانؓ کو اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے۔ آپ شب بیدار تھے۔ ایک ہی رکعت میں رات گزار دیتے اور سارا قرآن مجید پڑھ جاتے۔ آپ کی خلافت راشدہ کے اخیر ایام میں ابن سبا نے جو رافضیوں کا مورث اعلےٰ ہے۔ مصریوں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کیا (حسن المحاضرہ للسیوطی۔ جز ثانی صفحہ ۱۶۴) اس فساد کا انجام یہ ہوا کہ آپ کو جمعہ کے دن بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری تلاوت قرآن مجید کی حالت میں بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا گیا۔ آپ کے بارہ سالہ عہد میں سکندریہ۔ نشاپور۔ افریقیہ قبرس۔ سواحل روم، اصطخر۔ خوزستان، طبرستان، کرمان سجستان۔ ساحل اردن اور مرو وغیرہ فتح ہوئے +

ابان بن سعید بن العاص بن امیہ غزوہ خیبر سے پہلے ایمان لائے۔ یہ آٹھ بھائی تھے۔ جیسا کہ شجرہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ ان میں سے اجیحہ یوم فجار میں اور عاص وعبیدہ جنگ بدر میں قتل ہوئے باقی پانچ اسلام سے مشرف ہوئے۔ جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ذوالنورین کو قریش کی طرف بھیجا۔ تو ابان نے ان کو پناہ دی۔ اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے صحیح وسلامت مکہ میں پہنچا دیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابان کو اپنے بعض سرایا مثلاً سریہ الی نجد کا امیر بنایا تھا۔ اور علاء بن الحضرمی کی جگہ یا علاء کے ساتھ ان کو بحرین کا عامل مقرر کر دیا تھا جس پر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک قائم رہے +

خالد بن سعید حضرت ابان کے بھائی تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد ایمان لائے۔ اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی۔ وہیں سعید اور امۃ پیدا ہوئی۔ آپ عمرہ قضا و فتح مکہ

[1] تاریخ ابوالفدا۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ ۱۹۴

Marfat.com

حنین، طائف وتبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور اقدس نے ان کو یمن میں صنعا کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ آپ کی وفات شریف تک خالدؓ اسی عہدے پہ ممتاز رہے ✦

عمرو بن سعید خالد مذکور کے بھائی تھے۔ اور خالد کے بعد ایمان لائے تھے۔ دونوں نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت عمرو فتح مکہ وحنین وطائف و تبوک میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تیماء وتبوک اور خیبر وفدک کا عامل مقرر فرمایا۔ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ تو ابان وخالد وعمرو تینوں نے اپنی اپنی عمالت چھوڑ دی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ کہ تم نے اپنی عمالتوں کو کیوں چھوڑا۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ ہم ابو احیحہ کے بیٹے رسولؐ اللہ کے بعد کبھی کسی کے عامل نہ بنیں گے۔ (استیعاب ابن عبدالبر)۔ پھر تینوں شام کو چلے گئے۔ اور بنا بر قول اکثر اہل سیر یوم اجنادین ۱۳ھ ہجری میں شہید ہوئے ✦

سعید بن سعید بن العاص عمرو مذکور کے بھائی فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے۔ فتح کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سوق مکہ کا عامل مقرر فرمایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ طائف کے لئے تشریف لے گئے۔ تو یہ بھی آپ کے ساتھ نکلے اور شہید ہو گئے ✦

حکم بن سعید پانچویں بھائی ہیں۔ آپ جب ہجرت کر کے حضور نبی امی بابی ہو وامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کی کہ حکم۔ فرمایا نہیں۔ آج سے تمہارا نام عبداللہ ہوگا۔ لہٰذا آپ کو عبداللہ بن سعید کہتے ہیں آپ کاتب اچھے تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں تعلیم کتابت پہ متعین فرمایا یوم بدر اور بقولے یوم موتہ اور عند البعض یوم یمامہ میں شہید ہوئے

سعید بن العاص بن سعید بن العاص ہجرت کے سال مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا باپ عاص جنگ بدر میں بحالت کفر مارا گیا۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے۔ اور جامع سخاوت وفصاحت تھے۔ اور منجملہ ان کے تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان غنی کے لئے مصحف شریف لکھے۔ آپ نے خلیفہ سوم کے عہد میں طبرستان وجرجان فتح کیا۔ خلیفہ سوم نے ان کو والی کوفہ مقرر کیا تھا۔ پھر ان کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر کیا۔ مگر اہل کوفہ

Marfat.com

نے ولید کو بھی پسند نہ کیا۔ لہٰذا کوفیوں کی درخواست پر ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کیا گیا۔ ایام جمل وصفین میں خانہ نشین رہے۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۴۱ھ سے ۵۴ھ تک والی مدینہ رہے۔ اور ۵۹ھ میں یا ایک دو سال پیشتر وفات پائی۔

ابوسفیان صخر بن حرب جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ رؤسا کا جھنڈا معروف بعقاب آپ کے پاس ہوا کرتا تھا۔ آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑی مسرت ہوئی۔ اور نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرمایا۔ بلکہ ان کی مزید عزت افزائی یوں فرمائی کہ حکم دے دیا۔ کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ اس کے لئے بھی معافی ہے۔ اسلام لاکر ابوسفیان بعد کے اسلامی جنگوں میں شریک ہوتے رہے چنانچہ غزوہ حنین میں شامل تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غنائم حنین میں سے ان کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے۔ طائف کی لڑائی میں آپ کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ یرموک جنگ رجب ۱۵ھ ہجری میں دوسری بھی جاتی رہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قدید میں بت منات کے توڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ جسے آپ نے توڑ پھوڑ دیا بقول عسکری آپ عہد نبویؐ میں نجران اور صدقات طائف پر عامل تھے۔ (تہذیب التہذیب للحافظ العسقلانی)۔ اور عہد صدیقی میں آخر حد حجاز اور آخر حد نجران کے درمیانی علاقہ کے حاکم تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری)۔ آپ نے خلافت عثمانؓ میں ۳۳ھ یا ۳۴ھ میں ۸۸ سال اور بقول بعض نوے سال سے کچھ اوپر کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے +

یزید بن ابی سفیان فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ غزوہ حنین میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابوسفیان کی طرح غنائم میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے۔ عہد نبویؐ میں صدقات نجران پر عامل تھے۔ (حیات القلوب مجلسی) جب حضرت صدیق اکبر نے فتح شام کے لئے تین جھنڈے تیار کئے۔ تو ان میں سے ایک جھنڈا یزید کو دیا جسے حضرت معاویہؓ اٹھایا کرتے تھے۔ بصرے۔ دمشق۔ عمان۔ بلقار۔ عرندل۔ صیدا۔ عرقہ بیروت وغیرہ کی فتح میں یزیدؓ نے نمایاں حصہ لیا۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو فلسطین کا حاکم بنا دیا تھا۔ آپ نے ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ اور درجہ شہادت حاصل کیا +

Marfat.com

معاویہ بن ابی سفیانؓ اپنے والد اور بھائی کے ساتھ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وحی اور خطوط کی کتابت پہ مامور فرمایا تھا۔ شام کی لڑائیوں میں آپ اپنے بھائی یزید کے ساتھ رہے۔ یزید کی وفات پر حضرت عمر فاروق نے علاوہ دمشق کے اردن بھی ان کی عمالت میں شامل کر دیا۔ امارت شام کو انہوں نے بیس سال نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صلح کے بعد آپ بالاتفاق خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ آپ نے بیس برس کی کامیاب خلافت کے بعد رجب ۶۰ھ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ آپ کی فضیلت میں کئی حدیثیں مروی ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم اجعلہ ھادیًا مھدیًا واھد بہ یعنے یا اللہ معاویہ کو ہدائیت کرنے والا اور ہدائیت پانے والا کر دے۔ اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدائیت دے۔ مسند امام احمد میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب یعنے یا اللہ معاویہ کو کتابت و حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا ملکت فاحسن یعنے اے معاویہ جب تو بادشاہ بنے۔ تو لوگوں سے نیک سلوک کرنا (اشعۃ اللمعات) +

عتبہ بن ابی سفیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے فصیح و خطیب تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو طائف کا عامل مقرر کیا۔ اور حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص کے مرنے پر کچھ عرصہ کے بعد ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ آپ نے ایک سال کی حکومت کے بعد مصر ہی میں ۴۴ھ میں وفات پائی +

ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا اصلی نام رملہ تھا۔ آپ حضرت عثمانؓ غنی کی پھوپھی صفیہ کی دختر بلند اختر اور حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔ پہلے عبید اللہ بن جحش کی بیوی تھیں۔ دونوں نے مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہیں ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی۔ عبید اللہ عیسائی ہو کر حبشہ ہی میں مر گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی شاہ حبش کی معرفت ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا۔ جسے آپ نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ آپ کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ اور باقی امہات المومنین کے مہر چار چار سو درہم تھے۔ آپ نے ۴۴ھ میں عہد معاویہؓ میں وفات پائی۔ ازواج مطہرات کی فضیلت جو قرآن مجید میں ثابت ہے۔ وہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہے +

Marfat.com

ام الحکم بنت ابی سفیان فتح مکہ کے دن ایمان لائیں۔ ولا تمسکوا بعصم الکوافر کا آیت نزول کے وقت آپ عیاض بن غنم فہری کے تحت میں تھیں پس عیاض نے آپ کو طلاق دیا پھر آپ عبداللہ بن عثمان ثقفی کے نکاح میں آئیں۔ اور آپ سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن نامی پیدا ہوا۔ جو کوفہ کا حاکم تھا۔ ابوسفیان کے ہاں ایک اور بیٹی عزہ نام بھی تھی ٭

ولید بن عقبہ اور ان کے بھائی خالد و عمارہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ یہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے اخیافی بھائی تھے۔ ان کی ایک بہن ام کلثوم نام تھی۔ وہ ان سے پہلے مسلمان ہوگئی تھی۔ صلح حدیبیہ کے اثنار میں ۶ھ میں اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور پیدل مدینہ سے مکہ پہنچی۔ ولید و عمارہ نے اسے واپس لوٹانا چاہا۔ بدیں غرض وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا یہ حکم نہیں۔ کہ میں اسے واپس کر دوں۔ اسی ام کلثوم کی شان میں آیہ امتحان یعنے اذا جاءکم المومنات مھاجرات نازل ہوئی۔ حضرت ولید کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ قریش میں حلیم و شجاع و ادیب و شاعر مشہور تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو صدقات بنی تغلب کا عامل بنایا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ نے ان کو ۲۵ھ میں کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اسی سال اہل آذربیجان نے نقض عہد کیا۔ جن کی سرزنش کے لئے ایک لشکر بسرکردگی حضرت ولید بھیجا گیا۔ حضرت ولیدؓ نے ان کو صلح پر مجبور کیا۔ اور شرط صلح وہی قرار پائی جو صلح حذیفہ بن الیمان میں تھی (ابن اثیر) آپ نے عہد معاویہ میں وفات پائی ٭

عتاب بن اسید اور ان کے بھائی خالد اور بہن عاتکہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل نہ ہوئے تھے کہ خالد نے وفات پائی۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ حنین کے لئے نکلے۔ تو عتابؓ کو امیر مکہ مقرر فرما گئے۔ حضرت عتابؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک اسی عہدے پر ممتاز رہے۔ اور خلافت صدیقیؓ میں بھی امیر مکہ ہی رہے۔ یہاں تک کہ جس دن حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات پائی۔ اسی دن حضرت عتاب نے بھی اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ ایک روز حضرت عتاب کعبہ سے پشت لگائے ہوئے خطبہ میں ملفیہ بیان فرما رہے تھے۔ کہ جس عمل پر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ اس میں سوائے دو کپڑوں کے مجھے کچھ نہیں ملا۔ اور وہ کپڑے بھی میں نے اپنے آزاد کردہ غلام کیسا

Marfat.com

کو پہنا دئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ نے جویریہ بنت ابوجہل کی خواستگاری کی تو حضرت فاطمہؓ کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اس پہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مولیٰ مرتضیٰ سے فرمایا۔ فاطمہؓ میرا جگر پارہ ہے۔ جس نے اسے ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی۔ حضرت عتاب کو جو یہ خبر لگی۔ فوراً حضرت زہراؓ کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ کہ جویریہ سے میں آپ کو نجات دلاتا ہوں۔ اور خود جویریہ سے نکاح کر لیا (تہذیب التہذیب) جس سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن نام پیدا ہوا۔ جنگ جمل میں عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف تھا۔ حضرت علی مرتضےٰ نے اسے مقتول دیکھ کر فرمایا۔ ھٰذا یعسوب القوم (تجرید اسماء الصحابہ للذہبی)۔ یعنے یہ سردار قوم ہے +

ابوالعاص بن الربیع امیہ کے بھائی عبدالعزےٰ کے پوتے اور حضرت خدیجہ کبرےٰ کی بہن ہالہ کے پیٹ سے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ کے کہنے سے ان کا نکاح اپنی سب سے بڑی صاحبزادی زینب سے کر دیا تھا۔ جب حضور کو منصب رسالت عطا ہوا۔ تو حضرت خدیجہ اور آپ کی لڑکیاں حضور پہ ایمان لائیں۔ مگر ابوالعاص شرک پہ قائم رہے۔ اسی طرح نبوت سے پہلے حضور انور بابی ہو وامی نے اپنی صاحبزادی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے اور ام کلثوم کا نکاح عتبہ کے بھائی عتیبہ سے کر دیا تھا۔ جب آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا۔ تو قریش نے کہا۔ کہ حضرت کو یوں تکلیف پہنچاؤ۔ کہ انکی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے ہم بستری سے پیشتر رقیہ و ام کلثوم کو طلاق دے دی۔ وہ ابوالعاص سے کہنے لگے۔ کہ تو بھی زینب کو طلاق دیدے۔ قریش کی جس لڑکی سے تو چاہے۔ ہم تیرا نکاح کر دیتے ہیں۔ مگر ابوالعاص نے انکار کر دیا۔ اگرچہ اسلام نے حضرت زینب اور ابوالعاص میں تفریق کر دی تھی۔ مگر مسلمانوں کی کمزوری کے سبب عمل درآمد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ہجرت وقوع میں آئی۔ جب قریش جنگ بدر کے لئے آئے تو ابوالعاص بھی ان کے ساتھ آئے۔ اور گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے مکہ سے ان کا فدیہ بھیجا۔ جس میں وہ ہار بھی تھا۔ جو حضرت خدیجہ نے زینب کو پہنا کر ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر اس ہار پہ پڑی۔ تو آپ پہ نہایت رقت طاری ہوئی اور حضرت خدیجہ کا زمانہ یاد آگیا۔ آپ کے ارشاد سے وہ مال واپس کر دیا گیا۔ اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا گیا۔ بدیں شرط کہ زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ بعد ازاں ۶ھ میں ابوالعاص قافلہ

Marfat.com

قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو گئے۔ ان کے پاس اپنا اور قریش کا بہت سامال تھا۔ واپس آتے ہوئے مقام عیص کے نواح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک سریہ نے جو بسرکردگی حضرت زید بن حارث بھیجا گیا تھا۔ ابوالعاص کا تمام مال لے لیا۔ ابوالعاص بھاگ کر رات کے وقت مدینہ میں آئے۔ اور حضرت زینب کے ہاں پناہ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زینب کی سفارش پر اہل سریہ سے تمام مال واپس کروا دیا۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالہ کر دیا۔ اور خود محرم ۷ھ میں مدینہ پہنچ کر اظہار اسلام کیا۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب نکاح سابق کے ساتھ ان کے حوالہ کر دی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ذی الحجہ ۱۲ھ میں وفات پائی +

ابو حذیفہ بن عتبہ امیہ کے بھائی ربیعہ کے پوتے تھے۔ مہاجرین اولین میں سے تھے آپ کو قبلتین کی طرف نماز پڑھنے۔ اور ہجرتین کا شرف حاصل تھا۔ حضرت ابو حذیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں داخل ہونے سے پیشتر ایمان لائے تھے۔ بدر، احد خندق، حدیبیہ وغیرہ تمام غزوات میں شامل رہے۔ اور یمامہ کی لڑائی میں شہید ہوئے

ھند بنت عتبہ ابو حذیفہ کی بہن اور حضرت معاویہؓ کی والدہ تھیں۔ جنگ بدر میں ان کا باپ اور چچا اور بھائی مارے گئے تھے۔ اس لئے انتقام کے خیال سے غزوہ احد میں فوج کفار کے ہمراہ آئیں۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر کاربند نہ رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ہوئی۔ تو یہ دلیر عورت اپنے چچا کے قاتل سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نعش پر آئی۔ اور کلیجہ نکال کر چبا گئی۔ اور اس طرح اپنی نذر پوری کی۔ جب مکہ فتح ہوا۔ تو اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ یہ بھی مسلمان ہو گئیں جب جنگ یرموک میں مسلمانوں کے پاؤں ڈگمگائے۔ تو اسی ہند نے دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر خیمہ کی چوبوں سے مار مار کر اور غیرت دلانے والے کلمات کہہ کہہ کر مسلمانوں کو پھر مستعد جنگ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی۔ آپ نے حضرت فاروق اعظم کے عہد میں اسی روز انتقال فرمایا۔ جس دن حضرت ابوقحافہ والد حضرت صدیق اکبر نے وفات پائی۔ ہند کی ایک بہن فاطمہ تھی۔ جو فتح مکہ کے دن اسلام لائی اور ایک اور بہن ام ایان تھی۔ جو حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے نکاح میں آئی +

عبدالرحمٰن بن سمرہ امیہ کے بھائی حبیب کے پوتے تھے۔ جو فتح مکہ کے دن ایمان

Marfat.com

لائے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ آپ نے حضرت عثمان ذوالنورین کے عہد میں خراسان پر حملہ کیا تھا۔ سجستان اور کابل آپ ہی نے فتح کیا تھا۔ ابن عامر نے آپ کو سجستان کا حاکم بنا دیا۔ آپ وہیں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کی خلافت میں فتنہ پیدا ہو گیا یہ وہاں سے چلے گئے۔ آخر کار بصرہ میں آ رہے۔ اور بصرہ ہی میں ۵۱ھ میں وفات پائی بعض کا قول ہے۔ کہ ان کا والد سمرہ ایمان لے آیا تھا۔ (تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی)

عامر بن کریز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی بیضاء کے بیٹے ہیں۔ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور خلافت عثمان تک زندہ رہے۔

عبداللہ بن عامر حضرت عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں لائے گئے۔ حضور انور نے ان پر دم کیا اور لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈال دیا۔ جسے یہ نگل گئے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انہ لمسقی (بے شک یہ پلائے گئے ہیں) حضور پر نور کے اس ارشاد کی برکت سے وہ جس زمین کو کھودتے پانی نکل آتا۔ عبداللہ مذکور سخی کریم حلیم اور کثیر المناقب تھے۔ خراسان۔ اطراف فارس۔ اصفہان۔ حلوان و کرمان ان ہی نے فتح کئے۔ اور فارس کا اخیر بادشاہ یزدجرد ان ہی کی امارت میں قتل ہوا۔ نہر بصرہ ان ہی نے کھدوائی۔ ان ہی نے پہلے پہل عرفہ میں حوض بنوا کر وہاں تک چشمۂ آب جاری کر دیا۔ حضرت عثمان غنی کے عہد میں بصرہ کے حاکم تھے جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ رہے۔ حضرت معاویہ نے ان کو بصرہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر تین برس کے بعد معزول کر دیا۔ پھر یہ مدینہ جا رہے۔ اور وہیں ۵۸ھ میں یا ایک سال پیشتر وفات پائی۔

مندرجہ بالا حالات سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ بنی امیہ اور ان کے قریبی رشتہ دار جنہوں نے پہلے پہل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی۔ آخر کار کس طرح آپ کی غلامی میں آئے۔ اور حضور انور نے ان کے اخلاص و اہلیت کو ملاحظہ فرما کر ان کو اپنے قلمرو میں کس قدر عمل و دخل دیا۔ اور انہوں نے اسلام کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ حسب بیان ملا باقر مجلسی (حیات القلوب نولکشوری۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۵۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عمال مندرجہ ذیل تھے۔

Marfat.com

(۱) فہرست عمال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عمرو بن حزم خزرجی	نجران	کتاب میں عمرو بن خدام غلط چھپا ہے۔ حضرت عمرو پندرہ سال کی عمر میں غزوہ خندق میں شامل ہوئے جب سترہ سال کے ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو عامل نجران مقرر کر دیا۔ تاکہ وہاں کے باشندوں کو قرآن و شرائع اسلام کی تعلیم دیں۔
زیاد بن لبید انصاری خزرجی	حضرموت	حضرت زیاد عقبہ، بدر، احد، خندق وغیرہ تمام مشاہد میں شامل تھے۔ کتاب میں زیاد بن اسید غلط چھپا ہے۔
خالد بن سعید اموی	صنعاء	ان کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔
مہاجر بن ابی امیہ قرشی مخزومی	کندہ وصدف	کتاب میں بجائے مخزومی کے غزومی اور بجائے مہاجر بن ابی امیہ کے ابوامیہ اور بجائے صدف کے صدق غلط چھپا ہے۔ حضرت مہاجر ام المومنین ام سلمہ کے سگے بھائی تھے۔ جو صدقات کندہ و صدف پر مامور تھے۔ (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر)۔ قبیلہ کندہ یمن میں تھا۔ اور صدف اسی کا ایک بطن تھا
ابوموسےٰ اشعری	زبید و رمع و عدن و ساحل	حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ نے ان کو عمالت کوفہ سے معزول کر دیا تھا
معاذ بن جبل انصاری خزرجی	بعضے از اعمال یمن	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کو پانچ صحابیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت معاذ کو آپ نے یمن کے شہر جَند کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ جو لوگوں کو قرآن و شرائع اسلام کی تعلیم دیتے۔ اور حضرات

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
		زیاد و خالد و مہاجر و ابو موسےٰ سے صدقات وصول کرتے +
عمرو بن عاص قرشی سہمی و ابوزید انصاری	عمان	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوزید انصاری اور عمرو بن عاص کو ۸ھ میں عبید و جیفر پسران جلندی والیان عمان کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ عبید و جیفر اور باشندگان عمان ایمان لائے۔ ابوزید و عمرو دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک والی عمان رہے (فتوح البلدان بلاذری)
یزید بن ابی سفیان اموی	صدقات نجران	ان کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔
حذیفہ و بلال	صدقات میوہ ہا	بظاہر حذیفہ سے مراد حذیفہ بن الیمان اور بلال سے بلال بن رباح مؤذن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے +
عبادہ بن بشیر انصاری اشہلی	صدقات بنی المصطلق	صدقات بنی المصطلق پہ تو حضرت ولید بن عقبہ مامور تھے۔ جیسا کہ تاریخ اسلام مؤلفہ ایس ذاکر حسین جعفر میں مذکور ہے۔
مالک بن نویرہ تمیمی یربوعی	صدقات بنی یربوع	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مالک کو اپنی ہی قوم کے صدقات پہ مامور فرمایا تھا۔
عدی بن حاتم طائی	صدقات بنی اسد	تاریخ اسلام مؤلفہ ایس ذاکر حسین جعفر میں لکھا ہے۔ کہ عدی بن حاتم صدقات طے پہ مامور تھے۔ اور صدقات بنی اسد پہ ایاس بن قیس اسدی تھے۔ اور کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ حضرت عدی صدقات طے و اسد پہ مامور تھے۔
زبرقان بن بدر بن امرؤ القیس	صدقات عوف	حضرت زبرقان ۹ھ میں ایمان لائے تھے

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
بن خلف بن بہدلہ بن عوف سعدی تمیمی		آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ہی قو کے صدقات پہ مامور فرمایا۔ عہد صدیقی و عہد فار میں بھی اسی عہدے پر ممتاز رہے ؛
عیینہ بن حصن فزاری	صدقات فزارہ	حضرت عیینہ اپنی قوم کے سردار اور ان ہی کے صدقات پہ مامور تھے۔ عہد صدیقی میں آپ نے اپنی قوم کو ارتداد سے روکا تھا۔ اور صدقات وصول کر کے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ؛
ابو عبیدہ بن الجراح قرشی فہری	صدقات مزینہ و ہذیل و کنانہ	حضرت ابو عبیدہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان ہی کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ امین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح یعنے اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں ؛

فہرست مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ عہد نبوی میں بنی ہاشم میں سے کوئی عامل نہ تھا جس کی وجہ وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ یعنے سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی بعثت سے یہ مقصود نہ تھا۔ کہ آپ دنیا میں اپنی خاندانی سلطنت قائم کر جائیں۔ جس سے منکرین کو یہ کہنے کا موقع ملتا۔ کہ آپ تو سلطنت ہاشمیہ قائم کرنے آئے تھے۔ اس فہرست میں اگرچہ تمام اموی عاملوں کے نام درج نہیں۔ مگر ملا باقر مجلسی کے قلم سے ان میں سے دو کا نام ثبت ہونا بھی غنیمت ہے۔ جس سے ہمارا مدعا ثابت ہے۔ اب ذیل میں دکھاتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین تقرر عمال میں کس طرح آپ کے نقش قدم پہ چلے :-

(۲) فہرست عمال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام (دیکھو کامل ابن اثیر)	کیفیت
عتاب بن اسید اموی	مکہ	حضرت عتاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
		عہد مبارک میں بھی عامل مکہ تھے۔
عثمان بن ابی العاص ثقفی	طائف	حضرت عثمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی عامل طائف تھے
مہاجر بن ابی امیہ قرشی مخزومی	صنعاء	چونکہ حضرت خالد بن سعید اموی عامل صنعاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر برغبت و رضائے خود ملک شام کو چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کی جگہ حضرت مہاجر کو مقرر کیا گیا۔ جو یمن کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ کیونکہ عہد نبوی میں یمن کے قبیلہ کندہ کے صدقات پر مامور تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حارث بن عبد کلال شاہ یمن کے پاس بطور قاصد بھی بھیجے گئے تھے۔ یہاں اموی عامل کی جگہ غیر اموی کا تقرر قابل غور ہے۔
زیاد بن لبید انصاری	حضرموت	حضرت زیاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی عامل حضرموت تھے۔
یعلی بن امیہ تمیمی	خولان (یمن میں)	حضرت صدیق اکبر کے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی فتنہ ارتداد میں اہل خولان نے بھی صدقہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت یعلی کو وہاں بھیجا۔ وہ ان کو راہ راست پر لائے۔ اور وہیں کے عامل مقرر ہوئے۔
ابو موسیٰ اشعری	زبید و رمع	حضرت ابو موسےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی عامل زبید و رمع تھے۔
معاذ بن جبل انصاری خزرجی	جند (یمن میں)	حضرت معاذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
		عہد مبارک میں بھی عامل جند تھے۔
علاء بن الحضرمی خزرجی	بحرین	پہلے بحرین فارسیوں کے قبضے میں تھا۔ اور ان کی طرف سے منذر بن ساوی حاکم بحرین تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں حضرت علاء کو دعوت اسلام کے لئے وہاں بھیجا۔ منذر اور تمام عرب بحرین اور بعض عجم ایمان لائے۔ اور باقی نے جزیہ دینا قبول کیا۔ حضرت علاء وہاں کے عامل مقرر ہوئے۔ پھر ان کی جگہ حضرت ابان بن سعید اُموی مقرر ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ہر دو عامل بحرین رہے۔ بہر حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر حضرت ابان جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ اور علاء عامل بحرین رہے۔ یا دوبارہ مقرر کئے گئے۔ (فتوح البلدان بلاذری)
جریر بن عبداللہ بجلی	نجران	حضرت جریر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذو کلاع اور ذو رعین شاہان یمن کی طرف بطور قاصد بھیجا تھا۔
خالد بن ولید کے ماتحت ابو عبیدہ بن الجراح قرشی فہری۔ شرجیل بن حسنہ کندی۔ یزید بن ابی سفیان اموی۔ عمرو بن عاص قرشی سہمی	شام کے بعض شہر	ان سب نے عہد صدیقی میں علاقہ مفتوحہ شام کی فتح میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

مندرجہ بالا فہرست سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے نظام سلطنت میں بھی کس حد تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے۔ بنی امیہ کی کوئی

Marfat.com

خاص رعایت نہیں کی گئی ۔

(۳) فہرست عمال حضرت فاروق اعظم بوقت شہادت

(کامل ابن اثیر)

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
نافع بن عبدالحارث خزاعی	مکہ	حضرت عتاب عامل مکہ وفات پا چکے تھے اس لئے ان کی جگہ حضرت نافع مقرر ہوئے ابتیعاب میں ہے۔ کہ ایک روز نافع دربار فاروقی میں آئے اور اپنے آزاد کردہ غلام عبدالرحمن بن ابزی کو اپنا خلیفہ چھوڑ آئے۔ اس بے قاعدگی پہ حضرت فاروق اعظم نے ان کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ خالد بن عاص بن ہشام مخزومی کو مقرر کیا۔
سفیان بن عبداللہ ثقفی طائفی	طائف	عہد نبوی و عہد صدیقی میں حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی عامل طائف تھے۔ عہد فاروقی کے پہلے دو سال وہی عامل طائف رہے سنہ ۱۵ھ میں حضرت علاء بن الحضرمی عامل بحرین کی وفات کے قریب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کو طائف سے تبدیل کر کے عمان و بحرین کا حاکم مقرر کیا۔ اور طائف میں..... سفیان بن عبداللہ کو مامور کیا۔
یعلی بن امیہ تمیمی	صنعاء	حضرت یعلےٰ عہد صدیقی میں بھی یمن میں عامل تھے۔
عبداللہ بن ابی ربیعہ قرشی مخزومی	جند	حضرت معاذ بن جبل عامل جند طاعون عمواس میں فوت ہوئے۔ ان کی جگہ عبداللہ بن ابی ربیعہ مقرر ہوئے ۔

Marfat.com

مغیرہ بن شعبہ ثقفی	کوفہ	کوفہ کو حضرت فاروق اعظم کے حکم سے ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے آباد کیا تھا۔ حضرت سعد ساڑھے تین سال تک عامل کوفہ رہے۔ پھر اہل کوفہ نے دربار فاروقی میں شکایت کی۔ کہ سعد نماز درست نہیں پڑھاتے۔ حضرت فاروق اعظم نے عمار بن یاسر کو مامور کیا۔ قریباً دو سال کے بعد عمار کی بھی شکایت آئی کہ وہ سیاست سے ناواقف ہیں۔ لہٰذا ان کی درخواست پر ابو موسےٰ مقرر کئے گئے۔ ایک سال کے بعد ان کی بھی شکایت ہوئی اس لئے ابو موسےٰ بصرہ میں مقرر کئے گئے۔ اور مغیرہ بصرہ سے کوفہ میں تبدیل ہو کر آ گئے۔
عمرو بن عاص قرشی سہمی و عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	مصر کو حضرت عمرو بن عاص نے عہد فاروقی میں ۲۰ھ میں فتح کیا تھا۔ اس فتح میں لشکر اسلام کے میمنہ کے سردار عبداللہ بن سعد تھے۔ (استیعاب) حضرت فاروق اعظم کی وفات کے وقت یہ دونوں مصر کے حاکم تھے۔ حضرت عمرو فسطاط و حصہ زیرین مصر پر اور عبداللہ صعید مصر پر مامور تھے۔ (حسن المحاضرہ للسیوطی) ابن اثیر نے صرف عمرو کو حاکم مصر لکھا ہے۔
عمیر بن سعد انصاری	حمص و قنسرین	حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح کی وفات پر عیاض بن غنم قرشی فہری کو جنہوں نے عامہ بلاد جزیرہ ورقہ کو فتح کیا تھا عامل حمص قرار دیا۔ حضرت عیاض نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس لئے عمیر بن سعد مقرر کئے گئے تھے۔

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
معاویہ بن ابی سفیان اموی	دمشق واردن	حضرت فاروق اعظم کی طرف سے یزید بن ابی سفیان دمشق میں اور ان کے بھائی معاویہ رض اردن میں عامل تھے۔ جب یزید بن ابی سفیان نے ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں انتقال فرمایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت معاویہ کی قابلیت و تجربہ کو ملحوظ رکھ کر اردن بھی ان کی عملداری میں شامل کر دیا۔
عثمان بن ابی العاص ثقفی	بحرین ومضافات	کیفیت پہلے آچکی ہے ۔

اس فہرست سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم نے نظام حکومت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رض کے اتباع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور پہلے عاملوں کی موجودگی میں نئے عامل مقرر نہیں کئے۔ اور نہ بنی امیہ کو اختیارات میں بے جا دخل دیا ہے

(۴) فہرست عمال بوقت شہادت حضرت عثمان ذوالنورین

(کامل ابن اثیر)

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عبداللہ بن الحضرمی	مکہ	استیعاب میں خالد بن عاص بن ہشام مخزومی کو عہد عثمان میں عامل مکہ لکھا ہے۔ جو عہد فاروقی میں بھی اسی عہدے پر ممتاز تھے۔
القاسم بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی	طائف	×
یعلے بن امیہ تمیمی	صنعاء	حضرت یعلے عہد فاروقی میں بھی عامل صنعا تھے ۔
عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی	جند	حضرت عبداللہ عہد فاروقی میں بھی عامل جند تھے

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی	بصرہ	عہد فاروقی میں بصرہ میں حضرت ابو موسےٰ اشعری عامل تھے۔ شروع خلافت عثمان میں بھی وہی عامل رہے۔ عہد عثمانی کے تیسرے سال اہل ایذج داکرا دنے ارتکاب کفر کیا۔ اس لئے حضرت ابو موسےٰ نے لوگوں کو پیدل جہاد کی ترغیب دی۔ مگر خود سوار ہو کر نکلے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے باگ پکڑ لی۔ اس پر ابو موسےٰ نے چابک مار کر لوگوں کو ہٹا دیا۔ یہ شکایت دربار عثمانی میں پہنچی۔ ابو موسےٰ عمالت بصرہ سے معزول کئے گئے۔ اور ان کی جگہ ۲۹ھ میں عبداللہ بن عامر مقرر کئے گئے۔ (ابن اثیر)
معاویہ بن ابی سفیان اموی	شام	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عہد فاروقی میں عامل دمشق واردن ہو گئے تھے۔ اوائل عہد عثمانی میں حضرت عمیر بن سعد عامل حمص وقنسرین بیمار ہو کر اپنی عمالت سے مستعفی ہو گئے۔ اور عبدالرحمٰن بن علقمہ عامل فلسطین نے وفات پائی۔ اس طرح حمص وقنسرین وفلسطین بھی عمالت معاویہؓ میں شامل کر دئے گئے۔ اور حضرت معاویہؓ بوجہ اپنی لیاقت کے تمام شام کے گورنر ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے حمص پر عبدالرحمٰن بن خالد قرشی مخزومی اور قنسرین پر حبیب بن مسلمہ قرشی فہری اور اردن پر ابوالاعور سلمی اور فلسطین پر علقمہ بن حکیم فراسی کنانی اور بحری علاقہ پر عبداللہ بن قیس فزاری مامور تھے۔
ابو موسےٰ اشعری	کوفہ	حضرت فاروق اعظم نے وصیت کی تھی۔ کہ سعد بن ابی وقاص کو پھر عامل کوفہ بنایا جائے۔ کیونکہ

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
		ان کی معزولی کسی برائی یا خیانت کے سبب نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت سعد ایک سال سے کچھ اوپر عامل کوفہ رہے۔ ان کے بعد ولید بن عقبہ پانچ سال اس عہدے پر رہے۔ پھر سعید بن عاص مامور ہوئے۔ اہل کوفہ ان سے بھی خوش نہ تھے۔ آخر کار انہوں نے ابو موسیٰ کو اپنا حاکم بنا کر حضرت عثمان ذوالنورین سے منظوری منگوالی۔
جریر بن عبداللہ بجلی	قرقیسیا	حضرت جریر کوفہ میں رہا کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے حضرت عثمانؓ پر سب و شتم شروع کیا۔ تو یہ قرقیسیا میں آ گئے اور کہنے لگے کہ میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا جہاں حضرت عثمان غنی پر سب و شتم ہو۔
اشعث بن قیس کندی	اذربیجان	عہد فاروقی میں حذیفہ بن الیمان اور عتبہ بن فرقد سلمی جو فتح اذربیجان میں شامل تھے یکے بعد دیگرے عامل تھے۔ جب حضرت عثمان غنی نے عتبہ کو معزول کیا۔ تو اہل اذربیجان نے نقض عہد کیا اس لئے ۲۵ھ میں ولید بن عقبہ عامل کوفہ نے اشعث بن قیس کے اذربیجان بھیجے گئے۔ انہوں نے اہل اذربیجان کو صلح حذیفہ پر مجبور کیا۔ ولید کی واپسی پر اشعث بطور عامل وہیں رہ گئے۔
عتبہ بن فرقد	حلوان	حلوان عراق میں ایک بڑا آباد شہر تھا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اسے ۱۹ھ میں فتح کیا تھا۔
مالک بن حبیب ابو منجن ثقفی	ماہ	حضرت مالک جاہلیت و اسلام میں بڑے شجاع تھے۔ جنگ قادسیہ میں شامل تھے۔
نسیر بن ذعلوق عجلی	ہمدان	ہمدان کے نواح میں نسیر ایک قلعہ کا نام بھی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کو حضرت نسیر نے فتح کیا تھا۔ اس لئے آپ کے نام پر موسوم بہ نسیر ہوا۔
سعید بن قیس	رے	×

Marfat.com

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
سائب بن اقرع ثقفی	اصفہان	حضرت سائب فتح نہاوند میں شامل تھے۔ حضرت فار اعظم نے ان کو عامل مدائن مقرر کر دیا تھا۔ ایک روز اپنی وا ملیکہ کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مبارک ہاتھ سر پہ پھیرا۔
جنیس	ماسبذان	×
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	حضرت فاروق اعظم کی وفات کے وقت مصر میں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن سعد دونوں عامل تھے۔ حضرت عمر کو تجربہ جنگ خوب تھا اور دشمنوں کے دل میں ان کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت عثمان غنیؓ نے چاہا۔ کہ عمرو کو میدانِ جنگ پہ اور عبداللہ کو خراج مصر پہ مامور کیا جائے۔ مگر عمرو نے انکار کیا۔ اس لئے عمرو معزول ہو گئے۔ اور عبداللہ خراج مصر اور حرب دونوں پہ مامور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے عبداللہ کو خراج مصر پہ متعین کر دیا تھا۔ پھر دونوں میں کچھ قیل وقال ہوئی۔ عبداللہ نے دربار عثمانی میں شکایت کر دی۔ جس پہ عمرو معزول کر دئے گئے۔ (دیکھو فتوح البلدان بلاذری)

حضرت عثمان ذوالنورین کے بیت المال کے افسر علے عقبہ بن عامر بن عبس جہنی اور اور قاضی حضرت زید بن ثابت تھے۔

(۵) فہرست عمال بوقت شہادت حضرت علی مرتضیٰ

(ابن اثیر)

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
عبداللہ بن عباس قرشی ہاشمی	بصرہ	حضرت عبداللہ حبر الامۃ اور ابو الخلیفاء

Marfat.com

ن یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت
زیاد بن ابیہ	فارس	حضرت مرتضٰے نے سہل بن حنیف انصاری کو حاکم فارس بنا کر بھیجا تھا۔ مگر اہل فارس نے سہل کو نکال دیا اس کے بعد آپ نے زیاد بن ابیہ کو بھیجا۔ اہل فارس اس تقرر پر خوش ہو گئے۔ اور خراج ادا کر دیا
عبیداللہ بن عباس قرشی ہاشمی	یمن	حضرت عبیداللہ سخاوت میں اور ان کے بھائی فضل جمال میں اور عبداللہ فقہ میں مشہور تھے۔ اسی واسطے کہا کرتے تھے۔ کہ جو شخص جمال و فقہ و سخاوت کا طالب ہو۔ وہ حضرت عباس کے گھر آئے۔
قثم بن عباس قرشی ہاشمی	طائف و مکہ و مضافات	حضرت علی مرتضٰے نے خالد بن عاص بن ہشام مخزومی عامل مکہ کو معزول کر کے ان کی جگہ ابو قتادہ انصاری کو مقرر کیا تھا۔ پھر ابو قتادہ کو معزول کر کے قثم بن عباس کو متعین کیا تھا۔ (استیعاب)
ابو ایوب انصاری اور بقول بعض سہل بن حنیف انصاری	مدینہ	حضرت ایوب بدر، احد، خندق اور باقی تمام غزوات میں شامل تھے۔ اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں حضرت علی مرتضٰے کے ہمراہ تھے۔ عہد معاویہؓ میں یزید بن معاویہ کی معیت میں فتح قسطنطنیہ کے لئے تشریف لے گئے۔ دوران محاصرہ میں بیمار ہو گئے۔ اور وہیں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک فصیل شہر کے متصل واقع ہے۔ جس سے اہل کے بارش کے وقت توسل کیا جاتا ہے۔
حضرت علی مرتضٰے کی طرف سے ابو الاسود دئلی عہدہ قضاء پر مامور تھے		

انتباہ

حضرت علی مرتضٰے نے خلیفہ ہوتے ہی تمام عمال عثمانؓ کو معزول کر دیا۔ عمال کی فہرست جو آپ نے تیار کی وہ یہ تھی۔

Marfat.com

(۱) عبیداللہ بن عباس	یمن میں	(۲) سعید بن عباس (؟)	بحرین
(۳) سماعہ بن عباس (؟)	تہامہ	(۴) عون بن عباس	یما
(۵) قثم بن عباس	مکہ	(۶) قیس بن سعد بن عبادہ	مصر
(۷) عثمان بن حنیف	بصرہ	(۸) عمارہ بن شہاب	کوفہ
(۹) سہل بن حنیف	شام۔		

مگر حضرت مرتضیٰ کی اس تجویز پہ عملدرآمد نہ ہوسکا۔ (دیکھو تاریخ اسلام مؤلفہ ایس ذاکر حسین جعفر۔ حصہ سوم۔ صفحہ ۱۶۹)

شیعہ جو اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی نے بڑے بڑے ملکی عہدے اپنے رشتہ داروں کو دے دئے تھے۔ وہ فہرست نمبر (۴) و (۵) کو بغور دیکھیں۔ مصنف نے تیسرے سبب کے ضمن میں جو بہت سی باتیں خلاف واقع لکھی ہیں۔ ان کی تردید آسانی سے بدیں تفصیل ہوسکتی ہے:۔

(۱) یہ کہنا۔ کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امر خلافت کے طے پاتے ہی بنی امیہ (ناجائز طور پہ) فرمانروائے ملک شام ہوگئے۔ اور پھر تھوڑے عرصہ میں (بطریق غصب) تمام بلاد اسلام کے بادشاہ ہوگئے۔ سراسر غلط ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خود حضور انور کے حکم سے بحرین و یمن و مکہ و نجران و طائف و تبوک و خیبر وغیرہ میں بنی امیہ کا عمل و دخل تھا۔ بنی ہاشم میں سے ایک بھی عامل نہ تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر حضرت صدیق اکبر نے عہد نبوی کے عاملوں کو بحال رکھنے کی جو کوشش کی وہ فہرست نمبر (۲) سے ظاہر ہے۔ عہد صدیقی میں شام کے صرف بعض شہر فتح ہوئے تھے۔ اور ان میں خلیفہ وقت کی طرف سے چار عامل تھے۔ جن میں صرف ایک عامل اموی تھا۔ عہد فاروقی و عہد عثمانی میں بھی بنی امیہ کی کوئی بے جا رعایت نہیں کی گئی۔ جیسا کہ فہرست نمبر (۳) و (۴) سے ظاہر ہے۔ عہد عثمانی میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تمام شام کے گورنر تھے۔ مگر ان کی طرف سے ملک شام میں جو پانچ عامل مقرر تھے ان میں سے ایک بھی اموی نہ تھا۔ جس طریق سے حضرت معاویہؓ کو شام کی گورنری ملی اس کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ خلفائے ثلاثہ کا بنی ہاشم کو نظام سلطنت میں شریک نہ کرنا محض باتباع طریق حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔

Marfat.com

(۲) واقعہ کربلا کے بعد یزید کا جو سلوک آل محمدؐ کے ساتھ بتایا گیا ہے اور بنی امیہ کو بے ایمان کہا گیا ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ واقعہ کربلا کی ساری ذمہ داری شیعیان امام حسینؓ پر عائد ہوتی ہے جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہوا۔ دمشق میں جو نیک سلوک یزید نے امام زین العابدین اور حرم امام شہید کے ساتھ کیا۔ وہ بحوالہ کتب شیعہ نقل ہو چکا ہے۔ بنی امیہ کی تکفیر کی تردید ان حالات سے ظاہر ہے جو اوپر بیان ہوئے۔

(۳) بنی امیہ کو جو فروغ حاصل ہوا وہ اس کے اہل تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں نے نظام سلطنت میں آپ کا پورا اتباع کیا۔ فتوحات اسلامیہ میں جو غنیمت و دولت ہاتھ آئی اس میں اہلبیت کا خاص خیال رکھا گیا جیسا کہ دیوان عطاء فاروقی۔ قصہ حضرت شہر بانو۔ وصیت حضرت معاویہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے وظیفہ منظور فرمایا۔ مصنف اس کو آج آل محمدؐ کی بے توقیری بتا رہا ہے حالانکہ اس وقت بھی اس قسم کے دشمن آل محمدؐ موجود تھے جو حضرت امام کو اسی صلح کے سبب مذل المومنین کہتے تھے۔ مصنف نے بحوالہ تاریخ خمیس لکھا ہے کہ جناب امام حسن کی شہادت نے خلیفہ صاحب کے دل کو استراحت بخشی۔ جب ہم تاریخ مذکور کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ ابن خلکان نے یوں کہا ہے۔ نہ معلوم ابن خلکان کی کس کتاب میں ایسا لکھا ہے اور اس کا اسناد کیا ہے امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح امام حسین رضؓ کو بھی حضرت معاویہؓ کی طرف سے وظیفہ ملا کرتا تھا چنانچہ ناسخ التواریخ جلد ۶ میں لکھا ہے کہ "و مقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بحضرت او برند و بیرون این مبلغ ہموارہ خدمتش را بعروض و جوائز متکاثرہ متواتر میداشت" یعنے حضرت معاویہؓ کا معمول تھا کہ ہر سال دس لاکھ درہم بیت المال سے امام حسینؓ کی خدمت میں بھیجتے۔ اس کے علاوہ ہمیشہ متاع اور تحفے تحائف بکثرت بھیجتے رہتے۔ انتہے۔ اسی شیعی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ یمن کا خراج دمشق کو لے جا رہے تھے۔ جب قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو امام حسینؓ نے تمام نقد و جنس (عنبر و خوشبو وغیرہ) ضبط کر لیا۔ اور امیر معاویہؓ کو اس کی اطلاع دے دی۔ امیر موصوف نے جواب دیا کہ "اگر آن قافلہ شتران را ترک کردی تا بمن آورند آنچہ بہر دو [illegible] تو بود دریغ نہ داشتم لیکن گمان مے کنم اے برادر زادہ کہ ترا خیالات [illegible] در زمان من بر تو صعب نمے افتد چہ قدر و منزلت تو دانم و معفو مے دارم۔ یعنے اگر تم [illegible] قافلہ کو مجھ تک آنے دیتے تو جو کچھ تمہارا حصہ تھا میں بھیج دیتا لیکن اے بھتیجے میں گمان کرتا ہوں کہ تم کو مدارات اور درستی کے خیال نہیں اور میرے زمانے میں تمہیں تکلیف نہ ہوگی کیونکہ میں تمہاری قدر و منزلت جانتا ہوں اور معاف کر دیتا ہوں۔ انتہے۔

Marfat.com

حضرت امام حسن رضؓ نے خلافت ظاہری کو خدا کی خوشنودی کے لئے چھوڑا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کے عوض آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو خلافت باطنی سے ممتاز فرمایا۔ حتےٰ کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ قطب اولیاء ہر زمانے میں اہلبیت ہی میں سے ہوتا ہے۔ خلافت باطنی کے سبب جو توقیر اہلبیت کو مسلمانوں میں حاصل ہے وہ اُس توقیر سے کہیں بڑھکر ہے جو خلافت ظاہری کے سبب سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال امام زین العابدین کا قصہ ہے۔ عبدالملک کی خلافت کا زمانہ ہے۔ اس کا بیٹا ہشام ملک شام سے اعیان شام کی ایک جماعت کے ساتھ بیت اللہ شریف کے حج کو آتا ہے جب طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو لوگوں کے ازدحام کے سبب سے حجر اسود تک پہنچنے نہیں پاتا۔ آخر کارنا کامیاب ہو کر ایک کرسی پہ بیٹھ کر یہ نظارہ دیکھ رہا ہے کہ اتنے میں امام زین العابدین تشریف لاتے ہیں۔ آپ جب حجر اسود کے قریب پہنچتے ہیں تو لوگ آپ کی ہیبت وعظمت کے سبب جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور حضرت امام بلامزاحمت حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ یہ دیکھکر ایک شامی ہشام سے پوچھتا ہے۔ کہ یہ بزرگ کون ہیں جن کی اس قدر ہیبت لوگوں کے دلوں میں ہے۔ ہشام بدیں خیال کہ مبادا اہل شام امام کی طرف مائل ہو جائیں جواب دیتا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ فرزدق شاعر جو وہاں حاضر ہے یہ سن کر جواب دیتا ہے کہ میں ان کو جانتا ہوں۔ وہ شامی کہتا ہے کہ بتائیے۔ اس پر فرزدق ایک قصیدہ فی البدیہ پڑھتا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔ ھٰذا الذی تعرف البطحاء وطأتہ۔ والبیت یعرفہ والحل والحرم۔ یہ قصیدہ رجال کشی صفحہ ۸۶ میں موجود ہے۔

(۴) بنی امیہ کے اہل ثروت ہو جانے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ بے سند اور غیر معتبر ہے۔ بعضے مترضین حوالہ بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ ایس ذاکر حسین جعفر لکھتا ہے "معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوسفیان ایک فتنہ انگیز منافق تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ عثمان کی بیعت ہوئی تو ابوسفیان نے عثمان سے کہا۔ کہ یہ خلافت تیم کو ملی اور ان کو خلافت سے کیا واسطہ۔ پھر عدی میں آئی۔ وہ ان سے بھی زیادہ بعید تھے۔ پھر وہ اپنے مقام (بنی) امیہ پہ آگئی۔ اے بنی امیہ تم اس سے اس طرح بازی کرو جیسے بچے گیند سے بازی کرتے ہیں۔ کیونکہ نہ کوئی جنت ہے نہ کوئی نار ہے وہاں زبیر بھی بیٹھے تھے (ابوسفیان اندھے تھے انہیں کیا معلوم) عثمان نے کہا چھپ جا۔ ابوسفیان نے کہا کیا یہاں کوئی ہے۔ زبیر نے کہا۔ ہاں واللہ میں تیری اس بات کو پوشیدہ رکھوں گا۔ یہ روایت صاحب استیعاب نے بھی لکھی ہے۔ کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ میں ایک ایسا طوفان

Marfat.com

دیکھ رہا ہوں کہ بغیر خونریزی کے فرو نہ ہوگا۔ اے فرزندان عبد مناف ابو بکر کو تمہارے امور سے کیا واسطہ۔ کہاں ہیں وہ دو نو کمزور کئے گئے۔ کہاں ہیں وہ دونو ذلیل کئے گئے علی اور عباس۔ اس امر سلطنت کو قریش کے سب سے کمتر قبیلہ میں جانے کی کیا وجہ۔ پھر علی سے کہا کہ تم ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں۔ قسم خدا کی اگر تم چاہو۔ تو ابھی ہم سوار و پیادہ سے اس (میدان) کو بھر دیں۔ حضرت علی نے انکار کیا۔ اور فرمایا ہم کو تیرے مشورہ کی حاجت نہیں ہے"۔ (تاریخ اسلام۔ جلد سوم حاشیہ صفحہ ۱۷ - ۱۸) حضرت ابو سفیان کو منافق کہنا خود اپنا نامہ اعمال سیاہ کرنا ہے۔ ان کے صحابی ہونے میں کوئی شک نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ ابن ابی الحدید کھلا شیعی ہے۔ اور روایت ابن اثیر اور روایت استیعاب ہر دو پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ روایت ابن اثیر بلا اسناد مذکور ہے۔ اس کے نقل کرنے میں یہ بد دیانتی کی گئی ہے کہ اس کا شروع کا لفظ ساقط کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ یوں ہے قیل لما اجتمع الناس علی بیعۃ ابی بکر اقبل ابو سفیان وھو یقول الی لاری عجاجۃ لا یطفئھا الا دم یا ال عبد مناف الخ (تاریخ کامل مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی صفحہ ۱۲۴) قیل (کہا گیا) عربی میں ضعف کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ روایت ابن اثیر کے نزدیک ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ نے استیعاب میں ابو سفیان کے ترجمہ میں دونو روایتوں کو نقل کر کے یوں لکھا ہے ولم اخبار من نحو ھذا ان ذکرھا اھل الاخبار لم اذکرھا (استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن جزء ثانی صفحہ ۱۰۷) یعنے ابو سفیان کی نسبت اس قسم کے اور اخبار رد یہ ہیں جن کو اخباریوں نے ذکر کیا ہے اور میں نے ذکر نہیں کیا۔ انتہے۔ لہٰذا یہ دونو روایتیں ابن عبد البر کے نزدیک ایسی اخباریوں کے قصے کہانیوں کی مانند پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اگرچہ ابن عبد البر نے ایسی روایتوں کے غیر معتبر ہونے کی تصریح فرما دی۔ مگر پھر بھی علماء نے ان پر اعتراض کیا ہے کہ ایسی روایتوں کو انہوں نے اپنی کتاب میں جگہ ہی کیوں دی۔ چنانچہ حافظ ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں ومنھا ان الاولی بالعالم الثلاثون معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ ھذا علم کبیر قد الف الناس فیہ کتبا کثیرۃ ومن احسنھا واکثرھا فوائد کتاب الاستیعاب لابن عبد البر لو لا ما شانہ بہ من ایرادہ کثیرا مما شجر بین الصحابۃ وحکایاتہ عن الاخباریین المحدثین وغالب علی اخبارھم الاکثار والتخلیط فیما یرویہ (مقدمہ ابن الصلاح مطبوعہ چشمہ فیض لکھنؤ ۱۴۷) ترجمہ نوع ہفدہم معرفت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ بڑا علم ہے۔ لوگوں نے اس میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے ابن عبد البر کی کتاب بلحاظ فوائد کے اجل و اکثر ہے۔ اگر وہ اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بہت سے مشاجرات

Marfat.com

کے بیان کرنے اور بجائے محدثین کے اخباریوں کی حکائیتوں کے لانے سے بدنما نہ بناتے۔ اخباری اپنی روائیتوں میں اکثر اکثار و تخلیط سے کام لیتے ہیں۔ انتہٰے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قصہ زیر بحث درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اسی طرح سید امداد امام نے جو اپنی طرف سے حاشیہ چڑھایا ہے یعنے ابوسفیان کا شیخین کی خدمت میں جانا اور شیخین کا ان کو شریک سلطنت کرنا یہ سب بالکل بے اصل ہے۔ شیعہ کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا (جلد دوم صفحہ ۲۴۶) میں یہ قصہ بدیں الفاظ مذکور ہے۔ در بعضے روایات وارد شدہ کہ ابوسفیان پیش از بیعت با امیر المومنین علی گفت کہ تو راضی مے شوی۔ کہ شخصے از بنی تیم متصدی کار حکومت شود۔ بخدا سوگند کہ اگر تو خواہی ایں وادی را پر از سوار و پیادہ گردانم علیؓ گفت۔ اے ابوسفیان تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ مے انگیختی و حالا نیز مے خواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی۔ ما ابوبکر را شایستہ این کار مے دانیم۔ گوئند صدیق و فاروق را معلوم شد کہ ابوسفیان داعیہ مخالفت دارد۔ پسر او یزید را با مارت شام نوید دادند ابوسفیان کہ این معلوم کرد ترک منازعت و مخالفت نمودہ مطیع و منقاد گشت۔ اس عبارت میں الفاظ در بعضے روایات اور گوئند قابل غور ہیں یہ نہیں بتلایا گیا کہ وہ بعض روایات کیسی ہیں۔ وہ کہنے والے کون ہیں۔ پورا اسناد کیا ہے۔ کیا ایسی روایات بطور حجت ہم پر پیش ہو سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مصنف نے جو بلا امتیاز تمام بنی امیہ کی نسبت زبان درازی سے کام لیا ہے وہ داخل شیوہ شیعہ ہے۔ ہم نے جو بنی امیہ کے حالات لکھے ہیں۔ ان کی تصدیق کے لئے استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب اسماء الرجال دیکھو

قال السید امداد امام

اس عدم توقیر کی ایک مثال یہ ہے کہ جب جناب امام حسینؓ بنی امیہ کے مقابلہ کو جہاد کے واسطے نکلے تو شہر سے باہر نکل کر آپ کے پاس ڈیڑھ سو آدمی سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ یہ حالت مسلمانوں کی دیکھ کر آپ شہر کو واپس چلے آئے۔ ظاہر ہے کہ بنی ہاشم کے ہاتھ میں زمام حکومت کے نہ رہنے سے بنی ہاشم کا ساتھ عامہ مسلمانان عرب نہیں دے سکتے تھے۔ صرف وہی چند افراد بنی ہاشم تھے جو منہ نہیں موڑ سکتے تھے جن کے دل میں سچی محبت رسول اللہ کی جگہ کئے ہوئے تھی جس کے سبب سے ایسے حضرات بنی ہاشم کی توقیر کو اپنے اوپر فرض عین جانتے تھے۔ ورنہ بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم کے سوا تمام مسلمان بنی امیہ ہی کا دم بھرتے تھے۔ اور کیوں نہ ایسا کرتے جب حکومت تمام

Marfat.com

بلاد اسلام کی بنی امیہ کے ہاتھ منتقل ہو چکی تھی۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۴۳

اقول

مصنف نے جو کچھ لکھا ہے بے سند لکھا ہے۔ جنات الخلود میں ہے کہ راستے میں امام شہید کے ساتھ قبائل کے جو لوگ شامل ہوئے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ جلاء العیون میں بروایت امام محمد باقر مذکور ہے کہ اہل عراق میں سے بیس ہزار نے حضرت امام کی بیعت کی تھی۔ بنی ہاشم کی بے توقیری اگر کی۔ تو کوفہ کے شیعہ نے کی۔ کہ بارہ ہزار خطوط پے در پے بھیج کر امام کو کوفہ آنے پر آمادہ کیا۔ مگر امام نے از روئے احتیاط پہلے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا کوفیوں نے مسلم کے ہاتھ پر امام کی بیعت کی۔ پھر خلاف ورزی کر کے ان کو شہید کر دیا۔ امام حسینؓ جو مسلم کا خط دیکھکر روانہ ہو گئے تھے جب کوفہ کے متصل پہنچے۔ تو کوفیوں نے امام کو دھوکا دیا۔ اور عین وقت پر امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب مقابلہ کے لئے طرفین نے صف آرائی کی تو امام حسینؓ گھوڑے سے اتر کر اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور ہر دو صف کے درمیان پہنچ کر کوفیوں سے یوں خطاب فرمایا۔ اے کوفیاں کلمہ چند القا خواہم کرد۔ ہر چند مے دانم کہ در گفتن آں نفعے متصور نیست۔ لیکن غرض آنست کہ حجت خدائے عزوجل بر شما لازم و عذر من نزد شما روشن شود وچون زنان وکودکان واہل بیت این بشنیدند نوحہ وزاری آغاز کردند۔ چنانچہ آواز ایشان بسمع ہمایون امام حسین رسید واز گریہ و فریاد ایشان متاثر شدہ فرمود لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ابن عباس با من گفت کہ نساء وصبیان را با خود مبر۔ و من سہو کردہ کہ نصیحت او عمل نہ نمودم۔ آنگاہ برادر و پسر خود را فرمود کہ بروید و با ایشان بگوئید کہ فردا شما را بسیار باید گریست حالا بارے ترک آن کنید وچون آن جماعت این پیغام شنیدند خاموش گشتند وامیر المومنین حسین بر سر حرف خویش رفتہ گفت۔ ایہا الناس شما معلوم دارید کہ من نبیرۂ پیغمبر خدایم و پسر وصی او علی مرتضیٰ کہ نخست کسے کہ از مردان بشرف قبول ایمان مشرف گشت وے بود۔ وشنیدہ اید کہ آنحضرتؐ درشان من و برادرم امام حسنؓ فرمودہ کہ دو سید جوانان بہشتیم۔ امروز آن نسب کہ مراست کراست وتا من دانستہ ام کہ خداوند عزوعلا کذب را حرام گردانیدہ دروغ نگفتہ ام ووعدہ خلاف نکردہ و ہیچ مسلمان را نیازردہ ام وتا قلم تکلیف بر من جاری شدہ ہیچ نمازے بقصد از من فوت نشدہ و بخدا سوگند کہ اگر از موسیٰؑ و عیسیٰؑ دراز گوشے ماندہ بودے یہود و نصاریٰ تہمد وتیمار آن بجائے آوردند۔

Marfat.com

چگونہ اسم مسلمانی بر شما اطلاق توان کرد کہ در قتل فرزندان پیغمبر سعی مے نمائید۔ نہ از خدا شما را بیم و نہ از رسول
مے شرم۔ بچہ حجت بر کشتن من اقدام مے نمائید و بکدام دلیل خون مرا مباح مے شمارید۔ من مردے
بودم از دنیا اعراض نمودہ و ملازم قبر جد من گشتہ۔ مرا در آنجا رہا نکردید۔ بالضرورۃ ترک مدینہ کردہ
و پناہ بحرم باری تعالیٰ بردہ بعبادت مشغول شدم تا رسل شما متعاقب و ناہائے شما متواتر بمن رسید
کہ ما ترا بامامت احق و اولےٰ مے دانیم۔ باید کہ متوجہ این جانب شوی کہ ما در قدم تو جانہا افشانیم۔ و
اکنوں کہ بقریب شما آمدم بارے اگر مرا یاری نمے دہید تیغ بر روئے من مکشید و مرا بگذارید کہ بحرم خدا
باز گردم یا بمدینہ رفتہ بر سر قبر جد بزرگوار خود بنشینم و دنیا بر من گذشتہ در آن عالم پدید آید کہ
حق بجانب کہ بود و ستم از کہ صادر شد۔ مخالفان این سخنان شنیدہ ہیچ کس جوابے نداد۔ امام
حسینؓ فرمود۔ الحمد للہ و المنۃ کہ حجت بر شما تمام کردم و شما را حجتے بر من نیست۔ آنگہ یک یک از رؤسائے
کوفہ را نام بردہ باز گفت کہ شما بجانب من ناہا نوشتہ اید و حالا در برابر من آمدہ قصد خون من میکنید
کوفیاں گفتند ما ازین کلمات کہ مے گوئی خبر نداریم و ہیچ مکتوبے ارسال نکردہ ایم و ازین مکاتب و
بیعت تو بیزاریم۔ امام حسینؓ فرمود تا خازن او ناہا را آوردہ بایشان نمود۔ حضار معرکہ انکار بلیغ کردہ
ہمہ گفتند۔ این صحایف بے وقوف ما قلمی شدہ۔ امام حسینؓ چون اصرار اہل غدر را مشاہدہ فرمود آمدہ بر
اسپ سوار شدہ بصف خویش پیوست و دل بر مرگ نہادہ انتظارے بردگہ مخالفان ابتدا بحرب کنند
(روضۃ الصفا۔ جلد سیوم۔ صفحہ ۶۵ - ۶۶) نتیجہ یہ ہوا کہ جن شیعوں نے امام مسلم کے ساتھ بیوفائی
کی تھی ان ہی کے ہاتھ سے امام حسینؓ مع ہمراہیوں کے شہید ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد وہی شیعہ پشیمان
ہو کر توبہ کرنے لگے۔ چنانچہ شیعہ کی اسی معتبر تاریخ میں ہے۔ طائفہ کہ با مسلم بن عقیلؓ بیعت کردہ بہ
امیر المومنین حسینؓ ناہا نوشتند و او را طلب داشتند مسلم را در کوفہ مدد نہ کردند تا بہ تیغ ستم کشتہ شد
و بعد ازان در ظل رایت عمر بن سعد بکربلا رفتند و امام حسین را بقتل رسانیدند چنانچہ سبق ذکر یافت و
بعد از چند گاہے پشیمان گشتہ انگشت حسرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین مے کردند و با یک دیگر میگفتند
کہ خسران دنیا و آخرت نصیب ما باشد کہ بعد از انکہ امیر المومنین حسینؓ نصیب ما نشد و او را طلب داشتیم
در روئے او تیغ کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید با و آنچہ رسید و رؤسائے این جماعت پنج نفر بودند
سلیمان بن صرد الخزاعی و مسیب بن نجبۃ الفزاری و عبد اللہ بن سعید بن نفیل الازدی و عبد اللہ بن
والی التیمی و رفاعہ بن شداد۔ این پنج کس از معارف اصحاب امیر المومنین علیؓ بودند۔ و چون عزیمت
ایشان بر طلب خون امام حسینؓ تصمیم یافت۔ جمعے کثیر در سرائے سلیمان بن صرد جمع آمدہ و مسیب بن نجبۃ

Marfat.com

کہ صعصعہ بن سعد یکے از یاران رفتہ بود از خاندان سخن کردہ گفت کہ خدائے تعالیٰ مارا بطول عمر مبتلا گردانیدہ تا در انواع فتنہا افتادیم و بامور ناشایست متہم گشتیم و اکنون از افعال سیئہ خویش نادم گشتہ ایم۔ و مے خواہیم کہ دست در دامان توبہ و انابت زنیم۔ شاید کہ خدائے عزوعلا توبہ ما قبول کردہ بر ما رحمت کند۔ و ہر کس از آن جماعت کہ یکہ بلا رفتہ بودند عذرے مے گفتند سلیمان بن صرد گفت۔ این عذرہا کہ شما مسموع نیست۔ گفتند پس چہ کنیم کہ مستحق غفران گردیم سلیمان گفت۔ ہیچ حیلہ دیگرے دانم۔ بجز آنکہ خویشتن را در معرض تیغ آوریم۔ چنانچہ بسیارے از بنی اسرائیل شمشیر در یک دیگر نہادند۔ قال اللہ تعالیٰ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم۔ و مجموع شیعہ را بتو استغفار آمدہ گفتند مصلحت آنست کہ شمشیرہا از نیام بیرون کردہ سینہا بر سر اسپان راست کنیم و جہان را از لوث وجود دشمنان آل محمد پاک گردانیم و ہمہ بر ین معنے یک جہت گشتند کہ قتلہ آنجناب را و ہر کہ بکشتن او فرمان دادہ کہ در قتل او سعی نمود و آن کس کہ این معنے پسندیدہ او آمد ہمہ را بکشند تا توبہ ایشان درجہ قبول یابد (روضۃ الصفا۔ جلد سیوم صفحہ ۸۳ - ۸۴)۔ جلاء العیون میں روایت امام محمد باقر میں جس کی طرف اوپر اشارہ ہوا یوں ہے۔ چون با امیر المومنین بیعت کردند بیعت را شکستند و شمشیر بر روئے او کشیدند پس با پسرش امام حسن بیعت کردند و بعد از بیعت با او غدر کردند و مکر مے کردند و خواستند کہ او را بدشمن دہند و اہل عراق بر روئے او ایستادند و خنجر بہلوئے او زدند و خیمہ اش غارت کردند حتی کہ خلخالہائے کنیزان از پائے ایشان بردند و او را مضطر کردند تا آنکہ بمعاویہ صلح کرد۔ و خونہائے خود و اہل بیت خود را حفظ کردند۔ و اہل بیت او بسیار اندک بردند۔ پس بست ہزار کس از اہل عراق با حضرت امام حسین بیعت کردند و شمشیر بر روئے او کشیدند۔ و ہنوز بیعتہائے آنحضرت در گردن ایشان بود کہ او را شہید کردند۔ بعد ازان پیوستہ با اہل بیت ستم مے کردند۔ و ما را ذلیل گردانیدند و از حق خود دور کردند و از اموال خود محروم ساختند و سعی در کشتن ما کردند و خائف و ترسان داشتند و ایمن نبودیم بر خونہائے خود و خونہائے دوستان خود و دروغ گویان و انکار کنندگان ما را موضع انکار و دروغ خود قرار دادند و بدروغ بستن و افترا کردن بر ما تقرب جستند بسوئے والیان و قاضیان و حاکمان خود در ہر شہرے و دیارے۔ و احادیث وضع کردند از برائے ضرر ما۔ روایتہائے دروغ بر ما بستند کہ ما نگفتہ بودیم۔ و کارے چند نسبت بما دادند کہ ما نکردہ بودیم برائے آنکہ مردم را دشمن ما گردانند (تنقیح المسائل صفحہ ۱۴۹)۔ ترجمہ جب انہوں نے امیر المومنین علی مرتضےٰ کی بیعت کی۔ تو بیعت کو توڑ کر آپ کے خلاف تلوار کھینچی۔ پھر انہوں نے آپ کے

Marfat.com

صاحبزادے حضرت امام حسن کی بیعت کی۔ اور بیعت کے بعد حضرت سے بے وفائی کی اور مکر گیا۔ اور چاہا کہ ان کو دشمن کے حوالہ کر دیں۔ اور اہل عراق ان کے خلاف اٹھے۔ اور ان کے پہلو پر خنجر مارا۔ اور خیمہ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ کنیزوں کے خلخال پاؤں سے اتار لئے اور ان کو مجبور کیا یہاں تک کہ آپ نے معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اور اپنے اور اپنے اہل بیت کے خون بچا لئے۔ اور آپ کے اہل بیت بہت تھوڑے تھے۔ پس اہل عراق میں سے بیس ہزار نے حضرت امام حسین کی بیعت کی اور آپ کے خلاف تلوار کھینچی۔ ابھی حضرت کی بیعتیں ان کی گردن میں تھیں کہ آپ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ اہل بیت پر ظلم کرتے تھے۔ انہوں نے ہم کو ذلیل کر دیا۔ اور اپنے حق سے دور کر دیا۔ اور اپنے مالوں سے محروم کر دیا اور ہمارے قتل کرنے میں کوشش کی۔ وہ ہم کو خوف زدہ رکھتے تھے۔ اور ہم اپنی جانوں اور اپنے دوستوں کی جانوں سے بے خوف نہ تھے۔ جھوٹ بولنے والوں اور انکار کرنے والوں نے ہم کو اپنے انکار اور جھوٹ کا محل قرار دیا اور ہر شہر اور ولایت میں ہم پر جھوٹ تھوپنے اور افترا کرنے سے اپنے حاکموں اور قاضیوں کا تقرب ڈھونڈا۔ اور ہمارے ضرر کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ اور جھوٹی روایتیں جو ہم نے بیان نہ کی تھیں۔ ہمارے سر تھوپ دیں۔ اور لوگوں کو ہمارا دشمن بنانے کے لئے کئی کام جو ہم نے نہ کئے تھے ہم سے منسوب کر دئے۔ انتہے۔

اب ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ بنی ہاشم و اہل بیت کے ذلیل کرنے والے کون ہیں۔

قتل السید امداد امام

دوسری مثال بنی ہاشم کی بے توقیری کی عہد بنی امیہ میں یہ ہے۔ کہ جب جناب امام حسن شہید ہوئے۔ تو وقت رحلت آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ مجھے میرے نانا کے پہلو میں دفن کرنا۔ یہ ایک فطری وصیت تھی۔ اور جناب امام حسنؑ اپنے کو اس کا مستحق بھی سمجھتے تھے۔ لاریب کوئی غصبی خیال آپ کے دل میں نہ آیا تھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب جناب امام حسینؑ اپنے بھائی کا جنازہ لیکر مدفن کی طرف بڑھے۔ تو بدخواہان آل محمدؐ جنازہ پر امام حسنؑ کے تیر چلانے لگے نہیں معلوم کہ کتنے تیر چلائے گئے ہوں گے۔ جب حال یہ ہے کہ ساٹھ سے زیادہ تیر جنازہ پر اس معصوم کے آ لگے۔ تو جناب امام حسینؑ نے مسلمانوں کی یہ بے عنوانیاں دیکھکر تلوار کھینچنا چاہی مگر کشت و خون کی نوبت نہ آئی۔ جناب امام حسنؑ کی رحیم مزاجی کا خیال کر کے امام حسینؑ نے بھائی کی نعش کو جنت البقیع میں لے جا کر دفن کر دیا۔ اس

Marfat.com

واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بنی ہاشم اس وقت تک بہت کچھ دنیوی تنزل میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان میں اتنی وجاہت بھی باقی نہیں رہی تھی کہ عوام کے مقابلہ میں ایک سردار بنی ہاشم کی ایک معقول وصیت کی تعمیل بھی کر سکتے۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۳

اقول

حسب بیان محمد بن یعقوب کلینی امام حسنؑ کی وصیت یہ تھی کہ مجھے جنت بقیع میں دفن کرنا۔ چنانچہ اصول کافی (باب الاشارۃ والنص علی الحسین بن علی علیہما السلام صفحہ ۱۸۵) میں ہے۔ عن محمد بن مسلم قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول لما حضر الحسن بن علیؑ الوفاۃ قال للحسینؑ یا اخی انی ارصیک بوصیۃ فاحفظہا اذا انا متُّ فہیئنی ثم وجہنی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لاحدث بہ عہدا ثم اصرفنی الی امی ثم ردنی فادفنی بالبقیع۔ ترجمہ۔ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ جب حسنؑ بن علیؑ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے حسینؑ سے کہا۔ اے بھائی میں تجھ سے ایک وصیت کرتا ہوں۔ اسے بجا لانا۔ جب میں مر جاؤں۔ تو میری تجہیز و تکفین کرنا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی قبر مبارک کی طرف متوجہ کرنا۔ تاکہ میں اس طرح سے ملاقات کو تازہ کروں۔ پھر مجھے میری ماں کی قبر کی طرف لے جانا۔ پھر لوٹا کر جنت بقیع میں دفن کر دینا۔ انتہٰی۔ اس روایت میں اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ جب امام حسنؑ کا جنازہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرقد منور کے پاس رکھا گیا۔ تو کسی جاسوس نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہ دیا کہ امام حسنؑ کو روضہ مطہرہ میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ اور روضہ مطہرہ میں دفن کرنے سے روک دیا۔ یہ مضمون امام حسنؑ پر تیر باراں ہماری کتابوں میں مذکور نہیں۔ یہ یاروں کی گھڑت ہے۔

قال السید امداد امام

اب ہم بنی ہاشم کی بے توقیری کی ایک اور مثال جو بنی امیہ کے سبب سے ہوتی تھی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دمشق میں علیؑ کے نام پر بعد ہر نماز خاص کر بعد نماز جمعہ تبرا ہونے لگا تھا۔ اور جیسا کہ راقم نے اوپر لکھا ہے۔ اس رسم کے موجد حضرت معاویہ علیہ ما علیہ ہوئے تھے۔ یہ رسم عرصہ دراز تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ اسے عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ بنی امیہ نے موقوف کرایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں نے اسی ہی رسم

Marfat.com

کو غصہ کے باعث اختیار کر کے اسے اپنے مذہب میں رواج دیا ہے شیعوں کو خیال کرنا چاہیئے۔ اس طرح کا تبرا حضرت معاویہ علیہ ما علیہ کی سنت ہے۔ اس سنت کو شیعہ نہ اختیار کرتے تو اچھا تھا۔ تبرا کی بحث آئندہ آنے کو ہے۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۳۔

اقول

مصنف نے اپنے بیان میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ نصر بن مزاحم تمیمی شیعی امامی لکھتا ہے۔ و کان علیؑ اذا صلی الغداۃ و المغرب و فرغ من الصلوٰۃ یقول اللّٰھم العن معاویۃ و عمرو ابا موسیٰ و حبیب بن مسلمۃ و الضحاک بن قیس و الولید بن عقبہ و عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید فبلغ ذلک معاویۃ فکان اذا قنت لعن علیا و ابن عباس و قیس بن سعد و الحسن و الحسین (کتاب صفین مطبوعہ ایران ۱۳۰۰ھ صفحہ ۳۰۲) ترجمہ۔ حضرت علیؑ جب نماز فجر و مغرب پڑھتے اور نماز سے فارغ ہو جاتے تو یوں کہا کرتے۔ یا اللہ لعنت کر معاویہ اور عمرو (بن العاص) اور ابو موسیٰ اور حبیب بن مسلمہ اور ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ اور عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید پر۔ یہ خبر جو معاویہ کو پہنچی۔ تو وہ قنوت میں علیؑ اور ابن عباس اور قیس بن سعد اور حسنؑ اور حسینؑ پر لعنت کرتے تھے۔ انتہے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ سلسلۂ سب کس سے شروع ہوا۔ اور اس طرح کا تبرا کس کی سنت ہے اور البادی الظلم کا مصداق کون ہے۔ باقی انشاء اللہ تعالیٰ تبرا کی بحث میں آئے گا۔ مصنف زبان سے تو کہہ رہا ہے کہ شیعہ تبرا کو اختیار نہ کرتے تو اچھا تھا۔ مگر ساتھ ہی حضرت معاویہؓ کے لئے علیہ ما علیہ لکھ رہا ہے۔ کیا یہ تبرا نہیں ہے

قال السید امداد امام۔

آخر میں آل محمدؐ کی دنیوی بے توقیری کی ایک اور مثال بھی عرض کر دیتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ آل محمد کی عظمت حضرت رسالت مآبؐ کے بعد کس قدر کم ہو گئی تھی۔ قصہ یہ ہے کہ جناب امام حسنؑ نے ایک خط زیاد کو کسی امر کی نسبت لکھا۔ زیاد صاحب چونکہ مجہول النسب تھے ابن سمیہ کہلاتے تھے۔ جناب امام حسنؑ نے بھی زیاد صاحب کو ابن سمیہ کے ایڈریس سے خط بھیجا۔ جناب امام حسنؑ کا مطلب کسی طرح پر زیاد کو برا کہنے کا نہ تھا۔ مگر زیاد نے جوابی خط جو امام علیہ السلام کو لکھا۔ اس میں اس دشمن خدا نے جناب

Marfat.com

امام حسنؑ کو حسنؑ ابن فاطمہؑ کے خطاب سے مخاطب کیا۔ امام حسنؑ جو ایک نادر وضع کے عمدہ مزاج بزرگ تھے اس سے مطلق برہم نہ ہوئے۔ بلکہ نہایت متانت اور حلم کے ساتھ فرمایا کہ میرے باپ کو تو ہر شخص جانتا ہے اور میں علی کا بیٹا ہوں۔ اس قصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خاندان پیغمبرؐ کی توقیر آنحضرتؐ کے بعد اس قدر کم ہو گئی تھی کہ زیاد جیسے مجہول النسب اشخاص جناب امام حسنؑ جیسے سردار بنی ہاشم کی عزت و توقیر ملحوظ نہ رکھتے تھے۔ زیاد عاقبت برباد نے صریحاً ایک سخت بے ادبی حضرت نبی کے لخت جگر کے ساتھ کی۔ اور اس وقت کی اسلامی پبلک کو کچھ برا نہ معلوم ہوا۔ واہ رے اس وقت کی مسلمانی۔ ماشاء اللہ اس وقت کی مسلمانی کا کیا کہنا ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ کی اسی مسلمانی کو نالہ و فریاد کے ساتھ اس وقت کے مسلمان یاد کئے جاتے ہیں۔ اور اس عہد کے مسلمانوں کی آنکھوں سے آنسو رکنے سے بھی نہیں رکتے۔ واقعہ کربلا کے متعلق زیاد ایسے ناواقفوں کو واقف ہونا ضرور ہے۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۴۔

اقول

مصنف نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ گو زیاد جیسے مجہول النسب سے ایسی بے ادبی بعید نہ ہو۔ مگر پھر بھی ثبوت درکار ہے۔ یہ کہنا کہ اس وقت کی اسلامی پبلک کو یہ فعل برقتقدیر صحت روایت برا معلوم نہ ہوا قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ ساری اسلامی پبلک زیاد سیرت نہ تھی۔ زیاد نے تو بقول مصنف یہ بے ادبی کی۔ مگر شیعہ نے امام حسنؑ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس بے ادبی سے کسی طرح کم نہ تھا۔ شیعہ ہی نے امام حسینؑ کو دھوکے سے بلا کر کربلا میں شہید کر ڈالا۔ اور پھر خود ہی ماتم کرنے لگے۔ واہ رے اس وقت کے شیعوں کا تشیع ماشاء اللہ اس وقت کے تشیع کا کیا کہنا ہے۔ حضرات حسنینؑ کے زمانہ کے تشیع کو زمانہ مابعد کے شیعہ آج تک نالہ و فریاد کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی آنکھوں سے آنسو رکنے سے بھی نہیں رکتے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ائمہ کو تو حسب عقیدہ شیعہ علم ما کان و ما یکون حاصل تھا۔ پھر

حضرت علی مرتضٰےؑ نے اسی مجہول النسب زیاد کو کس واسطے ملک فارس کا حاکم مقرر

کیا۔ اس وقت یہی ولدالزنا اہل فارس کو نماز پنجگانہ اور جمعہ و

عیدین پڑھاتا تھا۔ حالانکہ مذہب شیعہ میں

ولدالزنا کی امامت جائز نہیں +

Marfat.com

قال السید امداد امام

آل محمدؐ کی دینی سرداری پر نظر

حضرات حق آگاہ ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ بالا میں فقیر نے صرف ایسے ایسے امور آل محمدؐ کے لگاؤ سے درج رسالہ بنا کئے ہیں جن سے آل محمدؐ کی دنیوی تنزلی کی کیفیتیں مختصر طور پر ظاہر ہوتی گئی ہیں۔ اب ہم ان امور کو دکھلاتے ہیں جن سے ان کی دینی وجاہت میں بھی بہ اسباب ظاہر کمی لاحق ہوتی گئی جس کے سبب سے آل محمدؐ کی دینی سرداری سے اسلامی دنیا کا زیادہ حصہ معترف نہیں رہا۔ الخ۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۶ تا ۴۰۔

اَوّل

مصنف نے یہاں آل محمدؐ کی دینی وجاہت کی کمی کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ بوجہ طوالت پوری عبارت نقل نہیں کی گئی۔ اس کا ماحصل یہ ہے:۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں قرآن بحکم خلیفہ جمع کیا گیا۔ اس کام کے لئے زید بن ثابت اور ابی بن کعب وغیرہ مقرر کئے گئے۔ حضرت علیؑ کو ان میں شامل نہ کیا گیا۔ اور نہ علیؑ کا جمع کردہ قرآن طلب کیا گیا۔ عہد عثمانی میں جو قرآن کی تصحیح و ترتیب اور سر نو ہوئی۔ اس کے لئے بھی وہی اشخاص منتخب ہوئے۔ جو حضرت علیؑ کے دشمن تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن میں سے مناقب اہلبیت کے متعلق جو آیات اور سورتیں تھیں۔ وہ نکال دی گئیں۔ بعض جگہ سے الفاظ آل محمدؐ اور علیؑ ولی المومنین خارج کر دئے گئے۔ اس طرح سے قرآن کے جمع کئے جانے سے بنی ہاشم کی دینی سرداری کو بڑا بھاری نقصان پہنچا۔

(۲) حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ بات شائع ہوئی کہ علیؑ اجتہاد مسائل کرتے ہیں۔ علیؑ تقاضائے وقت سے اجتہاد مسائل کرنے لگے تھے۔ اور بنی ہاشم ان کی تقلید کرتے تھے۔ جب اس مجتہدانہ کارروائی کی خبر حضرت خلیفہ کو ہوئی۔ تو آپ نے مصالح وقت کو ملحوظ رکھ کر اجتہاد مسائل کے لئے کچھ اصحاب مقرر فرمائے جن میں ممتاز اشخاص حضرت ابن مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت زید بن ثابت تھے۔ غیر بنی ہاشم نے ان ہی حضرات کے اجتہادات پر عمل کرنا شروع کیا۔ اسی وقت سے دو مذہب مسلمانوں میں پیدا ہو گئے۔ ایک مذہب علیؑ جو مذہب امامیہ کے نام سے مشہور رہوا۔ دوسرا مذہب فاروقی جس کا دوسرا نام مذہب

Marfat.com

اہل السنت والجماعت ہے۔ مذہب فاروقی کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ حضرت عمرؓ ہی کے وقت میں یہ مذہب تمام بلاد اسلام میں جگہ کر گیا۔ بنو امیہ نے اسی کو اختیار کیا۔ اکثر بنی عباس بھی اسی مذہب پر رہے۔ پھر بڑی بڑی سلطنتیں اسی کی پابند رہیں۔ بہرحال اس اجتہادی اختلاف سے علیؓ کی دینی سرداری کو بڑا نقصان پہنچا

جواب میں گذارش ہے۔ کہ مصنف نے جو کچھ قرآن موجود کی نسبت لکھا ہے۔ وہ عین عقیدہ امامیہ اثنا عشریہ ہے۔ اس عقیدہ کی خرابی اور اس سے جو الزام حضرت امیرؓ پر عاید ہوتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مصنف نے جو مذہب اہلسنت اور مذہب امامیہ کا آغاز حضرت عمر فاروق کے عہد میں بیان کیا ہے درست نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی صحابہ کرام اجتہاد کیا کرتے تھے۔ (اعلام الموقعین۔ لابن القیم۔ جزء اول صفحہ ۷۳)۔ ابن سعد نے بالاسناد لکھا ہے۔ کہ عہد نبوی میں مہاجرین و انصار میں سے یہ چھ صحابی فتوے دیا کرتے تھے۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ عہد صدیقی میں سات مفتی تھے۔ چھ تو وہی جو عہد نبوی میں تھے اور ایک عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتوے دیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد۔ جزء ثانی قسم ثانی صفحہ ۱۰۹ - ۱۱۰)۔ صحابہ کرام میں یہ سات کثیر الفتاوے ہیں۔ عمر بن الخطاب۔ علی بن ابی طالب۔ عبداللہ بن مسعود۔ عائشہ ام المومنین۔ زید بن ثابت عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور یہ تیرہ متوسط ہیں۔ ابوبکر صدیق۔ ام سلمہ۔ انس بن مالک۔ ابوسعید خدری۔ ابوہریرہ۔ عثمان بن عفان۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن الزبیر۔ ابوموسیٰ اشعری۔ سعد بن ابی وقاص۔ سلمان فارسی۔ جابر بن عبداللہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ باقی بہت سے مقل ہیں۔ (دیکھو اعلام الموقعین۔ جزء اول صفحہ ۵)۔ اہل سنت نے فتاوے نبویہ کے ساتھ ان تمام کے فتاوے کو بھی لیا ہے۔ مگر حضرت علی مرتضےٰ کے لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیرؓ کے بہت سے فتاوے میں شیعہ نے اپنا تصرف کیا ہے۔ چنانچہ اعلام الموقعین (جزء اول صفحہ ۸) میں ہے۔ واما علی بن ابی طالب علیہ السلام فانتشرت احکامہ وفتاواہ ولکن قاتل اللہ الشیعۃ فانہم انسدوا کثیرا من علمہ بالکذب علیہ ولھذا تجد اصحاب الحدیث من اھل الصحیح لا یعتمدون من حدیثہ وفتواہ الا ما کان من طریق اھل بیتہ واصحاب عبداللہ بن مسعود کعبیدۃ السلمانی وشریح وابی وائل ونحوھم۔ ترجمہ۔ رہے علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ سو ان کے احکام اور ان کے فتاوے شائع ہو گئے۔ مگر خدا شیعہ کو ملعون کرے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت امیر پر جھوٹ تھوپ کر آپ کے بہت سے علم کو خراب کر دیا۔ اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ مؤلفین صحاح آپ کی حدیث اور آپ کے فتوے پر اعتماد

Marfat.com

نہیں کرتے سوائے اس کے جو آپ کے اہل بیت اور اصحاب عبداللہ بن مسعود (مثل عبیدہ سلمانی اور شریح اور ابو وائل وغیرہ کے) کے طریق سے ہو۔ انتہٰی۔ مذہب امامیہ میں جو فتاوے حضرت مولیٰ مرتضےٰ کی طرف منسوب ہیں شیعہ ان کی صحت ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت امیرؓ اور دیگر ائمہ حسب عقیدہ شیعہ مذہب کو چھپاتے رہے۔ اور بے دینی ظاہر کرتے رہے قطع نظر ازین اخبار ائمہ کے راوی علاوہ معتقدات فاسدہ کے ائمہ پر جھوٹ تھوپنے والے تھے۔ باایں ہمہ اخبار ائمہ میں اختلاف کا وہ طوفان برپا ہے۔ کہ کوئی خبر ایسی نہیں جس کی ضد موجود نہ ہو۔ ایسی حالت میں معیار صحت قرآن کو بتاتے ہیں۔ مگر قرآن غائب ہے۔ یہ نفیس بحث اس کتاب کے حصہ اول میں آچکی ہے۔

مصنف نے جو مذہب امامیہ کی اصل بیان کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ سنئے ہم بتاتے ہیں۔ اس مذہب کا بانی ابن السواد یعنے عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کے عہد میں مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور اسلام کا ڈنکا دور دراز مقامات میں بج گیا۔ اس سے ابن سبا کے دل میں جیسا کہ یہودیوں کا معمول ہے حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس لئے اس بے نظیر ترقی کی رَو کو روکنے کے لئے اس نے مسلمانوں میں پھوٹ کی ایک راہ نکالی۔ پہلے تو ان کو اہلبیت نبوت پر مضبوط کیا۔ پھر یہ سبق پڑھایا کہ جس طرح حضرت موسےٰؑ کے وصی حضرت یوشع بن نون تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔ اور ان کی خلافت بلافصل آیہ قرآن انما ولیکم اللہ ورسولہ سے اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے ثابت ہے۔ مگر صحابہ نے غلبہ کے سبب وصیت پیغمبرؐ کو ضائع کر دیا۔ اور حضرت مرتضےٰ کا حق غصب کر لیا۔ اور طمع دنیوی کے لئے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ یہ مضمون رجال کشی صفحہ ۱۷ میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ ذکر بعض اھل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم ووالی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد رفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام مثل ذلک وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علی واظھر البرائۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ وکفرھم۔ اس چال سے حکومت وقت کے خلاف فتنہ و فساد شروع ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضؓ نے حکم دیا۔ کہ ابن سبا کو مدینہ منورہ سے نکال دیا جائے۔ اس لئے ابن سبا مصر میں چلا گیا۔ جہاں اسے اپنی کامیابی کا گمان غالب تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو مسئلہ رجعت کی تعلیم دی۔ بدین طور کہ جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو ان سے افضل ہیں ضرور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔

Marfat.com

جب یہ بات ان کے دل میں اثر کر چکی۔ تو کہنے لگا۔ کہ خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک وصی تھا۔ چنانچہ ہمارے پیغمبرؐ کے خلیفہ و وصی حضرت علیؑ ہیں۔ بالفاظ دیگر محمدؐ خاتم الانبیاء اور علیؑ خاتم الاوصیاء ہیں۔ لہٰذا عثمان کی نسبت حضرت علیؑ خلافت کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ اس تقریر سے مصر کے بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے۔ اور یہ حضرت عثمان سے ان کی سرکشی کا آغاز تھا۔ اس مضمون کو مؤرخ سیف بن عمر نے یوں بیان کیا ہے۔ قال سیف ابن عمر ان رجلاً یقال له عبداللہ بن سبا کان یهودیاً فاظهر الاسلام وصار الی مصر فاوحی الی طائفة من الناس کلاماً اخترعه من عند نفسه مضمونه انه یقول للرجل الیس قد ثبت ان عیسٰی بن مریم سیعود الی هذه الدنیا فیقول الرجل بلی فیقول له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افضل منه فما یذکر ان یعود الی هذه الدنیا وهو اشرف من عیسٰی ثم یقول وقد کان اوصی الی علی بن ابی طالب فمحمد خاتم الانبیاء وعلی خاتم الاوصیاء ثم یقول فهو احق بالامر من عثمان وعثمان معتد فی ولایته ما لیس له فانکروا علیه فاستتن به بشر کثیر من اهل مصر وکان ذلک مبدأ تألبهم علی عثمان (حسن المحاضرہ للسیوطی۔ جزء ثانی صفحہ ۱۶۴) یہی مضمون شیعی تاریخ روضۃ الصفا۔ (جلد دوم صفحہ ۲۹۲) میں بدین الفاظ مذکور ہے۔ چون عبداللہ (ابن سبا) مے دانست کہ مخالفان عثمان در مصر بسیارند۔ روئے توجہ بدان دیار نہاد و بمصریاں ملحق گشتہ باظہار تقوٰے و علم خویش بسیارے از اہل مصر را بفریفت۔ بعد از رسوخ عقیدہ آن طائفہ باایشان درمیان نہاد کہ نصاریٰ مے گویند کہ عیسےٰ مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواہد شد و برہمگنان روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ من الصلوات اتمہا افضل از عیسٰی است پس او برجعت اولےٰ باشد و خدائے عزوعلا وے را نیز باین وعدہ فرمودہ چنانچہ مے گویند کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ بعد از انکہ سفہائے مصر را بین معنی عبداللہ را مصدق داشتند باایشان گفت کہ ہر پیغمبرے را خلیفہ و وصی بودہ است و خلیفہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم علیؑ است کہ بحلیۂ زہد و تقوٰے و علم و فتوٰے آراستہ است و بشیمۂ کرم و شجاعت و شیوہ امانت و دیانت و تقوٰے پیراستہ۔ و امت بخلاف نص محمد علیہ السلام بر علیؑ ظلم جائز داشتند و خلافت کہ حق وے بود باو نگذاشتند۔ اکنون نصرت و معاونت آنحضرتؐ بر جہانیان واجب و لازم است و اتباع اقوال و افعال او بر ذمت عالمیان مرے متحتم۔ و بسیارے از مردم مصر کلمات ابن السوداء را در خاطر جادادہ پائے از دائرہ متابعت و مطاوعت عثمان بیرون نہادند۔ انتہےٰ۔ اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اور روز بروز مسلمانوں میں نا اتفاقی کی خلیج وسیع ہوتی گئی۔ اور اسلام کی ترقی ایسی رُکی کہ حضرت علی مرتضےٰ کا سارا

Marfat.com

عہد خانہ جنگیوں ہی میں گذرا۔ القصہ ابن سبا خلفائے ثلاثہ کو غاصب قرار دیتا تھا۔ اور معاملہ فدک سے اس کی توضیح کرتا تھا۔ اور اپنے شاگردوں سے جو شیعۂ علی کہلائے کہا کرتا تھا کہ اس راز کو پوشیدہ رکھو میری غرض محض اس سے بیان حق ہے۔ نہ اظہار نام و نشان۔ اس طرح سے حضرت امیرؑ کے لشکریوں میں سب وطعن خلفاء کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب حضرت کو خبر لگی تو آپ نے برسر منبر ابن سبا اور اس کے چیلوں سے بیزاری ظاہر فرمائی۔ اور سب وشتم سے منع فرمایا۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۳۱) جب ابن سبا نے دیکھا کہ اس دام تزویر سے لوگوں میں بالخصوص لشکر امیر میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا ہے اور ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے ہیں۔ تب اپنے خاص الخاص شاگردوں سے عہد و پیمان واثق لے کر خلوت میں یہ بیان کیا کہ جناب امیرؑ سے ایسے معاملات سرزد ہوتے ہیں جو امکان انسان سے خارج ہیں مثلاً معجزات و کرامات و علم غیب و احیاء اموات و بیان حقیقت الٰہیہ و فصاحت و بلاغت و زہد و تقوےٰ و قوت و شجاعت۔ پھر بعد لینے عہد جدید کے یہ تعلیم دی کہ یہ تمام خواص الوہیت کے ہیں جو حضرت امیرؑ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ خاص ذات پاک خدا نے بدن علیؑ میں حلول کیا ہے۔ جب ابن سبا کے اس کلمہ شرک کی خبر حضرت مرتضےٰ کو لگی۔ تو آپ نے اس کو آگ سے جلا دیا۔ (دیکھو رجال کشی صفحہ ۷۰)۔ یہ مختصر تاریخ مذہب شیعہ کی ہے۔ مذہب امامیہ میں سوائے الوہیت امیرؑ کے تمام تعلیم سبائی موجود ہے۔ جو سلوک شیعۂ علی حضرت علیؑ کے ساتھ کرتے رہے۔ وہ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے۔

قال السید امداد امام

فریقین کی باخودہا کی بے سروکاری کی مثالیں

حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ کہ صحیح بخاری اہل سنت کی کتنی بڑی مستند کتاب ہے۔ اس کے جامع حضرت اسمٰعیل بخاری نے بھول کر بھی کبھی کوئی حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نہیں کی ہے۔ حالانکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں۔ اور صدہا راویوں نے امام ممدوح سے احادیث کیا ہے۔ پھر حافظ شمس الدین نے امام ممدوح کو کتاب مغنی میں ضعفا اور مجاہیل کے ذیل میں یاد کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ بخاری نے کوئی حدیث آپ سے روایت نہیں کی ہے۔ بخاری کے استاد حضرت یحییٰ ابن سعید القطان بھی فرماتے ہیں کہ میں بھی جعفر صادق کی طرف سے اپنے دل میں کھٹکا رکھتا ہوں۔ اور

Marfat.com

امام مالک ان سے یعنے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کوئی روایت نہیں کرتے تھے جب تک کسی دوسرے راوی کو ان کے ساتھ ضم نہیں کر لیتے تھے۔ عبارت عربی جو کتاب میزان الاعتدال میں موجود ہے۔ اس طرح ہے وقال یحیٰی ابن سعید القطان شیخ البخاری اجد فی نفسی منہ شیئاً وکان مالک لم یرو عن جعفر حتی یضم الی احد۔ جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی انداز دیکھا جاتا ہے جو جناب امام جعفر صادقؑ اور ان کے آبائے کرام کے ساتھ تھا۔ عسقلانی اہلسنت کے علما میں بڑا پایہ رکھتا ہے اپنی کتاب الضعفائیں جناب امام موسےٰ کاظم کو راویان ضعیف سے شمار کرتا ہے۔ اور جناب امام موسےٰ کاظم کے حق میں کہتا ہے۔ کہ حدیثیں ان کی غیر محفوظ ہیں (حدیثہ غیر محفوظ)۔ جناب امام رضاؑ کی نسبت ابوطالب کا یہ قول ہے کہ جناب امام رضاؑ اپنے باپ سے عجیب باتیں نقل کرتے ہیں۔ اور وہم کیا کرتے ہیں اور خطا کیا کرتے ہیں (قال ابوالحسن الدارقطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال ان علی ابن موسیٰ الرضا یروی عن ابیہ عجائب یہم ویخطی)۔ اسی طرح جناب امام حسن عسکریؑ کی نسبت جو رائے سرآمد کاملین علمائے اہلسنت کی دیکھی جاتی ہے وہ بھی ویسی ہی ہے جیسا کہ ان کے آبائے کرام کی نسبت وہی حضرات علما قائم فرما چکے ہیں۔ چنانچہ ابن الجوزی اور علامہ سیوطی نے اپنی اپنی تصنیفات میں جو موضوعات حدیث میں ہیں۔ اور علی بن محمد عراقی نے اپنی کتاب تنزیہ الشریعہ اور شیخ رحمت اللہ نے اپنی مختصر تنزیہ الشریعہ میں اس امام عالی مقام کو لیس بشیئ تحریر فرمایا ہے۔ یعنے (معاذ اللہ) امام حسن عسکریؑ کوئی چیز نہ تھے۔ لاشیئ تھے۔ مختصر یہ ہے کہ تحقیقات بالا سے ہویدا ہے کہ ائمہ اور علما اہل سنت کے آل پیغمبرؐ کے اماموں سے تمام تر بے سروکاری رکھتے تھے۔ حق یہ ہے کہ مذہب امامیہ اور مذہب اہل سنت ایسے دو چشمے ہیں جو مختلف سمتوں میں بہ نکلے اور تا قیامت آپس میں ملنے کے عوض ایک دوسرے سے دور ہوتے جائیں گے (مصباح الظلم صفحہ ۳۰۰)

اقول

مصنف نے ائمہ اثنا عشر میں سے چار پر کچھ جرح نقل کی ہے۔ اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اہلسنت آل محمدؐ کے اماموں سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ نہ ان کو ثقہ سمجھتے ہیں اور نہ ان کی روایت اخذ کرتے ہیں۔ مگر یہ اس کی نادانی ہے۔ ہم تمام اہلبیتؑ کی تعظیم اور ان کے حقوق کی نگہداشت کو واجب سمجھتے ہیں اور کتب احادیث میں اہلبیت کے مناقب کے لئے ایک خاص باب رکھا گیا ہے۔ امام حسنؑ کے بعد اگرچہ خلافت ظاہری اہلبیت میں نہ رہی۔ مگر خلافت باطنی باقی رہی۔ چنانچہ صوفیہ کرام کے سلاسل بالعموم حضرت علی مرتضےٰ پر منتہی ہوتے ہیں۔ علم ظاہری میں بھی اہلبیت ہر جمع مجتہدین اہل سنت ہیں۔ چنانچہ محمد باقر موسوی افضلیت علی مرتضےٰ کے ضمن میں یوں لکھتا ہے

Marfat.com

ابو حنیفہ بواسطہ نیز از آنحضرت اخذ مسائل نمودہ چہ او شاگرد امام جعفر صادق بودہ و آنحضرت از پدرانش از علی روایت کند و ہمچنیں شافعی و احمد حنبل۔ و انتساب مالک بآنجناب اظہر از بیان است و تمامی متکلمین اخذ مسائل از او نمودہ اند (بحر الجواہر مطبوعہ ایران۔ صفحہ ۲۹۵)۔ علماء اہل سنت ان ائمہ کو ثقہ و عادل جانتے ہیں۔ چنانچہ جعفر علی مرتضٰے و امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں مروی ہیں۔ امام حسن کتب اربعہ کے راویوں میں سے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً روایت موجود ہے۔ امام جعفر صادق سے کتب اربعہ و مسلم میں روایت موجود ہے۔ گو صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت نہیں۔ مگر امام بخاری کی کتاب ادب مفرد میں ان سے روایت موجود ہے۔ حافظ شمس الدین کی کتاب مغنی ہمارے پاس موجود نہیں۔ ہاں حافظ موصوف کی دو کتابیں میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ ہمارے زیر نظر ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے۔ (جعفر بن محمد ع م) بن علی بن الحسین الھاشمی ابو عبداللہ احد الائمۃ الاعلام بر صادق کبیر الشان لم یحتج بہ البخاری قال یحیٰی بن سعید جعفر ثقۃ مامون وقال ابو حاتم ثقۃ لا یسئل عن مثلہ۔ انتہٰے۔ مختصراً۔ الفاظ منقولہ مصنف کا اس عبارت سے مقابلہ کرنے سے پایا جاتا ہے۔ کہ مصنف نے کتاب میزان الاعتدال نہیں دیکھی۔ ورنہ نقل میں الفاظ کی کمی بیشی نہ کرتا۔ اسی طرح مصنف نے جو بحوالہ مغنی کہا کہ حافظ شمس الدین نے امام جعفر کو ضعفاء اور مجاہیل کے ذیل میں یاد کیا ہے۔ بظاہر اس نے کتاب مغنی فی الضعفاء و بعض الثقات بھی نہیں دیکھی۔ ورنہ حافظ موصوف کے کلام میں تناقض لازم آئے گا۔ کیونکہ میزان الاعتدال سے حافظ شمس الدین کے نزدیک امام صادق کا ثقہ ہونا عیاں ہے بوجوہ ذیل:۔

اوّل۔ امام کے نام کے ساتھ رمز صح اور م لکھا ہے۔ صح اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راوی کی توثیق پر عمل ہے۔ اور م سے مراد یہ ہے کہ ان سے صحیح مسلم میں روایت موجود ہے۔

دوم۔ امام جعفر کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے کہ وہ ائمہ اعلام میں سے ہیں۔ اور نکوکار، صادق، بڑی شان والے ہیں۔

سوم۔ یحیٰی بن معین اور ابو حاتم سے آپ کی توثیق نقل کی ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے امام صادق کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ آپ سے مالک اور ہر دے سفیان اور حاتم بن اسمٰعیل اور یحیٰی بن قطان اور ابو عاصم النبیل اور خلق کثیر نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام شافعی اور یحیٰی بن معین اور ابو حاتم نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ ما رأیت افقہ من جعفر بن محمد (میں نے امام جعفر صادق سے بڑھکر کوئی فقیہ نہیں دیکھا)۔ یہ بھی لکھا ہے کہ لم یحتج بہ البخاری و احتج بہ سائر الائمۃ۔ یعنے امام بخاری نے آپ سے احتجاج نہیں کیا اور باقی تمام امت نے آپ سے احتجاج

Marfat.com

..... کیا ہے۔ باوجود ایسی توثیق کے اگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کی روایت سے کوئی حدیث نقل نہیں کی یا یحییٰ قطان نے کہہ دیا کہ میرے دل میں ان کی طرف سے کچھ کھٹکا ہے۔ یا مالک ان سے روایت نہ کرتے جب تک ان کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ ملا لیتے۔ تو یہ ان کی ثقاہت کو مضر نہیں کیونکہ جب تمام امت ان سے احتجاج کرتی ہے۔ تو ایک دو عالموں کا قول ان کے خلاف کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ اور قاعدہ اصول بھی ہے کہ جرح مبہم مقبول نہیں۔ غالباً امام بخاری وغیرہ نے بنا بر احتیاط ایسا کیا ہے۔ کیونکہ شیعہ اپنے ائمہ پر جھوٹ تھوپنے والے ہیں۔ اور کئی طرح سے ائمہ کی تذلیل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب میں مذکور ہوا۔ یہاں بھی صرف امام جعفر صادق کی نسبت کچھ عرض کر دیا جاتا ہے:۔

(۱) بصائر الدرجات (جزء سابع۔ باب تاسع) میں ہے۔ حدثنا احمد بن محمد عن الحسین بن سعید عن فضالۃ بن ایوب عن حمران بن اعین عن ابی عبد اللہ یقول انی لا تکلم علی سبعین وجھا فی کلھا المخرج۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد) حمران بن اعین سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میں ستر وجہ پر کلام کرتا ہوں۔ ان سب میں نکلنے کی راہ ہوتی ہے۔ انتہیٰ۔ اس روایت میں امام جعفر صادق کو ایسا تقیہ باز ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں ستر وجہ پر کلام کرتے اور ہر ایک میں اپنے نکلنے کی راہ رکھ لیتے۔

(۲) رجال کشی (مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹۶) میں ہے۔ حدثنا محمد بن مسعود قال حدثنا جبرئیل بن احمد الفاریابی قال حدثنی العبیدی محمد بن عیسیٰ عن یونس بن عبد الرحمٰن عن ابن مسکان قال سمعت زرارۃ یقول رحم اللہ ابا جعفر واما جعفر فان فی قلبی علیہ لعنۃ فقلت لہ وما حمل زرارۃ علی ھذا قال حملہ علی ھذا ان ابا عبد اللہ علیہ السلام اخرج مخازیہ۔ ترجمہ (بحذف اسناد) یونس بن عبد الرحمٰن نے ابن مسکان سے روایت کی کہ اس نے کہا۔ میں نے زرارہ کو یہ کہتے سنا۔ کہ خدا امام محمد باقر پر رحم کرے۔ رہے جعفر صادق۔ سو میرے دل میں ان پر لعنت ہے۔ پس میں (یونس) نے ابن مسکان سے پوچھا۔ کہ زرارہ کو اس پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ ابن مسکان نے جواب دیا کہ زرارہ کو اس پر اس بات نے آمادہ کیا کہ امام جعفر صادق نے زرارہ کے معائب و فضائح بیان کئے ہیں۔ انتہیٰ۔ کتاب میں لفتۃ غلط چھپا ہے۔ کیونکہ لفتۃ کے معنے منتہی الارب میں یہ دئے ہیں۔ لفتۃ کھمزۃ آنکہ بزند ستور را و پر دا نکند کہ کجا رسد۔ ظاہر ہے کہ یہ معنے یہاں چسپاں نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں مقام بھی لعنت ہی کا مقتضی ہے۔ کیونکہ رحمت کے مقابلہ میں آیا ہے۔ تنقیح المسائل صفحہ ۱۴۵ میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کے جواب میں دو تاویل

Marfat.com

کی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ محمد بن عیسٰے کی جو روایت یونس سے ہو وہ ضعیف ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ زرارہ نے بھی تو
کیا۔ وجہ اول کا یہ جواب ہے۔ کہ نجاشی نے ترجمہ محمد بن عیسٰے میں اس قول کو کہ جو حدیث وہ یونس سے نقل کرے
ہے۔ ضعیف ہوتی ہے۔ باطل کر دیا ہے۔ حیث قال محمد بن عیسٰی جلیل فی اصحابنا ثقة دین کثیر
الروایة حسن التصنیف روی عن ابی جعفر الثانی مکاتبة ومشافهة وذکر ابو جعفر بن
بابویه عن ابن الولید انه قال ما تفرد به محمد بن عیسٰی من کتب یونس حدیثه لا یعتمد علیه
ورأیت اصحابنا ینکرون هذا القول ویقولون من مثل ابی جعفر محمد بن عیسٰی۔ انتهٰی بلفظه
علاوہ اس کے یہ کیا زبردستی ہے کہ بہت ابواب میں بکثرت روایات محمد بن عیسٰی عن یونس مسائل دین
وایمان میں بلا نکیر سند میں پیش کی جائیں۔ مگر جب ہم زرارہ کا لاعن ولعون ہونا ثابت کریں تو ضعف
سند کا عذر پیش کیا جائے۔ اگر تمام احادیث محمد بن عیسٰی عن یونس کی نقل باحوالہ لکھی جائے تمام اصول
اربعہ و دیگر کتب حدیث سے۔ تو اصل مبحث سے بعد واقع ہو گا۔ لہٰذا چند احادیث کا صرف ایک ہی کتاب تہذیب
سے نشان دینا کافی سمجھتا ہوں۔ دیکھو مسح رجلین کے مسئلہ میں اسی اسناد کی حدیث ہے جس میں یمسح
ظهر قدمیه من اعلی القدم الی اکعب ومن الکعب الی اعلی القدم مروی ہے۔ چونکہ یہ حدیث
بلحاظ فقرہ اخیرہ کے فی الجملہ منافی بعض اخبار کے تھی شیخ طوسی کو اچھا موقع تھا کہ بلحاظ سند کے تضعیف کر دیتے
برعکس اس کے معنی حدیث میں تاویل کی نہ سند میں۔ اور مواضع غسل کی بحث میں پہلی حدیث اسی اسناد کی بلا نکیر موجود
ہے جس میں یہ عبارت ہے۔ قال الغسل فی سبعة عشر موطنا۔ اور اسی اسناد کی حدیث ہے۔ هل یجوز ان
یمس الثعلب والارنب الخ اور حدیث مذکور کو دوبارہ یدل علی ذلک لکھکر شیخ طوسی نے لکھا ہے جس سے
صحت ومقبولی روایت ثابت ہے۔ اور اسی اسناد سے حدیث ہے۔ اذا اصاب ثوبک خمر او نبیذ مسکر
فاغسله الخ۔ یہ بھی مذہب طوسی کی سند میں ہے۔ اور اسی سند سے ہے خمسة ینتظر بهم الا ان یتغیروا الخ
اور اسی سند سے ہے۔ قال سألته عن المرأة تحیض وهی جنب الخ۔ اور اسی سند سے کتاب الصلوٰة
کی پہلی ہی حدیث ہے۔ اور اسی سند سے ہے وقت الفجر کی تصریح۔ اور اسی سند سے ہے حدیث لکل صلوٰة
وقتان الخ۔ اور اسی سند سے باب فصول الاذان میں پہلی ہی حدیث ہے۔ اور اسی سند سے ہے۔ اذا اقمت
الصلوٰة اقرا بسم الله الرحمٰن الرحیم اور اسی سند سے ہے۔ سألت ابا عبد الله ع عن الرجل کا یدری
رکعتین صلی امار بعا الخ۔ اور اسی سند سے ہے۔ قال صلیت خلف ابی عبد الله الخ۔ منجملہ چار جلدوں
تہذیب کے ایک ہی کی بعض روایات کے لکھنے پر قناعت کرتا ہوں۔ باقی مجلدات خود دیکھ لو۔ اب تو عذر ضعف
سند کا بخوبی باطل ہو گیا۔ اور صحت روایت کشی قرائن صحیحہ سے بھی قوت پاتی ہے۔ یعنے دو حدیثوں میں ہے

Marfat.com

زرارہ کا امام کو بے شعور و بے بصیرت بکلام الرجال کہنا اور ایک حدیث سے اس کا مجادلہ کرنا یہاں تک کہ دروازہ تک آوازیں پہنچیں۔ اور دوسری حدیث سے تکذیب قول معصومین و صحیفہ مرتضوی کی کرنا ہم دکھا چکے ہیں۔ اور اخرج مخازیہ کی سند میں احادیث کثیرہ منجانب امام مشعر لعن زرارہ پر بھی موجود ہیں۔ اور جو حدیث اسکی تنزیہ کی اس کے فرزند ارجمند نے بنائی ہے۔ اس میں بھی اقرار احادیث ذمائم زرارہ کا مذکور ہے جن کو امام نے بہ تقیہ ارشاد فرمانا ظاہر کیا تھا۔ حالانکہ خود حدیث مرویہ پسر زرارہ میں بعد تسلیم صحت کے زیادہ تر خوف و تقیہ کا احتمال موجود ہے۔ کیونکہ کل خاندان زرارہ بنو اعین امام کو دباتے تھے۔ حیث روی الکشی باسنادہ عن ابی عبد اللہ ع قال ذکر عندہ بنو اعین فقال واللہ ما یرید بنو اعین الا ان یکونوا علیّ بلفظہ باقی رہا جواب ثانی امامیہ کا کہ احادیث ملاعنہ محمول بر تقیہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب حفظان آبرو اپنے اصحاب کا امام کو منحصر لعن کہنے پر نظر آتا تھا۔ اور امام سے بیزاری کرنا اور لعنت کہنا امام پر زرارہ کو واسطے اظہار اپنی بے تعلقی کے ناگزیر تھا۔ تو سوائے زرارہ کے جس قدر اور اصحاب امام کے ہوں گے ان پر بھی یقین ہے۔ وظیفہ لعنت کا امام پڑھا کرتے ہوں گے۔ گو نقل سب کے حالات کی کسی مصلحت سے نہ کریں اور وہ لوگ بھی جو ہم مشرب زرارہ کے تھے امام کی نسبت خدا جانے کیا کیا کہا کرتے ہونگے۔ انتہے۔ مختصراً۔ باقی بحث تقیہ میں دیکھو۔ ہاں یہاں اتنا اور عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر اس حدیث میں فی قلبی علیہ لعنۃ کو تقیہ پر محمول کریں۔ تو رحم اللہ اباجعفر کو بھی تقیہ ہی پر محمول کرنا پڑے گا۔ لہٰذا یہاں امامیہ کو تقیہ کی شق اختیار کرنے سے بھی نجات نہیں ملتی +

(۳) رجال کشی صفحہ ۹۸ میں ہے۔ حدثنی ابو جعفر محمد بن قولویہ قال حدثنی محمد بن ابی القسم ابو عبد اللہ المعروف بماجیلویہ عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان زرارۃ روی عنک فی الاستطاعۃ شیئاً فقبلنا منہ وصدقناہ وقد احببت ان اعرض منہ علیک فقال ھاتہ فقلت زعم انہ سألک عن قول اللہ عز وجل وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً فقلت من ملک زاداً وراحلۃ فقال کل من ملک زاداً وراحلۃ فھو مستطیع للحج وان لم یحج فقلت نعم فقال لیس ھکذا سألنی ولا ھکذا قلت کذب علی واللہ کذب علی واللہ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ انما قال لی من کان لہ زاد وراحلۃ فھو مستطیع للحج قلت وقد وجب علیہ قال فمستطیع ھو قلت لا حتی یوذن لہ قلت فاخبر زرارۃ بذلک قال نعم قال زیاد فقدمت الکوفۃ فلقیت زرارۃ فاخبرتہ بما قال ابو عبد اللہ علیہ السلام وسکت عن لعنہ قال اما انہ قد اعطانی الاستطاعۃ من حیث لا یعلم وصاحبکم ھذا

Marfat.com

لیس بصیرا بکلام الرجال ۔ ترجمہ (بحذف اسناد)۔ زیاد بن ابی الحلال کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ زرارہ نے مسئلہ استطاعت میں آپ سے کچھ روایت کیا۔ ہم نے اسے قبول کیا اور اس کی تصدیق کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ پر پیش کروں۔ امام نے فرمایا کہ پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ زرارہ نے کہا کہ اس نے آپ سے اللہ عزوجل کے قول وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔ اس پر زرارہ نے کہا کہ ہر ایک شخص جس کے پاس زاد و راحلہ ہو حج کا مستطیع ہے خواہ حج نہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ سنکر امام نے زیاد سے فرمایا کہ زرارہ نے مجھ سے اس طرح سوال نہیں کیا۔ اور نہ میں نے ایسا جواب دیا۔ اللہ کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ تھوپا۔ اللہ کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ تھوپا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔ اس نے تو مجھ سے یہی کہا تھا۔ کہ جس کے پاس زاد و راحلہ ہو وہ حج کا مستطیع ہے۔ میں نے جواب دیا تھا۔ کہ اس پر حج واجب ہے۔ پوچھا کہ آیا وہ مستطیع ہے۔ میں نے کہا تھا کہ نہیں۔ یہاں تک کہ اس کو اذن دیا جائے۔ میں نے عرض کی کہ کیا میں زرارہ کو یہ خبر نہ دوں۔ امام نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ زیاد کا قول ہے۔ کہ میں کوفہ میں آیا۔ اور زرارہ سے ملا۔ اور اس کو بتلا دیا جو کچھ امام صادق نے فرمایا تھا۔ اور لعنت کا ذکر نہ کیا۔ زرارہ نے کہا۔ کہ اس (امام) نے مجھے استطاعت عطا کی بدیں طور کہ اسے معلوم نہ ہوا۔ اور تمہارا یہ صاحب (امام) کلام رجال کا بصیر نہیں۔ انتہٰی۔ دوسری روایت میں ہے۔ واللہ لقد اعطانی الاستطاعۃ وما شعر (رجال کشی صفحہ ۹۹) یعنے اللہ کی قسم امام نے مجھے استطاعت عطا کی اور اسے معلوم نہ ہوا۔ یہاں زرارہ نے امام جعفر صادق کو بے شعور و بے بصیرت بکلام الرجال بتایا ہے ۔

(۴) رجال کشی صفحہ ۱۳۱ میں ہے۔ روی عن ابن ابی یعفور قال خرجت الی السواد الملیح دراھم للحج ونحن جماعۃ وفینا ابو بصیر المرادی قال قلت لہ یا ابا بصیر اتق اللہ وحج بما لک فانی ذو مال کثیر فقال اسکت فلو ان الدنیا وقعت لصاحبک لاشتمل علیہ بکسائہ ۔ ترجمہ۔ ابن ابی یعفور کا بیان ہے۔ کہ میں ایک جماعت کے ساتھ نواح میں حج کے لئے درہم مانگنے گیا۔ اور ہم میں ابو بصیر مرادی بھی تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ اے ابو بصیر خدا سے ڈر اور اپنے مال سے حج کر۔ کیونکہ تو بڑا مال دار ہے۔ ابو بصیر بولا۔ کہ چپ رہ۔ اگر تیرے صاحب (امام صادق) کے لئے دنیا گر پڑے وہ ضرور اس پر اپنی چادر کے ساتھ لپٹ جائیں۔ انتہٰی۔ اس روایت میں ابو بصیر نے امام جعفر صادق کو کیسا طامع اور دنیا پرست بتایا ہے۔ کہ بظاہر تارک الدنیا بنے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسے نہیں۔ اگر ان کو مال مل جا

Marfat.com

تو اس پہ ٹوٹ پڑیں۔ اس حدیث کا راوی ابن ابی یعفور ثقہ بتایا جاتا ہے۔ چنانچہ رجال کشی صفحہ ۱۹۱ میں ہے۔ عن زید الشحام قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام ما وجدت احدًا اخذ بقولی و اطاع امری وحذا حذ واصحاب ابائی غیر رجلین رحمهما اللہ عبد اللہ بن ابی یعفور وحمران بن اعین۔ اما انهما سومنان خالصان من شیعتنا اسماؤهما عندنا فی کتاب اصحاب الیمین الذی اعطی اللہ محمدًا۔ یعنے زید شحام کا بیان ہے۔ کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی نہیں پایا جس نے میرے قول کو اختیار کیا ہو اور میرا حکم مانا ہو۔ اور میرے آبا کے اصحاب کے طریق پر چلا ہو سوائے دو شخصوں کے اللہ ان پر رحم کرے یعنے عبد اللہ بن ابی یعفور اور حمران بن اعین۔ آگاہ رہو وہ دونوں بے شک ہمارے شیعہ میں سے خالص مومن ہیں۔ ان کے نام ہمارے پاس اصحاب یمین کی کتاب میں ہیں۔ جو خدا نے حضرت محمدؐ کو عطا کی تھی۔ انتہے۔ یہ خیال رہے۔ کہ حمران بن اعین حدیث نمبر ۱ کا راوی ہے۔

(۵)۔ رجال کشی صفحہ ۱۱۵ میں ہے۔ علی بن محمد قال حدثنی محمد بن احمد بن الولید عن حماد بن عثمان قال خرجت انا وابن ابی یعفور واخر الی الحیرۃ او الی بعض المواضع فتذاکرنا الدنیا فقال ابو بصیر المرادی اما ان صاحبکم لو ظفر بها لاستأثر بها قال فاعفی فجاء کلب یرید ان یشغر علیه فذهبت لاطرده فقال لی ابن ابی یعفور دعه فجاءه حتی شغر فی اذنه۔ ترجمہ (بحذف اسناد) حماد بن عثمان کا بیان ہے۔ کہ میں اور ابن ابی یعفور اور ایک اور شخص حیرہ یا کسی اور جگہ کی طرف نکلے۔ ہم نے آپس میں دنیا کا جو ذکر کیا۔ تو ابو بصیر مرادی بول اٹھا۔ آگاہ رہو اگر تمہارے صاحب (امام صادق) کو دنیا مل جائے۔ تو وہ سب آپ ہی سمیٹ لیں۔ بعد ازاں ابو بصیر سو گیا پس ایک کتا آیا۔ جو چاہتا تھا کہ ابو بصیر پر پیشاب کر دے۔ میں اسے ہٹانے گیا۔ ابن ابی یعفور نے مجھ سے کہا کہ نہ ہٹا۔ پس وہ کتا ابو بصیر کے پاس آیا یہاں تک کہ اس نے ابو بصیر کے کان میں پیشاب کر دیا انتہے

(۶)۔ رجال کشی صفحہ ۱۱۴ میں ہے۔ محمد بن مسعود قال حدثنی جبرئیل بن احمد قال محمد بن عیسیٰ عن یونس عن حماد الناب قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ علیه السلام لیطلب الاذن فلم یؤذن له فقال لو کان معنا طبق کاذن قال فجاء کلب فشغر فی وجهه ابو بصیر قال اف اف ما هذا قال فجلس هذا الکلب شغر فی وجهك۔ ترجمہ (بحذف اسناد) حماد ناب کا بیان ہے کہ ابو بصیر امام جعفر صادق کے دروازے پر بیٹھ گیا کہ اندر جانے کی اجازت لے لے اجازت نہ ملی۔ اس پر ابو بصیر نے کہا۔ کہ اگر ہمارے ساتھ خوان ہوتا۔ تو امام صاحب بلا لیتے

Marfat.com

راوی کا قول ہے کہ اتنے میں ایک کتے نے آکر ابو بصیر کی پیشانی پر پیشاب کر دیا۔ ابو بصیر چلا اٹھا اور اس نے یہ کیا ہے۔ اس کے ہمنشین نے کہا۔ یہ کتا ہے۔ اس نے تیری پیشانی پر پیشاب کر دیا ہے۔ انتہے۔ اس روایت میں بھی امام صادق کو بڑا طامع بتایا گیا ہے۔

(۷) رجال کشی صفحہ ۱۱۷ میں ہے۔ حمدویہ قال حدثنی یعقوب بن یزید عن ابن ابی عمیر عن علی بن عطیۃ قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام لعبدالملک بن اعین کیف سمیت ابنک ضرسیا فقال کیف سماک ابوک جعفر قال ان جعفرا نہر فی الجنۃ وضرلس اسم شیطان۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد)۔ امام جعفر صادق نے عبدالملک بن اعین سے پوچھا کہ تو نے اپنے بیٹے کا نام ضرس کیسے رکھا۔ اس پر عبدالملک نے کہا۔ کہ تیرے باپ نے تیرا نام جعفر کیسے رکھا۔ امام نے فرمایا کہ جعفر بہشت میں ایک نہر کا نام ہے۔ اور ضرلس ایک شیطان کا نام ہے۔ انتہے۔ دیکھئے یہاں عبدالملک نے امام پر جعفر کے معنے میں کیسی چوٹ کی ہے +

مصنف نے جو امام موسےٰ کاظم کی نسبت بحوالہ کتاب الضعفا للعقلانی لکھا ہے۔ کہ حدیثہ غیر محفوظ۔ اس کے بارے میں گذارش ہے۔ کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نام کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ ہاں علامہ ذہبی نے امام موصوف کی نسبت یوں لکھا ہے۔ (موسیٰ بن جعفر ت ق قال ابن ابی حاتم صدوق امام وقال ابوہ ابو حاتم ثقۃ امام..... قلت روی عنہ بنوہ علی الرضا وابراھیم واسمٰعیل وحسین واخوہ علی ومحمد وانما اوردتہ لان العقیلی ذکرہ فی کتابہ وقال حدیثہ غیر محفوظ یعنی فی الایمان قال المحمل فیہ علی ابی الصلت الھروی قلت فان کان المحمل علی ابی الصلت فما ذنب موسیٰ تذکرہ۔ یعنے امام موسیٰ کاظم کی روایت ترمذی وابن ماجہ میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ موسےٰ کاظم صدوق امام ہیں۔ اور ان کے باپ ابو حاتم کا قول ہے کہ امام موسےٰ ثقہ امام ہیں..... میں کہتا ہوں کہ موسےٰ کاظم سے ان کے بیٹوں علی رضا اور ابراہیم اور اسماعیل اور حسین نے اور ان کے بھائیوں علی اور محمد نے روایت کی ہے۔ میں نے امام موسےٰ کا ذکر اپنی اس کتاب میں اس واسطے کیا ہے۔ کہ عقیلی نے کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے یعنے ایمان میں۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہ ابوالصلت ہروی پر محمول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ابوالصلت ہروی پر محمول ہے۔ تو موسےٰ نے کیا گناہ کیا ان کا ذکر کیا ہے۔ انتہے۔ ابوالصلت ہروی یعنے عبدالسلام بن صالح کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ قال العقیلی رافضی خبیث وقال ابن عدی متہم وقال النسائی لیس بثقۃ وقال

Marfat.com

الصلت رافضی خبیث متہم بوضع حدیث الایمان اقرار بالقول ونقل عنہ انہ قال کلب للعلویۃ خیر من بنی امیۃ۔ ترجمہ عقیلی نے کہا کہ ابو الصلت رافضی خبیث ہے۔ اور ابن عدی کا قول ہے کہ وہ متہم ہے۔ اور نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ اور دار قطنی کا قول ہے کہ وہ رافضی خبیث ہے۔ جو حدیث الایمان اقرار بالقول (ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے) کے وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے۔ اور اس سے منقول ہے۔ کہ علویوں کا کتا بنی امیہ سے بہتر ہے۔ انتہے۔ تہذیب التہذیب میں عبدالسلام بن صالح کے ترجمہ میں ہے۔ قال ابو الحسن وروی حدیث الایمان اقرار بالقول وھو متہم بوضعہ لم یحدث بہ الا من سرقہ منہ فھو الابتداء فی ھذا الحدیث وقال البرقانی وحکی لنا ابو الحسن انہ سمع یقول کلب للعلویۃ خیر من جمیع بنی امیۃ فقیل ان فیھم عثمان فقال فیھم عثمان۔ ترجمہ۔ ابو الحسن نے کہا۔ کہ عبدالسلام نے حدیث الایمان اقرار بالقول روایت کی ہے۔ اور وہی اس حدیث کے وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے۔ اور کسی نے جو اس کی روایت کی ہے عبدالسلام سے سرقہ کیا ہے۔ پس اس حدیث کی ابتدار عبدالسلام سے ہے۔ اور برقانی نے کہا کہ ابو الحسن نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے عبدالسلام کو یہ کہتے سنا۔ کہ علویوں کا کتا تمام بنی امیہ سے بہتر ہے۔ پس اس سے کہا گیا۔ کہ تمام بنی امیہ میں تو حضرت عثمانؓ بھی داخل ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ان میں عثمانؓ داخل ہیں۔ انتہے۔ اب مصنف کی خوش فہمی دیکھئے کہ حدیث غیر محفوظ سے وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ امام موسےٰ کاظم کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں حالانکہ یہ صرف ایک حدیث کی نسبت ہے۔ اور اس میں بھی امام موصوف کی کوئی خطا نہیں۔ بلکہ ایک خبیث رافضی نے یہ حدیث وضع کی ہے۔ اور اس کے اسناد میں علی رضا موسےٰ کاظم جعفر صادق محمد باقر۔ زین العابدین۔ امام حسین۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سب کو لایا ہے۔ حدیث زیر بحث ابن ماجہ (باب فی الایمان) میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ حدثنا سہل بن ابی سہل ومحمد بن اسمٰعیل قالا ثنا عبدالسلام بن صالح ابو الصلت الھروی ثنا علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان قال ابو الصلت لو قرئ ھذا الاسناد علی مجنون لبرأ۔ انتھی۔ ابن ماجہ میں ابو الصلت کی صرف یہی ایک روایت ہے۔

امام علی رضا کی نسبت میزان الاعتدال میں یوں لکھا ہے۔ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد

Marfat.com

الهاشمی العلوی الرضا عن ابیه عن جده قال ابن طاهر یاتی عن ابیه بعجائب. قلت انما الشان فی ثبوت السند الیه والا فالرجل قد کذب علیه ووضع علیه نسخة سائرها الکذب علی جده جعفر الصادق فروی عنه ابو الصلت الهروی احد المتهمین ولعلی بن مهدی القاضی عنه نسخة ولابی احمد عامر بن سلیمان الطائی عنه نسخة کبیرة ولداؤد بن سلیمن القزوینی عنه نسخة مات سنة ثلاث ومائتین قال ابو الحسن الدارقطنی ان ابن حبان فی کتابه قال علی بن موسی الرضی یروی عن ابیه عجائب یهم ویخطی۔ ترجمہ علی رضا بن موسے بن جعفر بن محمد ہاشمی علوی حدیثیں روایت کرتے ہیں اپنے باپ موسے کاظم سے۔ اور موسیٰ کاظم ان کے دادا جعفر صادق سے۔ ابن طاہر کا قول ہے کہ علی رضا اپنے باپ سے عجیب باتیں روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کلام علی رضا کی طرف اس سند کے ثبوت میں ہے۔ ورنہ امام رضا پر جھوٹ تھوپا گیا ہے۔ اور ان پر ایک نسخہ وضع کیا گیا ہے۔ جو تمامہا ان کے دادا جعفر صادق پر افترا ہے۔ جس کو ابو الصلت ہروی نے جو متہمین بالوضع میں سے ہے آپ سے روایت کیا ہے۔ اور علی بن مہدی قاضی کا ایک نسخہ بروایت امام رضا ہے۔ اور ابو احمد عامر بن سلیمان طائی کا ایک نسخہ بروایت رضا ہے۔ اور داؤد بن سلیمان قزوینی کا ایک نسخہ آپ ہی کی روایت سے ہے۔ امام رضا نے ۲۰۳ھ میں وفات پائی ابو الحسن دارقطنی کا قول ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں یوں کہا ہے۔ کہ علی بن موسیٰ الرضی اپنے باپ سے عجیب باتیں روایت کرتے ہیں۔ اور وہم کرتے ہیں اور خطا کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں ابن حبان کا قول بحوالہ انساب ابن سمعانی نقل کر کے یوں لکھا ہے۔ قلت و اورد له ابن حبان بسند عن آبائه مرفوعا السبت لنا والاحد لشیعتنا والاثنین لبنی امیة والثلاثاء لشیعتهم والاربعاء لبنی العباس والخمیس لشیعتهم والجمعة للناس جمیعا۔ وبه لما اسری بی الی السماء فسقط الی الارض من عرقی فنبت منه الورد فمن احب ان یشم رایحتی فلیشم الورد۔ وبه ادهنوا بالبنفسج فانه بارد فی الصیف حار فی الشتاء۔ وبه من اکل رمانة بقشرها حتی یستتمها انار الله قلبه اربعین یوما۔ وبه الحناء بعد النورة امان من الجذام۔ وبه کان صلی الله علیه وسلم اذا عطس قال له علی یرفع الله ذکرک فاذا عطس علی قال له اعلی الله کعبک وفیه من ادی فریضة فله عند الله عهد دعوة مستجابة۔ قال انباتی فی ذیل الکامل لم یذکر ابن حبان هل هذه الاحادیث من روایة ابی الصلت عن علی ام لا۔ قلت وهی من روایة ابی الصلت هی وغیرها فی

Marfat.com

نسخۃ منکرۃ تشبہ احادیث الاثبات حدیث الاوراد منکر وحدیث النفیر
منکر وحدیث الرمانۃ منکر وحدیث الخناء اوھی والمتروک لمن یروی مثل ھذا ان
یترک ویحذر منہ قال ابن السمعانی والخلل فی روایاتہ عن رواتہ فانہ ما روی عنہ
الا متروک والمشہور من روایتہ الصحیفۃ وراویھا عنہ مطعون فیہ وکان الرضی من
اھل الخیر والفضل مع شرف النسب۔ ترجمہ۔ میں کہتا ہوں کہ ابن حبان نے بروایت امام رضا
عن آبائہ سند کے ساتھ بطریق رفع یہ حدیث نقل کی ہے۔ کہ روز شنبہ ہمارے واسطے اور یکشنبہ
ہمارے شیعہ کے لئے ہے۔ اور دوشنبہ بنی امیہ کے لئے اور سہ شنبہ ان کے شیعہ کے لئے
ہے۔ اور چہار شنبہ بنی عباس کے لئے۔ اور پنجشنبہ ان کے شیعہ کے لئے ہے۔ اور جمعہ تمام
لوگوں کے لئے ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب شب معراج میں مجھے آسمان
پر لے گئے تو میرا کچھ پسینہ زمین پر گر پڑا۔ پس اس سے گلاب اگا۔ لہٰذا جو شخص میری خوشبو سونگھنا
چاہے وہ گلاب کو سونگھ لے۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ روغن بنفشہ ملو کیونکہ
گرمائی میں وہ ٹھنڈا اور سرمائی میں گرم ہے۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے انار
کو چھلکے سمیت کھایا یہاں تک کہ تمام کھا گیا۔ خدا اس کے دل کو چالیس روز تک نورانی رکھے گا۔ اور
اسی سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ نورہ کے بعد مہندی لگانا جذام سے امان ہے۔ اور اسی
سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی۔ تو حضرت علی آپ
کے لئے یوں کہتے۔ یرفعہ اللہ ذکرک (خدا آپ کا ذکر بلند کرے) اور جب حضرت علی کو چھینک
آتی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لئے یوں دعا کرتے۔ اعلی اللہ کعبک (خدا آپ کو شرف بخشے)
اور اسی میں ہے کہ جس نے فریضہ ادا کیا۔ خدا اس کی دعا قبول کرلیتا ہے۔ سبائی نے کامل کے ذیل میں کہا
کہ ابن حبان نے یہ ذکر نہیں کیا۔ کہ یہ حدیثیں بروایت ابوالصلت از رضا ہیں یا نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ
یہ حدیثیں ابوالصلت کی روایت سے ہیں۔ اور یہ اور دیگر احادیث ایک علیحدہ نسخہ میں ہیں۔ سبائی کا
قول ہے کہ دونوں کی حدیث منکر ہے۔ اور گلاب کی حدیث اس سے بڑھکر منکر ہے۔ اور بنفشہ کی حدیث

ابن عدی (متوفی ۳۶۵ھ) نے جرح و تعدیل میں کامل فی معرفۃ الضعفاء والمتروکین تصنیف کی۔ اس پر ابوالعباس
احمد بن محمد بن مفرج النباتی الاشبیلی معروف بابن الرومیۃ (متوفی ۶۳۷ھ) نے ایک ضخیم ذیل لکھا ہے۔ جس کا نام الی فل
الکامل والکامل سبحہ کتابی کتب المظنون۔

Marfat.com

منکر ہے۔ اور انار کی حدیث اس سے بڑھکر منکر ہے۔ اور ہندی کی حدیث نہایت ضعیف اور بے اصل ہے۔ اور جو شخص ایسی حدیثیں روایت کرے وہ اس قابل ہے کہ ترک کر دیا جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔ بعد ازاں ابن سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے کہا کہ امام رضا کی روایتوں میں خلل آپ کے راویوں کے سبب سے ہے۔ کیونکہ بجز متروک کے آپ سے کسی نے روایت نہیں کی۔ اور آپ کی روایت سے مشہور صحیفہ ہے۔ اس کا جو راوی آپ سے ہے وہ مجروح ہے۔ اور امام رضا شرف نسب کے علاوہ اہل علم و فضل سے تھے۔ انتہٰی۔ اس بیان سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رافضیوں نے کس طرح موضوع حدیثیں امام رضا کی طرف منسوب کر کے ان کو بے توقیر بنا دیا ہے۔

امام حسن عسکری کا حال بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ ان کی طرف ایک موضوع قصہ کی روایت منسوب کی گئی ہے۔ جسے علامہ سیوطی نے یوں ذکر کیا ہے۔ ابو الحسین بن المہتدی باللہ فی فوائدہ ابنا نا ابو الفرج الحسن بن احمد بن علی المہدانی حدثنا عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن شاذان حدثنا احمد بن محمد بن مہران بن جعفر الرازی بحضرۃ ابی خیثمۃ حدثنی مولای الحسن بن علی صاحب العسکر حدثنی علی بن محمد حدثنی ابی محمد بن علی بن موسیٰ الرضی حدثنی ابی موسیٰ بن جعفر حدثنی ابی جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً لما خلق اللہ تعالیٰ آدم وحواء بتختر انی الجنۃ رتاکا ما خلق اللہ خلقاً احسن منا فبینما ھما کذلک اذ ھما بصورۃ جاریۃ لم یر الراؤن احسن منھا لھا نور شعشانی یکاد یطفئ الابصار علی راسھا تاج وفی اذنیھا قرطان فقالا یا رب ما ھذہ الجاریۃ قال صورۃ فاطمۃ بنت محمد سیدی ولدک فقالا ما ھذا التاج علی رأسھا قال ھذا بعلھا علی بن ابی طالب قالا فما ھذان القرطان قال ابناھا الحسن والحسین وجد ذلک فی غامض علمی قبل ان اخلقک بالفی عام (اللآلی المضروعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اول صفحہ ۲۰۵) ترجمہ (بجذف اسناد) جب اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو پیدا کیا۔ تو وہ بہشت میں ناز سے ٹہلنے لگے اور کہنے لگے۔ کہ خدا نے کوئی مخلوق ہم سے خوبصورت پیدا نہیں کیا۔ اسی حال میں اچانک ان کو ایک لڑکی کی صورت دکھائی دی کہ دیکھنے والوں نے اس سے خوبصورت نہ دیکھی ہوگی۔ اس کا درازخوبصورت نور آنکھوں کو چندھیا دیتا تھا۔ اس کے سر پر ایک تاج تھا۔ اور کانوں میں دو بالیاں تھیں۔ دونوں نے پوچھا یارب یہ لڑکی کیسی ہے۔ خدا نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد کے سردار محمد کی بیٹی فاطمہ کی صورت ہے۔ پوچھا کہ اس کے

Marfat.com

پر یہ تاج کیسا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ یہ فاطمہ کے شوہر علی بن ابی طالب ہیں۔ پھر پوچھا کہ یہ دو بالیاں کیسی ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ فاطمہ کے بیٹے حسن و حسین ہیں۔ یہ میرے علم غامض میں تیری پیدائش سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا۔

اخیر میں مصنف نے جو لکھا ہے کہ مذہب امامیہ اور مذہب اہلسنت بوجہ اختلاف کبھی آپس میں نہ ملیں گے۔ بالکل درست ہے۔ کیونکہ حق و باطل کا اتحاد ناممکن ہے۔ مذہب اہلسنت و جماعت یقیناً حق ہے۔ اور مذہب امامیہ باطل۔ جامع الاخبار للشیخ الصدوق (مطبوعہ ایران ۱۳۱۴ھ۔ الفصل السادس والثلاثون فی صلوٰۃ الجماعۃ۔ صفحہ ۹۲۔۹۳) میں ایک طویل حدیث صلوٰۃ جماعت کی فضیلت میں یوں شروع ہوتی ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن النبی ص قال اتانی جبرئیل مع سبعین الف ملئکۃ بعد صلوٰۃ الظہر (ابو سلمہ بروایت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبرئیل ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ نماز ظہر کے بعد میرے پاس آئے) اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نماز جماعت کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں۔ یا محمد رکعۃ یصلیہا المومن مع الامام خیر لہ من ان یتصدق مائۃ الف دینار علی المساکین و سجدۃ یسجدہا مع الامام خیر لہ من عبادۃ سنۃ و رکعۃ یرکعہا المومن مع الامام خیر لہ من مائتی رقبۃ یعتقہا فی سبیل اللہ تعالیٰ ولیس علی من مات علی السنۃ والجماعۃ عذاب القبر ولا شدۃ یوم القیامۃ۔ ترجمہ۔ اے محمدؐ ایک رکعت جو مومن امام کے ساتھ پڑھے۔ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ ایک لاکھ دینار مساکین پر صدقہ کرے۔ اور ایک سجدہ جو امام کے ساتھ کرے اس کے لئے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور ایک رکوع جو مومن امام کے ساتھ کرے اس کے لئے فی سبیل اللہ تعالےٰ دو سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ اور جو شخص سنت و جماعت پر وفات پائے اس کے لئے نہ عذاب قبر ہے اور نہ روز قیامت کی شدت۔ انتہےٰ۔ کتاب الخصال ابن بابویہ (مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ۔ صفحہ ۱۴۱) میں ہے حدثنا ابو احمد محمد بن جعفر البندار الشافعی بفرغانہ قال حدثنا مجاہد بن اعین بن داؤد قال حدثنا محمد بن الفضل قال حدثنا ابن لہیعۃ عن سعید بن ابی ہلال عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ص بنی اسرائیل تفرقت علی احدی وسبعین فرقۃ فہلک سبعون فرقۃ وتخلص فرقۃ وامتی ستفترق علی اثنین وسبعین فرقۃ یہلک احدی وسبعون وتخلص فرقۃ قالوا رسول اللہ ص من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ۔ ترجمہ (بحذف اسناد)

Marfat.com

رسول اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے بن گئے پس ستر فرقے ہلاک ہو گئے اور ایک فرقہ نجات پائیگا اور میری امت تہتر فرقے ہوں گے۔ اکہتر ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہی فرمایا جماعت جماعت انتہے۔ حضرت امیر فرماتے ہیں۔ الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعت (نہج البلاغہ جزء اول صفحہ ۱۴۱) یعنی سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ انتہے۔

قال السید امداد امام

خلافت کے متعلق اہل سنت اور امامیہ کا عقائد

ہر چند امامیہ اور حضرات اہل سنت خلافت کو ایک امر برحق جانتے ہیں۔ مگر دونوں کے تمامتر درنگ ہیں۔ گو دونوں فرقے بارہ خلیفہ ہائے برحق کے قائل ہیں۔ اس موافقت کی وجہ یہ ہے۔ کہ حدیث خلفائے اثنا عشر فریقین میں صحیح مانی ہوئی ہے۔ لیکن امر مختلف فیہ جو ہے وہ یہ ہے کہ فریقین بارہ خلیفوں کے نامزد کرنے میں اختلاف عظیم رکھتے ہیں۔ وہ حدیث نبوی جو مقبولہ فریقین ہے یہ ہے عن جابر ابن سمرۃ قال دخلت مع ابی علی النبی فسمعتہ یقول ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ قال ثم تکلم بکلام خفی علی قال فقلت لابی ما قال قال کلھم من قریش (دیکھو بخاری و مسلم مع نووی کتاب الامارت صفحہ ۱۱۹) ترجمہ جابر ابن سمرہ سے روایت ہے۔ کہ میں اپنے باپ کے ساتھ خدمت رسول اللہ میں گیا۔ میں نے سنا کہ پیغمبر فرماتے تھے کہ ضرور یہ امر پورا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس میں بارہ خلیفے نہ ہوں۔ جابر کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت نے ایسا کلام کیا جو مجھ پر پوشیدہ رہا۔ تب میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ آنحضرت نے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا۔ کہ کل خلیفے قریش سے ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر علمائے اہلسنت نے اپنے بارہ خلیفے یوں گنے ہیں۔ ابوبکر صدیق عمر فاروق۔ عثمان غنی۔ علی۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ اور سات خلیفہ از عبدالملک تا بہ عمر ابن عبدالعزیز کچھ علمائے اہل سنن بعد حضرت معاویہ کے حضرت یزید کو اور حضرت یزید کے بعد اور خلفائے بنی امیہ کو مسلسل طور پر خلفائے اثنا عشر میں داخل کرتے گئے ہیں۔ راقم الحروف کے استاد مولوی سید محمد گل صاحب جلال آبادی بھی یزید کی خلافت حقہ کے قائل تھے۔ اور راقم الحروف بھی اپنے طالب علمی کے زمانہ میں یہی مذہب رکھتا تھا۔ جاننا چاہیئے کہ اہل سنت کے جس فرقہ نے حضرت

Marfat.com

کو فہرست خلفائے اثنا عشر سے خارج کر دیا ہے اس کی حجت یہ ہے کہ یزید چونکہ فاسق اور فاجر تھا۔ اس لئے وہ خلفائے اثنا عشر میں داخل نہیں کر سکتے۔ مگر جس فرقہ نے حضرت یزید کو بعد حضرت معاویہ کے خلیفہ مانا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اصولاً عصمت شرط خلافت نہیں ہے۔ اصول کی رو سے خلیفہ برحق ہونے کے واسطے تمام شروط خلافت سے صرف ایک شرط کا ہونا کافی ہے۔ حضرت یزید میں تو بہت سی شرطیں موجود ہیں۔ حضرت یزید کے حسب حال حضرت ابو بکر کا اجماع موجود ہے اجماع کے لئے صرف دو آدمی کافی ہوتے ہیں۔ حضرت یزید کے لئے تو لاکھوں آدمی کا اجماع موجود تھا۔ علاوہ اس شرط کے حضرت یزید کے موافق حال حضرت عمر کے استخلاف حضرت عثمان کے سورے اور حضرت معاویہ کے غلبہ و قہر کی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ ایسی صورتوں میں حضرت یزید کا خلیفہ برحق شمار کیا جانا اصول خلافت کے خلاف نہیں ہے۔ اس رو سے مسلسل طور پر بارہ خلفا کا شمار عمل میں لانا چاہیئے نہ کہ گنڈے دار طور پر جیسا کہ دوسرے فریق کے علمائے اہل تسنن نے کیا ہے۔ اصولی اصول کی پابندی سے حضرت یزید کو زمرہ خلفائے اثنا عشر سے خارج کر دیا ہے۔ یہ تقریر بے سروپا انداز کی نہیں ہے۔ لاریب کوئی پابند اصول خلافت حضرت یزید کو زمرہ خلفائے اثنا عشر سے خارج نہیں کر سکتا ہے چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں مسلسل وار بارہ خلفائے اہلسنت کے نام درج فرمائے ہیں۔ اور حضرت یزید بھی جناب شاہ صاحب ممدوح کے خلفا میں داخل دیکھے جاتے ہیں۔ یہ تو حساب حضرات اہلسنت کے خلفائے اثنا عشر کا تھا جو عرض ہوا۔ اب فرقہ امامیہ کے خلفائے اثنا عشر شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے شمار میں کسی شیعہ اثنا عشری کو اختلاف نہیں ہے۔ ان شیعوں کے خلفا یہ ہیں۔ علی بن ابی طالب۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ امام زین العابدینؑ۔ امام محمد باقرؑ۔ امام جعفر صادقؑ۔ امام موسیٰ کاظمؑ۔ امام علی رضاؑ۔ امام محمد تقیؑ۔ امام علی نقیؑ۔ امام حسن عسکریؑ۔ امام محمد مہدیؑ۔ (صلوات اللہ علیہم) واضح ہو کہ امامیہ رسول اللہ کی خلافت کو قرآنی دلائل اور حدیث ثقلین کی بنا پر امر من جانب اللہ سمجھتے ہیں۔ اور خلفا کی عصمت کے تمام تر قائل ہیں۔ فرقہ امامیہ کے نزدیک خلیفہ کا معصوم ہونا ایک امر ضروری ہے۔ امامیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ معصوم تھے اس لئے آنحضرت کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہیئے معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہو سکتا فرقہ اہل سنت معاملہ خلافت میں اس کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ حضرات خلافت کو امر من جانب اللہ نہیں مانتے ہیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۴۷ - ۴۸ ۔

Marfat.com

اقول

حدیث جابر بن سمرہ کئی طریق سے مروی ہے۔ سنن ابی داود باب الملاحم میں ہے۔

(۱) حدثنا عمرو بن عثمان نا مروان بن معاویۃ عن اسمٰعیل یعنی ابن ابی خا
عن ابیہ عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال
ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ فسمعت
کلاما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم افھمہ فقلت لابی ما یقول قال کلھم من قریش
ترجمہ۔ (بحذف اسناد) ابو خالد سے روایت ہے۔ کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ فرماتے تھے کہ یہ دین قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفے ہوں گے جن میں سے ہر ایک پر امت اجماع و اتفاق کرے گی۔ پس میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک کلام سنا۔ جسے میں نہ سمجھا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ جواب دیا۔ کہ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے۔

(۲) حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل نا وھیب نا داؤد عن عامر عن جابر بن سمر
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی
عشر خلیفۃ قال فکبر الناس وضجوا ثم قال کلمۃ خفیفۃ قلت لابی یا ابت ما قال قال کلھم
من قریش۔ ترجمہ (بحذف اسناد)۔ عامر سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب رہے گا راوی کا بیان ہے۔ کہ یہ سن کر لوگوں نے اللہ اکبر کہا۔ اور بانگ و فریاد کی۔ پھر حضرت نے ایک خفیف کلمہ فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے +

(۳) حدثنا ابن نفیل نا زھیر نا زیاد بن خیثمۃ نا الاسود بن سعید الھمدانی عن
جابر بن سمرۃ بھذا الحدیث زاد فلما رجع الی منزلہ اتتہ قریش فقالوا ثم یکون ما
قال ثم یکون الھرج۔ یعنی اسود بن سعید ہمدانی سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے یہ حدیث بیان کی۔ اور اتنا اور کہا کہ جب حضرت اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ تو قریش آپ کی خدمت میں آئے۔ اور پوچھا کہ بعد ازاں کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد ہرج یعنی فتنہ ہوگا

Marfat.com

ابن بابویہ نے کتاب الخصال صفحہ ۲۰۷ تا ۲۰۸ میں اس حدیث کو یوں نقل کیا ہے۔

(۱) حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا ابوبکر احمد بن محمد بن عبید النیسابوری قال حدثنا ابوالقاسم هرون بن اسحاق یعنی الهمدانی قال حدثنی عمی ابراهیم بن محمد عن زیاد بن علاقة وعبدالملک بن عمیر عن جابر بن سمرة قال کنت مع ابی عند نبی ص فسمعته یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا ثم اخفی صوته فقلت لابی ما الذی اخفی رسول الله ص قال کلهم من قریش - یعنے زیاد بن علاقہ۔ اور عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے۔ کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا۔ میں نے حضرت کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپ نے اپنی آواز مدہم کر لی۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ حضرت نے پوشیدہ کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے۔

(۲) حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا عبدالرحمن بن ابی حاتم قال حدثنا العلاء بن سالم قال حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا شریک عن سماک و عبدالله بن عمیر وحصین بن عبدالرحمن قالوا سمعنا جابر بن سمرة یقول دخلت علی رسول الله ص معابی فقال لا تزال هذه الامة صالحا امرها ظاهرة علی عدوها حتی یمضی اثنا عشر ملکا او قال اثنا عشر خلیفة ثم قال کلمة خفیت علی فسألت ابی فقال قال کلهم من قریش۔ یعنے سماک و عبداللہ بن عمیر و حصین بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ ہم نے جابر بن سمرہ کو سنا کہ کہہ رہے تھے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ ص کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس امت کا حال اچھا رہے گا۔ اور یہ اپنے دشمن پر غالب رہے گی یہانتک کہ بارہ بادشاہ یا فرمایا بارہ خلیفے گزر جائیں گے۔ پھر حضرت نے ایک کلمہ فرمایا۔ جو مجھ پر پوشیدہ رہا۔ اس لئے میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے ۔

(۳) حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا عبدالرحمن بن ابی حاتم قال حدثنا اسحاق بن ابراهیم بن عبدالرحمن ابو یعقوب السمین البغوی قال حدثنا ابن علیة عن ابن عون عن الشعبی عن جابر بن سمرة قال کنت مع ابی فقال رسول الله ص لا یزال هذا الدین عزیزا منیعا سنیا ینصر علی من عاداهم الی اثنی عشر خلیفة ثم تکلم بکلمة

Marfat.com

اصمنیھا الناس فقلت لابی ما الکلمۃ التی اصمنیھا الناس فقال قال کلھم من قریش ۔ یعنی شعبی سے روایت ہے۔ کہ جابر بن سمرہ نے کہا۔ کہ میں اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ دین بارہ خلیفوں تک غالب و استوار و بلند رہے گا۔ اور دشمنوں پر فتح پاتے رہیں گے۔ پھر حضرت نے ایک کلمہ فرمایا۔ جسے لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ وہ کلمہ کیا ہے جو لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ انتہے +

(۴)۔ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد قال حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن سعید قال حدثنا الحسن بن اسمعیل الطیان قال حدثنا ابو اسامۃ عن ابن مبارک عن معمر عمن سمع وھب بن منبہ یقول یکون اثنا عشر خلیفۃ ثم یکون الھرج ثم یکون کذا ثم یکون کذا۔ یعنی وہب بن منبہ کا قول ہے۔ کہ بارہ خلیفے ہوں گے۔ پھر ہرج یعنے فتنہ ہوگا۔ پھر ایسا ہوگا۔ پھر ایسا ہوگا۔ انتہے +

مصنف جو حدیث زیر بحث میں خلفائے اثنا عشر سے اپنے ائمہ اثنا عشر مراد لیتا ہے۔ درست نہیں۔ بوجوہ ذیل :-

(۱) خلفائے اثنا عشر کا قریش سے منسوب ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ سب بنی ہاشم میں سے نہیں ہوں گے کیونکہ معمول ہے۔ کہ جب ایک جماعت کوئی کام کرتی ہے۔ اور وہ سب ایک بطن سے ہوں تو اسی بطن کا نام لیا کرتے ہیں۔ اور جب مختلف بطون سے ہوں۔ تو قبیلہ فوقانی کا نام لیا کرتے ہیں۔ جو سب کا جامع ہو۔

(۲)۔ روایات نمبر (۲) سنن ابی داؤد۔ اور نمبر (۳) کتاب الخصال سے ظاہر ہے۔ کہ ان خلیفوں کے زمانے میں دین اسلام کو غلبہ ہوگا۔ اور دشمن مغلوب ہوں گے۔ مگر امامیہ کے ائمہ اثنا عشر کے وقت میں دین اسلام کا غلبہ تو درکنار دین حق ظاہر ہی نہیں ہوا۔ اور دشمن بجائے مغلوب ہونے کے غالب آتے رہے۔ لہٰذا ائمہ دوازدہ و خلفائے دوازدہ کی عینیت بالکل باطل ہے۔

(۳) روایات نمبر (۱) و (۲) ابو داؤد۔ اور نمبر (۲) و (۳) ابن بابویہ میں حرف الی یا حتی کا مقتضا یہ ہے۔ کہ جب بارہ خلیفوں کی خلافت منقضی ہو جائے گی۔ تو فتنہ ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ ابو داؤد و ابن بابویہ کی اخیر کی روایتوں میں صراحت ہے۔ مگر امامیہ قائل ہیں۔ کہ جب ائمہ اثنا عشر تمام ہونگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ اور دین کمال پر پہنچے گا۔ پس اگر ائمہ مراد ہوں

Marfat.com

غائت ومنیا درست نہیں رہتا۔

(۴)۔ امام رضا امامت و امام کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔ ان الامامۃ زمام الدین و نظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المومنین۔ ان الامامۃ اس الاسلام النامی وفرعہ السامی۔ بالامام تمام الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام والحج والجہاد وتوفیر الفیٔ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف۔ الامام یحل حلال اللہ ویحرم حرام اللہ ویقیم حدود اللہ ویذب عن دین اللہ ویدعو الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ والحجۃ البالغۃ (اصول کافی صفحہ ۱۲۰)۔ ترجمہ۔ بے شک امامت دین کی باگ اور مسلمانوں کا نظام اور دنیا کی صلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت درخت اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بے شک امام کے ساتھ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ جہاد کا کمال اور فئے اور صدقات کی کثرت اور حدود و احکام شرع کا جاری کرنا اور ملکی سرحدوں اور اطراف بلاد اسلام کی حفاظت ہے۔ امام خدا کے حلال کو حلال اور خدا کے حرام کو حرام کرتا ہے۔ اور خدا کی حدود کو قائم رکھتا ہے۔ اور خدا کے دین سے ضرر کو دفع کرتا ہے۔ اور خدا کے راستہ کی طرف حکمت و موعظہ حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ بلاتا ہے۔ انتہے۔ اس تعریف کی رو سے بارہ اماموں میں سے ایک بھی امام و خلیفہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ سب کے سب بجائے دین خدا کی دعوت کے دین کو چھپاتے رہے۔

(۵)۔ خود حضرت ابیؓ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو اور امام حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہؓ ان خلفائے اثنا عشر میں ضرور شامل ہیں۔ پس امامیہ کے ائمہ اثنا عشر اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں بن سکتے +

اب رہا یہ سوال کہ وہ خلفائے اثنا عشر کونسے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان بارہ خلیفوں میں چار تو خلفائے راشدین اور پانچویں حضرت معاویہ ہیں۔ باقی سات بقول قاضی عیاض و حافظ ابن حجر عسقلانی (اشعۃ اللمعات) یہ ہیں۔ عبدالملک۔ عبدالملک کے چاروں بیٹے۔ عمر بن عبدالعزیز۔ یزید بن عبدالملک۔ مصنف نے حضرت معاویہؓ کے بعد سات خلیفوں کی تعیین میں جو اختلاف مابین علمائے اہلسنت بیان کیا ہے۔ اس میں مولانا شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفا کے سوا اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اور وہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ شاہ صاحب اپنی کتاب قرۃ العینین (مطبوعہ

Marfat.com

مجتبائی دہلی صفحہ ۲۹۷) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ پس تحقیق دریں مسئلہ آنست کہ چہار خلیفہ راشدین بعد ازیشاں معاویہ و عبدالملک و چہار پسر او و عمر بن عبدالعزیز و ولید بن یزید بن عبدالملک را اعتبار کنند... و یزید بن معاویہ خود ازین میان ساقط است بجہت عدم استقرار او مدت معتدبہا و سوء سیرت او۔ واللہ اعلم۔ انتہے۔ مخفی نہ رہے کہ پہلے چار خلیفوں کی خلافت خلافت نبوت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا۔ کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے۔ پھر امرا و ملوک ہوں گے۔ لہٰذا اگر حضرت معاویہؓ کے بعد کوئی عالم یزید کو بھی خلیفہ و بادشاہ کہے۔ تو بروئے روایت نمبر(۱) ابوداؤد گنجائش ہے کیونکہ کلمہ تجتمع علیہا الامۃ میں اجتماع سے مراد انقیاد و اطاعت و اتفاق بربیعت ہے جو یزید میں موجود تھا۔ خواہ وہ پرلے درجہ کا فاسق و جابر تھا۔ اس صورت میں یزید کے خلیفہ ہونے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ وہ خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین میں سے تھا۔ شائد مصنف کو معلوم نہیں۔ کہ یہ وہی یزید ہے جس کی غلامی کا اقرار حسب روایت کلینی امام زین العابدین نے کیا تھا۔

امامیہ جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ معصوم تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہیئے۔ معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسی پوچ دلیل ہے۔ صاف یوں کیوں نہ کہدیا کہ آنحضرتؐ کے جانشینوں کو بھی پیغمبر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پیغمبر کا جانشین غیر پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ سچ پوچھئے تو امامیہ نے خلافت بلافصل کی دھن میں انبیائے کرام علیہم السلام کی نہایت اہانت کی ہے۔ بوجوہ ذیل:۔

(۱) شیعہ امامیہ اپنے ائمہ پر وحی خفی کے نزول کے قائل ہیں۔ جیساکہ اس کتاب کے حصہ اول میں مذکور ہوا۔

(۲) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور دیگر ائمہ سوائے سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب پیغمبروں سے افضل ہیں۔ جیساکہ اس تحفہ کے حصہ اوّل میں بیان ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ شیعہ کے نزدیک امامت نبوت سے افضل ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ واز بعضے اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد ازین مذکور خواہد شد معلوم مے شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است۔ چنانچہ حق تعالےٰ بعد از نبوت بحضرت ابراہیمؑ خطاب فرمودہ کہ انی جاعلک للناس اماماً (حیات القلوب۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے۔ محمد بن الحسن عمن ذکرہ عن محمد بن خالد عن محمد بن سنان عن زید الشحام قال سمعت ابا عبداللہؑ یقول ان اللہ تبارک وتعالیٰ اتخذ ابراھیمؑ عبداً قبل ان یتخذہ نبیاً وان اللہ اتخذہ نبیاً قبل ان یتخذہ

Marfat.com

رسولاً وان اللہ اتخذہ رسولاً قبل ان یتخذہ خلیلاً قبل ان یجعلہ اماماً فلما جمع لہ الاشیاء قال انی جاعلک للناس اماماً قال فمن عظمہا فی عین ابراھیم قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین قال لایکون السفیہ امام التقی (اصول کافی نول کشوری صفحہ ۱۰۱) ترجمہ (بحذف اسناد) زید شحام کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق کو سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو بندہ صالح بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو نبی بنائے۔ اور اللہ نے ان کو نبی بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو رسول بنائے۔ اور اللہ نے ان کو رسول بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو خلیل بنائے۔ اور اللہ نے ان کو اپنا خلیل بنایا پیشتر اس کے کہ ان کو امام بنائے۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کے لئے یہ ساری چیزیں جمع کر دیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ امام صادق نے فرمایا کہ چونکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیمؑ کی نظر میں بزرگ تھیں۔ اس لئے عرض کی کہ میری اولاد میں سے امام بنا۔ باری تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ امام صادق نے فرمایا کہ نادان پرہیزگار کا امام نہیں ہوتا۔ انتہےٰ۔ ابن بابویہ رسالہ اعتقادات میں یوں لکھتا ہے۔ ویجب ان یعتقد ان اللہ عزوجل لم یخلق خلقاً افضل من محمد والائمۃ وانہم احب الخلق الی اللہ واکرمہم۔ ترجمہ۔ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے کوئی مخلوق محمدؐ اور ائمہ سے افضل پیدا نہیں کیا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک تمام مخلوقات سے احب واکرم ہیں۔ انتہےٰ۔

(۳) شیعہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی پیدائش اماموں کی طفیلی ہے بمقصود بالذات اماموں کی پیدائش تھی۔ ان کی دلیل شیخ مفید کی روایت ذیل ہے محمد بن الحنفیۃ قال قال امیر المومنین سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول انا سید الانبیاء وانت سید الاوصیاء لولا انا وانت لم یخلق اللہ الجنۃ یا علی ولا الملائکۃ ولا انبیاء۔ ترجمہ محمد بن حنفیہ سے روایت ہے۔ کہ امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ میں نبیوں کا سردار ہوں اور آپ اوصیاء کے سردار ہیں۔ اے علی اگر میں اور تم نہ ہوتے تو خدا نہ جنت پیدا کرتا نہ فرشتے۔ نہ انبیاء۔ انتہےٰ۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۶۱)۔ ابن بابویہ رسالہ اعتقادات میں یوں لکھتا ہے۔ ونعتقد ان اللہ تبارک وتعالیٰ خلق جمیع الخلق لہ ولاھل بیتہ علیہم السلام وانہ لولاھم لما خلق اللہ سبحانہ السماء والارض ولا الجنۃ ولا النار ولا آدم ولا حواء ولا الملائکۃ ولا شیئاً مما خلق صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ ترجمہ۔ ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے تمام مخلوقات کو حضرت

Marfat.com

محمدؐ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو اللہ سبحانہ آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا نہ جنت کو نہ دوزخ کو نہ آدمؑ کو نہ حوا کو نہ فرشتوں کو نہ مخلوقات میں سے کسی شئی کو صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ انتہے۔

(۴) شیعہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے پیغمبروں سے ولایت ائمہ کا عہد لیا۔ چنانچہ محمد بن حسن صفار (متوفی سنہ ۲۹۰ھ) یوں نقل کرتا ہے۔ حدثنا الحسن بن علی بن النعمان عن یحیی بن ابی زکریا بن عمرو الزیات قال سمعت من ابی ومحمد بن سماعہ یرویہ عن فیض بن ابی شیبہ عن محمد بن مسلم قال سمعت ابا جعفرؑ یقول ان اللہ تبارک وتعالیٰ اخذ میثاق النبیین بولایۃ علی (بصائر الدرجات مطبوعہ ایران سنہ ۲۸۵ھ۔ جزء ثانی۔ باب تاسع) ترجمہ (بحذف اسناد) محمد بن مسلم کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام باقرؑ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ولایت علیؑ پر پیغمبروں کا میثاق و عہد لیا۔ انتہے۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ و در احادیث بسیار بعد ازین خواہد آمد کہ حق تعالےٰ در عالم ارواح از جمیع پیغمبران پیمان گرفت بر پروردگاری خود و رسالت من و امامت امیر المومنین و ائمہ طاہرین و گفت با ایشان کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ مُحَمَّدٌ نَبِیُّکُمْ وَعَلِیٌّ اِمَامُکُمْ وَالْاَئِمَّۃُ الْھَادُوْنَ اَئِمَّتُکُمْ۔ ہمہ گفتند بلے پس گرفت بعد ازان پیمان رسول خدا را کہ باو ایمان آورند و یاری کنند حضرت امیر المومنین را در رجعت۔ (حیات القلوب۔ نولکشوری۔ جلد اولیٰ صفحہ ۴۳)۔

(۵) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ نے ائمہ پر حسد کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہشت سے نکالے گئے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ و بسند معتبر منقول است کہ ابو الصلت ہروی از حضرت امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ از آن درختے کہ آدمؑ و حوا از ان درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے۔ روایت کردند کہ آن گندم بود و بعضے روایت کردند کہ درخت حسد بود۔ فرمود کہ ہمہ حق است۔ ابو الصلت گفت چگونہ ہمہ حق است۔ باین ہمہ اختلاف۔ فرمود کہ اے ابا الصلت درخت بہشت انواع میوہ ہا بر مے دارد۔ پس آن درخت گندم بود و در آن انگور۔ ہم بود و آنہا مثل درختان دنیا نیستند۔ و بدرستیکہ آدمؑ را چون خدا گرامی داشت و ملائکہ او را سجدہ کردند او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود گزرانید کہ ایا خلق کردہ است خدا بشرے کہ بہتر از من باشد۔ چون خدا دانست کہ چہ در خاطر او گذشت ندا کرد او را کہ سر بلند کن اے آدم و نظر کن بسوئے ساق عرش من۔ چون آدمؑ سر بلند کرد دید کہ در ساق عرش نوشتہ است کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین زوجہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ پس آدم گفت

Marfat.com

راگیستند اینہا۔ حق تعالےٰ فرمود کہ اینہا از ذریت تو اند و ایشان بہتر از ندا زتو و از جنس آفریدہ ہائے من و اگر ایشان نمے بودند۔ نہ ترا خلق مے کردم و نہ بہشت و دوزخ را و نہ آسمان و زمین را۔ پس زنہار نظر حسد بسوئے ایشان مکن کہ ترا از جوار خود بیرون مے کنم۔ پس نظر کرد بسوئے ایشان بدیدہ حسد و آرزوئے منزلت ایشان کرد۔ پس مسلط شد شیطان بر او تا خورد از میوۂ کہ او را ازان نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوئے فاطمہ بدیدہ حسد تا خورد ازان درخت چنانچہ آدم خورد۔ پس خدا ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بر زمین فرستاد (حیات القلوب۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۵۸۔۵۹)۔ روایت مذکورہ بالا کو مذاہب تحفہ اثنا عشریہ نے بحوالہ عیون اخبار الرضا اور معانی الاخبار نقل کیا ہے۔ روایت معانی الاخبار کے اخیر الفاظ یہ ہیں۔ فنظرت الیہما بعین الحسد فحسدت لذلک۔ یعنی حضرت آدمؑ و حوا نے ان کی طرف بنظر حسد دیکھا۔ اس لئے وہ دونوں خوار کئے گئے انتہے۔ شاہ صاحب نے اس پر کہا ہے کہ [illegible] پس ذہب ایشان در [illegible] آدم را ابلیس فرقے نیست۔ آنچہ ابلیس با آدم کرد۔ آدم با اولاد امجاد خود بعمل آورد۔ بلکہ کار آدم بدتر از کار ابلیس شد زیرا کہ ابلیس را با آدم علاقہ نبود و۔ [illegible] با ایں بزرگوار ان علاقہ پدری و پسری درمیان بود پس قطع رحم قریبہ لازم آمد و حسد اولاد کہ در سلامت فطرت از محالات عادیہ است بہ پیغمبرے کہ اول پیغمبران و قبلہ فرشتگان و ساکن جنت بود منسوب گشت۔ معاذ اللہ من ذلک۔ انتہے۔

(۶) خلاصۃ المنہج میں سورہ صافات کی آیت وان من شیعتہ لابراھیم کے تحت میں لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب حق تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ملکوت آسمان و زمین دکھائے تو آپ نے عرش کی طرف نگاہ کی۔ وہاں نور محمدؐ کو دیکھا۔ اور اس کے پہلو میں نور علی وصی کو اور دونوں کے نزدیک نور فاطمہ کو اور ان کے نزدیک نور حسن و حسین اور انوار دیگر ائمہ کو دیکھا۔ اور ان کے گرد بہت سے انوار شیعان و محبان علی و دیگر ائمہ کے نظر پڑے۔ پھر یوں مذکور ہے۔ ابراہیم گفت۔ خداوندا مرا از شیعہ علی بن ابی طالب و فرزندان او گردان۔ حق تعالےٰ دعائے او را اجابت کرد و او را داخل شیعیان علی بن ابی طالب گردانید و رسولؐ خدا را ازین خبر داد و فرمود کہ وان من شیعتہ لابراھیم و بدرستیکہ ابراہیم از جملہ شیعیان علی بن ابی طالب است۔ ترجمہ ابراہیمؑ سے عرض کی۔ [illegible] ان کے فرزندوں کے شیعہ میں داخل کر۔ حق تعالےٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو علی بن ابی طالب کے شیعوں میں داخل کر دیا۔ اور رسولؐ خدا کو اس کی خبر دی اور فرمایا کہ بے شک ابراہیمؑ من جملہ شیعیان علی بن ابی طالب ہیں۔ انتہے۔ اس من گھڑت تفسیر سے مقصود یہ ہے۔ کہ امامیہ کے ہاں شان نبوت شیعیان

Marfat.com

ائمہ کے درجہ سے بھی کم ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے اولوالعزم پیغمبر اس کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں
نعوذ باللہ من ذلک۔

(۷) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت یونسؑ نے ولایت علیؑ سے انکار کیا۔ اس واسطے مچھلی کے پیٹ
میں قید رہے۔ چنانچہ محمد بن حسن صفار نے یوں نقل کیا ہے۔ حدثنا العباس بن معروف عن سعد
بن مسلم عن صباح المزنی عن الحارث بن حضیرہ عن حبۃ العرنی قال قال امیر المومنین
ان اللہ عرض ولایتی علی اھل السموات وعلی اھل الارض اقر بھا من اقر وانکرھا من
انکر انکرھا یونس فحبسہ اللہ فی بطن الحوت حتی اقر بھا۔ (بصائر الدرجات۔ جزء ثانی۔ باب
عاشر)۔ اسی کا فارسی میں ترجمہ ملا باقر مجلسی نے یوں کیا ہے بسند معتبر از حضرت امیر المومنین منقول
است۔ کہ حق تعالے عرض کرد ولایت مرا بر اہل آسمانہا و زمین پس قبول کرد ہر کہ قبول کرد و انکار کرد
ہر کہ انکار کرد و چنانچہ باید قبول نہ کرد یونس علیہ السلام تا آنکہ خدا او را در شکم ماہی حبس کرد تا قبول کرد
چنانچہ شرط قبول بود (حیات القلوب۔ جلد اول صفحہ ۵۸۰)۔ اس قصہ کی زیادہ تفصیل مناقب ابن شہر آشوب
میں روایت ابو حمزہ ثمالی میں ہے۔ نظر بر اختصار ہم اس روایت کا فارسی ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں جو
سید محمد باقر موسوی نے بحر الجواہر صفحہ ۴۱۷ میں دیا ہے۔ از ابو حمزہ ثمالی مروی است کہ عبداللہ بن عمر آمد
بخدمت آنحضرت (امام زین العابدین) و گفت اے پسر حسین تو گفتہ کہ یونسؑ بن متی را کہ ماہی فرو برد
بجہت آن بود کہ ولایت جدم امیر المومنین را بر او عرض کردند۔ او تامل کرد و شکے از برائے او بہم رسید
فرمود کہ بلے مادرت بعزائت بنشیند۔ گفت اگر راست مے گوئی بمن بنما تا بہ بینم۔ پس فرمود تا دستمالے
آوردند۔ بر چشمان او و من ہر دو بستند۔ بعد از ساعتے فرمود باز نمودند دیدیم در کنار دریا زخارے
ہستیم کہ موجہائے او گوشہا را کر مے کند و بسیار ہولناک بود۔ عبداللہ بن عمر مشوش و مضطرب شد
عرض کرد خون من در گردن تو مے باشد۔ از خدا بترس و مرا ہلاک مکن۔ فرمود این ہمان دریا و ماہی است
کہ خواستی تا صدق من بر تو معلوم شود۔ آن گاہ فرمود اے ماہی۔ پس ماہی بسیار عظیمے سر خود را از دریا
بیرون آورد مثل کوہ بسیار عظیمے و گفت لبیک لبیک یا ولی اللہ۔ فرمود تو کیستی۔ گفت منم کہ یونسؑ را فرو برد
اے آقائے من۔ فرمود بتفصیل از برائے ما نقل کن۔ ماہی گفت اے آقا ہیچ پیغمبرے را خدائے تعالے از زمان
آدم تا زمان جد تو محمدؐ بن عبداللہ مبعوث نساخت مگر آنکہ عرض کرد ولایت شما اہلبیت را بر او ہر کس
قبول کرد از پیغمبران و تصدیق نمود سالم گردید از ہر بدی و آفتے۔ و ہر کس شک یا تامل کرد ببلاہا و محنت
گرفتار شد۔ چنانچہ آدم را از بہشت بیرون کردند و نوح مبتلا شد بغرق قوم خود و ابراہیم با فتادن آتش

Marfat.com

یوسف بچاہ و ایوب بناخوشی و ہمچنین تا حق تعالےٰ وحی فرستاد بیونس کہ دوست دار امیر المومنین علی بن ابی طالب را و ائمہ را از صلب او۔ گفت چگونہ دوست دارم کسے را کہ ندیدہ ام و نمے شناسم پس بحفظ کرد و برفت۔ خدا تعالےٰ بمن امر کرد کہ او را فرو برد اما او را محافظت نما پس در شکم من ماند چہل روز و طوف مے کرد در دریا ہا در ظلمات ثلاث و مے گفت لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین قبول کردم ولایت امیر المومنین را با ائمہ راشدین از صلب او۔ و چون ایمان آورد بولایت شما۔ جناب مقدس الٰہی امر فرمود بمن کہ او را بکنار دریا برگردانیدم۔ پس آنحضرت فرمود۔ اے ماہی برگرد بمکان خود۔ پس دریا آرام گرفت و چشمان مارا دو مرتبہ بست و بعد از ساعتے باز نمود۔ در مکان خود بودیم۔ انتہےٰ۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرات آدم و نوح و ابراہیم و یوسف و ایوب و یونس علیہم السلام کو جو جو ابتلا پیش آئی وہ سب ولایت ائمہ میں شک یا تامل کرنے کے سبب سے تھے۔ معاذ اللہ من ذالک۔

(۸) شیعہ کہتے ہیں کہ امام من جانب اللہ ہوتا ہے۔ لوگوں کا انتخاب کردہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی بحوالہ ابن بابویہ وغیرہ اکابر محدثین بسند معتبر ایک حدیث نقل کرتا ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ ایک روز سعد بن عبداللہ قمی چالیس سے زائد مشکل مسائل کے حل کے لئے امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حسب ارشاد امام حسنؑ وہ مسائل امام قائم علیہ السلام سے دریافت کئے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ امامت کے متعلق یوں مذکور ہے۔ پس عرض کردم کہ بفرماکہ دلیل چیست بر این کہ امت برائے خود امام اختیار نے تواند کرد۔ فرمود کہ اما مے اختیار خواہند کرد کہ مصلح احوال ایشان باشد یا اما مے کہ مفسد احوال ایشان باشد۔ گفتم اما مے کہ موجب صلاح ایشان باشد۔ فرمود کہ چہ مے دانند کہ باعث صلاح ایشان خواہد بود و حال آنکہ از ضمیر او خبر ندارند۔ گاہ باشد کہ گمان کنند کہ مصلح است و آخر مفسد ظاہر شود۔ و از ہمین علت است کہ مردم نمے توانند برائے خود اما مے تعیین نمایند پس فرمود کہ بحجت تائید این مطلب برائے تو برہانے بیان نمایم۔ کہ عقل تو آن را قبول کند۔ بگو کہ پیغمبر اے کہ خدا خلق فرستادہ و ایشان را از میان خلق برگزیدہ و کتابہا بر ایشان فرو فرستادہ و ایشان را موئید بوحی و عصمت گردانیدہ علمہائے ہدایت امت اند و اختیار جمیع امت را از ایشان بہتر مے دانند۔ و موسیٰ و عیسیٰ از جملہ ایشانند۔ یا جائز است کہ با وفور عقل و کمال علم ایشان یکے کسے را از میان امت اختیار کند بحسب عقل خود۔ و پوشیدہ ایشان منافق ظاہر شود۔ ایشان گمان کنند کہ او مومن است گفتم نہ۔ فرمود کہ موسےٰ کلیم خدا با آن عقل و علم و نزدل وحی بر او از اعیان قوم خود و بزرگان لشکر خود ہفتاد کس را اختیار کرد کہ با خود ببرد از کدام ہا مومن مے دانست و مخلص و معتقد مے شمرد ایشان را۔ و آخر ظاہر شد کہ ایشان منافق

Marfat.com

بودند چنانچہ خدا حال ایشان را بیان فرمودہ است۔ پس ہرگاہ برگزیدہ خدا کسے را اختیار کند بگمان
این کہ اصلح امت است و افسدامت ظاہر شود پس چہ اعتماد باشد بر مختار و برگزیدہ عوام الناس کہ خبر
از مافی الضمیر مردم ندارند و مہاجران و انصار کہ بر سرائر مردم اطلاع ندارند پس مے بائد کہ امام از جانب
کسے منصوب شود کہ عالم بضمائر و خفیات امور است (رسالہ رجعت مطبوعہ مطبع جعفری۔ لکھنؤ صفحہ ۲۳-۲۴)۔
ترجمہ پس میں نے عرض کی کہ فرمائیے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے۔ کہ لوگ اپنے واسطے اپنا امام انتخاب
نہیں کر سکتے۔ امام قائم نے فرمایا کہ آیا وہ ایسا امام انتخاب کریں گے جو ان کے احوال کا مصلح ہو۔ یا
ایسا امام جو ان کے احوال کا مفسد ہو۔ میں نے عرض کی کہ ایسا امام جو ان کی اصلاح کا موجب ہو۔ امام
نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا معلوم کہ وہ ان کی صلاح کا باعث ہوگا۔ حالانکہ وہ اس کے ضمیر کا حال نہیں
جانتے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ مصلح ہے۔ مگر آخر مفسد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی
سبب سے لوگ اپنے واسطے اپنا امام معین نہیں کر سکتے۔ پھر امام نے فرمایا کہ میں اس مطلب کی تائید
کے لئے تمہارے واسطے ایک برہان بیان کرتا ہوں جس کو تمہاری عقل قبول کرلے گی۔ وہ پیغمبر جن کو
خدا نے خلقت کے لئے بھیجا اور خلقت میں سے ان کو انتخاب کیا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور وحی
اور عصمت سے ان کی تائید کی وہ امت کی ہدایت کے علمبردار ہیں۔ اور تمام امت سے انتخاب کو بہتر جانتے
ہیں۔ اور منجملہ ان کے حضرت موسےٰ و حضرت عیسےٰ ہیں۔ یہ بتاؤ کہ آیا یہ جائز ہے۔ کہ وہ پیغمبر باوجود کثرت
عقل و کمال علم کے امت میں سے اپنی عقل سے ایک شخص کو بخوبی انتخاب کریں اور ان کا انتخاب
کردہ منافق ظاہر ہو۔ حالانکہ وہ گمان کریں کہ وہ مومن ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا
امام نے فرمایا کہ موسیٰ کلیم اللہ نے باوجود کمال عقل و علم و نزول وحی کے اپنی قوم کے سرداروں اور
اپنے لشکر کے بزرگوں میں سے ستر مرد انتخاب کئے۔ تاکہ ان کو اپنے ساتھ کوہ طور پر لے جائیں۔ حضرت
موسیٰ ان ستر کو مومن جانتے تھے۔ اور اپنے مخلص و معتقد سمجھتے تھے۔ مگر آخر ظاہر ہوا کہ وہ منافق تھے
چنانچہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں ان کا حال بیان فرما دیا ہے۔ پس جب خدا کا برگزیدہ ایسے شخص کو
انتخاب کرے جس کی نسبت گمان ہے کہ اصلح امت ہے۔ مگر افسد امت ثابت ہو۔ تو عوام الناس جن کو
لوگوں کے مافی الضمیر کی خبر نہیں اور مہاجرین و انصار جن کو لوگوں کے بھیدوں سے آگاہی نہیں ان کے
انتخاب کردہ پر کیا اعتماد ہوسکتا ہے۔ لہٰذا نصب امام اس ذات پاک کی طرف سے ہونا چاہیئے جو ضمائر
مردم اور خفیات امور کا عالم ہے۔ انتہےٰ۔ مرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے بھی اس قصہ کو بحوالہ اکمال
وغیرہ بطریق اختصار نقل کیا ہے۔ (دیکھو نفس الرحمان فی فضائل سلمان مطبوعہ ایران۔ باب سادس)۔

Marfat.com

اس سے ظاہر ہے کہ امامیہ حضرت موسےٰ کلیم اللہ جیسے اولوالعزم پیغمبر کی عصمت کو امامت کی سلامتی پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اپنے اماموں کے لئے تو علم ماکان و مایکون بتاتے ہیں۔ مگر پیغمبروں کے لئے مومن و منافق کی تمیز بھی تسلیم نہیں کرتے۔ معاذ اللہ من ذٰلک۔

(۹) شیعہ کہتے ہیں کہ وہ سر مرد جن کو حضرت موسےٰؑ نے اپنے ساتھ کوہ طور پر لے جانے کے لئے انتخاب کیا تھا۔ زلزلہ سے مرکر دوبارہ جو زندہ ہوئے تو پیغمبر بنا دئے گئے۔ چنانچہ رجال کشی صفحہ ۱۷۹ میں عبداللہ بن عجلان کے ترجمہ میں حضرت امام صادق سے یوں روایت ہے۔ ان موسیٰ بن عمران اختار قومہ سبعین رجلاً فلما اخذتہم الرجفۃ کان موسیٰ اول من قام منہا فقال یا رب اصحابی فقال یا موسیٰ انی ابدلک منہم خیراً قال رب انی وجدت ریحہم وعرفت ایدیہم قال ذٰلک ثلاثاً فبعثہم اللہ انبیاء۔ اس کا فارسی ترجمہ ملا باقر مجلسی نے یوں کیا ہے۔ و در حدیث معتبر از حضرت صادق منقول است کہ موسےٰ ہفتاد کس از میان قوم خود انتخاب کرد و با خود بطور برد۔ و چون سوال رویت کردند صاعقہ بر ایشان نازل شد و سوختند۔ پس موسیٰ مناجات کرد کہ پروردگارا اینہا اصحاب من بودند وحی باو رسید کہ من اصحابے بتو مے دہم کہ از ایشان بہتر باشند۔ موسیٰ گفت پروردگارا من بایشان انس گرفتہ ام و ایشان را شناختہ ام و نامہائے ایشان را شناختہ و دانستہ سہ مرتبہ دعا کرد تا خدا ایشان را زندہ کرد و پیغمبران گردانید (حیات القلوب۔ جلد اول صفحہ ۳۲۱) ترجمہ معتبر حدیث میں حضرت صادق سے منقول ہے۔ کہ موسےٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد انتخاب کئے اور اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے۔ جب انہوں نے رویت کا سوال کیا تو ان پر صاعقہ نازل ہوئی۔ اور وہ جل گئے پس موسےٰؑ نے دعا کی۔ کہ اے پروردگار یہ میرے اصحاب تھے۔ وحی آئی۔ کہ میں تم کو ایسے اصحاب دیتا ہوں جو ان سے بہتر ہوں۔ موسےٰؑ نے عرض کی۔ اے پروردگار میں ان سے مانوس ہوں۔ اور ان کو پہچانتا اور ان کے ناموں کو جانتا ہوں۔ تین مرتبہ دعا کی۔ پس خدا نے ان کو زندہ کیا اور پیغمبر بنا دیا۔ انتہےٰ۔ رجال کشی صفحہ ۱۵ میں خطبہ سلمان فارسی میں ہے۔ والسبعین الذین اتہموا موسیٰ علی قتل ہٰرون فاخذتہم الرجفۃ من بغیہم ثم بعثہم اللہ انبیاء مرسلین و غیر مرسلین یعنی وہ ستر جنہوں نے موسےٰ کو ہارونؑ کے قتل کرنے کی تہمت دی پس ان کی بغاوت کے سبب زلزلہ نے ان کو آلیا۔ پھر خدا نے انکو پیغمبران مرسلین و غیر مرسلین مبعوث فرمایا۔ انتہےٰ۔ شیعہ کا یہ دعوےٰ کہ انبیائے کرام بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد گناہان صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہوتے ہیں ان دونوں روایتوں سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ ان ستر نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا۔ کہ حضرت موسےٰ جیسے نبی مرسل کو اپنے بھائی

Marfat.com

کے قتل کی تہمت دی - یا ان کو خدا سے ہمکلام ہونے کے دعوے میں متہم قرار دیا - اور معذب ہوئے - پھر باوجود ایسے گناہ عظیم کے وہ پیغمبر بن گئے - باقر مجلسی روایت امام جعفر صادق کو نقل کر کے یوں لکھتا ہے مؤلف گوید کہ پیغمبر شدن ایشان موافق اصول شیعہ مشکل است زیرا کہ ظاہر حال آنست کہ سوال ایشان گناہ بود کہ بسبب آن معذب شدند پس چگونہ باوجود صدور گناہ از ایشان پیغمبر شدند - و بچند وجہ جواب ممکن است :-

اوّل آنکہ ذکر پیغمبری ایشان بروجہ تقیہ شدہ باشد چون اکثر عامہ چنین روایت کردہ اند -

دوّم آنکہ چون مردند حیات اوّل کہ در آن گناہ کردہ بودند منقطع شد - اگر در حیات دوم معصوم بودہ باشند کافی است برائے پیغمبری ایشان و درین وجہ سخن مے رود -

سوّم آنکہ سوال ایشان نیز از جانب قوم بودہ باشد و ہلاک ایشان بوجہ تعذیب نبودہ باشد بلکہ برائے تادیب قوم بودہ باشد و این نیز بعید است -

چہارم آنکہ اطلاق پیغمبری بر ایشان بروجہ مجاز باشد یعنے آن قدر خوب شدند بعد از رجعت کہ گویا پیغمبران بودند و وجہ اول ظاہر تر است - انتہے -

ملا باقر نے جو چار وجہیں بیان کی ہیں - ان میں سے دوسری اور تیسری کو تو خود بعید بتایا ہے - چوتھی وجہ مجاز والی خلاف بتادرا اور بے دلیل ہے پہلی وجہ جسے ظاہر تر لکھا ہے - تقیہ والی ہے غرض ملا صاحب کے پاس کوئی معقول جواب نہیں - تقیہ تو ہمارے کا جواب ہے - مرزا حسین طبرسی نے بھی وجوہ اربعہ مجلسی کو خلاف ظاہر بتایا ہے - اور خود یوں توجیہ کی ہے - والمراد من بعث القوم المصعوقین انبیاء کونہم مامورین بالاخبار عما شاھدوا فی البرزخ من صحة نبوة محمد وامامة الائمة وصریح الخبر ان المقصود من بعثھم انما کان مجرد ھذا الاخبار ولما کان علمھم بذالک بواسطة ما شاھدوا فی البرزخ من دون ان یکون بتعلیم بشر سموا انبیاء وتفریقھم مرسلین وغیر مرسلین کما فی احد الخبرین لعله کان من جھة کونھم یختلفون فی الارسال بذالک الخبر الی قومھم وعدمه (نفس الرحمن فی فضائل سلمان) - ترجمہ - ان مصعوقین کو انبیاء بنا کر بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مامور تھے کہ عالم برزخ میں جو انہوں نے نبوت محمد و امامت ائمہ کی صحت دیکھی تھی اس کی خبر دیں اور صریح خبر ہے کہ ان کو بھیجنے سے مقصود محض یہ خبر دینا تھا - چونکہ ان کو اس امر کا علم کسی بشر کی تعلیم سے نہ تھا - بلکہ بواسطہ مشاہدہ فی البرزخ تھا - اس لئے ان کو انبیاء کہا گیا - انبیاء کی تقسیم مرسلین و غیر مرسلین میں جیسا کہ دونوں روایتوں میں سے ایک میں ہے شاید اس جہت

Marfat.com

ہے کہ ان میں سے بعضے یہ خبر لوگوں کو پہنچانے کے لئے مامور تھے اور بعضے نہ تھے۔ انتہے۔ مرزا حسین کی یہ توجیہ بھی محض گھڑت خلاف ظاہر بے دلیل ہے۔ نبی کی جو تعریف وضع کی گئی ہے وہ مرزا موصوف ہی کا حصہ تھا۔ لاکلام شیعہ کو موضوعات میں ید طولےٰ حاصل ہے۔ امامت اثنا عشر کی صحت کی خبر پہنچانے کے لئے ایک عجیب کلاس انبیاء کی وضع کی ہے۔ جن کے لئے عصمت شرط نہیں۔

(۱۰) حسب عقیدہ شیعہ ائمہ اثنا عشر کی طرح انبیاء بھی تقیہ کرتے تھے۔ یعنے دین کو چھپایا کرتے اور بے دینی ظاہر کیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ من ذلک۔

اب ہم نبوت سے امامت کی طرف آتے ہیں۔ شیعہ کا عقیدہ ہے۔ کہ امامت کے لئے عصمت شرط ہے۔ مگر یہ عقیدہ غلط ہے۔ بوجوہ ذیل:۔

(۱) قرآن مجید میں ہے۔ ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً ط (بقرہ۔ ع ۳۲) پس طالوت بنصب الٰہی خلیفہ فی الارض تھا۔ اور بالاجماع معصوم نہ تھا۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ ظاہر آیت واکثر روایت آنست کہ او خوب بودہ است و بعضے از خطب غیر مشہورہ نقل کردہ اند کہ حضرت امیر المومنین فرمود کہ من طالوت این امتم۔ (حیات القلوب۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۰۸)۔

(۲) حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور خلفائے ثلاثہ بالاتفاق معصوم نہ تھے۔ حضرت امام حسنؓ نے بھی اپنے صلحنامہ میں حضرات ثلاثہ کو خلفائے راشدین سے تعبیر کیا ہے۔

(۳) خاندان امامت میں سے حضرات محمد بن الحنفیہ اور زید شہید وغیرہ نے امامت کا دعوےٰ کیا۔ اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان کے دعوےٰ کو تسلیم کیا۔ اگر عصمت شرط امامت ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا دعوےٰ نہ کرتے اور نہ کوئی ان کی سنتا۔

(۴) حضرت مولےٰ مرتضےٰ کا قول ہے۔ وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضی (نہج البلاغہ۔ جزء ثانی صفحہ ۱۴ کتاب صفین مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸ مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۳) یعنے بیعت کا مشورہ صرف مہاجرین وانصار کا منصب ہے۔ اگر وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جائیں۔ اور اس کو امام کا لقب دیں۔ وہی اللہ کے نزدیک امام پسندیدہ ہوگا۔ انتہےٰ۔ اور یہ بدیہی امر ہے۔ کہ جن کو مہاجرین وانصار نے امام وخلیفہ بنایا۔ ان میں سے کوئی معصوم نہ تھا۔

(۵) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے صلحنامہ کی عبارت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔ اس

Marfat.com

عبارت نے امامت اثنا عشر کا مع اس کی شرائط کے بیخ و بن سے استیصال کر دیا۔ اول قلع خلافت ثابت ہوا۔ دوسرے استخلاف حضرت معاویہؓ ثابت ہوا۔ تیسرے آئندہ استخلاف کے لئے شوریٰ بطور قاعدہ کلیہ کے قرار پایا۔ اور یہ ہر سہ امر جیسے امامت اثنا عشر کو مبطل ہیں۔ اسی طرح شرائط نص و عصمت اور فضلیت کو مبطل ہیں۔

(۶) حضرت مولےٰ مرتضےٰ خطبہ صفین میں فرماتے ہیں۔ ولا تظنوا بی استثقالا فی حق قیل لی ولا التماس اعظام لنفسی فانہ من استثقل الحق ان یقال لہ او العدل ان یعرض علیہ کان العمل بہما اثقل علیہ فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا امن ذلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ من نفسی (نہج البلاغہ۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۴۰)۔ ترجمہ۔ تم میری نسبت یہ گمان نہ کرو کہ جو حق مجھ سے کہا جائے وہ مجھ پر ناگوار گذرتا ہے۔ اور نہ یہ گمان کرو کہ میں اپنی ذات کے لئے القاب عظمت کا خواہاں ہوں کیونکہ جو شخص اس بات کو ناگوار سمجھتا ہے کہ اس سے حق کہا جائے یا اس پر عدل پیش کیا جائے۔ اس پر حق و عدل پر عمل کرنا اس سے بھی ناگوار ہوتا ہے۔ اس لئے تم حق کہنے یا عدل سے مشورہ دینے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں مگر یہ کہ خدا مجھے ایسے فعل کی توفیق دے۔ جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔ انتہےٰ۔ حضرت امیرؓ کا یہ کلام بصراحت تمام دلالت کرتا ہے کہ آپ معصوم نہ تھے۔

(۷) حضرت امیر فرماتے ہیں۔ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن و یستمتع فیہا الکافر ویبلغ اللہ فیہا الاجل ویجمع بہ الفئ ویقاتل بہ العدو وتامن بہ السبل (نہج البلاغہ۔ جزء اول۔ صفحہ ۵۷)۔ ترجمہ۔ لوگوں کے لئے ضروری ہے امیر نیکوکار کا ہونا یا امیر فاجر کا ہونا جس کی امارت میں مومن اپنا کام کرے اور کافر تمتع اٹھائے۔ اور خدا تعالےٰ امور کو اوقات معینہ تک پہنچائے۔ اور جس کے ذریعہ مال غنیمت جمع کیا جائے۔ اور دشمن کے ساتھ لڑائی کی جائے۔ اور راستے با امن ہوں۔ انتہےٰ۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خلافت و امامت کے لئے عصمت ضروری نہیں۔

(۸) صاحب الفصول وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ عن ابی مخنف انہ قال کان الحسین بن علی یبدی الکراھۃ لما کان من اخیہ الحسن من صلح معاویۃ ویقول لوجز انفی کان احب الی مما فعلہ اخی۔ یعنے ابو مخنف کا قول ہے۔ کہ امام حسینؓ بن علیؓ کراہت ظاہر کرتے تھے

Marfat.com

کہ ان کے بھائی امام حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کرلی اور فرماتے تھے۔ کہ اگر میری ناک کٹ جاتی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ تر تھا۔ اس سے جو میرے بھائی نے کیا۔ انتہٰی۔ اس سے دونوں اماموں میں سے ایک کی خطا ظاہر ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۷۸)۔ اس روایت کے راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی نسبت ابن عدی فرماتے ہیں۔ شیعی محترق صاحب اخبارھم (میزان الاعتدال ولسان المیزان)۔

(۹)۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین والفی اشکو سوء مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی لہ (صحیفہ کاملہ)۔ ترجمہ۔ بے شک شیطان نے بدگمانی اور ضعف یقین میں میری باگ پکڑی ہے۔ اور میں اپنے ساتھ اس کی بری ہمسائگی اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے سے فریاد کرتا ہوں۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام صدق و کذب ہر دو تقدیر پر عصمت کے منافی ہے۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ دانستی کہ علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم اتفاق کردہ اند بر عصمت ایشان از جمیع گناہان و در بسیارے از دعا ہا خصوصاً دعائے صحیفہ کاملہ اعتراف بگناہ از ائمہ علیہم السلام واقع شدہ و در بعضے از احادیث نیز امرے چند کہ موہم صدور معصیت باشد وارد شدہ (حیات القلوب۔ جلد سوم صفحہ ۲۱۔۲۲)۔

(۱۰) حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت علی مرتضٰے کے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی۔ تو مولےٰ مرتضٰے نے جواب دیا۔ دعونی والتمسوا غیری۔ یعنی مجھے چھوڑو اور بیعت کے لئے کسی اور کو ڈھونڈو (نہج البلاغہ۔ جزء اول صفحہ ۱۰۹)۔ اس کلام امیرؑ سے ظاہر ہے کہ حضرت علی کے سوا اور بھی منصب امامت کے لائق تھے۔ جو معصوم نہ تھے۔ ورنہ یہ کلام لغو ہوگا۔ لہٰذا عصمت شرط امامت نہیں۔

(۱۱) حسب عقیدہ شیعہ حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ نے اصلی غیر محرف قرآن کو مخفی رکھا۔ اور قرآن محرف پر عمل کرتے رہے۔ اس صورت میں چھپانے والے بموجب ان الذین یکتمون ما انزلنا کے کیسے ہوں گے۔ اور تمام عالم کی گمراہی کس کے نامہ اعمال میں ہوگی۔ کیا یہ معصوم کا کام ہے؟

(۱۲) حسب عقیدہ شیعہ دوازدہ امام تقیہ کرتے رہے۔ یعنے اپنا دین چھپاتے اور بے دینی ظاہر کرتے رہے۔ تقیہ کے ساتھ عصمت کا دعوےٰ محال ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ سے امامیہ کا دعوےٰ عصمت ائمہ کا باطل ثابت ہوتا ہے۔ اور وجوہ نمبر (۲) و (۳) و (۴) و (۵) و (۸) سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ امام کے لئے خدا کی طرف سے منصوص ہونا لازم

Marfat.com

نہیں۔شرط نفس کے متعلق زائد بیان عنقریب آئے گا۔انشاء اللہ تعالےٰ

مصنف نے عصمت ائمہ کے متعلق کوئی قرآنی دلیل پیش نہیں کی۔ہاں اس کے ہم مذہب علماء عصمت کے ثابت کرنے کے لئے کئی آیتیں پیش کرتے ہیں۔جن میں سے کسی سے عصمت ثابت نہیں ہوتی۔وہ دو آیتوں پر بڑا زور دیتے ہیں۔ایک تو آیہ تطہیر جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔دوسری وہ آیت ہے جس میں باری تعالےٰ حضرت ابراہیمؑ سے یوں خطاب فرماتا ہے۔انی جاعلک للناس امامًا یعنے میں تجھکو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی۔وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنا۔باری تعالےٰ نے فرمایا۔لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔یعنی میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔کہ ابن بابویہ نے کتاب خصال میں اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔کہ مراد یہ ہے کہ وہ شخص امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا جس نے بت کو پوجا ہو یا ایک لحظہ بھی خدا کے ساتھ شرک کیا ہو۔خواہ وہ آخر کار مسلمان ہو جائے ظلم کے معنے ہیں کسی کو خدا کا شریک قرار دینا۔خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ان الشرک لظلم عظیم۔اسی طرح امامت کے لائق نہیں وہ شخص جو کسی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب ہو۔خواہ بعد ازاں تائب ہو جائے۔اور جس پر حد واجب ہو وہ امامت حد نہیں کر سکتا۔اس لئے امام کو معصوم ہونا چاہیئے۔اور عصمت بجز نص خدا بزبان پیغمبر معلوم نہیں ہو سکتی۔کیونکہ عصمت ظاہر خلقت میں ظاہر نہیں ہوتی۔کہ دکھائی دے جیسا کہ سیاہی سفیدی وغیرہ۔بلکہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے۔جو خدائے عالم الغیب کے بتائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا (حیات القلوب۔جلد سوم۔صفحہ ۱۸-۱۹)۔مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت میں جو کچھ فارسی میں لکھا ہے۔اُس کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔اس جگہ فرقہ امامیہ نے افراط سے کام لیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ امامت کے لئے عصمت شرط ہے۔اور عصمت کے معنی فہم میں خطا اور عمل میں گناہ کا ممتنع ہونا ہے۔چونکہ یہ عصمت ظاہری و باطنی لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکتی۔لہٰذا امام کا تقرر خدا کی جانب سے ہونا چاہیئے نہ کہ لوگوں کی جانب سے لیکن ظاہر ہے کہ ظلم کا مقابل عدالت و تقویٰ ہے نہ کہ عصمت ہاں اگر اس آیت میں لا ینال عهدی من کان ممکن الظلم ومحتمل المعصیۃ (میرا عہد نہ پہنچے گا اس شخص کو جس کے لئے ظلم کا امکان اور معصیت کا احتمال ہو) ہوتا۔تو اس سمجھ کی گنجائش تھی۔چونکہ آیت

سلہ شیعہ امامیہ نے اس قسم کی شرطیں محض اس واسطے گھڑلی ہیں۔کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ ثابت نہ ہو جائے حضرت ابوبکر کی نسبت یہ امر ثابت ہے کہ آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۲۲)

Marfat.com

میں لفظ ظالمین واقع ہے۔ غیر ظالم (معصوم ہو یا متقی) کی امامت درست ہے۔ نیز اگر عہد کو عام سمجھیں۔ تو چاہیئے کہ قاضی و مفتی و محتسب و امیر و حاکم میں بھی عصمت کو شرط قرار دیں۔ اور اگر عہد کو اقسام میں سے ایک قسم کے ساتھ خاص خیال کریں۔ تو دوسرے بھی اشتراط عصمت میں عہد کے بعض اقسام میں شریک ہیں۔ کیونکہ نبوت میں بالاجماع عصمت شرط ہے۔ اور یہ جو امامیہ کے دل میں آتا ہے۔ کہ اگر امامت میں عصمت شرط نہ ہو اور مرد متقی کو امام بنایا جاوے جس کی طاعت تمام لوگوں پر فرض ہو۔ تو وہ متقی جو معصوم نہیں احتمال ہے۔ کہ تقوے کے طریقہ سے عدول کر جائے اور ظلم کی راہ اختیار کرے اور لوگ بھی اس کی اطاعت کے سبب جو فرض ہے ظلم میں مبتلا ہو جائیں۔ اور اس طرح امامت کی غرض حاصل نہ ہو یہ نہایت پوچ خیال ہے۔ کیونکہ امام کی معصیت کا احتمال اس وقت امت کو ضرر دے سکتا ہے کہ اس کی اطاعت بلا قید و بلا شرط ان پر فرض ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ امام کی اطاعت ان ہی چیزوں کے ساتھ مشروط و مقید ہے جن کا معصیت ہونا شرع سے معلوم نہ ہو۔ ورنہ امام کی اطاعت فرض نہیں رہتی۔ اور احکام قرآن اور اوامر و نواہی پیغمبر کی طرف رجوع کافی ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ[1] اور حدیث شریف میں ہے۔ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ[2] پس امام کی طاعت رعایا کے حق میں مشروط و مقید ہے جیسا کہ مالک کی اطاعت مملوک کے حق میں اور شوہر کی اطاعت بیوی کے حق میں اور والدین کی اطاعت اولاد کے حق میں اور امیر و حاکم و قاضی و مفتی و محتسب کی اطاعت ان کے زیر دستوں کے حق میں مشروط و مقید ہے نہ کہ مطلق۔ ہاں پیغمبروں کے لئے طاعت مطلق ثابت ہے اور وہاں عصمت شرط ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام سلسلہ تبلیغ کا مبدا واقع ہیں۔ اگر ان میں عصمت شرط نہ ہو۔ تو ان کی خطا کا تدارک احکام شرعیہ کی طرف مراجعت سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ احکام شرعیہ کی معرفت بغیر وساطت نبی کے ممکن نہیں بخلاف امام اور دیگر اشخاص واجب الاطاعت کے۔ جن کا ذکر اوپر ہوا اس لئے کہ یہ تبلیغ کے مبدا منبسط میں واقع نہیں ہیں۔ کہ معرفت احکام ان کی وساطت کے بغیر نہ ہو سکے

---

[1] اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں سے۔ پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں۔ تو اس کو پھیر دو طرف اللہ کی اور رسول کی۔ اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر (نساء۔ ع ۸)

[2] خالق کی معصیت میں مخلوق کی طاعت نہیں ۱۲

Marfat.com

پس ہر دو میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور کتاب نہج البلاغہ میں جو امامیہ کی معتبر کتاب ہے۔ حضرت امیر المومنین کی یہ نص صریح موجود ہے کہ لابد للناس من امیر برا و فاجر یعمل فی امرۃ المؤمن ویستمتع فیھا الکافر وتامن بہ السبل الی اخرہ۔ اور نہایت ہی عجیب افراط یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید کے لیئے امامیہ نے اس آیت سے یہ قاعدہ نکالا ہے۔ کہ امام ایسا شخص ہونا چاہیئے جس نے کبھی کفر نہ کیا ہو۔ اور ابتدائے سن بلوغ سے طریق اسلام پر رہا ہو۔ حالانکہ جب کافر مسلمان ہو گیا اور اس نے کفر سے توبہ کر لی تو اس کو ہرگز کافر و ظالم نہیں کہہ سکتے۔ ظالم وہی ہے جو ظلم سے آلودہ ہو۔ والتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ شرع کا قاعدہ مقررہ ہے۔ اگر کوئی کافر بہت سالوں سے مسلمان ہو گیا ہو۔ اور اس نے توحید میں قدم راسخ پیدا کر لیا ہو۔ اس کو ہرگز کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور وہ جو بعضے بے سمجھ مذہب امامیہ کی تائید کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ایمان والے کو حالت خواب میں مومن کہتے ہیں۔ حالانکہ اس حالت میں ایمان بمعنے تصدیق اس کو یقیناً حاصل نہیں۔ اسی تصدیق سابق کے اعتبار سے یہ استعمال صحیح ہے۔ پس ظالم کو بھی ظلم سابق کے اعتبار سے ظالم کہنا صحیح ہے۔ اور نیز متکلم و ماشی کہ جن کے مبادی کا حصول دفعتاً ممکن نہیں کیونکہ وہ امور غیر قارہ ہیں۔ ان کا استعمال بھی بغیر حصول مصادر صحیح ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان والے کو حالت خواب میں کوئی ایسی چیز حاصل نہیں جو اس کی تصدیق کا ازالہ کرے۔ لہٰذا اس کی تصدیق سابق شرعاً معتبر ہے۔ اور اسی اعتبار سے لفظ مومن اس کے حق میں استعمال کرنا اصطلاح شرعی کے موافق درست ہے۔ کیونکہ الفاظ شرعیہ کے استعمال میں معانی شرعیہ کا تحقق درکار ہے۔ نہ کہ معانی لغویہ کا بخلاف اس ظالم یا کافر کے جس نے اپنے ظلم و کفر سے توبہ کی ہو۔ اور اس کے ظلم و کفر کے ازالہ کرنے والی چیز شرعاً متحقق ہو گئی ہو اس کے

لہ جس کفر کے بعد ایمان صحیح آ جائے۔ اس صاحب کفر پر کوئی مذمت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لکم ما قد سلف۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ الاسلام یھدم ما کان قبلہ علاوہ ازیں جو شخص اسلام پر پیدا ہو وہ اس سے افضل نہیں جو بذات خود ایمان لایا۔ بلکہ نصوص مستفیضہ سے ثابت ہے۔ کہ خیر القرون قرن اول ہے جن میں سے عامہ کفر کے بعد اسلام لائے اور وہ قرن ثانی سے افضل ہیں جو اسلام پر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید میں جو اسمار ذم مثل کفر ظلم فسق کے آئے ہیں وہ ان ہی کے لئے ہیں جو ان صفات پر قائم رہے۔ مگر جو کفر کے بعد مومن اور ظلم کے بعد عادل ہو جائے اس کے لئے اسمار مدح وارد ہیں ۱۲

لہ گناہ سے توبہ کرنے والا مثل اس کے ہے جس کے لئے کوئی گناہ نہیں ۱۲

Marfat.com

لفظ ظالم وکافر کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ استعمال نہ لغت میں جائز ہے نہ شرع میں۔ بہذا حالت خواب میں تصدیق سے غفلت و بے التفاتی ہے نہ تصدیق کا زوال خزانہ وحافظہ سے۔ جو حصول کہ استعمال ہونے کے صحیح ہونے میں شرط ہے۔ وہ خزانہ وحافظہ میں حصول ہے۔ نہ کہ اس کا ادراک بالفعل۔ ورنہ عالم کو نماز میں مشغولی کے وقت جاہل کہنا صحیح ہوگا۔ اور مال دار کو جس کے ہاتھ میں بہت سا مال نہیں۔ حالانکہ اس کے خزانہ میں بہت سا مال موجود ہے مفلس کہنا درست ہوگا۔ اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔ اسی طرح مشتقات غیر قارہ میں بسبب اس کے کہ ان کے مبادی کا حصول دفعۃً محال ہے۔ ان مبادی کی تحصیل کا قصد وارادہ عرفاً اور لغۃً اور شرعاً ان مشتقات کے استعمال میں ان کے مبادی کے حصول کے قائمقام سمجھا جاتا ہے۔ بخلاف مشتقات ممکنۃ الحصول کے کہ ان کے استعمال میں اس کے ممکن ہونے کے سبب بدل کا قائم کرنا جائز نہیں جیسا کہ مریض کے حق میں تیمم جائز اور صحیح مقیم کے حق میں ناجائز ہے اور نیز وہ حصول جو مشتقات کے استعمال میں شرط ہے عام ہے اس سے کہ تدریجی ہو یا دفعی اور امور غیر قارہ میں ان کے تمام زمانوں میں حصول تدریجی متحقق ہے گو دفعی نہیں۔ انتہٰی۔ خلاصہ کلام یہ کہ عصمت ائمہ کا دعوے قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ قرآن کریم میں تو تنازع کے وقت فقط رد الی اللہ والرسول کا حکم ہے۔ مگر امامیہ خلاف قرآن رسول کے سوا امام معصوم کی طرف رد کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں معصوم کی طاعت تو بلا قید واجب اور اس کا مخالف مستحق وعید ہے۔ قرآن نے یہ درجہ صرف رسول کے حق میں ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الآیۃ۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم الآیۃ۔ اسی واسطے اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کوئی بشر معصوم نہیں ؛

قال السید امداد امام

بندہ حسین جن سے ائمہ اثنا عشر کی خلافت اور امامت بین طور پر ثابت ہوتی ہے

کتاب نصوص میں بروایت ابن عباس درج ہے۔ کہ ایک یہودی جناب رسول خدا کے پاس آیا۔ اس کا نام اس کا نعثل تھا۔ اس نے حضرت رسول خدا سے یہ کہ کر کہ میرے سینہ میں تردد ہے۔ اگر آپ

Marfat.com

اس کا جواب اطمینان بخش دیں گے۔ تو میں آپ کے ہاتھ پر ایمان لاؤں گا سوال کیا کہ مجھے آپ مطلع فرمائیں کہ آپ کا وصی کون ہے۔ ہمارے نبی حضرت موسےٰ نے تو یوشع بن نون کو اپنا وصی بنا لیا تھا آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے وصی اور میرے بعد میرے خلیفہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ خلیفہ ہوں گے اور صلب حسینؑ سے نو ائمہ ابرار ہوں گے۔ تب اس نے پوچھا کہ آپ ان کے نام تو بتلائیے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ کہ حسینؑ کے بعد علی بن الحسین اور ان کے بعد محمد باقر اور ان کے بعد جعفر صادق اور ان کے بعد موسےٰ کاظم اور ان کے بعد امام رضا اور ان کے بعد جواد اور ان کے بعد ہادی اور ان کے بعد حسن عسکری اور ان کے بعد حجۃ اللہ المہدی۔ یہ لوگ نقبائے بنی اسرائیل کے موافق عدد میں بارہ ہیں۔ اور یہ سب امام ہیں۔ اس کے بعد سائل نے سوال کیا کہ ان کا مسکن کہاں ہوگا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ہمارے ساتھ جنت میں میرے درجہ کے برابر۔ یہ سن کر وہ یہودی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو زبان پر لایا اور بولا۔ کہ بے شک یہ حضرات اوصیائے برحق ہیں۔ ایسا ہی میں نے کتاب موسیٰ میں دیکھا ہے کہ نبی آخر الزمان پیدا ہوں گے اور نام ان کا احمدؐ ہوگا۔ ان کے بعد نبوت نہ ہوگی۔ اور انکے صلب سے ائمہ ابرار پیدا ہوں گے۔ الخ۔ مصباح الظلم صفحہ ۳۲۳۔۳۲۴ +

اقول

مصنف نے اس روایت کے بعد اسی مضمون کی دوسری روایت ابو سعید خدری سے نقل کی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ابن مسعود سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔ بعد ازاں بتایا ہے۔ کہ عمرؓ بھی انہی مضامین کی حدیث کے راوی نظر آتے ہیں۔ اور اخیر میں لکھا ہے۔ کہ بقیہ حدیثیں بھی اسی قالب کی ہیں۔ جو ہم میں گذارش ہے۔ کہ یہ سب حدیثیں اثنا عشریہ نے وضع کی ہیں۔ مصنف نے کسی کا پورا اسناد نقل نہیں کیا۔ نہ ہماری کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا۔ ان کا بلا سند مفصل کتب شیعہ سے نقل کرنا ہم پر کسی طرح حجت نہیں ہو سکتا۔ ہم ذیل میں ائمہ اثنا عشر کی خلافت کا بطلان ایسے دلائل سے کرتے ہیں جن میں امامیہ کو بھی چون و چرا نہ ہو۔ بغور سنئے۔

(۱) اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو دو قسم کے احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے۔ اول اصلیہ اعتقادیہ۔ دوم فرعیہ عملیہ قسم اول کے اثبات کے لئے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے۔ اور قسم دوم میں دلائل ظنیہ سے بھی کام چل جاتا ہے بشیعہ کے نزدیک جیسے مطلق امامت اصلی اعتقادی ہے۔ اسی طرح بالخصوص

Marfat.com

ہر ایک امام کی امامت بھی اصلی اعتقادی ہے۔ اور جس طرح مطلق امامت کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی درکار ہے۔ اسی طرح ہر ایک خاص امام کی امامت بھی بدون دلیل قطعی کے ثابت نہ ہوگی۔ دلائل قطعیہ کا یہ حال ہے۔ کہ کتاب اللہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ یا یوں کہیئے کہ کتاب اللہ شیعہ کے پاس موجود نہیں۔ اور حدیث متواتر سے بھی ثابت نہیں۔ احادیث شیعہ بالعموم منقطع ہیں۔ اور منتہائے سند کے راوی اکثر مجسمہ مشبہہ واقفیہ اخطحیہ وغیرہ بدمذہب ہیں۔ علاوہ ازیں ان احادیث میں اختلاف کا وہ طوفان برپا ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں جس کی ضد موجود نہ ہو۔ بصورت اختلاف جو معیار ائمہ نے بتایا ہے۔ وہ قرآن مجید کی طرف رجوع ہے۔ کہ جو حدیث اس کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔ مگر یہاں سرے سے قرآن اصلی ہی غائب ہے۔ آگے چلیئے۔ اجماع امت بھی اس پر نہیں ہوا۔ بلکہ اجماع شیعہ بھی حاصل نہیں۔ کیونکہ شیعہ کے فرقوں میں درباره امامت سخت اختلاف ہے جیسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور اثنا عشریہ کا اجماع محض ایک ڈھکوسلہ ہے۔ کہ جب تک امام معصوم اس میں داخل نہ ہو معتبر ہی نہیں۔ تو حقیقت میں حجت صرف قول امام ٹھہرا اور اجماع لغو ہوا۔ اور قول امام نظر بر رواۃ اخبار ائمہ و اختلاف روایات و تقیہ ائمہ مفید ثبوت تظنیت اصول اعتقادیات نہیں ہو سکتا۔ پس امامیہ کے پاس اثبات خلافت ائمہ اثنا عشر کے لئے کوئی دلیل قطعی نہیں۔

(۳) خدا تعالےٰ نے بجائے اس کے کہ اپنی کتاب میں ائمہ اثنا عشر کو نام بنام ذکر فرماتا۔ اور ایمان باللہ و ملئکۃ و کتبہ و رسلہ وغیرہ کے ساتھ ایمان بالائمہ کی بھی تکلیف دیتا۔ اور ان کی اطاعت و اتباع کا امر فرماتا۔ اور غاصبین خلافت کو نام بنام ذکر کر کے ان کی پیروی و اعانت پر تہدید فرماتا۔ آیات مشتبہ خلافت خلفائے راشدین نازل فرمائیں۔ اور ان کے کارناموں کی بطور پیشین گوئی کے مدح کی اور ان کی خلافت کے منکرین کو فاسق ٹھہرایا۔ اگر باور نہ ہو تو سورہ نور کی آیت استخلاف ہی ملاحظہ کیجئے۔ جائے غور ہے کہ وہ خلافت جس کی خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں مدح فرمائی اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اس کے منکر کو فاسق قرار دیا۔ ایسی خلافت بجز راشدہ نہیں ہو سکتی۔ ورنہ کلام الٰہی لغو ٹھہرے گا۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا پس ثابت ہوا۔ کہ وہی خلافتیں حق ہیں اور ماسوا باطل۔

(۴) خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں غلبہ دین کی جو پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اور اس کو غائت ارسال رسول قرار دیا ہے۔ (ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا) اگر خلافت حقہ بترتیب ائمہ اثنا عشر تسلیم کی جائے تو وہ پیشین گوئی سچی

Marfat.com

نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہمیشہ کے لئے دین کی مغلوبی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا خلافت اثنا عشر باطل ہے۔

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت میں بھی خلافت علیؑ و دیگر ائمہ کا ذکر نہیں چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ کلینی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ جبرئیل امین از جانب خداوند عالمیان خبر وفات حضرت رسول را آورد در وقتے کہ آنحضرت را ہیچ دردے و المے نبود۔ پس حضرت رسولؐ فرمود کہ درمیان مردم ندا کردند کہ جمع شوند و مہاجران و انصار را حکم فرمود کہ اسلحۂ خود را بپوشند۔ چون مردم جمع شدند۔ حضرت بر منبر بر آمد و خبر فوت خود را بایشان گفت و فرمود کہ خدا بیاد کسے مے آورم کہ بعد از من والی شود بر امت من کہ البتہ رحم کند بر جماعت مسلمانان و پیران ایشان بزرگ شمارد و ضعیفان ایشان را رحم کند و عالم ایشان را تعظیم نماید و ضرر بایشان نرساند کہ باعث مذلت ایشان گردد و فقیر نگرداند ایشان را کہ مورث کفر ایشان شود و در خود را بر روئے ایشان نہ بندد کہ اقویا ایشان بر ضعیفان مسلط شوند و ایشان را در سرحدہائے کافران بسیار حبس ننمایند کہ باعث قطع نسل امت من گردد۔ پس فرمود کہ تبلیغ رسالت کردم و خیر خواہی شما بجا آوردم پس ہمہ گواہ باشید حضرت صادقؑ فرمود کہ این آخر سخنے بود کہ آنحضرت بر منبر خود گفت (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۸۰)

ترجمہ۔ کلینی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت صادق سے روایت کی ہے۔ کہ جبرئیل امین خداوند عالمیان کی طرف سے حضرت رسول خدا کی وفات کی خبر لائے۔ اور اُس وقت آنحضرتؐ کو کوئی درد و الم نہ تھا۔ پس حضور نے فرمایا کہ لوگوں کو جمع ہونے کی منادی کر دی جائے۔ اور مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ اسلحہ بند ہو جائیں۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت منبر پر چڑھے اور لوگوں کو اپنی وفات کی خبر دی۔ اور فرمایا کہ میں اس کو جو میرے بعد میری امت کا والی ہو۔ خدا یاد دلاتا ہوں کہ وہ ضرور مسلمانوں کی جماعت پر رحم کرے اور ان کے بوڑھوں کو بزرگ جانے اور ان کے ضعیفوں پر رحم کرے۔ اور ان کے عالموں کی تعظیم کرے۔ اور ان کو کوئی ایسا ضرر نہ پہنچائے جو ان کی ذلت کا باعث ہو۔ اور ان کو فقیر نہ کرے کہ ان کے کفر کا باعث ہو۔ اور اپنا دروازہ ان پر بند نہ کرے کہ قوی ضعیفوں پر مسلط ہو جائیں۔ اور ان کو کافروں کی سرحد پر زیادہ نہ روک رکھے کہ میری امت کی نسل کے قطع کا باعث ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے تبلیغ رسالت کر دی اور میں تمہاری خیر خواہی بجا لایا۔ پس تم سب گواہ رہو۔ حضرت صادق نے فرمایا۔ کہ یہ آخری کلام تھا جو آنحضرتؐ نے منبر پر فرمایا۔ انتہے۔

اس وصیت سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں:۔

Marfat.com

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو امام معین نہیں فرمایا۔ بلکہ تصریح فرمادی کہ جو میرے بعد والوں ہو وہ ایسا کرے۔

(۲) اگر حضرت علی یا دیگر ائمہ کے لئے کوئی نص امامت ہوتی۔ تو اس وقت فرمادیتے۔

(۳) اگر امت کے لوگ مرتد ہو جانے والے ہوتے۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ تو آپ اس طرح انکی سفارش نہ فرماتے۔

(۴) دوران جہاد میں مسلمانوں کو کافروں کے ملک میں زیادہ نہ روک رکھنے کی وصیت اسی خلیفہ کے حق میں جائز ہو سکتی تھی جو خلیفہ برحق ہو۔ اور جس کو جہاد کرنا جائز ہو۔ اس سے اصحاب ثلاثہ کے عہد کے جہادوں کا حق ہونا پایا جاتا ہے۔ روایت ابن عباس میں یہ الفاظ وارد ہیں پس کسے کہ والی امرے شود در میان مسلمانان باید کہ نیکو کار انصار را بنوازد و از بدکردار ایشان عفو نماید این آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالےٰ را ملاقات کرد۔ (حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ ۹۴۸)۔

(۵)۔ تمام ائمہ خلفائے وقت کی بیعت کرتے۔ اور ان کا اتباع فرماتے رہے۔ اور ان کی مخالفت سے ڈرتے ڈراتے اور بچتے بچاتے رہے۔ بجز امام حسین کے کہ بیعت یزید سے انکار کیا۔ اور کسی امام نے چون وچرا نہیں کی۔ جناب امیرؓ اور دونوں صاحبزادوں کا حال مخفی نہیں کہ خلفاء کے ساتھ باہم کس قدر ربط وضبط اور الفت ومحبت تھی۔ یہاں تک کہ امام حسنؓ نے تو جب حضرت معاویہؓ سے صلح کی اور صلحنامہ لکھا۔ تو یہ شرط کی۔ ان یعمل بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء الراشدین اور دیگر ائمہ نے خلفائے بنی امیہ وبنی عباس کے ساتھ بھی یہی معاملہ رکھا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ خلفائے وقت کی موجودگی میں ائمہ خلعت خلافت کے ساتھ ممتاز نہ تھے۔

(۶) حضرت امیرؓ اور امام حسنؓ جو اپنے اپنے وقت میں خلعت بیعت سے ممتاز ہوئے۔ انہوں نے بیعت اہل حل وعقد سے پیشتر کسی خلیفہ کے ساتھ قتل وقتال تو درکنار مخالفت اور چون وچرا نہیں کی۔ اور اہل حل وعقد کی بیعت کے بعد آمادہ کارزار ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات اپنے نزدیک بھی خلیفہ منصوص نہ تھے۔ اور انعقاد خلافت کا مدار بیعت اہل حل وعقد پر تھا۔ ورنہ قبل بیعت وبعد بیعت میں فرق نہ کرتے۔ یا دونوں حالتوں میں قتال فرماتے۔ اور اگر تقیہ واجب ہوتا تو ہر دو حالت میں چپ رہتے۔

(۷) اگر خلافت ائمہ اثنا عشر منصوص ہوتی۔ تو خاندان ائمہ میں سے کوئی مدعی امامت نہ ہوتا کیونکہ معلوم ہے۔ کہ اہل البیت ادری بما فیہ یعنے گھر والے کو گھر کا حال زیادہ معلوم ہوا کرتا ہے۔ مگر یہاں

Marfat.com

معاملہ برعکس ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہلبیت میں سے کن کن بزرگوں نے ائمہ اثنا عشر کی موجودگی میں امامت کا دعوے کیا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا۔ ان مدعیان امامت میں سے حضرت زید شہید بھی ہیں۔ جنہوں نے ابو جعفر محمد بن نعمان احول سے مسئلہ امامت پر گفتگو کرتے ہوئے یوں فرمایا تھا۔ یا ابا جعفر کنت اجلس مع ابی علی الخوان فیلقمنی البضعۃ السمینۃ ویبرد لی اللقمۃ الحارۃ حتی تبرد شفقۃ علی ولہ شفق علی من حر النار اذا خبرک بالدین ولم یخبرنی بہ (اصول کافی۔ باب الاضطرار الی الحجۃ۔ صفحہ ۱۰۱)۔ ترجمہ۔ اے ابو جعفر میں اپنے باپ (امام زین العابدین) کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ میرے منہ میں موٹے گوشت کا ٹکڑا ڈال دیا کرتے۔ اور میری تکلیف کے ڈر سے گرم لقمہ میرے واسطے ٹھنڈا کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ کیا وہ مجھ پر دوزخ کی گرمی سے نہ ڈرے۔ کہ انہوں نے تجھے دین کی خبر دی۔ اور مجھے خبر نہ دی۔ انتہٰی۔ فی الواقع حضرت زید نے خوب فرمایا ہے۔ کہ میرے والد میری تکلیف کے خیال سے گرم لقمہ کو ٹھنڈا کر کے میرے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔ جب ان کو میری اتنی سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ تو انہوں نے یہ کس طرح گوارا کیا۔ کہ مجھے مسئلہ امامت نہ بتایا۔ جس کا انکار باعث دخول نار ہے۔

(۸) حضرت امیر فرماتے ہیں۔ واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ ارۃ ولکنکم دعوتمونی الیہا وحملتمونی علیہا۔ (نہج البلاغہ۔ جزء اول صفحہ ۲۳۱)۔ ترجمہ۔ خدا کی قسم مجھے خلافت میں کوئی رغبت نہ تھی۔ اور نہ ولایت کی کوئی خواہش تھی۔ لیکن تم نے اس کی دعوت دی۔ اور مجھے اس پر رغبت دلائی۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر حضرت امیرؑ کی خلافت منصوص ہوتی تو آپ ہرگز ایسا نہ فرماتے۔

(۹)۔ اگر خلافت ائمہ اثنا عشر منصوص ہوتی۔ تو حضرت موسےٰ مرتضےٰ انما المشورۃ للمہاجرین والانصار الخ نہ فرماتے

(۱۰) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی (اصول کافی۔ باب الاشارۃ والنص علی ابی الحسن موسیٰ علیہ السلام۔ صفحہ ۱۹۲) لکھتا ہے۔ علی بن محمد عن سہل او غیرہ عن محمد بن الولید عن یونس عن داؤد بن زربی عن ابی ایوب النحوی قال بعث الی ابو جعفر المنصور فی جوف اللیل فاتیتہ فدخلت علیہ وھو جالس علی کرسی وبین یدیہ شمعۃ وفی یدہ کتاب قال فلما سلمت علیہ رمی بالکتاب الی وھو یبکی فقال لی ان

Marfat.com

ثلاثا وانا جعفر بن محمد قد مات فانا لله وانا اليه راجعون ثلاثا وانا
على جعفر ثم قال لي اكتب قال فكتبت صدر الكتاب ثم قال اكتب ان كان اوصى الى رجل واحد
بصفته فقدمه فاضرب عنقه قال فرجع اليه الجواب انه قد اوصى الى خمسة واحدهم ابو جعفر
المنصور ومحمد بن سليمان وعبد الله وموسى وحميدة علي بن ابراهيم عن ابيه عن النضر بن
سويد بضم من هذا الا ان زكريا اوصى الى ابي جعفر المنصور وعبد الله وموسى ومحمد بن
جعفر وموني لابي عبد الله عليه السلام قال قال ابو جعفر ليس الى قتل دمكا وسبيل (ترجمہ
بحذف اسناد) ابو ایوب نحوی کا بیان ہے۔ کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے رات کے درمیان ایک شخص کو میری
طرف بھیجا۔ میں اس کے پاس آیا اور اس پر داخل ہوا حالانکہ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے آگے ایک شمع
روشن تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ جب میں نے اسے سلام کیا تو اس نے وہ خط میری طرف پھینک دیا
اور رونے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ یہ محمد بن سلیمان (والی مدینہ) کا خط ہے جو ہم کو خبر دیتا ہے کہ جعفر بن محمد وفات
پا گئے پس اس نے تین بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ امام جعفر کی مثل اور کہاں ہے۔ بعد ازاں مجھ سے
فرمایا کہ جواب لکھو۔ میں نے لکھا جو بادشاہ آغاز میں لکھا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ لکھو کہ اگر امام صادق نے کسی معین
شخص کے لئے وصیت کی ہے۔ تو اس شخص کو اپنے پاس بلا کر قتل کر ڈالو۔ راوی کا قول ہے کہ نیلسفہ منصور کو یہ
جواب آیا کہ امام صادق نے پانچ کے لئے وصیت کی ہے۔ جن میں سے ایک ابو جعفر منصور اور دوسرا محمد بن سلیمان
اور عبد اللہ اور موسیٰ اور حمیدہ والدہ موسیٰ کاظم ہیں۔ علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اس نے نضر بن
سوید سے اسی کے قریب قریب روایت کی ہے جیسا کہ داؤد سے ہے۔ نضر نے یہ ذکر کیا ہے کہ جعفر صادق نے
ابو جعفر منصور اور عبد اللہ اور موسیٰ اور محمد بن جعفر اور اپنے ایک آزاد کردہ غلام کے لئے وصیت کی ہے۔ ابو
ایوب کا قول ہے کہ منصور نے کہا کہ اس جماعت کے قتل کی کوئی سبیل نہیں نکلتی۔ اگر امامت اثنا عشر منصوص
نہ ہوتی۔ تو امام جعفر صادق پانچ کے لئے وصیت نہ فرماتے۔ بلکہ صرف امام موسیٰ کاظم کا نام لیتے۔ اس وصیت نے
ان شرائط کا بھی خاکہ اڑا دیا جو شیعہ نے امامت کے لئے وضع کی ہیں۔ شاید شیعہ یہاں کہیں گے کہ امام صادق نے منصور
کو تقیہ سے یہ کہا تاکہ وصی کو قتل نہ کرے۔ اور عبد اللہ افطح تھے اس لئے وصی نہ ہو سکتے تھے۔ اس کے
جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ اولاً آسمانی صحیفہ مختوم میں امام صادق پر تقیہ حرام تھا۔
اس وصیت سے وہ عداوت جو بنا بر تسلط امامیہ خلفاء عباسیہ کو امام سے تھی کسی طرح کم نہ ہوتی تھی بلکہ
بڑھ جاتی کیونکہ جو رتبہ خلیفہ منصور کے دیا دہی اس کے ملازم حکام محمد بن سلیمان کو بھی دیدیا۔ اس کی
کوئی وجہ تھی بجز مستحکم تر ہونے کے۔ تا شاہد بادشاہ یا غلام سے تقیہ کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لاہوا باؤں میں عبد اللہ

Marfat.com

کی امامت کا مانع نہ ہو سکتا تھا۔ وہ دیگر ائمہ کی طرح اپنے فرض منصبی تقیہ و خوشامد وغیرہ کو بخوبی ادا کر سکتے تھے۔ اسماعیل کے بعد امام صادق کے فرزند اکبر ہونے کی وجہ سے استحقاق بھی زیادہ رکھتے تھے۔ اسی سبب سے جماعت نے اُن کی امامت کو تسلیم کیا۔

(۱۱) اس کتاب کے حصہ اول میں زیدیہ کا یہ اعتراض مذکور ہے کہ امام صادق نے بقول اثنا عشریہ سب سے بڑے بیٹے اسماعیل کی امامت کی نص کی تھی۔ مگر جب اسماعیل نے امام صادق کی زندگی میں وفات پائی۔ تو امام نے فرمایا ما بدا للہ فی شیٔ کما بدا لہ فی اسمٰعیل ابنی (خدا کو کسی شے میں ایسا بدا واقع نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں واقع ہوا)۔ اگر خبر اثنا عشر صحیح ہوتی۔ تو کم سے کم امام صادق اور اُن کے خواص شیعہ کو معلوم ہوتی۔ ابن بابویہ جواب دیتا ہے کہ ہم زیدیہ سے پوچھتے ہیں کہ تم کیوں قائل ہو کہ امام صادق نے اسماعیل کی امامت پر نص کی۔ وہ حدیث کیسی ہے۔ اُس کے راوی کون ہیں اور کس نے اُسے قبول کیا۔ وہ نہیں بتا سکتے۔ اسماعیل کی امامت کو اسماعیلیہ نے وضع کیا ہے حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ جواب جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں بالکل قابل اطمینان نہیں۔ کتب زیدیہ ہمارے پاس موجود نہیں جن سے زیدیہ کے جواب الجواب کا پتہ لگتا۔ ابن بابویہ کا یہ کہنا کہ زیدیہ حدیث امامت اسماعیل پیش نہیں کر سکتے صریح البطلان ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسماعیلیہ امامت اسماعیل کے ہرگز قائل نہ ہوتے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ حدیث اثنا عشریہ کے نزدیک قابل اعتماد نہ ہو جیسا کہ حدیث ائمہ اثنا عشر ان کے نزدیک قابل اعتماد نہیں۔ اثنا عشریہ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ امام صادق نے پہلے اسماعیل کو اپنا قائم مقام اور وصی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ تنقیح المسائل صفحہ ۱۷۰-۱۷۲ میں یوں لکھا ہے "اور اس میں ہرگز کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا کہ پہلے اسماعیل کو قائم مقام اپنا امام نے مقرر کیا تھا۔ صرف اس وصیت و تقرر امامت پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب اسماعیل پیدا ہوئے تھے تو کشخوراں سے پیدا ہوئے تھے۔ اور اُن کی پیشانی پر آیہ وتمت کلمۃ ربک الی آخرہا لکھی تھی۔ اور کتب سماویہ وقت ولادت تلاوت کی تھیں اور سایہ ان کا معدوم تھا اور ختنہ کیے ہوئے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔ اور خود امام نے قابلہ کی جگہ کام تولید کا کیا تھا اور بالیدگی ان کی خلاف دیگر اطفال کے ہوتی گئی تھی یا نہیں۔ اگر شق اول اختیار کی جائے۔ تو وہ تیرھویں امام منصوص من اللہ اور صاحب کتاب مختوم اور مفترض الطاعۃ ٹھہرے ولا یقول بہ احد من المتکلمین۔ اور شق ثانی میں معلوم ہو گیا کہ تمام خصوصیات موہومہ و مخترعہ بے اصل ہیں اور جب بے اصل ہیں تو عبد اللہ کی وصایت کا کوئی امر مانع نہیں ہے۔ تنبیہ وصایت و امامت اسماعیل میں جو اکابر امامیہ بداء کے قائل ہوئے ہیں یہ دوسری شناعت اصول مذہب اثنا عشریہ پر لاحق ہے۔ شیخ صدوق رسالہ اعتقادیہ میں فرماتے ہیں۔ واما قول صادق ما بدا للہ فی شیٔ کما بدا لہ فی اسماعیل ابنی فانہ یقول بالنص [illegible]

Marfat.com

جو اسمٰعیل کے متعلق ہے اسمٰعیل ابن اذا الخزمہ قبل لیعلم ان کیس بامام بعدی انتھے بلفظہ۔
یہ حدیث امام صادق کی جو شیخ صدوق نے تراش کر حفظ اپنے مذہب کا کیا ہے ہرگز قابل تسلیم اہل علم کے نہیں ہیں
اور بوجوہ گذشتہ اس میں بحث جاری ہے۔ اولاً خصائص امامت و صحیفہ مختومہ واسطے اسماعیل کے اللہ تعالےٰ
نے عطا فرمائے تھے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ عطا فرمائے تھے۔ ورنہ امام کیونکر مقرر کیے جاتے۔ تو اب یہ سوال پیدا
ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا یا نہیں کہ اسماعیل کی عمر اسقدر نہیں وفا کرے گی کہ بعد امام صادق کے زندہ
رہے۔ ظاہر ہے کہ عمر اسماعیل کی معلوم تھی۔ پھر جو اُن کو امام مقرر کیا تو معلوم ہوگیا کہ امامت محض بے فائدہ اور
خصوصیات امامت بھی غیر امام کو دی جاتی ہیں۔ اور جو یہ کہو کہ اللہ تعالےٰ کو معلوم نہ تھا تو
یہ لزوم آتا ہے سو تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔ پھر بدا کا عذر محض لغو ہے۔ جو بات قبل ولادت اسماعیل
کے ظاہر تھی وہی بعد ولادت بھی ظاہر رہی۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جو پیچھے کر ظاہر ہوئی اور واسطے اصلاح غلطی
کے حاصل ہوئی یا سبب حاصل ہونے علم جدید کے موت اسماعیل سے تلافی اسکی ہوئی ہو۔ ثانیاً
بحث اول میں یہ ثابت ہو چکا کہ اسماعیل امام مقرر ہوئے تھے اور ضرور ہے کہ امام معصوم بھی ہو۔ مگر افسوس
ہے کہ عصمت تو اللہ تعالےٰ نے اسماعیل کو دیدی الا یہ نہ معلوم تھا کہ اُن سے افعال نامرضیہ ظہور میں آئیں گے
اور اپنی لاعلمی حالات آئندہ سے جو اسماعیل سے ظاہر ہونگے عصمت دینے اور امام مقرر کرنے سے پچھتانا پڑے گا۔
یہ تو حدیث امام صادق کی بحار میں جو نقد المحصل شیخ طوسی میں بھی ہے۔ عن جعفر الصادق انہ جعل
اسمٰعیل القائم مقامہ بعد فظہر من اسمٰعیل ما لم یرتضہ منہ فجعل القائم مقامہ موسیٰ
فسئل عن ذلک فقال بدا للہ فی اسمٰعیل۔ ثالثاً امام جعفر صادق کو جس امامت۔ و وصایت اسماعیل کا حکم
ہوا تھا یعنے اُن کے لیے مختومہ میں خواہ مخواہ لکھا ہوگا کہ اسماعیل تمہارے بعد امام ہوں گے اور اُن کو
اپنا قائم مقام مقرر کرو۔ تو اس امامت و وصایت سے نقص عظیم علوم انبیاء و خواص امامت و مضامین صحیفہ میں
لازم آتا ہے۔ یہ بات لاجواب ہے کہ وہ امامت و وصایت بغیر حکم خدا کے نہیں ہوتی اور جن امور میں علم معصوم
کا ہوتا ہے ان میں بداہی جائز نہیں ہے کما اعترف بہ المجلسی فی البحار۔ خصوصاً یہ امر امامت و وصایت
جو تبلیغ حکم و تعمیل ارشاد کے ہے تو ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ یا تو بدا کا اعتقاد اور اس کے متعلق کل احادیث
اجزاء و بعض و شام وغیرہ کی ہیں جو جہل عالم الغیوب کا قائم کرنا چاہتے ہیں یا عذر بدا کا جو صدق
عصمت مجبور ہو کر امامت اسماعیل میں تراشا ہے اور حدیث کے منہ میں فقرہ جمایا ہے محض باطل ہے
اور وہی ہے کہ واسطے ابطال امامت و خلافت خلفائے ثلاثہ کے یہ سب خصوصیات امامت کی اثنا
عشریہ نے گھڑ رکھے ہیں کہ اسماعیل قائم مقام مقرر کیا گیا۔ تو جہل علام الغیوب و ارتکاب فعل

Marfat.com

عبث اللہ تعالیٰ کی طرف بلفظ بدا منسوب کرتے ہیں۔ اور جب اہل سنت نے دار و گیر کی تو کہتے ہیں کہ
مراد نسخ ہے۔ اور اصل اعتقاد سے نفرت کر کے چاہتے ہیں کہ موافق اہل سنت کے معنے بدا کے قرار دیں
احادیث ائمہ کی تاویلیں بن نہیں پڑتیں" انتہے بلفظہ۔ مختصر یہ کہ حدیث ائمہ اثنا عشر جسکے تواتر کا دعویٰ
امامیہ اثنا عشریہ کرتے ہیں وہ امام جعفر صادق کو معلوم نہ تھی۔ ورنہ وہ امام موسےٰ کاظم کے سوا اپنے کسی
بیٹے کے لیئے وصیت نہ کرتے اور اسماعیلیہ افطحیہ واقفیہ شمطیہ وغیرہ فرقے پیدا نہ ہوتے۔ امام صادق کے
خواص شیعہ کو بھی اس حدیث کا پتہ نہ تھا۔ اُن خواص میں سے زرارہ بن اعین کا حال یہ ہے کہ بستر پر
پڑا ہوا ہے اور اپنی پھوپھی سے کہتا ہے کہ قرآن مجید لاؤ۔ وہ لاتی ہے اور کھول کر زرارہ کے سینہ پر رکھتی
ہے۔ زرارہ کہتا ہے۔ یا عمۃ اشھری ان لیس لی امام غیر ھذا الکتاب (رجال کشی۔ ص۱۰۴) یعنے
پھوپھی تو گواہ رہنا کہ سواے اس کتاب کے کوئی میرا امام نہیں انتہے۔

(۱۲) امام جعفر صادق کی طرح امام علی نقی نے بھی پہلے اپنے بڑے بیٹے ابو جعفر کو اپنا وصی مقرر کیا
جب ابو جعفر نے اُن کی زندگی میں وفات پائی۔ تو ابو محمد حسن عسکری کو وصی مقرر کیا۔ اور امام صادق کی طرح
فرمایا۔ بدا اللہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف لہ کما بدا لہ فی موسیٰ بعد مضی اسمعیل
ما کشف بہ عن حالہ (اصول کافی۔ ص۲۰۴) یعنے اللہ تعالیٰ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد حسن عسکری کے بارے
میں بداء واقع ہو گیا اور وہ امر ظاہر ہو گیا جو پیشتر اس پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اسماعیل کی وفات کے بعد
اللہ تعالیٰ کو موسیٰ کاظم کے بارے میں وہ امر ظاہر ہوا کہ جس سے اُس کا حال کھل گیا انتہے۔

ابو جعفر کی نسبت بعینہ اُسی طرح کا کلام ہے جو اسماعیل کے بارے میں اوپر گذرا۔

قال السید امداد امام

حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الی اخرھا دال ہے خلافت راشدہ
خلافت ثلاثہ پر۔ یہ آیت کامل طور پر سورہ نور میں یوں واقع ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ
الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی
ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ
ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ یعنے وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جو خدا پر
لائے اور کیے نیک کام کہ ہر آئنہ اللہ ان لوگوں کو حاکم کرے گا ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا اُن سے

Marfat.com

[illegible] اُن کو دین اُن کا جو پسند کر دیا اُسے اللہ نے اُن کے واسطے اور اللہ دے گا اُن کو اُن کے ڈر کے بدلے امن میری بندگی کرینگے شریک نہیں کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اُس کے بعد پس وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مگر اس آیت کے کسی لفظ سے خدا کا وعدہ استخلاف مخصوص بحضرات خلفائے ثلاثہ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ یہاں صاف صاف طور پر خدائے تعالےٰ عام مؤمنین صالحین سے وعدہ استخلاف فرما رہا ہے کہ تم سے ملک میں لوگوں کو حاکم کرے گا جیسا کہ حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو۔ خدا کا یہ خطاب عام جمیع مؤمنین کے ساتھ ہے جیسا کہ تفسیر زاہدی وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور مخصوص باصحاب کرام یا حضرات خلفائے ثلاثہ نہیں ہے اور نہ اس آیت میں کوئی قید زمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔ یہ وعدہ ایسا ہے کہ اس میں حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ سے لے کر آیندہ تک کے مؤمنین صالحین سب پر صادق دکھائی دیتا ہے یہ آیت ایسے عام انداز کی ہے کہ دوستداران حضرات ثلاثہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی مخصوصیت حضرات ثلاثہ کی خلافت کے ساتھ ہے۔ بنی امیہ اپنی خلافت کی طرف اس کو منسوب کر سکتے ہیں۔ بنی عباس اپنی خلافت کی طرف اس کو کھینچ کر لے جا سکتے ہیں۔ بنی ہاشم اس کو اپنے لیے وعدہ استخلاف قرار دے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس آیت کو بالتخصیص حضرات ثلاثہ کی خلافت پر دال سمجھنا سخت ہٹ دھرمی ہے۔ اگر یہ آیت خلافت حضرات ثلاثہ پر دال ہوتی۔ تو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر اس کو ثقیفہ کے ہنگامہ کے وقت اہل شیعہ کے آگے بطور استدلال پیش کرتے۔ مگر کسی نے ایسا نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد شیخین میں یہ آیت دلیل خلافت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ عہد شیخین تو عہد شیخین صدر اول اور صدر ثانی میں بھی یہ آیت حقیقت خلافت ثلاثہ کے ثبوت میں کبھی کسی کی طرف سے نہیں پیش کی گئی۔ یہ مابعد کے زمانہ کا ڈھکوسلا ہے کہ خلافت خلفاء کو نصی ثابت کرنے کے لیئے نامربوط قرآنی تاویلات اختیار کی ہیں۔ مصباح الظلم۔ ص ۲۴۵-۲۴۶-

اقول

بے شک آیت زیر بحث سے خلافت ثلاثہ کی حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ڈھکوسلا نہیں بلکہ حق الامر یہی ہے۔ یہاں قیامت تک کے تمام مؤمنین سے خطاب نہیں۔ بلکہ اُن مؤمنین صالحین سے خطاب ہے جو سورہ نور کے نزول کے وقت موجود تھے۔ اللہ تعالےٰ اُن حاضرین سے یوں خطاب و وعدہ فرماتا ہے کہ ہم تم میں سے [illegible] کو (جیسا کہ لفظ منکم سے ظاہر ہے) ضرور خلیفہ بنائیں گے اور زمین پر مسلط کریں گے جس طرح ہم نے تم سے [illegible] کو خلیفہ بنایا اور یہ بھی وعدہ فرماتا ہے کہ ہم تمہارے دین کو جو ہمارا پسندیدہ ہے استحکام و شیوع [illegible] گے اور نیز یہ بھی وعدہ فرماتا ہے کہ تم کو اس وقت جو خوف ہے ہم اُس کو امن کامل سے بدل دیں گے

Marfat.com

پس ان امور کا مجموع وعدہ الٰہی میں داخل اور اس کا وقوع اکمل ہے۔ اور یہ وقوع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صورت پذیر ہونے کو تھا کیونکہ غیر کا استخلاف حضور انور کے بعد ہی ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ مجموع ماسوائے زمان خلفائے ثلاثہ کے کسی زمانے میں وقوع میں نہیں آیا۔ لہٰذا خطاب آیہ سے مراد وہی ثلاثہ ہیں۔ امام قائم علیہ السلام مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ سورہ نور کے نزول کے وقت موجود نہ تھے۔ اور حضرت امیرؑ بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اگرچہ وہ اس وقت موجود تھے مگر اُن کے دین کا رواج و شیوع نہ ہوا۔ اس لیئے کہ حسب عقیدہ اثنا عشریہ حضرت امیرؑ اور اُن کے شیعہ اپنے دین کو چھپاتے رہے۔ اور امن کامل بھی اُن کے زمانہ میں حاصل نہ ہوا۔ ان کے لشکری اور عامل افواج شام سے خائف رہے۔ مع ہذا حضرت امیرؑ تو ایک فرد تھے۔ صیغہ جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوا کرتا ہے۔ اندریں حالات دیگر ائمہ کا کیا ذکر جو نہ سورہ نور کے نزول کے وقت حاضر تھے نہ اُن کو تسلط فی الارض حاصل ہوا نہ لوگ بتقیہ ان کا دین شائع ہوا۔ اور نہ اُن کو امن نصیب ہوا بلکہ ہمیشہ خائف و مختفی رہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حضرات خلفائے ثلاثہ منجانب اللہ موعود بالاستخلاف تھے۔ جو دین اُن کے زمانے میں رائج ہوا وہ بتسدید خدا تھا۔ ان کے زمانے میں فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ اور دین اسلام کا شیوع اور امن کا ظہور ہوا۔ خلافت حقہ کے یہی معنے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف مسلمانوں کے لیئے کیسا بھاری صدمہ تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں حاضرین نے خلافت صدیقی پر اتفاق کر لیا۔ اُس وقت اتنا ہی کافی تھا۔ تمام دلائل کی بحث کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اس آیت سے حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ کی خلافت ثابت ہوتی۔ تو حضرت مولےٰ مرتضےٰ جو سقیفہ میں حاضر نہ تھے اِس فیصلہ کے بعد اپنی تائید میں اسے ضرور پیش کرتے۔ مگر اُنہوں نے بجائے پیش کرنے کے خود بیعت کی اور ثابت کر دیا کہ خلافت صدیقی حق ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت بلافصل کا دعویٰ سراسر زمانہ مابعد کے زمانہ کا ڈھکوسلا ہے۔ نہج البلاغہ (مطبوعہ بیروت جزء اول۔ صـ۱۵۲) میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمر فاروق نے جنگ فارس میں بذات خود شریک ہونے کے لیئے حضرت امیر علیہ السلام سے مشورہ طلب کیا تو مولےٰ مرتضےٰ نے یوں جواب دیا ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا قلۃ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتے بلغ ما بلغ وطلع حیثما طلع ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ الخ۔ یعنے اس دین کے غلبہ یا مغلوبی کا مدار کثرت و قلت پر نہیں یہ اللہ کا دین ہے جس کو اُس نے غالب کیا اور یہ اللہ کا لشکر ہے جسکو اُس نے تیار کیا اور اس کی امداد فرمائی یہاں تک کہ یہ جہاں تک پہنچا اور نمودار ہوا جہاں نمودار ہوا۔ اور ہم سے اللہ کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کا مددگار ہے انتہے۔ اس کلام میں حضرت امیرؑ نے غلبہ دین اسلام کو مصداق آیہ

Marfat.com

الدین کلہ قرار دے کر مطمئن کر دیا کہ اس کے معاونین اگرچہ مخالفین کی نسبت قلیل ہوں تاہم مغلوب نہ ہونگے
اور زمانہ فاروقی کو زمانہ موعود خدا تعالےٰ کا قرار دیا جس میں وعدہ مندرجہ آیہ استخلاف پورا ہوگا اور فتح
اسلام ہوگی۔ شیعہ کا علامہ میثم بحرانی ونحن علی موعود من اللہ کی شرح یوں کرتا ہے۔ ثم وعدنا بموعود
وھو النصر والغلبۃ والاستخلاف فی الارض کما قال وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا
الصلحت لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ یعنے خدا کا ہم سے وعدہ ہے نصرت وغلبہ واستخلاف فے
ارض کا چنانچہ فرمایا وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ۔
پس اس آیت سے خلافت فاروقی کی حقیت خود حضرت علی مرتضےٰ کے قول سے ثابت ہوگئی۔ اور حضرت علی
مرتضےٰ کو جس وعدہ کے پورا ہونے کا انتظار تھا وہ خلافت ثلاثہ میں پورا ہوگیا۔ چنانچہ خلاصۃ المنہج میں آیہ
استخلاف کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ ودر اندک زمانے حق تعالےٰ بوعدہ مؤمنان وفا نمودہ جزائر عرب
و دیار کسرے و بلاد روم بدیشان ارزانی فرمود۔ یعنے تھوڑے عرصہ میں حقتعالےٰ نے وعدہ جو مؤمنین سے
کیا تھا پورا کر دیا اور جزائر عرب اور ملک کسرے اور بلاد روم اُن کو عطا فرمائے۔

قال السید امداد امام

راقم کی دانست میں اس آیت سے کسی طرح پر خلافت حضرات خلفا کی حقیت بلکہ کسی خلافت کی
حقیت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن ایک حدیث نبوی کی بنا پر آیت بالا ائمہ خاندان پیغمبرؐ کی طرف منسوب
ہو سکتی ہے اور وہ حدیث کتاب روضۃ الاحباب میں محدث میر جمال الدین حسینی کی بروایت حضرت جابرؓ
عبد اللہ انصاری یوں منقول ہے کہ جب آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ نازل ہوئی۔ تو میں نے جناب رسولؐ خدا سے عرض کی کہ میں نے خدا اور رسولؐ خدا کو تو پہچانا
اولوالامر کون ہیں جن کی اطاعت کو خدائے تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے۔ اس پر حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد
فرمایا ھُمْ خُلَفَآئِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَوَّلُھُمْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَیْنُ ثُمَّ عَلِیُّ ابْنُ
الْحُسَیْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْمَعْرُوْفُ فِی التَّوْرٰیۃِ بِالْبَاقِرِ وَسَتُدْرِکُہٗ یَا جَابِرُ فَاِذَا لَقِیْتَہٗ
فَاَقْرِئْہُ مِنِّی السَّلَامَ ثُمَّ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ مُوْسَی بْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ مُوْسٰی
ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ ثُمَّ حُجَّۃُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ۔ یعنی جناب
رسولؐ نے فرمایا کہ اولوالامر میرے بعد میرے خلفا ہیں اول اُن سے علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ ان کے بعد حسنؑ

Marfat.com

ہیں۔ ان کے بعد حسینؑ ہیں۔ ان کے بعد علیؑ بن الحسینؑ ہیں۔ ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ہیں جو باقر کے نام
توریت میں مذکور ہیں اور قریب ہے اے جابر کہ تم اُن کو جا ملو گے۔ پس جب تم اُن سے ملاقی ہو تو میرا سلام
ان سے کہنا۔ اُن کے بعد جعفرؑ صادق بن محمدؑ ہیں۔ اُن کے بعد موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ اُن کے بعد علیؑ بن موسیٰؑ
ہیں۔ ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ہیں۔ اُن کے بعد علی بن محمدؑ ہیں۔ ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ ہیں۔ ان کے بعد
حجۃ اللہ یعنے امام مہدی صاحب العصر ہیں۔ یہ کتاب روضۃ الاحباب ایسی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب
دہلوی اپنے رسالہ اصول حدیث میں اس کو خوبی کے ساتھ یاد کرتے ہیں مصباح الظلم۔ صـ ۲۴۹ ۔ ۲۴۷

اقول

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ کتاب روضۃ الاحباب کو کتب معتبرہ اہل سنت میں شمار
نہیں کرتے۔ اس کتاب کی نسبت تحفہ شیعہ حصہ اول صـ ۱۷۴ اور صـ ۱۸۹ ۔ ۱۹۰ میں کافی لکھا جا چکا ہے
اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ روایت جابر بن عبداللہ انصاری جو پیش کی گئی ہے۔ اُس کا پورا
اسناد نہیں بتایا گیا۔ یہ شیعہ کی روایت ہے جیسا کہ اصول کافی و تفسیر صافی وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر
ہے۔ خلاصۃ المنہج میں یہ روایت بدین الفاظ مذکور ہے۔ و از جملہ روایت مشہورہ متواتر است میان موافق
و مخالف از جابر بن عبداللہ انصاری کہ گفت من از رسولؐ خدا پرسیدم کہ یا رسول اللہ من خدا و رسول
او را مے دانم اما اولوالامر را نمے دانم رسولؐ فرمود کہ اے جابر ایشان خلیفہ ہاے من اند و امامان اہل اسلام
بعد از من اول ایشان علی بن ابی طالب است و بعد از ان حسن و دیگر حسینؑ و علی بن الحسین و محمد بن
کہ در تورات معروف است بباقر و تو او را دریابی۔ چون او را ببینی سلام من بوے رساں۔ بعد از ان یک یک
ائمہ را نام مے برد الخ۔ اس عبارت میں خلاصۃ المنہج نے اہل سنت پر یہ افترا کیا ہے کہ اُن کے ہاں بھی یہ
مشہورہ متواتر ہے۔ اہل سنت تو اس کو موضوع سمجھتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ و در اعلام الورے و
مناقب ابن شہر آشوب از تفسیر جابر جعفی روایت شدہ است کہ جابر انصاری گفت کہ پرسیدم از حضرت
رسول از قول حق تعالےٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ خدا و رسولؐ را
شناختیم اولی الامر کیستند۔ حضرت فرمود کہ خلیفہاے من اند اے جابر و امامان مسلمانانند بعد از من۔ اول
ایشان علی بن ابی طالب ست الخ (حیات القلوب جلد سوم۔ صـ ۸۵)۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ
جابر انصاری کا مدار جابر جعفی پر ہے جو مشہور کذاب اور غالی شیعی ہے۔ میزان الاعتدال میں اس کا
بدین الفاظ شروع ہوتا ہے۔ جابر بن یزید بن الحارث الجعفی الکوفی احد علماء الشیعۃ۔ ا

Marfat.com

رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر کوئی کاذب نہیں دیکھا۔ لیث بن ابی سلیم کا قول ہے کہ جابر جعفی کذاب ہے۔ امام نسائی وغیرہ فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ سبائی تھا اور حضرت علیؑ کی رجعت کا قائل تھا۔ زائدہ کا قول ہے کہ وہ رافضی تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر تبرا کیا کرتا تھا۔ (تفصیل کے لیئے دیکھو میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب)۔ پس روایت زیر بحث کے موضوع ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ آیہ استخلاف سے حضرات ثلاثہ کی خلافت کی حقیت روز روشن کی طرح ظاہر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا

قال السید امداد امام

جاننا چاہیئے کہ حضرات ائمہ اثنا عشر ایسے بزرگوار ہیں کہ جن کا ذکر توریت میں واضح طور سے دیکھا جاتا ہے۔ خداے تعالےٰ اس کتاب عتیق میں فرماتا ہے کہ ہم نسل اسماعیل کو برگزیدہ اور ممتاز بنائیں گے اور اُن میں بارہ شاہزادے ہونگے وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ اس کے حدیث بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام محمد بن علی توریت میں باقر کے نام سے مذکور ہیں۔ پس کوئی تعجب نہیں کہ آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ الی اخرھا میں جو استخلاف کا مضمون پایا جاتا ہے وہ اشارہ ہے حضرات ائمہ اثنا عشر کی طرف جن کو حسب روایت جابرؓ انصاری جناب رسولؐ خدا نے اپنا خلیفہ فرمایا ہے۔ مصباح الظلم ص۲۴۴

اقول

موجودہ کتب عہد عتیق میں حضرت ابراہیمؑ سے خطاب باری تعالےٰ یوں مذکور ہے "اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے برومند کر دوں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اس سے بڑی قوم بناؤں گا" (کتاب مقدس مطبوعہ امریکن مشن پریس ۱۸۸۳ء کتاب پیدائش۔ باب ۱۷ آیہ ۲۰)۔ اس کا فارسی ترجمہ یوں ہے: "در حق اسماعیل شنیدم۔ اینک او را برکت دادہ ام و او را بار در گردانیدہ بغایت زیاد خواہم خود و دوازدہ سرور تولید خواہد نمود و او را امت عظیمے خواہم نمود (سفر تکوین المخلوقات مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء مترجم ولیم گلن فسبر فصل ہفتدہم آیہ ۲۰)۔ مصنف نے یہ حوالہ کتاب عتیق کا تو درست دیا ہے۔ مگر دوازدہ سرور کی تفسیر میں دھوکا دیا ہے۔ بارہ سرداروں کی تفصیل اسی کتاب عتیق میں مذکور ہے۔ جسے عمداً پس انداز کیا گیا ہے

Marfat.com

وہ تفصیل کتاب پیدائش (باب ۲۵ آیہ ۱۲ تا ۱۶) میں یوں مذکور ہے۔ "اور ابرہام کے بیٹے اسماعیل کا
سارہ کی لونڈی مصری ہاجرہ ابرہام کے لیئے جنی تھی یہ نسب نامہ ہے۔ اور یہ اسماعیل کے بیٹوں کے نام ہیں
بحسب ان کے ناموں اور نسبوں کی فہرست کے۔ اسماعیل کا پلوٹھا نبیوت اور قدار اور ادبئیل اور مبسام
اور مشما اور دومہ اور مسا اور حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور
ان کے نام ان کی بستیوں اور قلعوں میں یہ ہیں۔ اور یہ اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے" فارسی ترجمہ یوں
ہے۔ وتناسل اسماعیل پسر ابراہیم کہ ہاجر مصری کنیزک سارہ بابراہیم زائیدہ بود این ست۔
اینا نند اسمہاے پسران اسماعیل موافق اسہا و قبیلہ ہاے ایشان۔ اول زادۂ اسماعیل نبایوث
و قیدار و ادبئیل و مبسام و مشماع و دوما و مسا و حدد و تیما و یطور و نافیش و قیدما۔ اینا
پسران اسماعیل و اینا نند اسماء ایشان موافق قصبہ ہا و قلعہ ہاے ایشان دوازدہ سرور بر طبق امتہاے ایشان

قال السیّد امداد امام

میں اس جگہ کسر شانِ اہل بیت کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک احراق خانہ
فاطمہ ہے۔ واقعہ احراق تاریخ ابوالفدا و تاریخ طبری و تاریخ واقدی و کتاب المرتضے و کتاب سقیفہ جوہری و کتاب الامامت والسیاست وغیرہ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو بھی اس سے اعتراف ہے جیسا کہ شاہ صاحب کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے علاوہ ان ایشیائی تصنیفات کے اپنی اپنی تاریخی تصنیفات میں گبن اسپرن اور ونگ اس واقعہ کو حوالہ قلم کر گئے ہیں اور لاریب یہ واقعہ تاریخی پایہ رکھتا ہے۔ کہانی اور افسانہ نہیں ہے۔ راقم الحروف نے جبتک ایسی ایسی کتابوں کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا تب تک اسے اس واقعہ کے راست ہونے کا یقین ہی نہ ہوتا تھا۔ مگر بعد طالب علمی کے منقضی ہونے پر جو تاریخ اور علم کلام کی کتابیں نظر سے گذریں تو اسلام معروف سے بڑی بدعقیدگی پیدا ہو گئی اور اب تو یہ حال ہے کہ اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے بے انتہا شرم آتی ہے افسوس ہے کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کے تحفہ سے بھی کسی طرح کا اطمینان قلبی نصیب نہ ہوا۔ بلکہ جو ممدوح کے جوابات عذر گناہ بدتر از گناہ کا حکم رکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب نے تو اور بھی راقم الحروف کو اسلام مروج سے دور کر دیا۔ خیر میں کافر یا جو کچھ ہو گیا ہو گیا۔ مگر الحمد للہ والمنۃ کہ پیغمبر خدا کی بلا سے محفوظ رہا۔ انشاء اللہ تعالے امر نے پر حضرت بی بی فاطمہ کے سامنے پیغمبر کو منہ دکھانے میں مجھ کو

Marfat.com

تکلیف نہ ہوگی۔ ذیل میں یہ وحشت خیز واقعہ کتاب الامامت والسیاست سے بسبیل ترجمہ صحیح عرض کیا جاتا ہے۔

قصۂ احراق

جب حضرت ابوبکر نے پایا کہ مخالفان بیعت علیؑ کے پاس ہیں۔ تو حضرت عمر کو ان کے پاس بھیجا۔ پس حضرت عمر گئے اور ان کو (یعنے مخالفان بیعت کو) بلایا۔ حالانکہ وہ سب علیؑ کے مکان میں تھے۔ مگر انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا۔ تب حضرت عمر نے لکڑیاں مہیا کیں اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے ہم ان کو ضرور نکالیں گے یا سب کے سب کو جلا کر مار ڈالیں گے۔ پس کسی نے کہا کہ اے باپ حفصہؓ کے اس میں تو فاطمہؑ بھی ہے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ ہوں۔ تب لوگ نکل آئے اور بیعت کی سوائے علیؑ کے جو نہ نکلے اس پر حضرت عمر نے سوچا کہ علی نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ ہوئے گا ہم گھر سے نہ نکلیں گے اور نہ دوش پر چادر رکھیں گے۔ اس کے بعد بی بی فاطمہؑ دروازے کے پاس کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں کہ تم جنازہ رسول اللہ کا چھوڑ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اب ہم پر ظلم کرنے کے لئے آئے ہو اور ہمارے حقوق کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اس کے بعد حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا۔ کیا آپ اس مخالف یعنے علیؑ سے بیعت نہیں لیں گے۔ حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو فرمایا کہ جا اور علی کو بلا لا۔ تب قنفذ علیؑ کے پاس گیا۔ علیؑ نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ قنفذ نے کہا۔ آپ کو خلیفہ رسول اللہ بلاتے ہیں۔ علیؑ نے چھوٹتے ہی کہا کہ کس قدر تم لوگ رسول اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتے ہو۔ اس پر قنفذ لوٹ گیا اور پیغام سنا دیا۔ اس پر ابوبکر دیر تک روئے۔ تب حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم اس مخالف بیعت یعنے علی سے بیعت نہ لو گے۔ تب حضرت ابوبکر نے قنفذ سے فرمایا کہ پھر جا اور کہہ امیر المومنین بیعت کے لئے بلاتے ہیں تب قنفذ گیا اور جو حکم لایا تھا کہہ سنایا۔ علیؑ بآواز غضبناک ہو کر بولے۔ سبحان اللہ یہ کیا دعویٰ ہے جس کا انہیں یعنے حضرت ابوبکر کو کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اس پر پھر قنفذ واپس گیا اور پیغام کہہ دیا۔ حضرت ابوبکر پھر رونے لگے۔ تب حضرت عمر اٹھے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہانتک کہ فاطمہؑ کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب بی بی فاطمہؑ نے ان کی آواز سنی۔ تو بہت شور سے چلانے اور واویلا کرنے لگیں کہ اے بابا اے رسول اللہ اپنی بیٹی کی خبر لیجئے۔ ہم بعد آپ کے ابن خطاب یعنے حضرت عمر اور ابن ابی قحافہ یعنے حضرت ابوبکر کے ہاتھ سے یہ کیا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ پس جس وقت قوم نے بی بی فاطمہؑ کی فریاد و زاری سنی۔ روتے ہوئے پھر گئے۔ درانحالیکہ دل ان کے دکھتے تھے اور جگر ان کا پارہ پارہ تھا۔ لیکن حضرت عمر ایک جماعت کے ساتھ ٹھیرے رہے۔ اور علی کو نکال لیا

Marfat.com

اور ابو بکر کے پاس لے گئے۔ یہانتک کا واقعہ خانہ فاطمہؓ کے احراق سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ واقعہ کیسا ہے اہل انصاف خود تجویز کریں۔ آیا یہ سب کارروائیاں حضرت عمر کی جاتھیں یا بیجا۔ راقم الحروف اس جگہ پر عرض نہیں کرسکتا۔ مگر لاریب اس طرح کا ہنگامہ اہل بیت نبویؐ کے گھر پریشان اہل بیت کو افزوں کرنے والا نہیں آتا۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۵۰-۵۱۔

مصنف نے اپنے زعم فاسد میں کسر شانِ اہل بیت کی پانچ مثالیں پیش کی ہیں جن میں سے پہلی قصہ احراق خانہ فاطمہؓ ہے۔ اس واقعہ کے متعلق شیعہ جو عبارتیں پیش کرتے ہیں ہم اُن کو نقل کرکے جواب دیتے ہیں

(۱) سید علی حائری مجتہد لاہوری موعظہ حسنہ (مقالہ چہارم۔ احراق باب فاطمہؓ۔ صفحہ ۵۲ میں یوں لکھتے ہے۔ تاریخ ابو الفدار ترجمہ اُردو۔ جلد اول صفحہ ۳۷۵ حسب ذیل مرقوم ہے۔ یہ بیعت حضرت ابو بکر کی اوسط ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری میں ہوئی۔ مگر بنی ہاشم اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید ابن عاص اور مقداد بن عمر اور سلمان فارسی اور ابو ذر غفاری اور عمار یاسر اور براء بن عازب اور ابی بن کعب یہ سب لوگ حضرت علیؓ کے ہمراہ ہوگئے۔ اور اسی بات میں عتبہ بن ابی لہب نے چند شعر اس مضمون کے کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ خلافت اور حکم اولاد ہاشم سے جاتا رہے گا۔ اور اسی طرح ابو سفیان پدر معاویہ نے بیعت ابو بکر کی نہیں کی۔ پھر ابو بکر صدیق نے عمر بن الخطاب کو حضرت علی کے پاس بایں ارادہ بھیجا کہ جو لوگ ان کے ہمراہ اہل بیت ہیں سب اُن کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکالدو۔ اور یہ کہدیا تھا کہ اگر وہ نکلنے سے کچھ انکار ہو۔ تو بے شک تم اُن سے لڑنا۔ حضرت تھوڑی سی آگ بھی ہاتھ میں لے کر بارادہ گھر پھونکنے کے گئے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہؓ راہ میں ان سے ملیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہاں جاتا ہے۔ اے ابن الخطاب کیا ہمارا گھر پھونکنے کو آیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ البتہ تمہارا گھر پھونک ڈالوں گا نہیں تو تم بھی ابو بکر صدیق سے بیعت کرو۔ جس میں تمام امت داخل ہوئی تم بھی داخل ہوجاؤ انتہے بلفظہ

(۲) سید مقرب علی اپنی کتاب النار الحاطمہ تقاصد الحراق باب فاطمہ (مطبوعہ مجمع البحرین لودیانہ صفحہ میں جو تشہید المطاعن سے طعن قصہ احراق بیت اہل بیت علیہم السلام کا اردو ترجمہ ہے عقد الفرید لابن عبد ربہ کی عبارت مع ترجمہ یوں نقل کرتا ہے۔ الذین تخلفوا عن بیعۃ ابی بکر علی والعباس والزبیر وسعد بن عبادۃ فامّا علی والعباس فقعدا فی بیت فاطمۃ حتی بعث ابو بکر عمر بن الخطاب لیخرجہم من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابیا فقاتلہما فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیہم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یا ابن الخطاب جئت لتحرق دارنا قال نعم او یدخلوا فی ما دخلت فیہ الامۃ فخرج علی حتی دخل علی ابی بکر الی اخرہ یعنے جن لوگوں نے تخلف کیا بیعت ابی بکر سے وہ علی و عباس و

Marfat.com

وسعد عبادہ ہیں۔ اما علی و عباس پس بیٹھے گھر میں حضرت فاطمہ کے تا اینکہ بھیجا ابوبکر نے عمر کو کہ علی و عباس کو جناب سیدہ کے گھر میں سے باہر نکال دے۔ اور کہا ابوبکر نے عمر سے کہ اگر انکار کریں علی و عباس تو مقابلہ کر اُن سے پس متوجہ ہوا عمر اور آگ اپنے ساتھ لی اس قصد سے کہ جلائے اوپر علی و عباس کے گھر حضرت فاطمہؑ کا پس ملاقات عمر سے جناب سیدہ نے کی اور کہا کہ اے بیٹے خطاب کے آیا ہے تو باین قصد کہ جلا دے میرے گھر کو۔ عمر نے کہا کہ البتہ جلاؤں گا میں تمہارا گھر مگر یہ کہ علی و عباس داخل ہوں اُس چیز میں کہ داخل ہوئی اس میں امت انتہے بلفظہ۔

(۳۳) مجتہد لاہوری نے موعظہ حسنہ ص۵۸ میں ابن شحنہ کی کتاب روضۃ المناظر کا حوالہ دیا ہے مگر عبارت نقل نہیں کی۔ ہم وہ عبارت معہ ترجمہ اردو یہاں درج کر دیتے ہیں۔ فبایعوہ خلا جماعۃ من بنی ھاشم والزبیر وعتبۃ بن ابی لھب و خالد بن سعید بن العاص و المقداد بن الاسود وسلمان الفارسی وابی ذر وعمار ابن یاسر والبراء بن عازب وابی بن کعب مالوا مع علی بن ابی طالب فکذا تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابوسفیان بن حرب ثم عمر جاء الی بیت علی لیحرقہ علی من فیہ فلقیتہ فاطمۃ فقال ادخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ قال ابن واصل فخرج علی الی ابی بکر وبایعہ (روضۃ المناظر بر حاشیہ تاریخ کامل۔ جزء حادی عشر ص۱۱۲-۱۱۳)۔ ترجمہ پس سب نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی سوائے بنی ہاشم کی ایک جماعت اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید بن العاص اور مقداد بن اسود اور سلمان فارسی اور ابوذر اور عمار بن یاسر اور براء بن عازب اور ابی بن کعب کے جو حضرت علی بن ابی طالب کے ہمراہ ہو گئے۔ اسی طرح ابوسفیان بن حرب نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی۔ پھر عمرؓ علیؓ کی گھر کو آئے تاکہ اُس کو مع اُنکے جو اس میں تھے پھونک دیں۔ پس فاطمہؑ اُن سے ملیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بیعت ابوبکر میں داخل ہو جاؤ جس میں امت داخل ہوئی ہے۔ ابن واصل نے کہا کہ علی ابوبکر کے پاس گئے اور ان سے بیعت کی انتہے۔

(۳۴) النار الحاطمہ ص۸ میں تاریخ طبری کی عبارت مع ترجمہ یوں نقل کی گئی ہے۔ حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المھاجرین وقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر وسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ انتہے بلفظہ یعنی آیا عمر ابن الخطاب جناب امیر علیہ السلام کے گھر میں اور اس میں طلحہ و زبیر اور کچھ مہاجر تھے۔ کہا عمر نے کہ قسم بخدا البتہ جلاؤں گا میں یہ گھر اوپر تمہارے یا یہ کہ باہر آؤ واسطے بیعت ابوبکر کے۔ پس نکلا زبیر شمشیر بدست۔ اُس کے پاؤں نے لغزش کی تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تب ہمراہیان عمر نے کود کر اُس کو پکڑ لیا انتہے ترجمہ

Marfat.com

(۵) النار الحاطمہ صـ۷ میں بحوالہ کشف الحق للعلامہ حلّی لکھا ہے۔ وذکر الواقدی ان عمر جاء الی علیؑ فی عصابتہ فیھم اسید بن الحصین وسلمۃ بن اسلم فقال اخرجوا او لنحرقنھا علیکم۔ یعنے واقدی نے ذکر کیا کہ عمرؓ اپنی جماعت لے کر علی کے پاس آئے۔ اُس جماعت میں اسید بن حصین اور سلمہ بن اسلم تھے۔ پس کہا عمر نے کہ نکلو ورنہ ہم گھر کو تم پر پھونک دیں گے انتہے۔

(۶) النار الحاطمہ صـ۱۴ میں ہے جناب سید مرتضےٰ نے کتاب شافی میں فرمایا ہے۔ قد روی البلاذری عن المدائنی عن سلمۃ بن محارب عن سلیمان التیمی عن ابن عون ان ابا بکرا رسل الی علی یریدہ علی البیعۃ فلم یبایع فجاء عمر ومعہ قبس فلقیتہ فاطمۃ علی الباب فقالت یابن الخطاب اتراک محرقا علی بابی فقال نعم وذلک اقوی فیما جاء بہ ابوک وجاء علی فبایع وھذا الخبر قد رویتہ الشیعۃ من طرق کثیرۃ وانما الطریف ان تروی شیوخ محدثی العامۃ الخ ترجمہ یعنے روایت کی بلاذری نے کہ سوخت بے بدل ہے اور قابل ہونے بلا اس کے انتہا ہے معانی وغیرہ کتب رجال سے ظاہر اور شاہ ولی اللہ بھی اُس کو حافظ از بان بتلاتے ہیں اور استقصاء الافحام صفحہ (۱۱) جلد اول میں توثیق اس کی مرقوم ہے اس بلاذری نے بسند خود ابن عون سے روایت کی ہے کہ ابو بکر نے بھیجا کسی کو طرف جناب امیرؑ کی اور طلب کیا اُن کو واسطے بیعت کے۔ پس نہ بیعت کی حضرت امیرؑ کل امیر نے۔ اُس وقت عمر آیا اور ساتھ اُس کے آگ تھی۔ پس جناب سیدہ سے دروازہ میں ملاقات ہوئی۔ فرمایا حضرت نے کہ اے ابن خطاب تو میرا گھر جلایا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں اور تقویت دیتا ہوں اس میں اس کے جو لائے ہے آپ کے باپ کے دین کو پس جناب امیرؑ آئے اور بیعت کر لی۔ جناب سید مرتضےٰ فرماتے ہیں کہ شیعہ نے بطرق کثیرہ اس روایت کو اپنی کتب میں وارد کیا ہے مگر عجیب یہ ہے کہ شیوخ و محدثین عامہ بھی اس روایت کو روایت کرتے ہیں انتہی

(۷) علی بن حسین مسعودی مروج الذہب (بر حاشیہ تاریخ کامل۔ جزو خامس۔ صـ۱۰۱) میں لکھتا ہے۔ ولما حضر قال ما اسفنا الا علی ثلاث فعلتھا وددت انی ترکتھا وثلاث ترکتھا وددت انی فعلتھا وثلاث وددت انی سألت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عنھا فاما الثلاث التی فعلتھا وددت انی ترکتھا فوددت انی لم اکن فتشت بیت فاطمۃ وذکر فی ذلک کلاما کثیرا ووددت انی لم اکن حرقت الفجاءۃ وان اطلقت نجیعا او قتلت سریعا ووددت انی یوم سقیفۃ بنی ساعدۃ قد رمیت الامر فی عنق احد الرجلین فکان امیرا وکنت وزیرا الخ۔ ترجمہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تاسف نہیں مگر تین چیزوں پر جو میں نے کیں کاش اُن کو نہ کرتا۔ اور تین چیزوں پر جو میں نے نہ کیں اور کاش میں اُن کو کرتا۔ اور تین چیزوں پر جن کی نسبت میں کاش رسول اللہ صلے اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم سے دریافت کر لیتا۔ سو وہ تین چیزیں جو میں نے کیں اور کاش میں اُن کو نہ کرتا یہ ہیں کہ کاش میں فاطمہ کے گھر کی تفتیش نہ کرتا اور اس بارے میں بہت کچھ ذکر کیا۔ اور کاش میں فجاءۃ سلمی کو آگ سے نہ جلاتا اور اُسے کامیاب رہا کر دیتا یا صاف قتل کر دیتا۔ اور کاش میں سقیفہ بنی ساعدہ کے روز امر خلافت کو دو شخصوں میں سے ایک کے گلے میں ڈال دیتا۔ پس وہ امیر اور میں اس کا وزیر ہوتا الخ۔ حائری نے موعظہ حسنہ صفحہ ۵۸ میں مسعودی کا یہ حوالہ درست نہیں دیا۔ سید محمد مجتہد لکھنوی نے طعن الرماح صفحہ ۵۸ میں اس حوالہ کو صحیح نقل نہیں کیا۔

(۸) مجتہد لاہوری موعظہ حسنہ صفحہ ۱۵ میں یوں لکھتا ہے۔ شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۴۳ سطر دس میں مرقوم ہے کہ سلمہ بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے۔ قال لما جلس ابوبکر علی المنبر کان علی والزبیر ورجال من بنی ھاشم فی بیت فاطمۃ فجاء عمر الیھم فقال والذی نفسی بیدہ لتخرجن الی البیعۃ او لاحرقن البیت علیکم بلفظہ۔ یعنے حضرت ابوبکر جسوقت منبر پر بیٹھے ہیں علی زبیر اور کچھ آدمی بنی ہاشم کے فاطمہ زہرا کے مکان میں موجود تھے۔ پس حضرت عمر ان کے پاس آئے کہ خدا کی قسم نکلتے ہو بیعت کے لیئے کہ جلا دوں اس گھر کو تمہارے اوپر لفظہ۔

(۹) ابن قتیبہ کی کتاب الامامت والسیاست کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ خود مصنف نے لکھ دیا ہے

(۱۰) النار الحاطمہ صفحہ میں ہے۔ کتاب جمع الجوامع سیوطی وکنز العمال فی تبویب سنن الاقوال والافعال علی متقی میں حرف ہمزہ کے باب الامارۃ خلافت ابی بکر میں اس طرح مذکور ہے۔ عن اسلم ان حیان بویع لابی بکر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی والزبیر یدخلون علی فاطمۃ بنت رسول اللہ ۳ فیشاورونھا ویرجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من الخلق احب الی من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ماذاک بمانعی ان اجتمع ھؤلاء النفر عندک ان امرتھم ان یحرق علیھم البیت فلما خرج عمر جاؤھا قالت تعلمون ان عمر جاءنی وقد حلف باللہ لان عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رایکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا ولم یرجعوا الیھا حتی بایعوا لابی بکر ش ای رواہ عبد اللہ ابن ابی شیبۃ الخ۔ اس روایت یہ ہے کہ اسلم سے منقول ہے کہ بتحقیق جب بیعت کی لوگوں نے ابوبکر کی بعد جناب رسول خدا کے تو علی اور زبیر داخل ہوتے تھے گھر میں جناب سیدہ بنت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ اور مشورت کرتے تھے حضرت سیدہ سے اور مراجعت کرتے تھے اپنے امر میں۔ پس ہرگاہ پہنچی یہ خبر عمر بن الخطاب کو۔ باہر آیا تا اینکہ داخل ہوا اوپر جناب

Marfat.com

سیدہ کے اور کہا کہ اے بنت رسول خدا قسم بخدا کہ نہیں کوئی مخلوقات سے دوست طرف میری مگر باپ تیرا۔ اور نہیں کوئی دوست تر نزدیک ہمارے بعد تیرے باپ کے تجھ سے۔ اور قسم بخدا کہ نہیں یہ دوستی مانع مجھ کو اس بات سے کہ اگر جمع ہوئیں یہ لوگ پاس تیرے تو حکم نہ کروں میں ان کی بات میں کہ دروازہ تیرے گھر کا اوپر جلایا جاوے۔ پس جب عمر گیا اور جناب امیر و زبیر حضرت فاطمہ کے پاس آئے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ جانتے ہو تحقیق عمر میرے پاس آیا تھا اور قسم بخدا کھاتا تھا کہ اگر تم آؤ گے میرے پاس۔ تو البتہ جلادے گا اوپر تمہارے گھر میرا۔ اور قسم بخدا کہ وہ پورا کرے گا اس چیز کو کہ جس پر اس نے قسم یاد کی ہے یعنے جلانا میرے گھر کا اوپر تمہارے پس جاؤ تم درحالے کہ راشد ہو اور دیکھو رائے اپنی اور پھر نہ آؤ طرف میری۔ پس گئے علی اور زبیر جناب سیدہ کے پاس سے اور رجوع نہ کی طرف جناب سیدہ کی تا اینکہ بیعت کی ابوبکر سے انتہے بلفظہ۔

(۱۱) النار الحاطمہ صـ۱۲ میں ہے سو در کتاب الاکتفا تصنیف ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی مذکور است عن اسلم انہ قال حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ ص کان علی والزبیر ورجل اخریدخلون علی فاطمۃ بنت رسول اللہ ص فیشاورونہا ویرتجعون فی امورھم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا فاطمۃ واللہ ما من احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ان جتمع ھولاء النفر عندک لامرتھم ان یحرق علیھم البیت فلما خرج جاؤھا قالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رایکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ عثمان ابن ابی شیبۃ فی سننہ۔ اور ترجمہ اس کا موافق ترجمہ روایت کنز العمال کے ہے انتہی بلفظہ۔

(۱۲) النار الحاطمہ صـ۱۱ میں ہے۔ اور شاہ ولی اللہ والد صاحب تحفہ نے ازالۃ الخفا کے دوسرے مقصد میں بیچ بیان تاثر ابی بکر کے کہا ہے۔ در ہمیں ایام مشکلے دیگر کہ فوق جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد آن این بود کہ زبیر و جمعے از بنی ہاشم در خانہ حضرت زہرا جمع شدہ در باب نقض خلافت ابی بکر مشورتہا بکار مے بردند۔ حضرت شیخین آنرا بتدبیرے کہ بایستے برہم زدند و تدارک ملالے کہ بر مزاج حضرت علی مرتضے عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند۔ روایت این قصہ ہر یکے چیزے را حفظ کرد و چیزے ترک نمود۔ در ینجا چند روایت بنویسیم تا قصہ منقح گردد۔ عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ ص کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول اللہ ص فیشاورونہا ویرتجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ ص واللہ ما من الخلق احب الینا من

Marfat.com

ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ھولاء النفر عندک ان امرتھم ان یحرق علیھم البیت قال فلما خرج عمر جاؤھا فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رایکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا الیھا حتے بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبہ۔ ترجمہ موافق روایت جمع الجوامع وکنز العمال کے ہے انتہی بلفظہ۔

(۱۳) النار الحاطمہ صہ ۱۲ میں ہے۔ ابن عبد اللہ صاحب استیعاب نے مسنداً اس روایت کو اپنی کتاب میں ترجمہ ابی بکر حرف العین میں لکھا ہے۔ قال حدثنا محمد ابن ابراھیم حدثنا محمد بن احمد ابن احمد بن ایوب حدثنا احمد بن عمرو البزار حدثنا احمد بن یحیی حدثنا محمد بن حسین حدثنا عبد اللہ بن عمر عن زید بن اسلم عن ابیہ ان علیا والزبیر کانا حین بویع لابی بکر یدخلان علی فاطمہ فیشاورانھا ویتراجعان فی امرھم فبلغ ذلک عمر فدخل علیھا عمر فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما کان احد احب الینا من ابیک وما احد احب الینا بعدہ منک وقد بلغنی ان ھولاء النفر یدخلون علیک ولئن بلغنی لافعلن ولافعلن ثم خرج وجاؤھا فقالت لھم ان عمر جاءنی وحلف لئن عدتم لیفعلن وایم اللہ لیفتن بھا فانظروا فی امرکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا فلم یرجعوا حتے بایعوا ابا بکر انتہے۔ اور ترجمہ اس کا موافق ترجمہ عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ کے ہے اور فتن کے معنے احراق کے ہیں چنانچہ جناب باری نے فرمایا ہے علی العباد یفتنون انتہے بلفظہ۔

(۱۴) سید علی حائری کتاب الملل والنحل کا حوالہ یوں نقل کرتا ہے۔ کتاب الملل والنحل مطبوعہ بولاق مصر صفحہ ۲ سطر ۲۳ میں سنیوں کے امام ابو الفتح عبد الکریم شہرستانی نظام کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ان عمر ضرب بطن فاطمۃ علیھا السلام یوم البیعۃ حتے القت المحسن من بطنھا وکان یبیع لھم یوم بمن فیھا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین انتہی بلفظہ۔ یعنے حضرت عمر نے ابوبکر صاحب کی بیعت کے روز فاطمہ زہرا کے شکم مطہر پر ضربت (چوٹ) لگائی جس کی وجہ سے صاحبزادہ محسن (نام) شکم فاطمہ سے سقط ہوا۔ حضرت عمر اس وقت بلند آواز سے چیخ رہے تھے کہ [illegible] کو اور جو کوئی بھی اس گھر کے اندر ہے حالانکہ ایسا ہے وقت حضرت عمر کو علم تھا کہ اس گھر کے اندر علی و فاطمہ حسنین کے سوا اور کوئی نہیں ہے انتہی بلفظہ (مواعظ حسنہ صفحہ ۵۰)

(۱۵) مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی نے بھی بقول مصنف تحفہ اثنا عشریہ میں اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ کتب مذکورہ بالا کے علاوہ چند اردو اور انگریزی کتابوں کے حوالے دیے جاتے ہیں جو کسی شمار میں نہیں

Marfat.com

کیونکہ ان کا ماخذ یہی کتابیں ہیں جن کی عبارتیں اوپر نقل کی گئی ہیں۔ اب ہم بالترتیب ہر روایات مذکورہ بالا کی تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں واللہ ہوالموفق والمعین۔

حوالہ نمبر ۱-۲-۳

ابوالفدا کے متعلق ابن الخیر مراکشی اپنی کتاب تحقیق المبین فی عقائد المصنفین مطبوعہ استنبول کی جلد اول ص۲۹۶ پر لکھتا ہے۔ کہ "پردۂ تقیہ میں یعنے بڑا محتاط شیعہ ہے اپنے تشیع کو عموماً چھپائے رکھتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ چھوٹ نکلتا ہے تو انتہائی تعصب ظاہر کرتا ہے" (دائرۃ الاصلاح لاہور کا رسالہ ۱۳ الموسوم بہ دفع طعن رافضہ فی احراق باب فاطمہؓ۔ ص۲۲)

مجتہد لاہوری نے ابوالفدا کا حوالہ جس قدر نقل کیا ہے اُس کے بعد یہ عبارت ہے۔ "چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے اور حضرت ابابکر صدیق سے آکر بیعت کیا۔ یہ روایت قاضی جمال الدین ابن واصل کی ہے۔ اس نے سند اس کی ابن عبدربہ المغربی تک پہنچائی ہے" مجتہد موصوف کا اس عبارت کو پیش کرنا دو سبب سے ہے۔ ایک تو اس میں حضرت امیر کا بیعت کرنا مذکور ہے جو شیعہ کو نہایت ناگوار گذرتا ہے۔ دوسرے اس میں اس روایت کا ماخذ بتایا گیا ہے۔ ابوالفدا نے اپنی تاریخ کے دیباچہ میں ان کتابوں کے نام دیے ہیں جن سے اُس نے اخذ کیا ہے منجملہ ان کے قاضی جمال الدین ابن واصل کی تاریخ بھی ہے۔ ابوالولید ابن شحنہ حنفی کی کتاب روضۃ المناظر تاریخ ابوالفدا کا اختصار ہے چنانچہ کشف الظنون میں المختصر فی اخبار البشر کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ واختصرہ ایضاً القاضی ابوالولید محمد بن محمد بن الشحنۃ الحلبی الحنفی المتوفی سنۃ خمس عشرۃ وثمانمائۃ وذیلہ الی زمانہ۔ یعنے قاضی الولید محمد بن محمد شحنہ حلبی متوفی ۸۱۵ھ نے بھی المختصر فی اخبار البشر کا اختصار کیا ہے اور اپنے زمانہ تک اس کا ذیل لکھا ہے۔ انتہے

اس بیان سے ظاہر ہے کہ روایت زیر بحث کا آغاز ابن عبدربہ مغربی متوفی ۳۲۸ھ سے ہے اسی واسطے عقد الفرید میں اس کا اسناد مذکور نہیں۔ ابن عبدربہ سے بالواسطہ ابن واصل متوفی ۶۹۷ھ نے بغیر تنقید کے اپنی تاریخ میں نقل کیا کیونکہ کتب سیر و تواریخ میں رطب و یابس ہر ایک قسم کی روایات درج کر دیتے ہیں۔ ابن واصل سے ابوالفدا فضی متوفی ۷۳۲ھ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا۔ بعد ازاں ابن شحنہ حنفی نے اپنی تاریخ میں جو تاریخ ابوالفدا کا اختصار ہے بغیر تنقید کے درج کر دیا۔ ابن عبدربہ مغربی جو اس روایت کا سرچشمہ ہے اس کی نسبت کشف الظنون میں عقد الابی عمر کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ قال ابن کثیر ویدل من کلامہ علی تشیعہ منہ۔ یعنے ابن کثیر کا قول ہے کہ اس عبدربہ کا کلام اُس کے تشیع پر دلالت

Marfat.com

کرتا ہے۔ ابن کثیر کا قول بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ عقد الفرید میں فضائل علی بن ابی طالب کے ضمن میں لکھا ہے کہ عوام صاحب ابی نواس نے دیار ربیعہ کے کسی عامل کی طرف یہ اشعار لکھے۔

بحق النبی بحق الوصی　　بحق الحسین بحق الحسن
بحق التی ظلمت حقہا　　ووالدہا خیر میت دفن
ترفق بارذا قنا فی الخراج　　بترفیہما وبحط المؤن

ان اشعار کو دیکھ کر اس عامل نے اپنی تمام ولایت میں خراج معاف کر دیا۔ اس حکایت کے بعد ابن عبد ربہ نے خلیفہ مامون کا مناظرہ درج کیا ہے جس میں فضائل علی بیان کر کے خلافت بلافصل کو ثابت کرنا چاہا ہے جیسا کہ شیعہ کیا کرتے ہیں پس اس میں شک نہیں کہ اس روایت کا سرچشمہ شیعی ہے۔ لہذا بطور حجت ہم پر پیش نہیں ہو سکتی۔

حوالہ نمبر ۴

محمد بن جریر طبری کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں کسی قدر تشیع ہے جو مضر نہیں۔ قطع نظر ازیں روایت طبری کے اسناد میں پہلا راوی ابن حمید متوفی ۲۴۸ھ ہے جس پر بہت سے محدثین نے جرح کی ہے۔ چنانچہ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے کہ وہ کثیر المناکیر ہے۔ امام بخاری فرماتے۔ فی حدیثہ نظر۔ امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ وہ ردی المذہب غیر ثقہ ہے۔ ضحاک رازی کا قول ہے کہ میرے پاس ابن حمید کی روایت سے پچاس ہزار حدیثیں ہیں جن میں سے میں ایک حرف کی بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد اسدی کا قول ہے کہ میں نے کسی کو ابن حمید سے بڑھ کر خدا پر دلیر نہیں دیکھا وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر مقلوب کر دیتا تھا۔ ابو زرعہ کا قول ہے کہ وہ عمداً جھوٹ بولا کرتا تھا۔ مشائخ و حفاظ اہل رے کا اجماع ہے کہ ابن حمید حدیث میں ضعیف ہے۔ وہ ایسی بات روایت کرتا تھا جسے اس نے نہیں سنا اور اہل بصرہ و کوفہ کی حدیثیں لے کر ان کو اہل رے سے روایت کرتا تھا (دیکھو تہذیب التہذیب۔ ترجمہ محمد بن حمید ابو عبداللہ الرازی)۔ دوسرا راوی جریر بن عبدالحمید ہے جو ثقہ ہے مگر اخیر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا (تقریب التہذیب)۔ تیسرا راوی مغیرہ بن مقسم ہے جو ثقہ مگر روایت میں تدلیس کیا کرتا (تہذیب التہذیب)۔ پانچواں راوی زیاد بن کلیب ہے جو ثقہ ہے مگر بقول ابو حاکم حفظ میں متین نہیں۔ زیاد نے ۱۱۹ھ میں یا ایک سال بعد وفات پائی (تہذیب التہذیب)۔ تقریب التہذیب میں ہے کہ زیاد بن کلیب طبقہ سادسہ سے ہے جن کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی جس واقعہ کو زیاد بیان کر رہا ہے وہ گیارہ ہجری کا ہے

Marfat.com

اندریں حالات یہ روایت بھی قابل حجت نہیں قطع نظر ازیں اس سے صرف تہدید احراق ثابت ہوگا جو طعن نہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

حوالہ نمبر ۵

محمد بن عمر واقدی پہلے درجے کا مجروح ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔ امام احمد اور ابن مبارک اور ابن نمیر اور اسمٰعیل بن زکریا نے اس کی روایت کو ترک کر دیا ہے یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ لیس بشی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ واقدی کی تمام کتابیں کذب ہیں امام نسائی نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ جن شخصوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ تھوپا ہے وہ چار ہیں یعنے واقدی مدینہ میں۔ مقاتل خراسان میں۔ محمد بن سعید مصلوب شام میں اور چوتھے کا ذکر کیا۔ ابن عدی کا قول ہے کہ واقدی کی حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ ابن مدینی کا قول ہے کہ واقدی کی بیس ہزار حدیثیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ بندار کا قول ہے کہ میں نے واقدی سے بڑھکر کوئی کاذب نہیں دیکھا۔ ابو الحرب نے بروایت شافعی بیان کیا کہ مدینہ میں سات شخص تھے جو اسناد وضع کیا کرتے تھے ان میں سے ایک واقدی ہے ابو زرعہ رازی اور ابو بشیر دولابی اور عقیلی کہتے ہیں کہ واقدی متروک الحدیث ہے (دیکھو تہذیب التہذیب) علاوہ ازیں روایت واقدی کا اسناد بھی مذکور نہیں۔ لہذا اس روایت واقدی کے متروک ہونے میں کوئی شک نہیں

حوالہ نمبر ۶

احمد بن یحیی بلاذری ایک غیر معروف مورخ ہے۔ اس کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ ابو الحسن مدائنی اس کے شیوخ میں سے ہے (دیباچہ فتوح البلدان بلاذری مطبوعہ مصر) جس کی نسبت میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں یوں لکھا ہے۔ علی بن محمد ابو الحسن المدائنی الاخباری صاحب التصانیف ذکرہ ابن عدی فی الکامل فقال علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف المدائنی مولی عبد الرحمن بن سمرۃ ولیس بالقوی فی الحدیث وھو صاحب الاخبار قل ما لہ من الروایات المسندۃ۔ یعنے علی بن محمد ابو الحسن مدائنی اخباری صاحب تصانیف ہے۔ ابن عدی نے کامل میں ذکر کیا ہے کہ علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف مدائنی عبد الرحمن بن سمرہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ وہ حدیث میں قوی نہیں اور اخباری ہے اسکی روایات بالاسناد قلیل ہیں انتہے۔ سلمہ بن محارب مجہول ہے۔ سلمان بن ترخان، التیمی بھی جرح سے سالم نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ سلیمان تیمی حضرت علی بن ابی طالب کی طرف مائل تھا۔ یحیی بن معین کا قول ہے کہ وہ روایت میں

Marfat.com

...نہیں کرتا تھا (تہذیب التہذیب)۔ ابن عون جس سے مراد غالباً عبداللہ بن عون ارطبان المزنی ہے جو طبقہ
...سادسہ سے ہے جن کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی (تقریب التہذیب)۔ کیا ایسی روایت بطور حجت ہم پر
...پیش ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کتب سیر و تاریخ کی ہر ایک روایت قابل اعتماد و احتجاج نہیں ہو سکتی جیسا
...اوپر بیان ہوا۔

حوالہ نمبر ۷

ابوالحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کی روایت بلا اسناد میں تفتیش خانہ فاطمہ مذکور ہے۔
حضرت فاروق کا قصد احراق مذکور نہیں۔ علاوہ ازیں مسعودی شیعی بلکہ رافضی ہے۔ چنانچہ لسان المیزان
(مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ جزء رابع۔ ص۲۲۵) میں یوں لکھا ہے۔ وکتبہ طافحۃ بانہ کان شیعیاً
معتزلیاً حتے انہ قال فی حق ابن عمر انہ امتنع من بیعۃ علی بن طالب ثم بایع بعد ذلک یزید بن
معاویۃ والحجاج لعبد الملک بن مروان ولہ من ذلک اشیاء کثیرۃ ومن کلامہ فی حق علی ما نصہ
اشیاء التی استحق بہا الصحابۃ الفضل السبق الی الایمان والہجرۃ مع النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
والنصر لہ والقرابۃ منہ وبذل النفس دونہ والعلم والقناعۃ والجہاد والورع والزہد و
القضاء والفتیا وان لعلی من ذلک الحظ الاوفر والنصیب الاکبر الی ما ینضم الی ذلک من خصائصہ
بآخرتہ وبانہ احب الخلق الیہ الی غیر ذلک۔ ترجمہ مسعودی کی کتابیں اس مضمون سے لبریز ہیں کہ وہ شیعی
معتزلی تھا یہاں تک کہ اُس نے حضرت ابن عمر کے حق میں لکھا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت سے باز
رہے۔ مگر بعد ازاں یزید بن معاویہ کی اور حجاج کے ہاتھ پر عبدالملک بن مروان کی بیعت کی۔ مسعودی کی
کتابوں میں اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں حضرت علیؓ کے حق میں مسعودی لکھتا ہے کہ وہ چیزیں جنکے
سبب سے صحابہ کرام فضیلت کے مستحق ہیں یہ ہیں۔ ایمان لانے میں سبقت۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ساتھ ہجرت اور آپ کی نصرت۔ اور آپ سے قرابت۔ اور آپ کے لیئے جان نثاری۔ اور علم و قناعت و جہاد
و ورع و زہد و قضاء و افتاء۔ حضرت علیؓ کے لیئے ان سب میں حظ اوفر اور نصیب اکبر ہے۔ اور ان کے علاوہ
...کے لیئے آخرت کے متعلق خصائص ہیں اور آپ خدا کے نزدیک محبوب ترین خلق ہیں وغیرہ انتہے (دیکھو مروج
...ب برحاشیہ تاریخ کامل۔ جزء سادس۔ ص۲۵) ابوالحسن مسعودی ایسا کھلا شیعی ہے کہ امامیہ اثنا عشریہ
...اس کے تشیع کا اعتراف ہے۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین و سند المدققین میرزا ابوالفضل طہرانی لکھتا ہے۔
...مسعودی علیہ الرحمۃ کہ از اعظم قدماے علماے شیعہ است چنانچہ تامل مطاوی کلمات او در مروج شاہد است
...بعض مواضع از روی تقیہ یا ابداے احتمال یا نقل خبر ضعیف مطالبیکہ مخالف مذہب حق باشد ذکر فرمودہ

Marfat.com

واین معنے سبب اشتباہ محقق المعی آغا محمد علی ولد استاد اعظم شدہ بخلاف کل تصریح بعدم تشیع او فرمودہ و خصوصاً
کتاب اثبات الوصیۃ او کہ معروف است اگر کسے بہ بیند جاے تردید باقی نماند و در فہرست ابو العباس نجاشی
او مذکور است الخ (شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور مطبوعہ بمبئی ص۳۱۴)۔ یعنے مسعودی علیہ الرحمۃ بڑے
قدیم علماے شیعہ میں سے ہے۔ چنانچہ مروج المذہب میں اس کے کلمات کے مطالب پر تامل اس پر شاہد ہے
اگرچہ بعض جگہ بنا بر تقیہ یا اظہار احتمال یا نقل خبر ضعیف ایسے مطالب ذکر کر گیا ہے جو مذہب شیعہ کے مخالف ہیں
اور یہی امر محقق المعی آغا محمد علی ولد استاد اعظم کے اشتباہ کا باعث ہوا کہ اُس نے سب کے برخلاف مسعودی کے
عدم تشیع کی تصریح کر دی۔ اگر کوئی شخص بالخصوص مسعودی کی کتاب الوصیۃ کو جو معروف ہے دیکھ لے۔ تو جائے
تردد باقی نہ رہے گی۔ ابو العباس نجاشی کی فہرست میں اس کے مناقب مشہور ہیں انتہے۔

مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالےٰ بھی مسعودی کو شیعہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے
ہیں۔ کید بست و سوم آنکہ شخصے از علمای زیدیہ و بعضے فرق شیعہ غیر امامیہ نام برند و اول در حال او مبالغہ
نمایند کہ وے از متعصبان اہل سنت بود بلکہ بعضے از ایشان گویند کہ او از اشد نواصب بود بعد از ان از وے
نقل کنند کہ دلالت بر بطلان مذہب سنیان و تائید مذہب امامیہ اثنا عشریہ نماید تا ناظر بغلط افتد و گمان برد
کہ این سنی متعصب کہ با وصف شدت تعصب بدون صحت نقل این روایات را چرا مے آورد و بر آن سکوت چرا
مے کرد مثل زمخشری صاحب کشاف کہ تفضیلی و معتزلی ست و اخطب خوارزم کہ زیدی غالی ست و ابن قتیبہ
صاحب معارف کہ رافضی مقرری است و ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را باعتزال جمع نمودہ و
ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی است و ہمچنین مسعودی صاحب مروج الذہب و ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب
الاغانی و علی ہذا القیاس امثال اینہا را این فرقہ در اعداد اہل سنت داخل کنند و بمقولات و منقولات ایشان
الزام اہل سنت خواہند (تحفہ اثنا عشریہ۔ ص۴۱) یعنے روافض کا تیئیسواں فریب یہ ہے کہ زیدیہ و بعضے
فرق شیعہ غیر امامیہ اثنا عشریہ کے عالموں میں سے ایک عالم کا نام لیتے ہیں۔ پہلے تو بڑے زور شور سے اُس کی
نسبت کہتے ہیں کہ وہ متعصبان اہل سنت میں سے تھا۔ بلکہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ نہایت سخت
نواصب میں سے تھا۔ پھر اُس کے حوالہ سے ایسی روایت نقل کرتے ہیں جس سے مذہب اہل سنت کی تکذیب اور
مذہب اثنا عشریہ کی تصدیق ہوتی ہو۔ تاکہ پڑھنے والا غلطی میں پڑ کر گمان کرنے لگے کہ یہ متعصب سنی باوجود
شدت تعصب کے ایسی روایات کو اگر صحیح نہ ہوتیں کس واسطے نقل کرتا اور اُس پر سکوت کرتا۔ ایسے عالموں
میں سے یہ ہیں۔ زمخشری صاحب کشاف جو تفضیلی اور معتزلی ہے۔ اخطب خوارزم جو غالی زیدی ہے۔ ابن
قتیبہ صاحب معارف جو رافضی مقرری ہے۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ جو شیعی معتزلی ہے اور ہشام کلبی

Marfat.com

...رافضی ہے۔ اسی طرح کے عہد میں مسعودی صاحب مروج الذہب اور ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی وغیرہ ہیں۔ روافض اس قسم کے عالموں کو اہل سنت کے عالموں میں شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے مقولات و منقولات سے اہل سنت کو الزام دینا چاہتے ہیں انتہے۔

حوالہ نمبر ۸

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ شیعی معتزلی۔ اس کا حال اور اس کی شرح کا سبب تصنیف ہم لکھ چکے ہیں۔ اس کی روایت اور وہ بھی بلا اسناد ہم پر حجت نہیں۔

حوالہ نمبر ۹

ابن قتیبہ دو ہیں۔ ایک عبد اللہ بن مسلم دینوری جو سنی ہے۔ دوسرا ابراہیم بن قتیبہ اصفہانی جو رافضی ہے۔ کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ رافضی کی ہے۔ ابن قتیبہ عبد اللہ بن مسلم کی تصانیف فہرست وفیات الاعیان للقاضی ابن خلکان اور لسان المیزان للعسقلانی میں موجود ہے۔ ان میں کتاب الامامت والسیاست کا نام نہیں۔ کشف الظنون میں بھی اس نام کی کوئی کتاب مذکور نہیں۔ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب تاویل مختلف الحدیث ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں جا بجا روافض کی تردید ہے۔ کتاب الامامت والسیاست کا مصنف ایسا تقیہ باز رافضی ہے کہ جہاں ان امور کا ذکر ہے جو متفق علیہ فریقین ہیں وہاں ان امور کو بقید اسانید تحریر کرتا ہے۔ اور جہاں اصحاب ثلاثہ کی توہین کا مضمون ہے اسے بلا سند لکھتا ہے۔ چنانچہ قصہ قصد احراق بھی بلا اسناد لکھا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳

ان چاروں نمبروں میں ایک ہی روایت منقول ہے۔ مگر اس کا پورا اسناد صرف استیعاب ابن عبد البر میں مذکور ہے۔ چونکہ استیعاب میں قصد احراق کی تصریح نہیں۔ اس لیئے روافض دوسری فقروں سے تحقیق کرنے کے لیئے اس میں تصرف کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ روایت استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف میں ہے۔ وایم اللہ لیفین بہا یعنے قسم بخدا کہ وہ ضرور اسے پورا کرے گا۔ بجائے اس کے مصنف عبد الطاعن نے وایم اللہ لیفتن بہا لکھا اور فتن کے معنے احراق بتائے جیسا کہ علی النار یفتنون ہے۔ سید محمد مجتہد لکھنوی نے طعن الرماح ص ۹۴-۹۵ میں لیفتن لہا لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

Marfat.com

ہرائنہ خواہد سوزانید برائے خلافت۔ مگر اتنے تصرف پر بھی قصد احراق باب یا بیت ثابت نہیں ہوتا
راغب میں ہے اصل الفتن ادخال الذھب فی النار لتظھر جودتہ من ردابتہ واستعمل فی ا
الانسان النار قال ھم علی النار یفتنون۔ یعنے فتن کے اصل معنے سونے کا آگ میں ڈالنا ہے تاکہ
کھرا یا کھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے۔ اور انسان کے آگ میں ڈالنے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ا
باری تعالےٰ ہے ھم علی النار یفتنون۔ لہذا بر تقدیر تسلیم صحت یفتن کا مفعول انسان ہوں گے
باب یا بیت علاوہ ازیں بہا میں ہے کا مرجع نار مذکور نہیں ہاسی واسطے مجتہد لکھنوی نے بہا کی جگہ لہا لکھا ہے
اور خلافت کو مرجع قرار دیا۔ جو اعتراض سے خالی نہیں۔ کنز العمال اور کتاب الاکتفا اور ازالۃ الخفا میں ہے
یمضین لما حلف علیہ۔ اور یہ یفین بہا کا ہم معنے ہے۔ لہذا یفین بہا ہی درست ہے قطع نظر ازیں
روایت استیعاب کے اسناد میں کلام ہے۔ صاحب تشیید المطاعن نے جو اسناد کے شروع میں قال حدثنا
محمد بن ابراھیم لکھا ہے۔ وہ استیعاب مطبوعہ میں موجود نہیں استیعاب مطبوعہ میں اسناد یوں شروع
ہوتا ہے۔ حدثنا محمد بن احمد حدثنا محمد بن ایوب الخ۔ اس اسناد میں احمد بن عمرو البزار جو مذکور ہے اس کی
نسبت میزان الاعتدال میں ہے احمد بن عمرو الحافظ ابو بکر البزار صاحب المسند الکبیر صدوق
مشہور قال ابو احمد الحاکم یخطی فی الاسناد والمتن یروی عن الفلاس وبندار وطبقتہ وقال
الحاکم سالت الدارقطنی عنہ فقال یخطی فی الاسناد والمتن حدث بالمسند بمصر حفظا ینظرون
کتبا لناس فیحدث من حفظہ ولم یکن معہ کتب فاخطا فی احادیث کثیرۃ خرج النسائی وھو
ثقۃ یخطی کثیرا۔ یعنے حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بزار صاحب مسند کبیر صدوق مشہور ہے۔ ابو احمد حاکم کا قول
ہے کہ وہ اسناد و متن میں خطا کرتا ہے اور فلاس و بندار اور اس طبقہ سے روایت کرتا ہے۔ حاکم کا بیان ہے
کہ میں نے دارقطنی سے اس کی نسبت پوچھا تو دارقطنی نے جواب دیا کہ وہ اسناد اور متن میں خطا کرتا ہے۔
اس نے مصر میں بطریق حفظ مسند کی روایت کی بدیں طور کہ وہ لوگوں کی کتابوں میں دیکھتا تھا اور حفظ روایت
کرتا تھا اور اس کے پاس کتابیں نہ تھیں پس اس نے بہت سی حدیثوں میں خطا کی۔ امام نسائی نے اس پر جرح
کی ہے۔ اور وہ ثقہ ہے مگر خطا بہت کرتا ہے انتہے۔ لسان المیزان میں ہے۔ روی عنہ من اھل اصبہان ابو
الشیخ وابو احمد العسالی وابو القاسم الطبرانی وغیرھم من اھل مصر ابو بکر بن المھندس ومحمد بن
ایوب بن الصموت والحسن بن رشیق وغیرھم ومن اھل بغداد ابن قانع وابن شاھین وابن بشران وغیر
غیرھم۔ یعنے ابو بکر بزار سے روایت کی ہے اہل اصفہان میں سے ابو الشیخ و ابو احمد عسال اور ابو القاسم طبرانی
وغیرہ نے اور اہل مصر میں سے ابو بکر بن مہندس اور محمد بن ایوب بن صموت اور حسن بن رشیق وغیرہ نے اور

Marfat.com

...میں سے ابن قانع اور ابن سالم اور ابن نجیح وغیرہ نے انتہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسناد زیر بحث میں محمد بن ایوب جو مذکور ہے وہ محمد بن ایوب بن صموت ہے۔ حسن المحاضرہ للسیوطی (جزء اول۔ ص۱۷۳) میں ہے)۔ محمد بن ایوب بن الصموت الرقی مرسل مصر روی عن ھلال بن العلاء وطائفۃ مات سنۃ احدی واربعین وثلاث مائۃ۔ یعنے محمد بن ایوب بن صموت رقی متوفی ۳۴۱ھ نزیل مصر نے ہلال بن علاء اور ایک جماعت سے روایت کی ہے انتہے۔

محمد بن ایوب کی تجریح یا توثیق کا حال معلوم نہیں۔ تہذیب التہذیب میں صرف ایک محمد بن ایوب الرقی مذکور ہے جس کی نسبت لکھا ہے قال ابو حاتم ضعیف وقال ابن حبان کان یضع الحدیث یعنے ابو حاتم کا قول ہے کہ محمد بن ایوب رقی ضعیف ہے اور ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا انتہے۔ عبد اللہ بن عمر کی نسبت میزان الاعتدال میں یوں لکھتا ہے عبد اللہ بن عمر بن حاطب الجمحی الحاطبی المدنی المکفوف روی عن زید بن اسلم وھشام بن عروۃ وعنہ الحمیدی ومحمد ابن مھران الرازی وھشام بن عمار قال ابو حاتم محلہ الصدق والمخزومی احب الینا قلت وما لھذا شی فی الکتب۔ ترجمہ عبد اللہ بن عمر بن حاطب جمحی حاطبی نابینا۔ اُس نے زید بن اسلم اور ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے۔ اور اس سے حمیدی اور محمد بن مہران رازی اور ہشام بن عمار نے روایت کی ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ اس کا محل صدق ہے اور مخزومی ہمارے نزدیک محبوب تر ہے۔ اس پر علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ کتب رجال میں اس کا کچھ ذکر نہیں انتہے۔ میزان الاعتدال میں اس نابینا حاطبی کا ترجمہ عبد اللہ بن ابی علی کے بعد اور عبد اللہ بن محمد بن عمر سے پہلے لکھا ہے۔ اس بے ترتیبی سے خیال گزرتا ہے کہ یہ ترجمہ الحاقی ہے بہرحال عبد اللہ حاطبی نابینا مجہول ہے۔ اسی پر کیا موقوف ہے محمد بن حسین اور محمد بن یحیی بھی مجاہیل میں سے ہیں۔ اگر باوجود ایسے اسناد کے اس روایت کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کا جواب خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ بتقدیر تسلیم اس روایت سے کوئی طعن حضرات شیخین پر عائد نہیں ہوتا بلکہ یہ اُنکے مناقب و مآثر میں شمار ہو سکتی ہے دائرۃ الاصلاح لاہور کے رسالہ نمبر ۳ میں اس روایت کے متعلق یوں لکھا ہے "اس روایت سے سرکار شریعتمدار کو معلوم ہوگا کہ احراق باب فاطمہؓ ہرگز ہرگز وقوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے جمع ہونے والوں کو جو کچھ کہا وہ موثر و کارگر ثابت ہوا فھو المراد۔ مکرر غور سے یہ روایت یہ بھی ثابت کرتی ہے۔ کہ جناب سیدہ کا بنو ہاشم کو منع فرمانا اور حضرت علیؓ کی خاموشی بلکہ اس واقعہ کے بعد حضرت صدیق کی بیعت فرمانا درحقیقت حضرت عمرؓ کی تائید تھی۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے جنہیں بعض لوگ نقض انتظام خلافت کے لیئے مجبور کر رہے تھے اور وہ

Marfat.com

خود جیسا کہ نہج البلاغہ میں مذکور ہے اُس کے مخالف تھے اس مخمصے سے اپنے آپ کو رہا کرنے کے لئے عمرؓ سے اس قسم کی خواہش کی ہو۔ روایت سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ سیدہ مطہرہ اس بات سے معاذ اللہ رنجیدہ ہوئی ہوں یا انہوں نے یا حضرت علیؓ اور یا اکابر بنو ہاشم نے اس پر احتجاج کیا ہو۔ اگر فی الحقیقت امر ان پر گراں گزرتا۔ تو وہ ضرور اسے اپنی آزادی کے منافی تصور کرتے ہوئے اس کا ازالہ یا رفع کی کوشش کرتے۔ بلکہ خاتون قیامت کے فرمانے پر بنو ہاشم کا منتشر ہونا اور یکے بعد دیگرے حضرت صدیق کی بیعت میں آنا اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر رہا ہے کہ بنو ہاشم کی جماعت نے خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ سے متفق ہو کر حضرت صدیق اکبر کے سامنے سر نیاز جھکا دیا۔ اگر حضرت علیؓ غلط راہ اختیار کرتے۔ تو ضرور سر پٹھول تک نوبت پہنچتی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ حقیقت کو پہنچ گئے۔ اور صدیق اکبر سے مسلمانوں کا شیرازۂ اتحاد قائم رہا۔۔

حوالہ نمبر ۱۴

شہرستانی کی کتاب ملل و نحل کے متعلق ہم پہلے کافی لکھ چکے ہیں۔ ملل و نحل میں مختلف مذاہب و فرق کے معتقدات و دیگر حالات درج ہیں۔ اگر شہرستانی نے معتزلہ کے فرقہ نظامیہ کے بانی کا قول نقل کر دیا ہو تو اُس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ شہرستانی نظام کا ہم مذہب و ہم خیال ہے۔ ورنہ شہرستانی کا عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ ہونا تسلیم کرنا پڑے گا وہذا کما ترے۔ نظام مذکور معتزلی ہے۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ وہ دیگر معتزلہ سے تیرہ امور میں منفرد ہے ان میں سے جو گیارھواں امر ہے اُس کا ایک جزو مجتہد لاہوری نے نقل کیا ہے۔ شہرستانی اس امر کو یوں ذکر کرتا ہے۔ الحادیۃ عشر میلہ الی الرفض ووقیعتہ فی کبار الصحابۃ قال اولا لا امامۃ الا بالنص والتعیین ظاہرا مکشوفا وقد نص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علی کرم اللہ وجہہ فی مواضع واظہرہ اظہارا لم یشتبہ علی الجماعۃ الا ان عمر کتم ذلک الخ یعنے گیارھواں امر یہ ہے کہ نظام کی رغبت رفض اور کبار صحابہ کی بدگوئی کی طرف تھی اس کا قول تھا کہ امامت سوائے نص و تعیین ظاہر کے نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نص کی اور اُسے ایسا ظاہر کیا کہ جماعت کو شک و شبہ نہ رہا۔ مگر عمرؓ نے اُسے چھپا لیا انتہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔ ابراہیم بن سیار بن ہانی النظام ابو اسحق البصری مولی بنی بحیر بن الحارث بن عباد الضبعی من رؤس المعتزلۃ متہم بالزندقۃ وکان شاعرا ادیبا بلیغا وله کتب کثیرۃ فی الاعتزال والفلسفۃ ذکرہا الندیم قال ابن قتیبۃ

Marfat.com

اختلاف الحدیث لہ کان شاطرا من الشطار مشہورا بالفسق ثم ذکر من مفرداتہ انہ کان یزعم ان اللہ یحدث الدنیا وما فیہا فی کل حین من غیر ان یعیدہ وجوز ان یجتمع المسلمون علی الخطاء وان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یختص بانہ بعث الی الناس کافۃ بل کل نبی قبلہ بعثتہ کانت الی جمیع الخلق لان معجزۃ النبی تبلغ آفاق الارض فیجب علی کل من سمعہا تصدیقہ واتباعہ وان یتبع کنایات الطلاق لا یقع بہا طلاق سواء نوی او لم ینو وان النوم لا ینقض الوضوء وان السبب فی اطباق الناس علی وجوب الوضوء علی النائم ان العادۃ جرت ان نائم اللیل اذا قام بادر الی التخلی وربما کان بعینیہ رمص فلما رأوا اوائلہم اذا انتبہوا توضؤا ظنوا ان ذلک لاجل النوم وعاب علی ابی بکر وعمر وعلی وابن مسعود الفتوی بالرأی مع ثبوت النقل عنہم فی ذم القول بالرأی و قال عبد الجبار المعتزلی فی طبقات المعتزلۃ کان امیا لا یکتب یعنی ابو اسحاق نظام ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری (بنو بحیر بن حارث بن عباد ضبعی کا آزاد کردہ غلام) بڑا معتزلی اور بدینی سے متہم ہے۔ وہ شاعر اور ادیب بلیغ تھا۔ اعتزال اور فلسفہ میں اس کی بہت سی کتابیں ہیں جن کا ذکر ندیم نے کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب مختلف الحدیث میں بیان کیا ہے کہ نظام شوخ و بے باک اور فسق میں مشہور تھا پھر اس کے متفردات کا ذکر کیا ہے کہ وہ قائل تھا کہ خدا تعالیٰ ہر وقت دنیا و مافیہا کو بغیر فنا کرنے کے متجدد کرتا رہتا ہے اور قائل تھا کہ جائز ہے کہ مسلمان خطا پر متفق ہو جائیں۔ چنانچہ وہ متفق ہو گئے ہیں کہ حضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبر ساری مخلوقات کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ حالانکہ آپ سے پہلے ہر ایک نبی تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہوا۔ کیونکہ ہر ایک نبی کا معجزہ تمام آفاق زمین میں پہنچ گیا۔ لہٰذا جس نے اس معجزے کو سنا اس پر اس نبی کی تصدیق اور اتباع واجب ہوتا تھا۔ اور وہ قائل تھا کہ کنایات سے خواہ نیت طلاق کی ہو یا نہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور قائل تھا کہ نیند سے (خواہ لیٹ کر ہو) وضو نہیں ٹوٹتا۔ لوگوں نے جو اجماع کیا ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت یوں ہے کہ انسان جب صبح کو اٹھتا ہے تو قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کے گوشۂ چشم میں میل ہوتی ہے (اس لیے وضو کرتا ہے) لوگوں نے جب دیکھا کہ ان کے اوائل صبح کو اٹھ کر وضو کرتے تھے۔ تو ان کو یہ غلط گمان ہوا کہ ان کا وضو کرنا نیند کے سبب سے تھا۔ نظام نے حضرت ابوبکر و عمر و علی و ابن مسعود پر طعن کیا ہے اور وہ رائے سے فتوے دیا کرتے تھے حالانکہ ان سے قول بالرائے کی مذمت منقول ہے۔ عبد الجبار معتزلی نے طبقات المعتزلہ میں لکھا ہے کہ نظام ان پڑھ تھا لکھ نہ سکتا تھا انتہے۔

اب ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ نظام کا قول اہل انصاف کے نزدیک کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔

Marfat.com

حوالہ نمبر ۱۵

مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز مصنف تحفہ اثنا عشریہ کو بھی اس واقعہ کا اعتراف ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کے نزدیک یہ قصہ سراسر بہتان وافترا ہے۔ چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۹۲ میں فرماتے ہیں طعن دوم آنکہ عمر رضی اللہ عنہ خانۂ حضرت سیدۃ النساء را بسوخت و بر پہلوے مبارک آن معصومہ بشمشیر خود صدمہ رسانیدہ کہ موجب اسقاط حمل گردید۔ و این قصہ سراسر واہی و بہتان وافترا ہیچ اصلے ندارد۔ ولہذا اکثر امامیہ قائل این قصہ نیستند و گویند کہ قصد سوختن آن خانۂ مبارک کردہ بودند لیکن بعمل نیاوردند انتہے۔ دوسری جگہ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۴۵) فرماتے ہیں۔ آنچہ در قصہ تنفذوا احراق باب دار فاطمہ و خلانیدن شمشیر بہ پہلوے سیدۃ النساء ذکر کردہ اند ہمہ از اکاذیب وافترآت شیاطین کونہ است کہ پیشوایان شیعہ در وضع بودہ اند۔ ہرگز در ہیچ کتاب اہل سنت نہ بطریق صحیح و نہ بطریق ضعیف موجود است انتہے۔ اگر قصد احراق کی روایت کو بطریق تنزل صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو اس کا جواب یوں ہوگا کہ قصد امور قلبیہ سے ہے جس پر خدا تعالےٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ محض قصد پر کوئی جرم یا اعتراض عائد نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وارد ہے۔ ق ھم بھا (اور قصہ کیا یوسف نے زلیخا کا) جب حضرت یوسف پر اس قصد سے کوئی عتاب نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ محض قصد جرم نہیں تاوقتیکہ وہ فعل وقوع میں نہ آئے۔ پس جب حضرت فاروق اعظم سے احراق وقوع میں نہیں آیا۔ تو اس پر محض بوجہ قصد طعن کرنا خلاف قرآن ہے۔ سباق وسیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضہ کا ارشاد واسطے تہدید ان اشخاص کے تھا جو جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کے گھر میں بیٹھ کر نقض خلافت کے لیئے مخالفانہ کمیٹیاں اور بیجا مشورے کیا کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم کیسے مدبر و منتظم تھے کہ جن کی ذات نے اُٹھتے ہوئے فتنہ کو کیسی عمدہ تدبیر سے فرو کر دیا۔ اگر خدانخواستہ مخالفین بیعت کی سازشیں قائم رہتیں۔ تو جماعت اسلام کا شیرازہ اتحاد پراگندہ ہو جاتا۔ اور وہی خانہ جنگیاں پیش آتیں جو جناب امیرؓ کے عہد میں پیش آئیں۔ اور اسلام ایک انچ بھر ترقی نہ کرتا۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضہ کا ارشاد حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو نماز کی جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے فرمایا کہ اگر وہ باز نہ آئیں گے۔ تو میں اُن پر گھروں کو جلا دوں گا۔ جس طرح یہ ارشاد نبوی تہدید کے لیئے تھا۔ اسی طرح ارشاد فاروقی بھی تہدید کے لیئے تھا۔ اگر تفصیل مطلوب ہو۔ تو تحفہ اثنا عشریہ کا مطالعہ کیجئے۔

Marfat.com

کسر شان اہل بیت کی دوسری مثال جو مصنف نے بحوالہ کتاب الامامت والسیاست پیش کی ہے یہ ہے کہ جب علیؑ کو حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے۔ تو علیؑ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ بیعت کرو۔ علی نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس حالت میں ہم لوگ تمہاری گردنیں کاٹیں گے۔ علی نے کہا کہ کیا ایک بندہ خدا اور رسول اللہ کے بھائی کو قتل کرو گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ بندۂ خدا تو خیر۔ مگر رسول اللہ کا بھائی غلط الخ" چونکہ یہ روایت بھی بلا سند بحوالہ کتاب الامامت والسیاست لکھی گئی ہے۔ اس لیے اہل سنت وجماعت پر حجت نہیں تیسری مثال مصنف نے بغیر حوالہ کے یہ پیش کی ہے کہ شیعہ کے اجماع کو اہل سنت معتبر نہیں سمجھتے لہٰذا اس میں بھی اہل بیت کی شان کی تنقیص ہے۔ اجماع شیعہ کے غیر معتبر ہونے کا بیان پہلے آچکا ہے یہاں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ چوتھی مثال کسر شان اہل بیت کی متعلق بہ القاب ہے جس کا ذکر اب آتا ہے۔

قال السید امداد امام

خطاب صدیق اکبر پر نظر

جاننا چاہیے کہ صدیق اکبر کا خطاب خاص حضرت علی کا ہے اور آپ کے سوا کسی دوسرے کا ہو نہیں سکتا۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بہ تحقیق یہ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور اس امت میں حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ اور مومنوں کا امیر ہے۔ اور یہ شخص وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا اور یہ صدیق اکبر ہے۔ حدیث نبویؐ یوں واقع ہے۔ عن سلمان الفارسی و ابی ذر الغفاری قال اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بید علیؑ فقال ان ھذا اول من آمن بی وھذا فاروق ھذہ الامۃ وھذا یعسوب المومنین وھذا اول من یصافحنی یوم القیمۃ وھذا الصدیق الاکبر (اخرجہ الطبرانی والدیلمی والطبرانی من الکبیر من سند سلمان) دوسری حدیث نبویؐ یہ ہے عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول لعلی انت اول من آمن بی وصدق وانت الصدیق الاکبر (اخرجہ الحاکم نقلت عن ریاض النضرۃ) یعنے حضرت ابوذر غفاری روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ علی سے آپ فرمارہے تھے کہ تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور
میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔ تیسری حدیث نبوی یہ ہے۔ عن ابن عباس وابی لیلیٰ قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن آل یٰسین الذی
قال یٰقوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی
اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم اخرجہ البخاری عن ابن عباس واحمد عن ابی لیلیٰ یعنے
ابن عباس اور ابو لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حسب فرمودہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق تین ہیں
اول حبیب النجار جو حواریین حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والا تھا اور جس نے یہ کہا تھا کہ اے میری
قوم کے لوگو نبیوں کی متابعت کرو۔ دوم حزقیل جو گروہ فرعون سے تھا مگر خدا پر ایمان لایا تھا اور جس نے یہ
کہا تھا کہ اے میری قوم والو کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پالنے والا خدا ہے۔ تیسرے علی
بن ابی طالب اور آپ ان دونوں سے افضل ہیں۔ اس حدیث نبوی سے ظاہر ہو گیا کہ تین حضرات کے بعد کوئی
اور شخص صدیق نہیں ہے۔ یوں کہنے کے لیئے جس کو جو شخص صدیق کے خطاب سے یاد کرے مختار ہے چوتھی
حدیث نبوی یہ ہے۔ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ من یطع اللہ والرسول فاولیک مع الذین انعم اللہ
علیھم۔ قال علی یارسول اللہ ھل نقدر علی ان نراک فی الجنۃ۔ قال یا علی ان لکل نبی رفیقا اول
من اسلم من امتہ۔ فنزلت ھذہ الآیۃ اولیک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین
والشھداء والصالحین وحسن اولیک رفیقا۔ فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا فقال
ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سألت فجعلک رفیقی لانک اول من اسلم وانت الصدیق الاکبر
(تفسیر ابن الحجام) یعنے حضرت ابن عباس اس قول خدا کے متعلق اور جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول
کی اطاعت کی ہے پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت علی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ آیا ہم حضور کو جنت میں بھی دیکھ
سکیں گے؟ آنحضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا رہا ہے تو اس پر سب سے پہلے اسلام
لانے والا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے
یعنے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے اچھے رفیق ہیں
اس کے بعد آنحضرت نے حضرت علی کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی خدا تعالیٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل
فرمایا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے پانچویں
حدیث نبوی خود بروایت علی ہے جس میں آنحضرت نے حضرت کو ھذا الصدیق الاکبر علی بن ابی طالب

Marfat.com

[illegible] اس حدیث کو درج نہیں کرتا ہے مگر یہ حدیث نہایت مستند ہے اور اس کے
[illegible] کے خود لکھے ہوئے حوالہ جات ہیں۔ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ سے ارشاد
فرمایا کہ قیامت میں ہم چار شخصوں کے سوا پانچواں شخص سوار نہ ہوگا۔ انصار میں سے (ایک شخص نے) اٹھ کر عرض
کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار شخص کون ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک تو وہ میں
ہوں گا براق پر سوار ہوں گا اور میرے بھائی صالح نبی اس ناقۃ اللہ پر سوار ہوں گے جس کے پاؤں کاٹے گئے
تھے اور میرے چچا حمزہ ناقہ عضباء پر سوار ہونگے اور میرے بھائی علی جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی
پر سوار ہونگے اور ان کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارتے ہونگے۔ تمام
نبی کہیں گے کیا کوئی مقرب فرشتہ ہے یا نبی مرسل یا حامل عرش۔ عرش کے اندر سے ایک فرشتہ جواب دے گا
کہ نہ تو مقرب فرشتہ ہے اور نہ نبی مرسل یا حامل عرش۔ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالب ہے مصباح
الظلم ص۵۴۔۵۵

اقول

مصنف نے لقب و خطاب میں تمیز نہیں کی۔ کوئی حدیث تا وقتیکہ مرفوع متصل صحیح الاسناد ثابت نہ ہو
[illegible] حجت پیش نہیں ہو سکتی۔ مصنف نے پانچوں حدیثوں میں سے ایک کا بھی پورا اسناد نقل نہیں کیا تاکہ تنقید
[illegible] سکے صرف ایک ایک راوی اور مخرج بتایا گیا ہے۔ تاکہ عوام کیا بعضے علماء بھی مغالطہ میں پڑ جائیں
[illegible] کو صحیح خیال کرنے لگیں۔ پہلی حدیث بروایت سلمان بحوالہ طبرانی و دیلمی لکھی جو ہمارے پاس موجود نہیں
[illegible] یہی حدیث عقیلی نے بروایت ابن عباس یوں نقل کی ہے۔ (العقیلی) حدثنا علی بن سعید الرازی
[illegible] حدثنا عبد اللہ ابن یاھو بن یحیی الرازی حدثنا ابی عن الاعمش عن عبایۃ الاسدی عن ابن عباس
[illegible] قال ستکون فتنۃ فان ادرکھا احد منکم فعلیہ بخصلتین کتاب اللہ وعلی بن ابی طالب فانی
[illegible] من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو اخذ بید علی ھذا اول من آمن بی وھو اول
[illegible] یصافحنی یوم القیامۃ وھو فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھو یعسوب المومنین
[illegible] یعسوب الظلمۃ وھو الصدیق الاکبر وھو بابی الذی اوتی منہ وھو خلیفتی من بعدی۔
[illegible] قال العقیلی کان ممن یغلو فی الرفض ولا یتابع علی حدیثہ وانہ کذاب (لآلی المصنوعۃ
[illegible] الموضوعۃ جزء اول صفحہ ۱۶۵)۔ اس روایت میں روایت سلمان کا تمام مضمون مع زیادت
[illegible] عقیلی نے اسے نقل کر کے بتا دیا ہے کہ اس کے اسناد میں عبد اللہ بن داہر جو ہے وہ غالی رافضی اور
[illegible] ہے۔ لآلی المصنوعہ میں اس روایت کا ایک اور طریق نقل کیا ہے۔ مگر اس کے اسناد میں اسحاق بن بشر

Marfat.com

کذاب ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ دوسری حدیث یعنے روایت ابوذر کو بزار نے یوں نقل کیا ہے حد
حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابن ھاشم حدثنا محمد بن عبید اللہ ابن ابی رافع عن ا
عن جدہ ابی رافع عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلی بن ابی طالب انت
من آمن بی وانت اول من یصافحنی یوم القیمۃ وانت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی
بین الحق والباطل وانت یعسوب المؤمنین والمال یعسوب الکفار۔ موضوع محمد بن عبید
اللہ لیس بشئ وعباد متروک (قلت) قال الحافظ ابن حجر فی زوائد البزار ھذا اسناد واہ فی
متہم وعباد من کبار الروافض وان کان صدوقا فی الحدیث واللہ اعلم (اللآلی المصنوعۃ
اول۔ صـ۱۶۸)۔ بزار نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ محمد بن عبید اللہ لاشئے ہے اور عباد متروک
ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے زوائد بزار میں فرمایا کہ یہ اسناد ضعیف ہے محمد بن عبید
اللہ متہم ہے اور عباد بڑے رافضیوں میں سے ہے گو حدیث میں صدوق ہے واللہ اعلم میزان الاعتدال
میں عباد کا ترجمہ بدین الفاظ شروع ہوتا ہے۔ عباد بن یعقوب الاسدی والرواجنی الکوفی من
غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع۔ یعنے عباد غالی شیعی اور بڑا بدعتی ہے۔ مصنف نے اس روایت کے لیے
حاکم کا حوالہ دیا ہے۔ مگر مستدرک میں مجھے نہیں ملی۔ ابوعبداللہ حاکم کا رفض و تشیع مشہور ہے شیخ الاسلام
تاج سبکی حاکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ فوجدنا الطاعنین ینکرون ان محمد بن طاھر المقدسی ذکر
انہ سأل ابا اسماعیل عبد اللہ بن محمد الانصاری عن الحاکم ابی عبد اللہ فقال ثقۃ فی الحدیث
راضی خبیث وان بن طاھر ھذا قال انہ کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن وکان اظھر
التسنن فی التقدیم والخلافۃ الخ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ جزء ثالث صـ۱۶۵) یعنے ہم نے دیکھا
کہ طاعنین ذکر کرتے ہیں کہ محمد بن طاہر مقدسی نے ذکر کیا کہ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری سے
ابوعبداللہ حاکم کی نسبت دریافت کیا۔ ابو اسماعیل نے جواب دیا کہ حاکم حدیث میں ثقہ خبیث رافضی ہے
اور ابن طاہر مذکور کا قول ہے کہ حاکم در پردہ شیعہ کی طرفداری میں بڑا متعصب تھا اور تفضیل و خلافت
میں اپنا سنی ہونا ظاہر کرتا تھا الخ انتہے۔ مستدرک کے مطالعہ سے حاکم کے رفض کی پوری تصدیق ہوتی ہے
حدیث طیر۔ حضرت علی کا قائد الغر المحجلین ہونا۔ اور قتال ناکثین و قاسطین و مارقین کے لیئے مامور من
اہل سبین کا امت کے لیئے اختلاف سے امان ہونا۔ علی کا صدیق اکبر اور سید العرب ہونا وغیرہ سب امور
موجود ہے۔ علامہ ذہبی نے حدیث طیر کے تحت میں یوں لکھا ہے ولقد کنت زمانا طویلا اظن ان
حدیث الطیر لم یخرجہ الحاکم ان یودعہ فی مستدرکہ فلما علقت ھذا الکتاب رأیت الحدیث

Marfat.com

من الموضوعات التی فیہ فاذا حدیث الطیر بالنسبۃ الیہا سماء (مستدرک مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ جزء ثالث۔ ص۱۳۱)۔ ترجمہ بے شک میں زمانہ دراز تک گمان کرتا رہا کہ حاکم حدیث طیر کو اپنی مستدرک میں ذکر کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ جب میں نے اس کتاب کی تلخیص کی۔ تو میں نے اُن موضوع روایتوں سے جو اس میں ہیں دہشت کھائی۔ حدیث طیر تو اُن کی نسبت سماء ہے انتہے۔

چوتھی حدیث جو بحوالہ تفسیر ابن الحجام نقل کی گئی ہے اُس کی نسبت کیا گذارش کروں۔ میں نے تفاسیر اہل سنت میں اس نام کی کوئی تفسیر نہ دیکھی نہ سنی۔ ہاں اس کا مضمون متعلق حضرت علیؑ پہلی اور دوسری حدیث کے مضمون سے بہت ملتا ہے۔ ان دونو کی طرح یہ بھی موضوع ہے۔ پانچویں حدیث لآلی المصنوعہ (جزء اول۔ ص۱۹۶) میں یوں نقل کی گئی ہے۔ قال شاذان الفضلی فی فضائل علی حدثنا ابو طالب عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ الکاتب بعکبرا حدثنا ابو القاسم عبد اللہ ابن محمد بن غیاث الخراسانی حدثنا احمد بن عامر بن سلیم الطائی حدثنا علی بن موسی الرضی حدثنی ابی موسی عن ابیہ جعفر عن ابیہ محمد عن ابیہ علی عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لیس فی القیامۃ رکب غیرنا ونحن اربعۃ فقام رجل من الانصار فقال فداک ابی وامی من ہم قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقۃ اللہ التی عقرت وامی حمزۃ علی ناقتی الغضباء واخی علی علی ناقۃ من نوق الجنۃ بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الادمیون ما ہذا الا ملک مقرب او نبی مرسل او حامل عرش فیجیبہم ملک من بطنان العرش یا معشر الادمیین لیس ہذا بملک مقرب ولا نبی مرسل ولا حامل عرش ہذا الصدیق الاکبر علی بن ابی طالب۔ ابن عامر الطائی روی عن اہل البیت نسخۃ باطلۃ واللہ اعلم۔ یہاں شاذان فضلی نے خود بتا دیا ہے کہ راوی ابن عامر طائی نے اہل بیت سے باطل نسخہ روایت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ تیسری حدیث کے لئے مصنف نے امام بخاری و امام احمد کا حوالہ دیا ہے۔ تفسیر دُرمنثور میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ تاریخ صغیر [illegible] ابی لیلے کے ناقلین میں امام احمد کا نام درج نہیں۔ تفسیر درمنثور کی روایات کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ وہ تنقید طلب ہیں۔ جب تک ان کی صحت ثابت نہ ہو وہ قابل تسلیم نہیں۔ مگر اس حدیث کا پورا اسناد مذکور نہیں تاکہ تنقید ہو سکے۔ اس حدیث سے صدیق کا انحصار تین میں سمجھنا سراسر غلط ہے۔ اس کی نسبت ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ (جزء ثالث۔ ص۷) میں یوں لکھا ہے۔ ان ہذا کذب علی رسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم فانہ قد ثبت عنہ فی الصحیح ان وصف ابا بکر رضی اللہ عنہ بانہ صدیق فی الصحیح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ ولا یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور والفجور یھدی الی النار ولا یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا فھذا یبین ان الصدیقین کثیرون وایضا فقد قال تعالے عن مریم بنت عمران انھا صدیقۃ وھی امرأۃ۔ ترجمہ۔ یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کذب ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے ابو بکر کو صدیق فرمایا اور صحیح میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم صدق کو لازم پکڑو کیونکہ صدق نیکوئی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکوئی بہشت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا اور سچ بولنے کا قصد کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے۔ تم کذب سے بچو۔ کیونکہ کذب گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا اور جھوٹ بولنے کا قصد کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صدیق بہت سے ہیں۔ اور نیز اللہ تعالے نے مریم بنت عمران کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ وہ صدیقہ ہے حالانکہ عورت ہے۔ انتہے۔ اسی طرح قرآن کریم ہے۔ یوسف ایھا الصدیق۔ دوسری جگہ باری تعالے یوں ارشاد فرماتا ہے۔ والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔

قال السید امداد امام

اب جاننا چاہیئے کہ خود حضرت علی نے اپنے آپ کو صدیق اکبر فرمایا ہے۔ جیسا کہ روایت ہائے ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:۔

روایت نمبر (۱)۔ عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیاً علی منبر البصرۃ یقول انا الصدیق الاکبر (الریاض من لمحب الطبری) یعنے معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ اسی طرح شرح تجرید علامہ قوشجی کے صفحہ ۳۸۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بر سر منبر مجمع صحابہ میں یہ فرمایا کہ انا الصدیق الاکبر امنت قبل ایمان ابی بکر۔ یعنے میں صدیق اکبر ہوں اور میں ایمان لایا ہوں ابو بکر کے ایمان لانے سے پہلے۔ واضح ہو کہ آپ نے کوئی نئی بات اپنی نسبت نہیں فرمائی۔ یہ سراسر افترا

Marfat.com

قول جناب رسول اللہ کا ہے۔

روایت نمبر (۲)۔ عن عباد بن عبد اللہ قال علیؑ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا ذلک غیری الا کاذب مفتر صلیت قبل الناس سبعۃ سنین (اخرجہ احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبۃ فی سننہ وابن عاصم فی النیۃ وحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ والعقیلی)۔ یعنے عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ اور خدا کے رسولؐ کا بھائی ہوں۔ اور میں صدیق اکبر ہوں سوائے میرے جو اپنے کو صدیق اکبر کہے جھوٹا مفتری ہے۔ میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔ واضح ہو کہ یہ قول بھی آپ کا قول نبوی پر مبنی ہے۔ پس کسی شخص کو حضرت علیؑ کے سوا حق نہیں ہے کہ اپنے کو صدیق اکبر کہے یا کہلائے۔ ایسی صورت میں لازم آتا ہے کہ حضرت علیؑ کے سوا جو شخص اپنے کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے اور سب ایسے لوگ جو علیؑ کے سوا کسی کو صدیق اکبر کہیں تمامتر جھوٹے ہیں۔

روایت نمبر (۳)۔ عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیاً یقول علی منبر البصرۃ انا الصدیق الاکبر آمنت قبل ان یؤمن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر (نقلہ ابن قتیبۃ فی المعارف)۔ یعنے معاذۃ العدویہ کہتی ہیں کہ میں نے بصرہ کے منبر پر حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ میں صدیق اکبر ہوں قبل اس کے کہ ابوبکر ایمان لائے میں ایمان لا چکا تھا۔ اور ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لا چکا تھا۔ مصباح الظلم صفحہ ۵۵۔ ۵۶۔

اقول

مصنف نے عوام کو دھوکا دینے کے لیئے ان روائیتوں کا بھی پورا اسناد نقل نہیں کیا۔ ریاض نضرہ یا مستدرک حاکم ایسی کتابیں نہیں کہ ان کی روائیتوں کو اندھا دھند تسلیم کر لیا جائے۔ مستدرک کا ذکر تو اوپر آچکا ہے۔ ریاض نضرہ میں بھی بعض روایات موضوعہ ایسی موجود ہیں جو حضرات خلفائے ثلاثہ کے حق میں موجب قدح ہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالےٰ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۴۸ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کید سی و چہارم آنکہ کتابے در فضائل خلفائے اربعہ تالیف نمایند و در وے احادیث صحیحہ اہلسنت از متن مسانید و اخیر او معاجم ایشان ایراد کنند۔ و چون نوبت بذکر فضائل امیر المومنین رسد در ضمن آن چیزے کہ در حق خلفائے ثلاثہ موجب قدح باشد وضع نمودہ یا از کتب امامیہ آوردہ داخل نمایند۔ و بعضے نصوص صریحہ در حقیت آنجناب بخلافت آنکہ باوجود جناب ایشان ہر کہ خلافت کند چنین و چنانست درج نمایند تا سامع و

Marfat.com

ناظر بغلطی افتد وبسبب ایراد فضائل خلفائے ثلاثہ یقین کند کہ مصنف این کتاب سنی پاک عقیدہ است وگ
درتصانیف اہل سنت نیز احادیث قادحہ درخلفائے ثلاثہ موجود است۔ پس یقین اوبرہم خورد ودین او
پذیرد۔ وکتابے کلانے باین صفت دیدہ شد۔ ودرآن کتاب اول ہر حدیث نام راوی ومخرج آن نیز مرقوم
وبعضے از اجلہ علمائے حدیث را تمیز میسر نہ شدہ ودرورطۂ تغلیط افتادہ اند۔ وبایں تلبیس ابلیسی پے نبردہ اند
صاحب ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ نیز ازین قبیل احادیث درکتاب خود از مجموعات فضائل خلفائے
اربعہ آوردہ ودغا خوردہ۔ لکن کسے کہ درفن حدیث امعانے دارد بایں دغل ملتبس نمے شود بجہت رکاکت
الفاظ آن موضوعات وسخافت معانی آن مخترعات وصاحب سلیقہ را درہادی نظر دریافت مے شود کہ این
ہمہ ساختہ وپرداختہ شیخ نجدی است۔ یعنے روافض کا چونتیسواں فریب یہ ہے کہ خلفائے اربعہ کے فضائل
میں ایک کتاب لکھتے ہیں۔ اوراس میں سنن مسانید ومعاجم سے اہلسنت کی احادیث صحیحہ درج کرتے ہیں
جب فضائل امیرالمومنین علی کی نوبت آتی ہے۔ تواس کے ضمن میں کچھ روایتیں خود وضع کرکے یا کتب
شیعہ سے لے کر داخل کر دیتے ہیں۔ اور بعضی نصوص صریحہ اس امر کے متعلق درج کر دیتے ہیں کہ حضرت امیرؓ
کی خلافت بلافصل حق ہے۔ جو ان کی موجودگی میں خلافت کرے وہ غاصب ہے۔ تاکہ سامع وناظر مغالطہ میں
پڑ جائے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے فضائل کے بیان کے سبب سے یقین کرے کہ اس کتاب کا مصنف پاک عقیدہ
سنی ہے۔ اور یہ کہنے لگے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی خلفائے ثلاثہ کے حق میں احادیث قادحہ موجود ہیں پس
اس طرح اس کا یقین خراب ہو جائے۔ اوراس کے دین میں رخنہ پیدا ہو جائے۔ ایک ضخیم کتاب اس طرح کی دیکھنے
میں آئی جس میں ہر ایک حدیث کے شروع میں راوی کا نام اوراس کا مخرج بھی مذکور تھا۔ بعضے اجلہ علمائے حدیث
تمیز نہ کر سکے اور مغالطہ میں پڑ گئے۔ ان کو اس تلبیس ابلیسی کا پتہ نہ لگا۔ مصنف "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" بھی
اس طرح کی حدیثیں مجموعات فضائل خلفائے اربعہ سے اپنی کتاب میں لایا ہے۔ اوراس نے فریب کھایا ہے لیکن
جو شخص فن حدیث میں نظر دقیق رکھتا ہے۔ وہ ان موضوعات کے الفاظ کی رکاکت اور معانی کی سخافت کے سبب
دھوکا نہیں کھاتا۔ صاحب سلیقہ تو بادی نظر میں تاڑ جاتا ہے کہ یہ سب ساختہ وپرداختہ شیخ نجدی کا ہے۔
انتہے۔ سیدہ امام نے بھی اسی ضخیم کتاب کا طرز اختیار کیا ہے جس کا ذکر شاہ صاحب نے کیا ہے کہ شروع
میں راوی کا نام اور اخیر میں مخرج بتایا ہے۔ چونکہ پورے اسناد سے روایت کا موضوع ہونا ثابت ہوتا تھا
اس لیے اسے پس انداز کر دیا۔ غرض پہلی اور تیسری روایت موضوع ہے۔ ان دونوں کا مضمون وہی ہے جو
احادیث موضوعہ سابقہ کا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہاں اس مضمون کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
کیا گیا تھا۔ یہاں حضرت امیرؓ کی طرف منسوب ہے۔ روایت نمبر ۲ مستدرک حاکم میں یوں منقول ہے۔ حدثنا

Marfat.com

العباس محمد بن یعقوب ثنا الحسن بن علی بن عفان العامری (وحدثنا) ابوبکر بن ابی خیثمہ
الحافظ ثنا ابراھیم بن عبداللہ العبسی (قالا) ثنا عبیداللہ بن موسیٰ ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق
عن المنہال بن عمرو عن عباد بن عبداللہ الاسدی عن علی رضی اللہ عنہ قال انی عبداللہ واخو
رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب صلیت قبل الناس بسبع سنین قبل ان
یصلی احد من ھذہ الامۃ (مستدرک۔ جزء ثالث۔ صفحہ ۱۱)۔ علامہ ذہبی اس پر اپنی تلخیص میں
یوں لکھتے ہیں۔ قلت کذا قال وھو علی شرط واحد منھما بل ولا ھو بصحیح بل حدیث باطل فتدبر
وعباد قال ابن المدینی ضعیف۔ یعنے میں کہتا ہوں۔ کہ حاکم نے کہا کہ یہ صحیحین کی شرط پر ہے۔ حالانکہ
دونوں میں سے ایک کی شرط پر ہے۔ بلکہ وہ بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث باطل ہے۔ تو اس میں تدبر کر۔ اور عباد
کو ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے۔ انتہے۔ علامہ موصوف میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔ ھذا الکذب علی علی
رضی اللہ عنہ۔ یعنے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کذب ہے۔ تہذیب التہذیب میں عباد کے ترجمہ
میں ہے۔ قال ابن الجوزی ضرب ابن حنبل علی حدیثہ عن علی انا الصدیق الاکبر وقال ھو
منکر وقال ابن حزم ھو مجہول۔ یعنے ابن جوزی کا قول ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل مارے گئے۔ کیونکہ انہوں
نے حضرت علی سے یہ روایت نقل کی کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ اور ابن جوزی نے کہا کہ وہ منکر ہے اور ابن حزم نے
کہا کہ وہ مجہول ہے۔ انتہے۔ منہال بن عمرو بھی جرح سے خالی نہیں۔ چنانچہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں
ہے۔ قال الجوزجانی سیئ المذھب۔ یعنی بقول جوزجانی منہال بدمذہب تھا۔ ابواسحاق بھی مجروح ہے۔ چنانچہ
تہذیب التہذیب میں ہے۔ قال ابو اسحٰق الجوزجانی کان قوم من اھل الکوفۃ لا نحمد مذاھبھم یعنی
التشیع ھو رؤس محدثی الکوفۃ مثل ابی اسحٰق والاعمش ومنصور وزبید وغیرھم من
اقرانہ احتملھم الناس علی صدق السنۃ ھم فی الحدیث ووقفوا عند ما ارسلوا لما خافوا ان
لا یکون مخارجھا صحیحۃ فاما ابو اسحٰق فروی عن قوم لا یعرفون ولم یتشرع عنھم عند
اھل العلم الا ما حکی ابو اسحٰق عنھم فانما روی تلک الاشیاء عنھم کان التوقف فی ذلک
اشتھی الصواب۔ ترجمہ۔ ابواسحاق جوزجانی کا قول ہے کہ اہل کوفہ کی ایک جماعت کے مذاہب جنے
تشیع قابل ستایش نہ تھے۔ وہ کوفہ کے چوٹی کے محدثین ہیں مثل ابواسحٰق اعمش ومنصور وزبید اور انکے
اقران کے۔ حدیث میں ان کی زبانوں کے صدق کے سبب لوگوں نے ان کو برداشت کیا۔ اور ارسال روایت
کے وقت توقف کیا۔ کیونکہ ان کو خدشہ ہے کہ ان روایتوں کے مخارج صحیح نہ ہوں۔ ابواسحاق کا تو یہ حال
ہے کہ اس نے غیر معروف لوگوں سے روایت کی ہے۔ کہ جن سے اہل علم کے نزدیک وہی مناسب ہوا۔ جو

Marfat.com

ابو اسحاق نے ان سے روایت کیا۔ پس جب ابو اسحاق وہ چیزیں ان سے روایت کرے تو میرے نزدیک اس میں توقف صواب ہے۔ انتہٰی۔ عبیداللہ موسیٰ بھی شیعی ہے۔ قال ابن سعد کان یتشیع ویروی احادیث فی التشیع منکرۃ وضعف بذلک عند کثیر من الناس وکان صاحب قرآن وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان یتشیع وقال یعقوب بن سفیان شیعی وان قال قائل رافضی لم انکر علیہ وھو منکر الحدیث وقال الجوزجانی وعبید اللہ بن موسیٰ اغلی واسوء مذھبا وارری للجاھلیۃ وقال الحاکم سمعت قاسم بن قاسم السیاری سمعت ابا مسلم البغدادی الحافظ یقول عبید اللہ بن موسیٰ من المتروکین ترکہ احمد للتشیعہ (تہذیب التہذیب) اس سے عبیداللہ بن موسیٰ کا شیعی بلکہ رافضی ہونا اور بوجہ تشیع متروک ہونا ظاہر ہے۔ سید امداد امام نے اس روایت کے نقل کرنے میں خیانت کی ہے اس روایت کے الفاظ تو یہ ہیں۔ لا یقولھا بعدی الا کاذب۔ یعنے حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرے بعد جو اپنے کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے۔ مگر سید صاحب یوں نقل کرتے ہیں۔ لا یقولھا ذلک غیری الا کاذب مفتر۔ اور اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کہ "سوائے میرے جو اپنے کو صدیق اکبر کہے جھوٹا مفتری ہے" ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے جو انا الصدیق الاکبر کہہ کر صدیقیت کبریٰ کو اپنی ذات میں منحصر کیا یہ بہ نسبت ان لوگوں کے ہے جو بعد میں آئے اس سے حضرت ابو بکرؓ کی صدیقیت کبریٰ کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ لفظ بعدی سے پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت مولےٰ مرتضےٰ سے پہلے بھی ایک صدیق اکبر گذرے ہیں۔ مستدرک کے علاوہ ابن ماجہ ونسائی فی الخصائص میں بھی بعدی ہی مذکور ہے۔

سید امداد امام نے اس کے بعد خطاب فاروق اعظم کے متعلق بھی تین روایتیں ریاض النضرہ وابن الخطب خوارزمی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ اور ہر ایک روایت کا صرف ایک راوی اور مخرج بیان کیا ہے۔ ان میں سے پہلی دو روایتیں یعنی روایت ابو ذر غفاری اور روایت سلمان جن میں حضرت امیرؓ کے لیئے صدیق اکبر و فاروق اعظم ہر دو خطاب کا ذکر ہے موضوع ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ تیسری روایت جس میں حضرت امیرؓ کے لیئے صرف فاروق مذکور ہے۔ بروایت ابو لیلےٰ مذکور ہے۔ یہ بھی موضوع ہے۔ (دیکھو لآلی المصنوعۃ جزء اوّل۔ صفحہ ۱۶۸ - میزان الاعتدال ترجمہ عبداللہ بن واہر) حضرت ابو بکرؓ کی صدیقیت اور حضرت عمرؓ کی فاروقیت تو حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مشہور و معروف تھی جیسا کہ ہم بحوالہ رجال کثیر صفحہ ۲۰ پہلے لکھ آئے ہیں۔ اور حضرت امام محمد باقرؒ کا صدیقیت ابو بکرؓ کو تسلیم کرنا بھی پہلے آچکا ہے۔

Marfat.com

قال السید امداد امام

خطاب "سیف اللہ" پر نظر

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا سیف اللہ المسلول علی اعدائہ (اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ)۔ ابن عباس روایت فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب ہے۔ یہ خدا کی شمشیر برہنہ ہے دشمنان خدا کے لیے۔ یہ خطاب بھی آپ سے منتقل شدہ نظر آتا ہے۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ آپ کے سوا اس خطاب کا مستحق کوئی دوسرا شخص ہو نہیں سکتا۔ واقعی یہ خطاب اسی کو زیبا ہے جو فاتح بدر و خندق و احد و خیبر و حنین ہے مصباح الظلم۔ صفحہ ۵۹ +

اقول

صاحب کشف الظنون نے بحوالہ فضائل العشرہ لکھا ہے۔ کہ شرف النبوۃ کا مصنف ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان محمد واعظ نیشاپوری خرکوشی متوفی ۴۰۷ھ ہجری ہے۔ روایت زیر بحث لآلی المصنوعہ (جزء اول صفحہ ۱۶۵) میں یوں منقول ہے۔ (الحاکم) انبأنا ابو سعید بن ابی بکر بن ابی عثمان حدثنا زکریا بن یحیی بن حویثرۃ حدثنا محمد بن نوح السعدی حدثنا عمرو بن الازہر العتکی عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اعطف علی ابن عمی علیّ فاتاہ جبریل فقال أولیس قد فعل بک ربک قد عضدک بابن عمک علی وھو سیف اللہ علی اعدائہ وبابی بکر الصدیق وھو رحمۃ اللہ فی عبادہ وعمر الفاروق فاعدھم وزراء وشاورھم فی امرک وقاتل بھم عدوک ولا یزال دینک قائما حتی یثلبہ رجل من بنی امیۃ۔ عمرو بن الازہر ثقۃ و زکریا قال ابن معین رجل سوء یستاھل ان یحفر لہ بئر فیلقی فیھا والا لیس نسبۃ ھذا الحدیث

ترجمہ (حاکم) خبر دی ہم کو ابو سعید بن ابی بکر بن ابی عثمان نے کہ حدیث کی ہم سے زکریا بن یحیی بن حویثرہ نے کہ حدیث کی ہم سے محمد بن نوح سعدی نے کہ حدیث کی ہم سے عمرو بن ازہر عتکی نے ابن جریج سے۔ اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے کہ پکارا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ یا اللہ میرے چچیرے بھائی علیؓ

Marfat.com

کو مجھ پر مہربان کردے۔ پس حضرت جبرئیل نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کیا آپ کے پروردگار نے آپ سے یہ احسان نہیں کیا۔ اس ذات پاک نے آپ کی مدد کی آپ کے چچیرے بھائی علی کے ساتھ جو دشمنان خدا کے لئے شمشیر خدا ہیں۔ اور ابو بکر صدیق کے ساتھ جو بندگان خدا میں رحمت خدا ہیں۔ اور عمر فاروق کے ساتھ۔ پس اب ان تینوں کو وزیر سمجھیے۔ اور اپنے کام میں ان سے مشورہ لیجئے۔ اور ان کو ساتھ لے کر اپنے دشمن سے جنگ کیجئے۔ آپ کا دین قایم رہے گا یہاں تک کہ بنو امیہ میں سے ایک شخص اس میں رخنہ ڈال دے گا۔ عمرو بن ازہر حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور نہ کریا بقول ابن معین برا شخص ہے۔ اور اس لائق ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں پھینک دیا جائے۔ اور انسب یہ ہے کہ یہ حدیث اس کی طرف منسوب کی جائے۔ انتہٰی۔ لسان المیزان میں عمرو بن ازہر کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ابن معین کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ کذب سے متہم ہے۔ امام نسائی وغیرہ کا قول ہے۔ کہ وہ متروک ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ دولابی کا قول ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ زکریا کی نسبت ابن معین کا قول مذکور ہو چکا ہے۔ امام نسائی اور دارقطنی کا قول ہے۔ کہ زکریا متروک ہے۔ (میزان الاعتدال) علاوہ ازیں زکریا بن یحییٰ کسائی شیعی بلکہ رافضی ہے۔ چنانچہ لسان المیزان میں ہے۔ اشعث ابن عم الحسن بن صالح بن حی روی عن مسعر شیعی جلد تکلم فیہ۔ قال العقیلی لیس ممن یضبط الحدیث۔ حدثنا محمد بن عثمان ثنا زکریا بن یحییٰ الکسائی ثنا یحییٰ بن سالم ثنا اشعث ابن عم الحسن بن صالح ثنا مسعر عن عطیۃ العوفی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً مکتوب علی باب الجنۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی قبل خلق السموات بالفی سنۃ۔ انتہٰی۔ وبقیۃ کلام العقیلی ولیس زکریا بن یحییٰ ویحییٰ بن سالم بدون اشعث فی ھذا المذھب۔ ترجمہ۔ اشعث ابن عم الحسن بن صالح بن حی نے مسعر سے روایت کی ہے۔ اشعث دلیر شیعی ہے جو مجروح ہے۔ عقیلی نے کہا۔ کہ وہ حدیث کے ضبط رکھنے والوں میں سے نہیں۔ ہم سے حدیث کی محمد بن عثمان نے کہ حدیث کی ہم سے زکریا بن یحییٰ کسائی نے کہ حدیث کی ہم سے یحییٰ بن سالم نے۔ کہ حدیث کی ہم سے اشعث ابن عم الحسن بن صالح نے کہ حدیث کی ہم سے مسعر نے عطیہ عوفی سے۔ اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً۔ کہ بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آسمانوں کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے علی کے ساتھ حضرت محمد کی مدد کی۔ انتہٰی۔ اور عقیلی کا باقی کلام یہ ہے۔ کہ زکریا بن یحییٰ اور یحییٰ بن سالم اشعث سے کم نہیں۔ انتہٰی۔ لسان المیزان میں علی بن قاسم کندی کے ترجمہ میں ہے۔ وقال ابن عدی فی حدیث اورد ہ فی ترجمۃ المعلی بن عرفان عن ابی یعلی عن زکریا بن یحییٰ الکسائی عن علی

Marfat.com

القاسم عنہ عن ابی وائل عن ابن مسعود فی ذکر علی، رواۃ ھذا الحدیث متھمون المعلی وعلی و زکریا کلھم غلاۃ فی التشیع - یعنے ابن عدی یہ حدیث معلی بن عرفان کے ترجمہ میں لایا ہے۔ کہ روایت کی ابو یعلی نے زکریا بن یحیی کسائی سے اس نے علی بن قاسم سے اس نے معلی بن عرفان سے۔ اس نے ابو وائل سے۔ اس نے ابن مسعود سے دربارۂ فضیلت علیؑ۔ ابن عدی کا قول ہے۔ کہ اس حدیث کے راوی متہم ہیں معلی بن عرفان اور علی بن قاسم اور زکریا بن یحیی سب کے سب غالی شیعی ہیں۔ [illegible] ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے۔ واما قولہ قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی سیف اللہ وسھم اللہ فھذا الحدیث لا یعرف فی شیء من کتب الحدیث [illegible] ومعناہ باطل فان علیا لیس ھو وحدہ سیف اللہ وسھمہ [illegible] الحصر وکذلک ما نقل عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال علی المنبر انا سیف اللہ [illegible] ولا یعرف لہ اسناد ولا یعرف لہ صحۃ لکن ان کان قالہ فمعناہ صحیح [illegible] قال اللہ تعالیٰ فیھم اشداء علی الکفار رحماء بینھم [illegible] وکل من المھاجرین المجاھدین کان سیف اللہ [illegible] ولا یجوز ان یرید انی انا وحدی سیف اللہ وانا وحدی رحمۃ علی اولیاء اللہ [illegible] الکذب الذی یجب تنزیہ علی ان یقولہ وان ارید انہ فی ذلک اکمل من غیرہ فالحصر للکمال فھذا صحیح فی زمنہ والا فمن المعلوم ان عمر کان قھرہ للکفار اعظم وانتفاع المومنین بہ اعظم (منہاج السنہ جزء ثانی صفحہ ۲۲۸)۔ ترجمہ۔ رہا شیخ الرفضہ علی کا قول کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت امیرؑ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ علیؑ شمشیر خدا و تیر خدا ہیں۔ سو یہ حدیث کتب حدیث میں سے کسی میں معروف نہیں۔ اور نہ اس کا اسناد معروف ہے۔ اور اس کے معنے باطل ہیں۔ کیونکہ علیؑ اکیلے شمشیر خدا و تیر خدا نہیں اور اس عبارت کا ظاہر اسی کا مقتضی ہے۔ اسی طرح یہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ آپ نے [illegible] فرمایا کہ میں دشمنان خدا کے لیئے شمشیر خدا اور دوستان خدا کے لیئے رحمت خدا ہوں۔ اس کا بھی [illegible] اور نہ اس کی صحت معلوم ہے۔ لیکن اگر حضرت امیرؑ نے ایسا فرمایا۔ تو اس کے معنے صحیح [illegible] اللہ حضرت امیرؑ اور دیگر صحابہ کرام کے درمیان مشترک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ان کے حق میں فرماتا ہے اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ مہاجرین مجاہدین سے ہر ایک دشمنان خدا کے لیئے شمشیر خدا اور دوستان خدا کے لیئے رحمت تھا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کہ میں ہی شمشیر خدا اور میں ہی دوستان خدا کے لیئے رحمت ہوں۔ کیونکہ یہ تو جھوٹ ہے [illegible]

Marfat.com

حضرت علی کی تنزیہ واجب ہے۔ اور اگر یہ مراد ہو کہ حضرت امیر اس میں اوروں سے اکمل ہیں اور یہ حصر کمال کے لیئے ہے۔ تو یہ حضرت امیرؓ کے زمانہ میں صحیح ہے۔ ورنہ معلوم ہے کہ حضرت امیرؓ کی نسبت حضرت عمرؓ کا غلبہ کفار پہ بزرگتر اور مومنوں کا انتفاع آپ سے بزرگتر تھا۔ انتہے۔ حضرت خالدؓ کی نسبت منہاج السنہ میں یوں لکھا ہے۔ اما تسمیة خالد بسیف اللہ فلیس هو مختصا به بل هو سیف من سیوف اللہ سله اللہ علی المشرکین هکذا جاء فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیه وسلم هو اول من سماه بهذا الاسم کما ثبت فی صحیح البخاری۔ ترجمہ۔ رہا حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کہنا۔ سو وہ خالدؓ سے مختص نہیں۔ بلکہ خالدؓ شمشیر ہائے خدا میں سے ایک شمشیر ہیں جو خدا نے مشرکین پر کھینچی ہے۔ اسی طرح حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے ہیں جنہوں نے خالدؓ کا یہ نام رکھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے۔ انتہے ۔

قال السید امداد امام

آخر میں میں خطاب صدیقہ کا ذکر کرتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ یہ خطاب خاص حضرت سیدہ خاتون جنت علیہا الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ مگر یہ بھی مثل خطاب ہائے بالا کے مختص آپ کی ذات پاک کے ساتھ نہیں رکھا گیا۔ وہ حدیث جس کی رو سے آپ مستحق اس خطاب بزرگ کی ہیں یہ ہیں۔ عن ابی الحمراء قال قال النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم یا علی اوتیت ثلاثا لا یوتی احد ولا انا اوتیت صهرا مثلی ولم اوت انا مثلی واوتیت صدیقة مثل بنتی ولم اوت مثلها واوتیت الحسن والحسین من صلبك ولم اوت من صلبی مثلهما ولانتما منی وانا منکما۔ (اخرجہ الدیلمی)۔ یعنے ابو حمرا روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ تجھ کو تین ایسی باتیں عطا ہوئی ہیں کہ کسی کو حتی کہ مجھکو بھی نہیں ملی ہیں۔ تجھ کو خسر مجھ سا ملا ہے۔ اور مجھ کو مجھ سا نہیں ملا۔ تجھ کو صدیقہ میری بیٹی جیسی ملی ہے۔ مجھ کو ویسی نہیں ملی۔ تجھ کو حسن وحسین نیری صلب سے عطا ہوئے ہیں۔ مگر مجھ کو ان جیسے نہیں ملے۔ حق یہ ہے کہ تم مجھ سے ہو۔ اور میں تم سے ہوں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ رسول اللہؐ کی کوئی بی بی حتی کہ حضرت خدیجہ بھی حضرت خاتون جنت کے برابر نہ تھیں۔ ایسی صورت میں صدیقہ کے خطاب کا استحقاق دنیا کی کسی بی بی کو نہیں ہو سکتا۔ مصباح الظلم صفحہ ۵۹ - ۶۰ -

Marfat.com

اقول

یہ بے سروپا روایت بھی مثل روایات سابقہ کے موضوع ہے۔ اسی واسطے اس کا اسناد نقل نہیں کیا گیا روافض ایسی روایتوں سے حضرت علیؑ کو معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت دینا چاہتے ہیں۔ ہم پہلے بحوالہ صدوق اس قسم کی ایک روایت نقل کر چکے ہیں جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان باتوں میں علیؑ میرے ساتھ شریک ہیں۔ اور تین ایسی ہیں کہ میں ان میں علیؑ کے ساتھ شریک نہیں۔ یعنے جو شجاعت علیؑ کو ملی مجھے نہیں ملی۔ علیؑ کو فاطمہ زہراء بطور زوجہ ملی۔ مجھے ویسی نہیں ملی۔ علیؑ کو حسنؑ و حسینؑ دو بیٹے ہے۔ مجھے ان کی مثل نہیں ملے۔ روایت صدوق میں حضرت زہراء کے لیئے لقب صدیقہ مذکور نہیں۔ اگر بفرض محال روایت دیلمی کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو بھی اوتیت صدیقۃ مثل بنتی سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ لقب صدیقہ حضرت خاتون جنت کے ساتھ مختص ہے۔ اور دنیا میں کوئی بی بی اس کا استحقاق نہیں رکھتی۔ کیونکہ صدیقہ نکرہ مصرح ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت زہراء ایک صدیقہ ہیں نہ یہ کہ دنیا بھر میں کوئی اور صدیقہ نہیں۔ دیکھئے قرآن کریم میں حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے۔ پس اس حدیث میں حضرت زہراء کی صدیقیت حضرت مریمؑ یا حضرت عائشہؓ کی صدیقیت کے منافی نہیں۔ اسی طرح ملہار سے مثلہا میں کلام ہے کہ بنت النبیؐ ہونے کی فضیلت کے لحاظ سے ازواج مطہرات میں سے کوئی بی بی حضرت زہراء کی مثل نہیں۔ نظر بر اختصار مسئلہ تفضیل کی بحث کو یہاں پس انداز کیا جاتا ہے۔

قال السید امداد امام

پانچویں مثال تنقیص شان آل محمدؐ کی درج ذیل ہوتی ہے۔

تنقیص شان آل محمدؐ کی عقد حضرت ام کلثوم کے ذکر سے

اس جگہ مجھے ایک ایسے امر سے بحث کرنا ہے جو میرے لیئے اور ہر صاحب شرم و حیا کے لیئے ایک بڑا بھاری سوہان روح کا ہے۔ ناچار بضرورت تصنیف میں اس کا اعادہ کرتا ہوں۔ گو روح اس کے اعادہ سے لاکھوں کوس بھاگتی ہے۔ خیر۔ جاننا چاہیئے کہ ام کلثوم حضرت علیؑ کی بیٹی بطن حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم سے تھیں۔ اس معصومہ کی نسبت علمائے اہلسنت نیز بعض علمائے شیعہ عبرت خیز اور وحشت انگیز مضامین حوالہ قلم کرتے ہیں۔ راقم کو دونوں فرقہ کی تحقیق سے اختلاف ہے جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ کتاب اسعاف الراغبین میں درج ہے کہ صحیح یہ ہے کہ استدعائے عقد کی حضرت عمر نے درباب عقد ام کلثوم بنت فاطمہ کے حضرت علیؑ سے مگر حضرت علیؑ نے حیلہ کیا اور دختر کی کم سنی کا عذر پیش کیا۔ حضرت علیؑ کی نیت میں تھا کہ اس معصومہ کو حضرت جعفر طیار کے بیٹے سے بیاہ دیں۔ مگر حضرت عمر نے بہت منت و سماجت کی اور منبر پر جاکر بہ اعلان بیان کیا کہ میری منت علیؑ سے صرف اس غرض سے ہے۔ کہ قرابتمندان جدی و رحمی و دامادی پر رسول اللہ ص کے آتش جہنم حرام ہے۔ پس ام کلثوم کو بطرز عروس آراستہ کرکے حضرت علیؑ نے حضرت عمر کے پاس بھیج دیا۔ جب حضرت خلیفہ نے اس معصومہ کو دیکھا۔ تو اسے اپنی گود میں بٹھلایا اور اس کا بوسہ لیا۔ اور اس کی رعایت کی۔ اور جب وہ معصومہ کھڑی ہوئی تب تھام لیا اس کی ران کو اور کہا کہ باپ سے کہنا کہ ہم راضی ہیں۔ اور جب اس معصومہ نے باپ سے سب ماجرا بیان کیا۔ تب نکاح پڑھوا دیا حضرت علیؑ نے۔ اور پیدا ہوئے اس معصومہ سے زید ابن عمر۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ بوسہ لینا اور سینہ سے لگانا اکرام اور تعظیم کی بنا پر عمل میں لایا گیا تھا۔ اور یہ اس سبب سے کہ وہ معصومہ صغیر سن تھیں۔ اور حد بلوغ کو نہیں پہنچی تھیں۔ ابن صباغ کہتے ہیں کہ یہ ماجرا ۱۷ھ کا ہے۔ اور اس سنہ کے ذیقعدہ میں حضرت عمر اس معصومہ کو اپنے تصرف میں لائے اور دین مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا تھا۔ مورخ ابوالفدا اور صاحب سیرت المحمدیہ نے بھی حضرت عمر کے اس عقد کے مضمون کو لکھا ہے۔ اسی طرح بعض شیعہ علماء بھی اس عقد کے وقوع سے اقرار کرتے ہیں۔ بلکہ مشرح طور پر اپنی اپنی تصنیف میں اس حیرت خیز واقعہ کو جگہ دیتے گئے ہیں۔ جیسا [illegible] الشیعہ مصنفہ شیخ احمد اردبیلی کے صفحہ ۸۶ میں مندرج ہے۔ اور بھی قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب [illegible] استغاثہ پر حوالہ کرکے حوالہ قلم کیا ہے۔ میں یہاں حدیقۃ الشیعہ کی تحریر پر اکتفا کرتے ہوں [illegible] (ترجمہ) حضرت عمر نے حضرت عباس کو حضرت علی کی خدمت میں خواستگاری ام کلثوم کی بنا پر بھیجا۔ حضرت علی نے انکار کیا۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عباس سے کہا۔ کہ علیؑ ہم سے ننگ رکھتے ہیں۔ بخدا میں ان کے قتل میں کوشش کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے حضرت علی کو اس کی خبر کرائی۔ حضرت علی نے اسے سنکر فرمایا کہ قتل کیا جانا اور ہے۔ اور بیٹی دینا اور ہے۔ میں ہرگز انہیں بیٹی نہ دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ تم جمعہ کے دن مسجد میں حاضر ہونا تاکہ جو کچھ وہاں گذرے اسے تم سن سکو۔ حضرت عباس روز [illegible] مسجد میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر کو بعد خطبہ کے یہ کہتے سنا۔ کہ ایھا الناس۔ اصحاب رسول اللہ میں ایک [illegible] ہے۔ مگر اس کے اس فعل کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ تم سب ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے [illegible] سے شور اٹھا کہ امیر المومنین کو گواہ کی حاجت نہیں ہے۔ اگر حکم دیا جائے تو ہم اس زانی کو قتل کر

Marfat.com

ڈالیں۔ اس کے بعد حضرت عمر منبر سے اتر آئے۔ اور حضرت عباس سے فرمانے لگے کہ اگر علیؑ مجھے بیٹی نہیں دینگے تو جو کچھ ہم ابھی کہہ چکے ہیں۔ ویسا ہی کریں گے۔ حضرت عباس یہ سن کر حضرت علی کے پاس آئے۔ اور حقیقت حال بیان کی۔ حضرت علیؑ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ آپ کے کہنے کے پہلے ہم اس کو جان چکے تھے۔ مگر ہم بیٹی نہ دیں گے۔ حضرت عباس نے کہا۔ کہ عمر ایک شخص بے شرم اور ستیزہ کار ہے۔ اگر آپ بیٹی نہ دیجئے گا۔ ہم بضرورت اس لڑکی کو حضرت عمر کو دے دیں گے۔ اور یہ اس غرض سے کہ حضومت دور ہو جائے۔ ہم یہی سمجھیں گے۔ کہ یہ بیٹی کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی پس حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا۔ کہ اگر علی کو بیٹی دینے سے انکار ہے تو ہمیں انکار نہیں ہے اس کے بعد حضرت عمر نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا کہ عباس علی کے چچا ہیں۔ وہ وکالتاً علی کی بیٹی مجھے دیتے ہیں۔ یہ روایت فرقہ شیعہ کی ہے۔ عموماً ہم اس تصنیف میں شیعوں کی کسی کتاب سے سند نہیں لیتے ہیں۔ حضرات ناظرین اس روایت کو جس نظر سے دیکھیں دیکھیں۔ مجھے یہاں پر اس کی نسبت اظہار رائے کی ضرورت نہیں ہے المختصر فریقین کی کتابوں میں یہ قصہ حضرت ام کلثوم کے عقد کا دیکھا جاتا ہے۔ مگر راقم کی دانست میں حضرت عمر کا عقد حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ کے ساتھ ہرگز ظہور میں نہیں آیا۔ اس لیئے کہ حسب قول ابن صباغ اس معصومہ کا عقد حضرت عمر کے ساتھ ۱۷ھ میں انجام پایا۔ اس وقت وہ معصومہ ضرور ہے۔ کہ بہت صغیر سن ہوں۔ اگر کم عمر نہ ہوتیں۔ تو حسب قول ابن حجر حضرت عمر قبل از نکاح اس معصومہ کا بوسہ کیوں کر لے سکتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر وہی ابن صباغ لکھتے ہیں۔ کہ اس سال کے ذیقعدہ میں حضرت عمر اس معصومہ کے متصرف ہوئے۔ بلاشبہ اس قدر کم سن لڑکی کے ساتھ ہم بستر ہونا ایک امر تمام تر خلاف عقل ہے۔ ظاہرا راقم کو یہ سب باتیں بے سروپا معلوم ہوتی ہیں۔ راقم کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے ام کلثوم بنت ابابکر کے ساتھ عقد کیا تھا۔ اس ام کلثوم کے ماں حضرت علی کے نکاح میں آئی تھیں۔ اور اس رو سے حضرت علیؑ کی دختر ربیبہ تھیں۔ مصباح الظلم صفحہ ۶۱ - ۶۲ +

اَقولُ

مصنف نے صرف حدیقۃ الشیعہ کی روایت نقل کی ہے۔ بغرض احقاق حق ہم ذیل میں اور حوالے بھی درج کرتے ہیں:-

(۱) شیعہ کا رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ ہجری) فروع کافی (مطبوعہ نولکشور مجلد ثانی صفحہ ۱۴۱) میں نکاح زیر بحث کو بالاسناد یوں ثابت کرتا ہے۔ باب فی تزویج ام کلثوم۔ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم وحماد عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غصبناہ۔ ترجمہ۔ باب در بیان نکاح ام کلثوم۔ حدیث بیان کی

Marfat.com

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے۔ اس نے ابن ابی عمیر سے۔ اس نے ہشام بن سالم اور حماد سے۔ ان دونوں نے زرارہ سے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے نکاح ام کلثوم کے بارے میں فرمایا۔ کہ "تحقیق وہ ایک فرج ہے۔ جو ہم سے چھینی گئی" انتہے۔

(۳)۔ فروع کافی کے باب مذکور میں کلینی نے دوسری حدیث یوں نقل کی ہے۔ محمد بن ابی عمیر عن ھشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیر المومنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ مالی ابی باس فقال وما ذلک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعورن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتھا ولاقیمن علیہ شاھدین بانہ سرق ولاقطعن یمینہ فاتاہ العباس فاخبرہ وسالہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی محمد بن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جب اس (عمرؓ) نے خواستگاری کی اس (علیؑ) سے۔ تو امیر المومنینؑ نے جواب دیا۔ کہ وہ (ام کلثوم) صغیر سن ہے۔ راوی کا قول ہے کہ پس وہ (عمرؓ) عباسؓ سے ملے۔ اور ان سے کہا۔ مجھے کیا ہے۔ کیا میرے ساتھ ڈر ہے۔ پس عباسؓ بولے۔ وہ معاملہ کیا ہے۔ کہا (عمرؓ نے) کہ میں نے تیرے بھتیجے (علیؑ) سے خواستگاری کی۔ سو اس نے مجھ سے انکار کر دیا۔ دیکھ اللہ کی قسم میں زمزم کو ضرور لے لوں گا۔ اور تمہارے واسطے کوئی ایسی بزرگی نہ چھوڑوں گا جسے برباد نہ کر دوں اور میں البتہ اس (علیؑ) پر دو گواہ قائم کروں گا۔ کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور میں ضرور اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دوں گا۔ یہ سن کر عباسؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان کو اس بات کی خبر دی۔ اور ان سے درخواست کی۔ کہ اس معاملہ کو میرے سپرد کر دیجئے۔ پس علی علیہ السلام نے یہ معاملہ عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ انتہے۔

(۴)۔ کلینی نے فروع کافی میں دوسری جگہ (مجلد ثانی۔ صفحہ ۳۱۱) اس معاملہ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ باب المتوفی عنہا زوجہا المدخول بہا این تعتد وما یجب علیہا حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن سنان ومعاویۃ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالتہ عن المرأۃ المتوفی عنہا زوجہا تعتد فی بیتہا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیا صلوات اللہ علیہ لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ۔ ترجمہ۔ باب ہے بیچ بیان مدخولہ عورت کے جس کا خاوند مر جائے۔ کہ وہ کہاں عدت گذارے۔ اور اس پر کیا واجب ہے۔ حدیث بیان کی حمید بن زیاد نے ابن سماعہ سے۔ اس نے محمد بن زیاد سے۔ اس نے عبد اللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار سے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ جس عورت کا خاوند مر جائے۔ وہ عدت اپنے گھر میں

Marfat.com

گذارے یا جہاں چاہے۔ امام نے جواب دیا۔ بلکہ جہاں چاہے۔ کیونکہ جب عمرؓ نے وفات پائی۔ تو علی صلوات اللہ علیہ ام کلثوم کے پاس آئے اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ انتہیٰ۔

(۴) کلینی نے باب المتوفی عنہا زوجہا کے تحت میں دوسری حدیث یوں نقل کی ہے۔ محمد بن یحییٰ وغیرہ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن ھشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ توفی عنہا زوجہا این تعتد فی بیت زوجہا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ وغیرہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے۔ اس نے حسین بن سعید سے۔ اس نے نضر بن سوید سے۔ اس نے ہشام بن سالم سے۔ اس نے سلیمان بن خالد سے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ جس عورت کا خاوند مر جائے۔ وہ عدت کہاں گذارے۔ اپنے خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے۔ امام نے جواب دیا۔ بلکہ جہاں چاہے۔ پھر فرمایا کہ جب عمرؓ نے وفات پائی۔ تو علی صلوات اللہ علیہ ام کلثوم کے پاس آئے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ انتہیٰ۔

(۵)۔ اصول کافی میں بھی آسمانی وصیت نامہ کے ذکر میں جو ائمہ اثنا عشر کے لئے دستور العمل تھا۔ نکاح ام کلثوم کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ روایت امام موسیٰ کاظم میں یہ الفاظ ہیں۔ وکان فیما اشترط علیہ النبی ص بامر جبرئیل علیہ السلام فیما امر اللہ عز وجل ان قال لہ یا علی تفئ بما فیہا من موالاۃ من والی اللہ ورسولہ والبراءۃ والعداوۃ لمن عاد اللہ ورسولہ والبراءۃ منہم علی الصبر منک علی کظم الغیظ وعلی ذھاب حقک وغصب خمسک وانتہاک حرمتک فقال نعم یا رسول اللہ فقال امیر المومنین علیہ السلام والذی خلق الحبۃ وبرئ النسمۃ لقد سمعت جبرئیل علیہ السلام یقول للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ یا محمد عرفہ انہ تنتہک الحرمۃ وھی حرمۃ اللہ وحرمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وعلی ان تخضب لحیتہ من راسہ بدم عبیط قال امیر المومنین علیہ السلام فصعقت حین فہمت الکلمۃ من الامین جبرئیل علیہ السلام حتی سقطت علی وجہی وقلت نعم قبلت ورضیت وان انتہکت الحرمۃ وعطلت السنن وضیق الکتاب وھدمت الکعبۃ وخضبت لحیتی من راسی بدم عبیط صابرا [illegible] (اصول کافی [illegible] نولکشور صفحہ ۱۷۳)۔ اس عبارت کا فارسی ترجمہ ملا خلیل قزوینی نے یوں کیا ہے۔ و بود از جملہ آنچہ شرط کرد بر علی علیہ السلام نبی صلے اللہ علیہ وآلہ بامر جبرئیل علیہ السلام در چیزہائے کہ امر کردہ بود اللہ عز وجل این کہ گفت

Marfat.com

ادرا اے علیؑ وفاے کنی بآنچہ در وصیت نامہ است۔ آن دوستی کسے است کہ دوست داشتہ اللہ تعالےٰ و رسول اورا و نیز آن دشمنی برائے جمعے است کہ دشمن داشتہ اللہ تعالےٰ و رسول اورا و نیز آن برارت برنہج صبر است از تو برفرو بردن خشم و برر فتن حق خلافت تو و غصب خمس تو و دریدن پردہ تو اشارت است بداماد ئ عمرؓ پس گفت آرے اے رسول اللہ۔ پس گفت امیر المومنین علیہ السلام در مجلس دیگر قسم بآن خدائے کہ شگافت حبہ را و خلق کرد آدمی را کہ ہر آئینہ شنیدم از جبرئیل کہ برائے تکرار آنچہ رسولؐ گفتہ بمن در باب پردہ دری مے گفت نبی را صلے اللہ علیہ و آلہ۔ اے محمد بشناسان اورا کہ دریدہ مے شود پردہ۔ و آن پردۂ اللہ تعالےٰ است و پردۂ رسول اوست صلے اللہ علیہ و آلہ۔ و آن بالائے آن است کہ رنگ کردہ شود محاسن او از جانب سرش بخون خالص باین معنی کہ مخلوط بمادہ مرض کہ برائے دفع آن قصد مے کنند نباشد بلکہ از زخم شمشیر و مانند آن باشد۔ درین کلام اشارت است باین کہ عار مشکل تر است از کشتہ شدن چنانچہ منقول است کہ امام حسین علیہ السلام در کربلا گفت القتل اولےٰ من العار و العار اولیٰ من دخول النار۔ گفت امیر المومنینؑ۔ پس بغایت مضطرب شدم وقتے کہ فکر کردم و فہمیدم آن سخن را از امین الٰہی جبرئیل علیہ السلام کہ مراد شکستن عہد نیست بلکہ مراد غصب دختر من است کہ بزور خواہند گرفت اشارت است بغصب عمر ام کلثوم فاطمہ علیہا السلام را تا آنکہ افتادم بر روئے خود۔ گفتم آرے قبول کردم و راضی شدم ہر چند کہ دریدہ شود پردہ و معطل شود طریقہائے خدا و رسولؐ و پارہ پارہ کردہ شود احکام قرآن و خراب کردہ شود کعبہ و رنگ کردہ شود محاسن من از جانب سر من بخون خالص برحالے کہ صبر کنندہ باشم حساب آن را بقیامت انداز ندہ باشم ہمیشہ تا وقتیکہ وارد شوم بر تو تا روز مرگ یا در روز قیامت انتہےٰ۔ (صافی شرح اصول کافی مطبوعہ نول کشور۔ کتاب الحجہ۔ جز رسوم۔ صفحہ ۲۸۱۔۲۸۲)۔ ترجمہ عبارت فارسی۔ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ نے حسب امر جبرئیل علیہ السلام بحکم اللہ عزوجل جو کچھ علی علیہ السلام پر شرط کیا تھا۔ منجملہ اس کے یہ تھا کہ آپ نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ جو کچھ وصیت نامہ میں ہے۔ تم اس کو پورا کرنا۔ یعنے دوستی اس کی جس نے اللہ و رسولؐ کو دوست رکھا اور دشمنی و بیزاری اس سے جس نے اللہ و رسولؐ سے دشمنی کی۔ اور نیز وہ بیزاری بطریق صبر ہوگی تمہاری طرف سے غصہ کے ضبط کرنے پر اور اپنے حق خلافت کے جاتا رہنے اور اپنے خمس کے چھن جانے اور اپنی پردہ دری پر۔ یہ اشارہ ہے داماد ئ عمرؓ کی طرف۔ پس علیؑ نے کہا۔ ہاں اے رسول اللہ۔ امیر علیہ السلام نے دوسری مجلس میں کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور آدمی کو پیدا کیا بے شک میں نے جبرئیل علیہ السلام کو سنا کہ جو کچھ رسول اللہ نے پردہ دری کے بارے میں مجھ سے فرمایا اس کے تکرار کے لیئے وہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ سے یوں عرض کر رہے تھے۔ اے محمدؐ۔ اسے (علیؑ کو) آگاہ کر دیجیئے کہ پردہ دری ہوگی۔ اور وہ پردہ اللہ کا ہے۔ اور پردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کا ہے۔ اور وہ پردہ دری بڑھ کر ہوگی اس سے کہ اس کی ڈاڑھی سر کی طرف سے خالص خون

Marfat.com

...ں جاتے ہیں جنکے کہ غلبہ جناوہ مرض ہوگی جس کے دفعیہ کا قصد کیا کرتے ہیں۔ بلکہ شمشیر وغیرہ کے زخم ...سے (شدید تر) ہوگی۔ اس کلام میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عار مشکل ہے بہ نسبت قتل کیا جانے کے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام حسینؑ نے کربلا میں فرمایا۔ القتل اولی من ہذا العار والعار اولی من دخول النار امیرالمومنین نے کہا۔ پس میں نہایت پریشان ہوا جس وقت میں نے امین خدا جبرئیل علیہ السلام کی اس بات کو سوچا اور سمجھا۔ کہ اس سے مراد عار شکنی نہیں بلکہ مراد میری بیٹی کا غصب ہے۔ جسے وہ زبردستی لے جائیں گے یہ اشارہ ہے کہ عمر ام کلثوم بنت فاطمہؑ کو زبردستی چھین لیں گے۔ یہاں تک کہ میں منہ کے بل گر پڑا اور کہا کہ ہاں میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوگیا خواہ میری پردہ دری ہو اور خدا اور رسول کے طریقے معطل ہو جائیں۔ اور احکام قرآن پارہ پارہ ہو جائیں۔ اور کعبہ منہدم ہو جائے۔ اور میری ڈاڑھی سر کی طرف سے خالص خون سے رنگی جائے درآنحالے کہ میں ہمیشہ صبر کرتا رہوں گا۔ اور اس کا حساب قیامت پر چھوڑوں گا یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آؤں یعنے روز مرگ تک یا قیامت کے دن انتہے۔

(۶) شیعہ کا شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) اپنی کتاب تہذیب الاحکام (مطبوعہ ایران۔ کتاب الطلاق۔ باب عدۃ النساء صفحہ ۲۳۸) میں یوں ذکر کرتا ہے۔ روی محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبداللہ بن سنان ومعاویۃ بن عمار عن ابی عبداللہ قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنہا زوجہا تعتد فی بیتہا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ۔ یہ وہی روایت نمبر ۳ ہے جو فروع کافی سے اوپر نقل ہو چکی ہے۔

(۷)۔ حدیث نمبر ۶ کے بعد تہذیب الاحکام میں یہ حدیث مذکور ہے۔ روی الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن ہشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبداللہ عن امرأۃ توفی عنہا زوجہا این تعتد فی بیت زوجہا او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدہا فانطلق بہا الی بیتہ۔ یہ وہی روایت نمبر ۳ ہے جو فروع کافی سے اوپر مذکور ہے۔

(۸) شیخ الطائفہ طوسی کتاب الابصار (مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ۔ مجلد ثانی۔ صفحہ ۱۸۵)۔ میں حدیث نمبر ۳ کو اسی اسناد کے ساتھ یوں ذکر کرتا ہے۔ باب المتوفی عنہا زوجہا ہل یجوز لہا ان تبیت من منزلہا او لا محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبداللہ بن سنان ومعاویۃ بن عمار عن ابی عبداللہ قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنہا زوجہا

Marfat.com

تعتد فی بیتها او حیث شاءت قال بل حیث شاءت ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فاخذ بها الی بیته۔ ترجمہ۔ باب ہے بیچ بیان اس عورت کے جس کا خاوند مر جائے کیا اس کے لیئے جائز ہے کہ اپنے گھر سے باہر رات گذارے یا نہ۔ حدیث بیان کی محمد بن یعقوب نے حمید بن زیاد سے۔ اس نے ابن سماعہ سے

(۹)۔ حدیث نمبر ۸ کے بعد کتاب الابصار میں یہ حدیث ہے۔ الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمن بن خالد قال سألت ابا عبد الله علیه السلام عن امرأة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاءت ثم قال ان علیا علیه السلام لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته۔ یہ وہی روایت نمبر ۸ ہے جو بحوالہ تہذیب الاحکام اوپر مذکور ہے۔

(۱۰) تہذیب الاحکام (جلد ثانی۔ کتاب المیراث۔ باب میراث الغرقی والمهدوم علیهم فی وقت واحد صفحہ ۳۸۰) میں اس مبحث کے متعلق ایک اور حدیث یہ ہے۔ محمد بن احمد بن یحیی عن جعفر بن محمد القمی عن القداح عن جعفر عن ابیه قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة لا یدری ایهما هلك قبل فلم یورث احدهما من الآخر وصلی علیهما جمیعا۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی محمد بن احمد بن یحیی نے جعفر بن محمد قمی سے اس نے قداح سے۔ اس نے امام جعفر صادق سے۔ امام نے اپنے باپ امام محمد باقر سے کہ فرمایا امام محمد باقر نے۔ کہ ام کلثوم بنت علی ام کلثوم کا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا۔ پس ایک دوسرے کا وارث قرار نہ دیا گیا۔ اور دونوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی گئی۔ انتہے۔

(۱۱)۔ شیعہ کا بڑا مجتہد مرتضے علم الہدے (متوفی ۴۳۶ھ ہجری)۔ اس نکاح کا اعتراف بدیں الفاظ کرتا ہے۔ فاما انکاحه علیه السلام ایاهم فقد ذکرنا فی کتابنا الشافی الجواب عن هذا الباب مشروحا وبینا انه ما اجاب عمر الی انکاح بنته علیها السلام الا بعد توعد وتهدد ومراجعة ومنازعة وکلام طویل ماثور اشفق معه من شروف الحال وظهور ما لا یزال یخفیه منها وان العباس رحمة الله علیه لما رأی ان الامر یفضی الی الوحشة ووقوع الفرقة سأله رد امرها الیه ففعل فزوجها منه وما یجری علی هذا الوجه معلوم انه علی اختیار ولا ایثار وبینا فی الکتاب الذی ذکرناه انه لا یمتنع ان یبیح الشرع ان یناکح بالاکراه من لا یجوز مناکحته مع الاختیار لاسیما اذا کان المنکح مظهرا للاسلام والتمسك بسائر الشریعة (تنزیه الانبیاء مطبوعہ ایران

[illegible] (متوفی ۳۰۶ھ) نے بنت حضرت علیہ السلام کا نکاح کر دیا ان کے ساتھ۔ جو ہم نے اپنی کتاب شافی میں اس بات کا مفصل جواب دیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ حضرت امیرؑ نے اپنی بیٹی علیہا السلام کا عقد عمرؓ کے ساتھ قبول نہیں کیا۔ مگر بعد اس کے کہ عمرؓ نے تشدد کی دھمکی دی۔ اور ڈرایا۔ اور بار بار درخواست کی اور جھگڑا کیا اور طویل کلام کی۔ اور معہذا حضرت امیرؑ ڈرے۔ کہ حال خراب ہو جائے گا۔ اور وہ امر ظاہر ہو جائے گا۔ جسے آپ اس سے چھپاتے رہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ عباس رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ اس سے وحشت اور وقوع فرقت کی نوبت پہنچ جائے گی۔ تو آپ نے حضرت امیرؑ سے التماس کی کہ ام کلثوم کا معاملہ میرے حوالہ کر دیجئے۔ حضرت امیرؑ نے ایسا ہی کیا۔ پس عباسؓ نے ام کلثوم کا عقد عمرؓ کے ساتھ کر دیا۔ معلوم ہے۔ کہ اس طرح کا عقد نہ اختیار سے ہوا نہ ایثار سے اور ہم نے شافی میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ محال نہیں۔ کہ شریعت اکراہ کی حالت میں اس شخص کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دے جس کے ساتھ حالت اختیار میں ناجائز ہے خصوصاً جب کہ ناکح اسلام اور تمام شریعت کی پابندی ظاہر کرے انتہٰی۔

(۱۲) شیعہ کا قطب راوندی (متوفی ۵۷۳ھ) اس نکاح کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ روایت پیش کرتا ہے

[illegible] عن ابی بصیر عن جذعان بن نصر قال حدثنا ابو عبد اللہ [illegible] بن ابی [illegible] قال حدثنا محمد بن حمزۃ بن اسمٰعیل عن ابی عبد اللہ الزبیری عن عمر بن اذینہ قال قیل لابی عبد اللہ ان الناس یحتجون علینا ویقولون ان امیر المومنین تزوج فلانا ابنۃ ام کلثوم وکان متکئا فجلس وقال یقولون ذلک کایهتدون الی سواء السبیل۔ سبحان اللہ ما کان امیر المومنین لیقدر ان یحول بینه و بینها فیتخذها کنبرا ولم یکن ما قالوا وان فلانا خطب الی علی ابنۃ ام کلثوم فابی علیہ فقال العباس واللہ لئن لم یزوجنی لانزعن منک السقایۃ وزمزم فاتی العباس علیا وکلمہ فابی علیہ فاتی الرجل العباس فاخبر العباس علیہ فلما رأی امیر المومنین مشقۃ کلام الرجل علی العباس وانہ سینزعہ بالسقایۃ ما قال فارسل امیر المومنین وطلب جنیۃ من اهل نجران یهودیۃ یقال لها سحیقۃ بنت جریرۃ فامرها فتمثلت فی مثال ام کلثوم وحجبت الاخبار عن ام کلثوم وبعث بها الی الرجل فلم تزل عنده حتی انه استراب بها یوما فقال ما فی الارض اهل بیت اشحر من اهل بیتک هذا ام کلثوم فابی علی فقال العباس واللہ لئن لم یظهر ذلک للناس فقتل وحرمت الجنیۃ المیراث وانصرفت الی نجران فاظهرت امیر المومنین ام کلثوم (کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۲۶) ترجمہ (بحذف اسناد) حضرت امام جعفر صادق سے عرض کیا گیا کہ لوگ ہم پر حجت لاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ امیر المومنین نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد فلاں شخص (عمرؓ) کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت امام تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ یہ سن کر

Marfat.com

سیدھے ہو بیٹھے، اور فرمانے لگے کہ کیا لوگ ایسا کہتے ہیں۔ تحقیق وہ لوگ جو ایسا گمان کرتے ہیں راہ حق کی ہدایت نہیں پاتے۔ سبحان اللہ کیا امیر المومنینؑ میں اتنی قدرت نہ تھی کہ اس شخص اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اور بیٹی کو بچا لیتے وہ جھوٹے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں وقوع میں نہیں آیا بے شک اس شخص نے علیؑ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی مگر علیؑ نے انکار کر دیا۔ پس اس نے عباس سے کہا خدا کی قسم اگر علی اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ نہ کریں گے تو میں تم سے سقایت حاج اور زمزم چھین لوں گا۔ یہ سن کر عباس علی کے پاس آئے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ مگر علی نے انکار کر دیا۔ پس عمرؓ نے عباس پر اصرار کیا۔ اور عباس نے علی پر اصرار کیا۔ جب امیر المومنینؑ نے دیکھا۔ کہ عمر کا کلام عباسؓ پر شاق ہے اور عمرؓ جیسا کہ کہتے ہیں سقایت چھین لیں گے۔ تو آپ نے اہل نجران میں سے ایک جنیہ یہودیہ کو بلایا جس کا نام سحیقہ بنت جریر یہ تھا۔ حضرت امیر کے حکم سے وہ جنیہ بشکل ام کلثوم متشکل ہو گئی۔ اور ام کلثوم نظروں سے چھپا دی گئی۔ سحیقہ کو عمرؓ کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ ان کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کو اس کے بارے میں شک پیدا ہوا۔ اور کہا کہ روئے زمین پر کوئی خاندان بنو ہاشم سے زیادہ جادوگر نہیں۔ پھر انہوں نے چاہا کہ یہ معاملہ لوگوں سے ظاہر کر دیں۔ مگر شہید کر دئے گئے۔ اور وہ جنیہ میراث لے کر نجران کو چلی گئی۔ پس امیر المومنین نے ام کلثوم ظاہر کر دی انتہٰی۔

(۱۳۴) شیعہ کا عالم ربانی کامل صدائی محقق مدقق۔ فقیہ محدث، عابد، زاہد، تقی، نقی، غواص بحار الاخبار ناشر آثار ائمہ اطہار فخر المحققین سند المدققین علامۃ العصر فرید الدہر محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی (متوفی ۵۸۸ھ ہجری) کتاب مناقب میں یوں رقم طراز ہے۔ فولد من فاطمۃ علیہا السلام الحسن والحسین والمحسن سقط وزینب الکبریٰ وام کلثوم الکبریٰ تزوجہا عمر وذکر ابو محمد النوبختی فی کتاب الامامۃ ان ام کلثوم کانت صغیرۃ ومات عمر قبل ان یدخل بہا وانہ خلف علی ام کلثوم بعد عمر عون بن جعفر ثم محمد بن جعفر ثم عبد اللہ بن جعفر (مناقب آل ابی طالب مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۳ھ جلد ثالث صفحہ ۱۶۲)۔ ترجمہ۔ پس پیدا ہوئے فاطمہ علیہا السلام کے بطن مبارک سے حسن اور حسین اور محسن سقط اور زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ جس کے ساتھ عمرؓ نے نکاح کیا۔ اور ابو محمد نوبختی نے کتاب الامامت میں ذکر کیا ہے۔ کہ ام کلثوم صغیر سن تھی کہ عمرؓ نے ان سے ہم بستر ہونے سے پہلے وفات پائی۔ عمرؓ کے بعد وہ عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں بعد ازاں محمد بن جعفر کے۔ پھر عبداللہ بن جعفر کے عقد میں آئیں۔ انتہٰی۔ علامہ ابن شہر آشوب دوسری جگہ (مناقب۔ مجلد ثانی صفحہ ۱۴۴) اولاد علیؑ کے شرف کے ذکر میں لکھتا ہے۔ اجتمعن عند ابن الخ

Marfat.com

فی خطبۃ ام کلثوم اجتہاداً وروی فی ذلک اخبار۔ یعنے عمر بن الخطاب نے ام کلثوم کی خواستگاری میں بہت کوشش کی اور اس بارے میں احادیث مروی ہیں۔ انتہے۔

(۱۴) شیعہ کا عالم عامل، ادیب کامل، ناشر اخبار ائمہ ابرار، محی مناقب حیدر کرار، علی بن عیسیٰ اربلی اپنی مشہور کتاب کشف الغمہ میں جو ۶۸۷ھ کی تصنیف ہے۔ اس نکاح کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے ولو کانوا کغیرھم لما قال عمر حین طلب مصاھرۃ علی انی سمعت رسول اللہ ص یقول کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۹۴ھ صفحہ ۱۰)۔ ترجمہ۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اوروں جیسے ہوتے۔ تو عمرؓ علیؑ کی دامادی طلب کرتے وقت یوں نہ کہتے کہ میں نے رسول اللہ ص کو سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن میرے سبب ونسب کے سوا تمام سبب ونسب منقطع ہوں گے۔ انتہے۔

(۱۵) شیعہ کا فخر المحققین زین المجتہدین شہید ثانی یعنی زین الدین بن علی بن احمد عاملی کتاب شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام کی شرح مسالک الافہام میں جس کی تصنیف سے وہ بروز چہارشنبہ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۹۶۳ھ میں فارغ ہوا۔ ماتن کے قول ویجوز نکاح الحرۃ العبد والعربیۃ العجمی والھاشمیۃ غیر الھاشمی وبالعکس کے تحت میں یوں لکھتا ہے۔ وزوج النبی ص ابنتہ عثمان وزوج ابنتہ زینب بابی العاص بن الربیع ولیسا من بنی ھاشم وکذلک زوج علی ابنتہ ام کلثوم من عمر وتزوج عبد اللہ بن عمرو بن عثمان فاطمۃ بنت الحسین وتزوج مصعب بن الزبیر اختہا سکینۃ وکلھم من غیر بنی ھاشم واوضع نسبا (مسالک الافہام مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۸۲ھ جلد اول۔ کتاب النکاح)۔ ترجمہ۔ اور نبی ص نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمان کے ساتھ کر دیا۔ اور اپنی بیٹی زینب کا عقد ابو العاص بن ربیع کے ساتھ کر دیا۔ اور عثمان اور ابو العاص دونوں بنو ہاشم میں سے نہیں۔ اسی طرح علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد عمر کے ساتھ کر دیا۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ بنت حسینؑ کے ساتھ اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ کی بہن سکینہ کے ساتھ نکاح کیا۔ اور یہ سب بنو ہاشم میں سے نہیں۔ اور نسب میں ادنے درجے کے ہیں۔ انتہے۔

(۱۶) شیعہ کا شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری (متوفی ۱۰۱۹ھ) اپنی مشہور کتاب مجالس المومنین میں جو ۹۸۶ھ میں تصنیف ہوئی ترجمہ عباس بن عبد المطلب ہاشمی کے ضمن میں اس نکاح کا ذکر یوں کرتا ہے۔ در کتاب خلاصہ وغیر آن مسطور است کہ چون عمر ابن الخطاب جہت ترویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم بحضرت امیر نمود و آن حضرت جہت اقامت حجج مکرراً اظہار ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود

Marfat.com

طلبید و سوگند خورده گفت که اگر علی را بدامادی من راضی نمے سازی آنچه در دفع او ممکن باشد خواهم کرد
و منصب سقایت حج و زمزم را از تو خواهم گرفت. عباس ملاحظه نمود که اگر این نسبت واقع نشود آن فظ غلیظ
مرتکب چنان امر ناصواب خواهد شد. از حضرت امیر التماس و الحاح نمود که ولایت نکاح آن مطهره مظلومه را
باو تفویض نماید. چون مبالغه عباس در آن باب از حد گذشت. آن حضرت از روئے اکراه ساکت شدند
تا آنکه عباس از پیش خود ارتکاب تزویج او نمود و جهت اطفاء نائره فتنه او را بآن منافق ظاهر الاسلام عقد فرمود
ظاهرا بواسطه این وکالت فضولی و امثال آن حضرت امیر علیه و آله الصلوٰة والسلام عباس را مانند دیگر یاران فدائی
خود راسخ در محبت و اخلاص نمے دانست (مجالس المومنین مطبوعه ایران صفحه ۷۸). ترجمه. جب عمر بن الخطاب
نے اپنی خلافت فاسده کے رائج کرنے کے لیئے حضرت امیرؑ کی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ نکاح کرنے کا قصد کیا. اور
حضرت نے حجتوں کے قائم کرنے کے لیئے کئی بار انکار ظاہر کیا. تو عمرؓ نے عباس رضؓ کو اپنے پاس بلایا. اور قسم
کھائی کہ اگر تم علیؑ کو میری دامادی پر راضی نہ کرو گے. میں اس کے دفع کرنے میں جو ممکن ہو گا کروں گا.
اور تم سے منصب سقایت حج و زمزم چھین لوں گا. عباسؓ نے خیال کیا کہ اگر یہ نکاح وقوع میں نہ آیا تو
وہ سخت تو سخت دل ایسے ناجائز امر کا مرتکب ہو گا. اس لیئے حضرت امیرؑ سے التماس و اصرار کیا. کہ اس مطہرہ مظلومہ
کی ولایت مجھے تفویض فرماویں. جب عباسؓ کا مبالغہ اس بارے میں حد سے بڑھ گیا تو حضرت امیر از روئے
اکراہ کے خاموش ہو گئے. یہاں تک کہ عباسؓ نے اپنی طرف سے ام کلثوم کے نکاح کا ارتکاب کیا. اور فتنہ کی
آگ بجھانے کے لیئے اس مطہرہ کا عقد اس منافق ظاہر الاسلام کے ساتھ کر دیا. بظاہر اس وکالت فضولی اور
ایسے ہی دیگر امور کے سبب حضرت امیر علیہ و آلہ الصلوٰة والسلام عباس کو اپنے دوسرے جان نثار یاروں
کی مانند محبت و اخلاص میں راسخ نہ جانتے تھے. انتہیٰ.

(۱۷) مجالس المومنین صفحہ ۸۳ میں محمد بن جعفر طیار کے ترجمہ میں ہے. محمد بن جعفر بعد از فوت عمر
بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین علیہ و آلہ الصلوٰة والسلام مشرف گشتہ و ام کلثوم را
با عدم کفایت از روئے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود. یعنے محمد بن جعفر عمر بن خطاب کی وفات کے بعد
حضرت امیر المومنین علیہ و آلہ الصلوٰة والسلام کی دامادی سے مشرف ہوئے. اور ام کلثوم کو جو باوجود
کفاءت کے از روئے اکراہ عمرؓ کے عقد میں تھی اپنے نکاح میں لائے. انتہیٰ.

(۱۸) مجالس المومنین صفحہ ۸۷ میں ہے. امیر المومنین بعد از وفات حضرت سید المرسلین در سائر
خود تاسی بآن حضرت مے نمود و اقتدا بوصایائے او مے فرمود. و ہر آزارے کہ حضرت از قوم دید باو نیز ہمان
رسید تا اگر او در بہادی حال لکم دینکم ولی دین فرمود این نیز ترک ریاست قوم بے دین نمود و اگر

Marfat.com

در اوائل بدہ صحابی قناعت کرد۔ این نیز در عنفوان حال بسلمان و ابوذر و دوازدہ صحابی اکتفا فرمود۔ واگر او بوقت عجز بغار فرار نمود۔ این بوقت عجز و منع در خانہ بروے خود فراز کرد۔ واگر او از مکہ بمدینہ آمد۔ این از مدینہ بکوفہ آمد۔ اگر خانۂ مکہ او را کہ مہبط ملک بود بقہر گرفتند۔ باغ مدینہ این را کہ مسمی بفدک بود غصب کردند۔ اگر مصطفےٰ در اول صلح کرد۔ مرتضےٰ نیز در اول اصلاح نمود۔ واگر نبی دختر بعثمان داد۔ ولی دختر بعمر فرستاد۔ واگر پیغمبر در آخر قتال کرد بقول خدا تعالےٰ کہ اقتلوا المشرکین۔ حیدر نیز در آخر قتال کرد بقول رسول لعلی کہ یا علی انک تقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین۔ اگر آن در وقت فتح مکہ در خانہ مغصوب نزول نفرمود۔ این در ایام خلافت تصرف در باغ مغصوب خود ننمود۔ اگر امام صلح کرد از رسول آموخت۔ اگر جنگ کرد از و دید اگر در صفین ظفر نیافت۔ او در حنین ظفر نیافت۔ ترجمہ۔ حضرت سید المرسلین کی وفات کے بعد امیر المومنین اپنے تمام معاملات میں حضرت کا اقتدا کرتے تھے۔ اور آپ کی وصیتوں پر عمل پیرا تھے۔ جو تکلیف حضرت کو اپنی قوم سے پہنچی۔ وہی امیر کو بھی پہنچی۔ یہاں تک کہ اگر حضرت اوائل حال میں لکم دینکم ولی دین فرماتے تھے۔ امیرؑ نے بھی قوم بے دین کی ریاست ترک دی۔ اگر حضرتؐ نے ابتدا میں دس صحابی پر قناعت کی۔ امیرؑ نے بھی اوائل حال میں سلمان و ابوذر اور بارہ اصحاب پر اکتفا کیا۔ اگر حضرتؐ عاجزی کے وقت بھاگ کر غار میں جا چھپے۔ امیرؑ نے بوقت عجز و منع گھر کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ اگر حضرتؐ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ امیرؑ مدینہ سے کوفہ چلے آئے۔ اگر حضرتؐ کے مخالفین نے مکہ میں آپ کے دولت خانہ کو جو مہبط جبرئیلؑ تھا۔ غلبہ سے لے لیا۔ مخالفین امیرؑ نے مدینہ میں آپ کے باغ فدک کو غصب کر لیا۔ اگر مصطفےٰؐ نے شروع میں صلح کر لی۔ مرتضےٰ نے بھی شروع میں صلح کی۔ اگر نبیؐ نے بیٹی عثمان کو دی۔ ولیؑ نے بیٹی عمر کے پاس بھیجی۔ اگر پیغمبرؐ نے اخیر میں ارشاد باری تعالےٰ اقتلوا المشرکین پر عمل کیا۔ حیدرؑ نے بھی اخیر میں قتال کیا۔ حسب ارشاد نبویؐ یا علیؑ انک تقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین۔ حضرتؐ نے فتح مکہ کے وقت اپنے مغصوب گھر میں نزول نہ فرمایا امیرؑ نے اپنے عہد خلافت میں اپنے مغصوب باغ میں تصرف نہ کیا۔ اگر امام نے صلح کی۔ تو پیغمبرؐ سے سیکھی۔ اگر جنگ کیا۔ تو پیغمبرؐ کا اقتدا کیا۔ اگر امام نے صفین میں فتح نہ پائی۔ پیغمبرؐ نے حنین میں فتح نہ پائی۔ انتہےٰ۔

(۱۹)۔ مجالس المومنین صفحہ ۱۸۸ میں ترجمہ ابوالحسن علی بن اسمٰعیل بن شعیب میں یوں مذکور ہے۔ دیگر پرسید چرا آن حضرت دختر خود را بعمر بن الخطاب داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین مے نمود بزبان و اقرار بفضل حضرت امیر مے کرد۔ و در آن باب اصلاح غلاظت و فظاظت او نیز منظور بود و این معاملہ دشوار تر از آن نبود کہ حضرت لوط پیغمبرؑ عرض دختران خود بر قوم کافر مے نمود۔ و بمضمون آیت کریمہ ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید زبان مبارک مے کشود۔

Marfat.com

ترجمہ۔ پھر اس شخص نے ابوالحسن سے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے اپنی بیٹی عمر ابن الخطاب کے نکاح میں کیوں دی؟ ابوالحسن نے جواب دیا کہ اس واسطے دی کہ عمر اپنی زبان سے اظہار شہادتین کرتے تھے۔ اور حضرت امیرؑ کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس معاملہ میں عمرؓ کی غلاظت وفظاظت کی اصلاح بھی مدنظر تھی۔ اور یہ معاملہ اس سے زیادہ مشکل نہ تھا کہ حضرت لوطؑ اپنی بیٹیاں قوم کافر پر پیش کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے ھولاء بناتی ھن اطھر لکم الآیہ۔ انتھی

(۲۰) شیعہ کا مشہور محدث سید نعمت اللہ جزائری اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں جس کی تصنیف وہ ۲۲ ماہ رمضان ۱۰۸۹ھ میں فارغ ہوا۔ اس نکاح کے متعلق یوں لکھتا ہے۔ واما الاشکال فی تزویج علیؑ ام کلثوم لعمر بن الخطاب وقت تخلفہ لانہ قد ظھرت منہ المناکیر وارتد عن الدین ارتدادا اعظم من ارتد حتی انہ قد وردت فی روایات الخاصۃ ان الشیطان یغل بسبعین غلا من حدید جھنم ویساق الی المحشر فینظر ویری رجلا امامہ تقودہ ملائکۃ العذاب وفی عنقہ مائۃ وعشرون غلا من اغلال جھنم فیدنو الشیطان الیہ فیقول الشیطان ما فعل الشقی حتی زاد علی فی العذاب وانا اغویت الخلق واوردتھم موارد الھلاک فیقول عمر للشیطان ما فعلت شیئا سوی انی غصبت خلافۃ علی بن ابی طالب والظاھر انہ قد استقل سبب شقاوتہ و مزید عذابہ ولم یعلم ان کل ما وقع فی الدنیا الی یوم القیامۃ من الکفر والنفاق واستیلاء اھل الجور والظلم انما ھو من فعلتہ ھذہ وسیاتی لھذا مزید تحقیق ان شاء اللہ تعالی فاذا ارتد علی ھذا النحو من الارتداد فکیف ساغ فی الشریعۃ مناکحتہ وقد حرم اللہ تعالی انکاح اھل الکفر والارتداد واتفق علیہ علماء الخاصۃ فنقول قد تفصی الاصحاب رضی اللہ عنھم عن ھذا بوجھین عامی وخاصی۔ اما الاول فقد استفاض فی اخبارھم عن الصادق علیہ السلام لما سئل عن ھذہ المناکحۃ فقال انہ اول فرج غصبناہ وتفصیلہ ان الخلافۃ کانت اعز علی امیر المومنین من الاولاد والبنات والازواج والاموال وذلک لان بھا انتظام الدین واتمام السنۃ ورفع الجور واحیاء الحق وموت الباطل وجمیع فوائد الدنیا والآخرۃ فاذا لم یقدر علی الدفع عن مثل ھذا الامر الجلیل الذی لا یتمکن من الدفع عنہ زمن معاویۃ بذل علیہ الارواح وسفک فیہ المھج حتی انہ قتل لاجلہ ستین الفا فی معرکۃ صفین وقتل من عسکرہ عشرون الفا وواقعۃ الطفوف اشھر من ان تذکر فاذا قبلنا منہ العذر فی ترک ھذا الامر الجلیل وقد کان معذورا کما سیاتی الکلام فیہ عند ذکر اسباب تقاعدہ عن الخلافۃ

Marfat.com

من الثلاثة ان شاء الله تعالى والتقية باب فتحه الله سبحانه وتعالى للعباد وامرهم بارتكابه
والزمهم به كما اوجب عليهم الصلاة والصيام حتى انه ورد عن الائمة الطاهرين عليهم السلام
انه لا دين لمن لا تقية له فهل عذر يقبل عذره في مثل هذا الامر الجزئي وذلك انه قد روى الكليني عن ابن
ابي عمير عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله ع قال لما خطب اليه قال له امير المومنين ع انها صبية
قال فلقي العباس فقال له ما لي ابى باس قال وما ذاك قال خطبت الي ابن اخيك فردني اما
والله لا عورن زمزم ولا ادع لكم مكرمة الا هدمتها ولا قيمن عليه شاهدين بانه سرق
ولا قطعن يمينه فاتاه العباس فاخبره وسأله ان يجعل الامر اليه فجعله اليه واما الشبهة
الواردة على هذا وهي انه يلزم ان يكون عمر زانيا في ذلك النكاح وهو مما لا يقبله العقل
بالنظر الى ام كلثوم فالجواب عنها من وجهين احدهما ان ام كلثوم لا حرج عليها في مثله
لا ظاهرا ولا واقعا وهو ظاهر واما هو فليس بزان في الحقيقة ربي ظاهرا الشريعة لانه دخول
ترتب على عقد باذن الولي الشرعي واما في الواقع ونفس الامر فعليه عذاب الزاني بل عذاب
كل اهل المساوي والقبائح الثاني ان الحال لما ال الى ما ذكرناه من التقية فيجوز ان يكون
قد رضي بتلك المناكحة رفعا للشر له في سلك غير الوطي المباح واما الثاني وهو الوجه الخاص
فقد رواه السيد العالم بهاء الدين علي بن عبد الحميد الحسيني النجفي في المجلد الاول من
كتابه المسمى بالانوار المضيئة عن الشيخ السعيد محمد بن محمد بن النعمان المفيد ره
رفعه الى عمر بن اذينة قال قلت لابي عبد الله ان الناس يحجون علينا ان امير المومنين
زوج فلانا ابنته ام كلثوم وكان متكئا فجلس فقال اتقبلون ان عليا انكح فلانا ابنته ان
تويا يزعمون ذلك ما يهتدون الى سواء السبيل ولا الرشاد ثم صفق ع بيده وقال سبحان
الله اما كان امير المومنين يقدر ان يحول بينه وبينها كذبوا لم يكن ما قالوا ان فلانا خطب
الى امير المومنين ابنته ام كلثوم فابى فقال للعباس والله لئن لم يزوجني لاخرجن من ملكه فلما يئس
من مزمزم فاتى العباس عليا فكلمه فابى فاتى العباس فلما رأى امير المومنين مشية كلام
الرجل على العباس وانه سيفعل معه مما قال ارسل الى جنية من احد نجران يهودية يقال
لها سحيقة بنت حريرية فامرها فتمثلت مثال ام كلثوم وجعلت الابصار عن ام كلثوم
فبعثها الى الرجل فلم تزل عنده حتى انه استراب بها يوما فقال ما لي الارض اهلا
من السحر من بني هاشم ثم اراد ان يظهر للناس فقتل ثم اخذت الميراث وانصرفت

Marfat.com

الی نجران واظہرا میر المومنین علیہ ام کلثوم۔ اقول وعلی ھذا انحدیث اوّل فرجہ غصبناً وحملہ علی التقیۃ او الاتقاء من عوام الشیعۃ کما لا یخفی۔ ترجمہ۔ حضرت علیؓ نے جو ام کلثوم کا نکاح عمرؓ کے ساتھ کر دیا اس میں اشکال ہے۔ کیونکہ عمرؓ سے افعال شنیعہ ظہور میں آئے۔ اور دین سے ان کا ارتداد تمام مرتدین کے ارتداد سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ شیعہ کی روایات میں وارد ہے۔ کہ شیطان کے گلے میں دوزخ کے لوہے کے ستر طوق ہوں گے۔ اور محشر کی طرف لیجایا جائے گا۔ وہ اپنے آگے ایک شخص کو دیکھے گا کہ عذاب کے فرشتے اسے لیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے ایک سو بیس طوق اس کے گلے میں ہیں شیطان اس کے نزدیک ہو کر کہے گا۔ کہ اس بدبخت نے کیا کیا۔ کہ مجھ سے بھی زیادہ عذاب میں گرفتار ہے حالانکہ میں نے خلقت کو گمراہ کیا اور ان کو ہلاک کی جگہوں میں داخل کیا۔ عمرؓ شیطان سے کہیں گے کہ میں نے سوا اس کے کچھ نہیں کیا کہ علی بن ابی طالب کی خلافت چھین لی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ عمرؓ نے اپنی شقاوت اور مزید عذاب کے سبب کو خفیف خیال کیا۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ دنیا میں کفر و نفاق و غلبہ اہل جور و ظلم جو قیامت تک وقوع میں آیا وہ اس کے اس کام کے سبب سے ہے۔ اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ آئیگی جب عمرؓ کا ارتداد اس قسم کا ہے تو شریعت میں اس کے ساتھ نکاح کس طرح جائز ہے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے کافروں اور مرتدوں کے ساتھ نکاح حرام کر دیا ہے۔ اور اس پر علمائے شیعہ کا اتفاق ہے۔ ہم جواب میں کہتے ہیں۔ کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس اشکال سے دو وجہ سے رہائی پائی ہے۔ ایک وجہ عامی اور دوسری خاصی ہے۔ وجہ عامی یہ ہے۔ کہ اخبار شیعہ میں یہ خبر مستفیض ہے۔ کہ جب امام صادقؑ سے اس تزویج کی نسبت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ پہلی فرج ہے۔ جو ہم سے چھینی گئی اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ خلافت حضرت امیرؑ کے نزدیک اولاد و بنات و ازواج و اموال سے عزیز تھی اس لیئے۔ کہ خلافت سے انتظام دین اور اتمام سنت اور رفع جور اور احیاء حق اور موت باطل اور دین و دنیا کے تمام فوائد حاصل ہیں پس جب آپ ایسے امر جلیل سے مدافعت نہ کر سکے۔ اور معاویہ کے زمانہ میں اس کی جانیں قربان کیں۔ اور خون بہائے۔ یہاں تک کہ اسی خلافت کی خاطر معرکہ صفین میں ستر ہزار کو قتل کیا اور آپ کے لشکر میں سے بیس ہزار قتل ہوئے۔ اور واقعہ طوف تو محتاج بیان نہیں جس صورت میں ہم اس امر جلیل کے ترک میں حضرت امیر کا عذر قبول کرتے ہیں۔ اور آپ معذور تھے۔ جیسا کہ انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ جب ہم خلفائے ثلاثہ کے عہد میں حضرتؑ کے لڑائی نہ کرنے کے اسباب ذکر کریں گے اور تقیہ کا باب ہے۔ جو اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لیئے کھول دیا ہے۔ اور ان کو اس کے اختیار کا حکم دیا ہے۔ اور اسے ان پر لازم کر دیا ہے۔ جیسا کہ نماز و روزہ واجب کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے۔ کہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ اس لیئے حضرت امیرؑ کا عذر اس امر جنگی میں مقبول ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کلینی نے ابن ابی عمیر سے اس نے ہشام بن سالم سے روایت کی کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ جب عمرؓ نے علیؑ سے خواستگاری کی۔ تو امیر المومنین نے جواب دیا۔ کہ ام کلثوم صغیر السن ہے۔ راوی کا قول ہے۔ کہ پس عمرؓ عباسؓ سے ملے۔ اور ان سے کہا۔ مجھے کیا ہے۔ کیا میرے ساتھ ڈر ہے عباسؓ بولے کہ وہ بات کیا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ کہ میں نے تیرے بھتیجے سے خواستگاری کی۔ اس نے مجھے رد کر دیا۔ دیکھ اللہ کی قسم میں زمزم لے لوں گا۔ اور تمہارے واسطے کوئی بزرگی نہ چھوڑوں گا۔ جسے برباد نہ کر دوں۔ اور میں اس (علیؑ) پر دو گواہ قائم کروں گا۔ کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور اس کا ذایاں ہاتھ ضرور کاٹ دوں گا پس عباسؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان کو خبر دی اور التماس کی کہ آپ اس معاملہ کو میرے سپرد کر دیں۔ پس علیؑ نے یہ معاملہ عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے۔ کہ اس نکاح میں عمرؓ کا ثانی ہونا لازم آتا ہے۔ جسے عقل نظر برام کلثوم قبول نہیں کرتی۔ اس شبہ کا جواب دو وجہ سے ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ ظاہر ہے کہ اس سے ام کلثوم پر نہ ظاہر میں نہ واقع میں کوئی حرج ہے۔ رہے عمرؓ سو وہ حقیقت میں اور ظاہر شریعت میں زانی نہیں۔ کیونکہ ان کا دخول شرعی ولی کی اجازت سے عقد پر مترتب ہے۔ مگر واقع میں اور نفس الامر میں ان پر زانی کا بلکہ تمام اہل مساوی و قبائح کا عذاب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ جب معاملہ تقیہ تک پہنچ گیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ تو جائز ہے۔ کہ حضرت امیرؑ اس متاکحت پر راضی ہو گئے ہوں۔ تاکہ یہ وحی غیر مباح نہ ٹھہرے۔ وجہ خاصی یہ ہے۔ کہ عالم سید بہاؤ الدین علی بن عبدالحمید حسینی نجفی نے اپنی کتاب انوار مضیہ کی مجلد اول میں شیخ سعید محمد بن محمد بن نعمان مفید رہ (متوفی ۴۱۳ھ) سے روایت کی ہے۔ اور اسناد کو عمر بن اذینہ تک پہنچایا ہے۔ کہ عمر مذکور کا قول ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کی کہ لوگ ہم پر حجت لاتے ہیں۔ کہ امیر المومنین نے اپنی بیٹی ام کلثوم فلاں شخص سے بیاہ دی۔ اس وقت امام تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سن کر سیدھے ہو بیٹھے اور فرمانے لگے۔ کیا تم مانتے ہو کہ علیؑ نے اپنی بیٹی فلاں شخص سے بیاہ دی۔ وہ لوگ جو ایسا گمان کرتے ہیں مسلک حق و رشاد سے دور ہیں۔ پھر امام نے ہاتھ سے تالی بجائی اور فرمایا سبحان اللہ کیا امیر المومنین میں قدرت نہ تھی کہ اس شخص اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ وہ لوگ دروغ گو ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں وقوع میں نہیں آیا۔ بے شک عمرؓ نے امیر المومنین سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ مگر علیؑ نے انکار کر دیا۔ پس عمرؓ نے عباسؓ سے کہا۔ اللہ کی قسم اگر وہ اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ نہ کرے گا میں تجھ سے شکایت حاج اور زمزم ضرور چھین لوں گا۔ یہ سن کر عباسؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ علیؑ نے انکار کر دیا۔ پس عباسؓ نے اصرار کیا۔ جب امیر المومنین نے دیکھا کہ عمرؓ کا کلام عباسؓ پر شاق

Marfat.com

ہے عمرؓ جو کچھ کہتے ہیں عباس کے ساتھ کر گذریں گے۔ تو آپ نے اہل نجران میں سے ایک جنیہ یہودیہ کو بلایا جس کا نام سیحقہ بنت حریریہ تھا۔ حضرت امیرؑ کے حکم سے وہ جنیہ بشکل ام کلثوم متشکل ہوگئی۔ اور ام کلثوم نظروں سے غائب کردی گئی۔ آپ نے اس جنیہ کو عمرؓ کے پاس بھیجا۔ وہ ان کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کو اس کے بارے میں شک پیدا ہوگیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ روئے زمین پر کوئی خاندان بنو ہاشم سے زیادہ جادوگر نہیں۔ پھر آپ نے چاہا۔ کہ یہ بات لوگوں سے ظاہر کردیں۔ مگر شہید کردئے گئے۔ بعدازاں وہ جنیہ میراث لے کر نجران واپس چلی گئی۔ اور امیرالمومنینؑ نے ام کلثوم کو ظاہر کردیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس صورت میں حدیث اوّل فرج غصبناہ تقیہ پر یا عوام شیعہ سے انتظار پر محمول ہوگی۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ انتہے۔

(۲۱) شیعہ کا عمدۃ المجتہدین آخوند ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی (متوفی ۱۱۱۱ھ) تذکرۃ الآئمہ میں یوں لکھتا ہے۔ ام کلثوم را بجبر و تعدی عمرؓ بعقد خود در آورد بمہر چار ہزار دینار طلا۔ و او را فرستاد و او چہار سالہ بود چون او را بر دامن خود نشانید ام کلثوم دست انداخت و ریش عمرؓ را گرفت و سیلی بر روئے او زد۔ عمر را بد آمد۔ گفت این از حمیت بنی ہاشم است۔ فاضل ہندی در کتاب خود چنین ایراد نمودہ۔ و بعضے گویند ام کلثوم کبرے است کہ در ہر شب جنیہ بفرمودہ حضرت امیرالمومنین در پہلوئے عمرؓ مے خوابید و ام کلثوم تنہا مے خوابید بعینہ این مثل حکایت آسیہ زن فرعون است (تذکرۃ الائمہ قلمی نسخہ۔ پشت ورق ۳۹)۔ ترجمہ۔ عمرؓ جبر و تعدی سے ام کلثوم کو بعوض مہر چار ہزار دینار طلا اپنے نکاح میں لائے۔ حضرت امیرؑ نے ام کلثوم کو بھیجا اور وہ چار سال کی تھی جب عمرؓ نے اس کو اپنے دامن پر بٹھایا۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ اور اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ عمرؓ کو برا معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ یہ بنو ہاشم کی حمیت سے ہے۔ فاضل ہندی نے اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ وہ ام کلثوم کبریٰ تھی۔ جو ہر رات تنہا سوتی تھی۔ اور ایک جنیہ حضرت امیرالمومنینؑ کے حکم سے عمرؓ کے پہلو میں سویا کرتی تھی۔ یہ قصہ بعینہ فرعون کی بیوی آسیہ کی حکایت کی مثل ہے۔ انتہے۔

فاضل ہندی سے ملا باقر کی مراد غالباً ملک العلماء قاضی شہاب الدین جونپوری ہیں۔ جن کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ آئے گا۔

(۲۲) شیعہ کے عالم عارف سید محمد باقر موسوی نے فتح علی شاہ قاجار (متوفی ۱۲۵۰ھ) کے عہد میں ایک ضخیم کتاب بحر الجواہر لکھی۔ جس میں اس نکاح کے متعلق روایت ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اور روایت راوندی درج کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ بطرق صحیحہ روایت شدہ کہ چون مبالغہ عباس از حد گذشت۔ آن حضرت جنیہ از اہل نجران را طلبیدہ کہ نام او سیحقہ بنت جہیرہ بود۔ پس چون آن جنیہ بخدمت آن حضرت رسید

Marfat.com

گرمود بشکل ام کلثوم درآمد و بعد ازان او را بخانۂ عمر فرستاد و ہرگاہ عمر مے خواست کہ با او مقاربت کند متمکن نمیشد
و درین حالت حیران بود و مے گفت در روئے زمین من اہل بیتے از قوم بنی ہاشم ساحر تر و مکار تر ندیدہ ام۔
و مے خواست کہ این حال خود را و آنچہ مشاہدہ کردہ بود از سیحقہ بیاران خود و اہل مذہب اظہار کند کہ دست
غیب شکم او را پارہ کرد و بعد از قتل او سیحقہ متوجہ بحران شد و حضرت علیؑ ام کلثوم را ظاہر گردانید و او زینب
را و پسرہائے جعفر طیار را داد (بحر الجواہر مطبوعہ ایران ۱۲۹۶ھ۔ صفحہ ۲۱۲)۔ ترجمہ۔ صحیح طریقوں سے روایت ہے
کہ جب عباسؓ کا اصرار حد سے بڑھ گیا۔ تو حضرت علیؑ نے اہل نجران میں سے ایک جنیہ کو بلایا جس کا نام
سیحقہ بنت جہیرہ تھا۔ جب وہ جنیہ حضرت امیرؑ کی خدمت میں آئی۔ تو آپ کے حکم سے شکل ام کلثوم متشکل ہو
گئی۔ بعد ازان حضرت امیرؑ نے اس جنیہ کو عمرؓ کے گھر بھیج دیا جس وقت عمرؓ اس کے ساتھ مقاربت چاہتے۔ تو
قادر نہ ہوتے۔ وہ اس حالت میں حیران تھے اور کہتے تھے۔ کہ میں نے روئے زمین میں کوئی خاندان قوم بنی ہاشم
سے زیادہ جادوگر و مکار نہیں دیکھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ اپنا یہ حال اور جو کچھ سیحقہ سے مشاہدہ کیا تھا۔ اپنے
یاروں اور اہل مذہب سے ظاہر کردیں۔ کہ دست غیب نے ان کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ ان کے قتل کے بعد
سیحقہ نجران چلی گئی۔ اور حضرت علیؑ نے ام کلثوم کو ظاہر کر دیا۔ اور اس کا اور زینب کا نکاح جعفر طیار
کے لڑکوں کے ساتھ کر دیا۔ انتہے۔

(۳۳) شیعہ کا کمترین خدام محمد بن محمد بن محمد ہمدانی الاصل الدہلوی المولد اپنی کتاب سیف
صارم الملقب والمؤرخ بہ شمشیر تیز ۱۲۹۶ھ ہجری میں حدیث اول فرج کے جواب میں بحث بلوں کے بعد
یوں لکھتا ہے۔ المختصر بات یہ ہے۔ کہ مقصود و مرام کلام امام سے جیسا کہ اوپر بیان ہوا یہ ہے۔ کہ نکاح اس
جناب مستورہ معصومہ کا کہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اکراہ و اضطرار اور نارضامندی و اجبار واقع ہوا۔
اصل نکاح ہے خاندان اہلبیت طاہرہ میں۔ باقی حال مفصل از روئے احادیث مشرحہ ائمہ اہلبیت کتاب
الحجج اور تنزیہ الانبیا سید مرتضے علم الہدی علیہ الرحمۃ اور مواعظ حسنیہ جناب غفران مآب وغیرہا کتب حقہ
میں جو اہل ایمان بتصریح دیکھنا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں۔ صاف واضح ہوگا کہ وصلت و قربت
میں دوشوئی ہرگز نہیں وقوع میں آئی۔ بلکہ بطریقہ اہلبیت طاہرہ روایات صحیحہ مخبر ہیں۔ اس بات کی کہ ظاہر میں
توبیخ و معیوبت تہتک ہوائے مومنین نے سر لیا۔ لیکن حقیقت میں قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع
میں نہیں آئی بلکہ از راہ اعجاز بعنایت کریم کارساز ایک جنیہ متشکلہ بشکل جناب معصومہ حوالہ کی گئی۔ اور
جناب معصومہ تا حیات شیخ فانی نظر سے لوگوں کی غائب کی گئیں۔ و مزید التصریح فی المبسوطات (سیف
صارم مطبوعہ مطبع اثنا عشریہ ۱۲۹۶ھ صفحہ ۴۸)

Marfat.com

حوالہ جات مذکورہ بالا پر تنقیدی نظر

ہم نے تیسری صدی ہجری سے تیرہویں صدی ہجری تک کی مشہور تصانیف اثنا عشریہ میں سے نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ الزہرا کے متعلق جو حوالہ جات اوپر نقل کیے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گذشتہ ایک ہزار سال کے عرصہ دراز میں تمام اثنا عشریہ کا اس امر پر اتفاق رہا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کی خواستگاری کی۔ رہا یہ امر کہ نکاح وقوع میں آیا یا نہ۔ سو اس میں بھی سوائے شیخ مفید و قطب راوندی کے تمام اثنا عشریہ متفق ہیں۔ کہ حضرت فاروق اعظم نے حضرت ام کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس سے یہ مسئلہ فقہیہ استخراج کیا گیا کہ ہاشمیہ کا نکاح غیر ہاشمی مرد کے ساتھ جائز ہے۔ نکاح کے بعد ہم بستری ہوئی یا نہ۔ کتب احادیث شیعہ سے اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم بستری ہوئی۔ اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے اولاد بھی ہوئی۔

اس میں شک نہیں۔ کہ علمائے شیعہ کو عقد کا اعتراف ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ مگر انہوں نے اس پر جو حواشی چڑھائے ہیں۔ ان میں عجیب و غریب تماشے دکھائے ہیں۔

(۱) کبھی خیال کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت امیرؓ نے یہ عقد بطیب خاطر و رضامندی نہیں کیا۔ بلکہ بالجبر و اکراہ ایسا ہوا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ حضرت مولےٰ مرتضےٰ تو بقول شیعہ ایسے شجاع تھے۔ کہ اکیلے سارے جہان کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ ہر وقت ان سے خائف رہا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جن کو ضعیف و ذلیل بتایا جاتا ہے۔ اندریں صورت حضرت عمرؓ یا عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی کیا جان تھی۔ کہ اسد اللہ کے سامنے دم مار سکتے۔ اگر حضرت عمر کو مرتد و منافق قرار دیا جائے جیسا کہ شیعہ شنیعہ کہتے ہیں۔ تو یہ نکاح خواہ ولی شرعی اجازت بھی دے دے۔ ناجائز ٹھیرے گا۔ اس صورت میں جو الزام حضرت امیرؓ و حضرت عباسؓ پر عاید ہوتا ہے۔ اور جو تذلیل اہل بیت کی ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ نکاح برغبت و رضامندی حضرت امیرؓ ہوا۔ اور حضرت عمرؓ ہر طرح اس کے لائق تھے۔

اس نکاح کے سبب شیعہ حضرت عباسؓ پر ولائیت فضولی کے سبب بہت کچھ سب و شتم کرتے ہیں۔ جس کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ مزید برآں یہاں بھی ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

Marfat.com

شیعہ کے رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب الروضہ (مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۲۱-۱۲۲) میں ہے

وتوفی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لم یخلف وارثا فخاصم فیہ ولد العباس ابا عبد اللہ علیہ السلام وکان ھشام بن عبد الملک قد حج فی تلک السنۃ فجلس لھم فقال داؤد بن علی الولاء لنا وقال ابو عبد اللہ علیہ السلام الولاء لی فقال داؤد بن علی ان اباک قاتل معاویۃ فقال ان کان ابی قاتل معاویۃ فقد کان حظ ابیک فیہ الاوفر ثم وفر بجنایتہ وقال واللہ لاطوقنک غدا طوق الحمامۃ فقال لہ داؤد بن علی کلامک ھذا اھون علی من بعرۃ فی وادی الازرق فقال اما انہ واد لیس لک ولا لابیک فیہ حق قال فقال ھشام اذا کان غدا جلست لکم فلما ان کان من الغد خرج ابو عبد اللہ علیہ السلام معہ کتاب فی کرباسۃ وجلس لھم ھشام فوضع ابو عبد اللہ علیہ السلام الکتاب بین یدیہ فلما ان قرأہ قال ادعوا الی جندل الخزاعی وعکاشۃ الضمیری وکانا شیخین قد ادرکا الجاھلیۃ فرمی بالکتاب الیھما فقال اتعرفان ھذہ الخطوط قالا نعم ھذا خط العاص بن امیۃ وھذا خط فلان وفلان لفلان من قریش وھذا خط حرب بن امیۃ فقال ھشام یا ابا عبد اللہ ع اری خط اجدادی عندکم فقال نعم قال فقد قضیت بالولاء لک قال فخرج وھو یقول ان عادت العقرب عدنا لھا وکانت النعل لھا حاضرۃ قال فقال ما ھذا الکتاب جعلت فداک قال فان نثیلۃ کانت امۃ لام الزبیر ولابی طالب وعبد اللہ فاخذھا عبد المطلب فاولدھا فلانا فقال لہ الزبیر ھذہ الجاریۃ ورثناھا من امنا وابنک ھذا عبد لنا فتحمل علیہ ببطون قریش قال فقال قد اجبتک علی خلۃ علی ان لا یتصدر ابنک ھذا فی مجلس ولا یضرب معنا بسھم فکتب علیھا کتابا واشھد علیہ فھو ھذا الکتاب۔ ترجمہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے وفات پائی اور کوئی وارث نہ چھوڑا۔ اس کی ولاء کے بارے میں عباسؓ کی اولاد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ اس سال ہشام بن عبدالملک حج کے لیئے آیا تھا۔ وہ فیصلہ کرنے بیٹھا۔

داؤد بن علی عباسی۔ اس غلام کی ولاء ہمارے واسطے ہے۔

امام جعفر صادق۔ نہیں بلکہ اس کی ولاء ہمارے واسطے ہے۔

داؤد بن علی۔ تیرے والد نے معاویہؓ سے قتال کیا۔

امام جعفر صادق۔ اگر میرے باپ نے معاویہؓ سے قتال کیا۔ تو تیرے باپ نے بھی اس میں حصہ اوفر لیا۔ (پھر اس کے گناہ کو کثیر بتاتے ہوئے) اللہ کی قسم میں کل تیرے عمل کا بدلہ تجھے ضرور دوں گا۔

Marfat.com

داؤد بن علی - تیرا یہ کلام مجھ پر وادی ازرق کی ایک مینگنی سے آسان تر ہے۔

امام جعفر صادق - دیکھ! وادی ازرق میں نہ تیرا کچھ حق ہے نہ تیرے باپ کا۔

ہشام بن عبدالملک - میں کل تمہارا فیصلہ کردوں گا۔

(دوسرے روز ہشام مسند عدالت پر بیٹھ گیا۔ امام صادق ایک تحریری عہدنامہ ریوی کے کپڑے میں لپیٹ کر لائے اور ہشام کے آگے رکھدیا)۔

ہشام - (عہدنامہ کو پڑھکر) جندل خزاعی اور عکاشہ ضمیری کو ہمارے پاس بلاؤ (دونوں نے زمانہ جاہلیت پایا تھا)۔ (دونوں کے آگے عہدنامہ پھینک کر) - کیا تم یہ خطوط پہچانتے ہو؟

جندل وعکاشہ - ہاں! یہ عامر بن امیہ کا خط ہے۔ اور یہ فلاں فلاں کا خط بحق فلاں قریشی ہے۔ اور یہ حرب بن امیہ کا خط ہے۔

ہشام - ابوعبداللہ! میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس میرے اجداد کے خطوط ہیں۔

امام جعفر صادق - ہاں۔

ہشام - اس واسطے میں والار کا فیصلہ تمہارے حق میں دیتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے۔ کہ یہ فیصلہ سن کر امام صادق کمرۂ عدالت سے نکلے۔ اور فرما رہے تھے۔ کہ اگر اس بھونے پھر ایسا کیا۔ تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور اس کے لئے جو تا موجود ہے۔ اس پر اس مرد عقیلی نے عرض کی۔ یا امام۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ یہ عہدنامہ کیسا ہے۔ امام صادق نے فرمایا۔ کہ مسماۃ نیسلہ مادر زبیر اور ابوطالب وعبداللہ کی لونڈی تھی۔ عبدالمطلب نے اس سے مقاربت کی۔ جس سے فلاں (عباس) پیدا ہوئے۔ زبیر نے عبدالمطلب سے کہا۔ کہ یہ لونڈی ہم کو اپنی ماں سے میراث میں پہنچی ہے۔ اور تیرا یہ بیٹا (عباسؓ) ہمارا غلام ہے۔ پس عبدالمطلب نے اکابر قریش کو سفارش کے لئے زبیر کے پاس بھیجا۔ زبیر نے کہا کہ میں تیری درخواست منظور کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تیرا یہ بیٹا ہمارے ساتھ صدر مجلس میں نہ بیٹھے اور نہ ہمارے ساتھ حصہ میں شریک ہو۔ پس اس مضمون کا ایک عہدنامہ لکھا گیا اور اس پر شہادت ثبت کرائی گئی۔ یہ وہی عہدنامہ ہے۔ انتہے۔

ہم یہ روایت بحوالہ حیات القلوب پہلے لکھ آئے ہیں۔ ہمارے پاس حیات القلوب مطبوعہ نولکشور بار سوم بماہ ربیع الاوّل ۱۳۳۳ھ ہجری موجود ہے۔ اس میں یہ روایت موجود نہیں۔ حیات القلوب نولکشوری بار دوم ۱۳۱۰ھ ہجری کو بھی دیکھا گیا۔ اس میں بھی نہیں ملتی۔ غالباً مطبوعہ بار اول میں ہوگی۔ ہاں حیات القلوب کے اردو ترجمہ میں بدیں الفاظ موجود ہے "کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ نفیلہ کنیز مادر زبیر

Marfat.com

بن عبدالمطلب و ابوطالب و عبداللہ تھی۔ عبدالمطلب نے نفیلہ کے ساتھ مقاربت کی۔ اور عباس اس سے پیدا ہوئے۔ اس وقت زبیر نے عبدالمطلب پر دعوے کیا کہ یہ کنیز ہماری ماں سے ہم کو میراث میں ملی ہے۔ اور تم نے بغیر اجازت ہماری اس سے مقاربت کی ہے۔ اس لیئے یہ فرزند جو اس سے پیدا ہوا ہے ہمارا غلام ہے۔ تب عبدالمطلب نے بزرگان قریش کو اپنی شفاعت کے لیئے بھیجا۔ اور زبیر اس شرط پر عباس سے دست بردار ہوا۔ کہ ایک عہد نامہ لکھا جائے۔ کہ عباس اور اس کی اولاد جہاں کہ ہم یا ہمارے فرزند بیٹھے ہوں۔ صدر مجلس میں نہ بیٹھیں۔ اور کسی امر میں ہمارے شریک نہ ہوں اور حصہ نہ پائیں غرض کہ اس مضمون کا عہد نامہ لکھا اور بزرگان قریش نے اس پر مہر کی وہ عہد نامہ ہمارے ائمہ کے پاس ہے۔ اور حضرت صادق نے داؤد بن علی عباسی کے جواب دعوے میں اس عہد نامہ کو ظاہر کیا تھا۔ مؤلف فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث بہت عجیب و غریب ہے۔ اور چونکہ حضرت عبدالمطلب از جملہ اوصیا تھے۔ ضرور ہے کہ ان سے فعل حرام صادر نہ ہوا ہو۔ پس احتمال ہو سکتا ہے کہ عبدالمطلب نے بہ ولائیت اس امر پر تقدیم کی ہو یا مادر زبیر نے وہ کنیز ان کو بخش دی ہو۔ اور زبیر اس سے مطلع نہ رہا ہو۔ بہر حال خطا سے زبیر کو منسوب کرنا عبدالمطلب کے ساتھ منسوب کرنے سے آسان تر ہے۔ (شفاء الصدور والکروب ترجمہ اردو۔ جلد دوم حیات القلوب مطبوعہ مطبع دبدبہ احمدی مشک گنج لکھنؤ۔ بار ثانی۔ بعد نظر ثانی۔ بماہ جمادی الاخرے ۱۳۲۳ھ ہجری۔ باب ۵۶ صفحہ ۹۵۷) ملا باقر نے جو کچھ اس حدیث کی نسبت لکھا ہے وہ محض ڈھکوسلہ ہے۔ جو کسی طرح قابل سماعت نہیں۔ ہم نے حیات القلوب کے حوالہ کا ذکر صرف اس واسطے کیا ہے کہ ناظرین آگاہ رہیں۔ کہ روافض اس قسم کی حرکات کا ارتکاب بھی کیا کرتے ہیں۔ حیات القلوب فارسی باب ۵۶۔ جلد دوم میں سے صرف یہی حدیث خارج نہیں کی گئی۔ بلکہ اور بہت کچھ ساقط کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس روایت سے پہلے یہ روایت بھی ساقط کر دی گئی ہے۔ کہ آیہ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا۔ حضرت عباس و ابن عباس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۲) کبھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر حضرت امیرؑ نے بحالت اضطرار اپنی بیٹی عمرہ جیسے منافق کو دیدی تو کیا ہوا دیکھئے حضرت لوطؑ نے جو پیغمبر تھے۔ کفار پر اپنی بیٹیاں پیش کر دی تھیں۔ اور فرمادیا تھا ھؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان آیتوں میں یہ مطلب نہیں حضرت لوطؑ نے ایسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیاں زنا کرنے کے لیئے کفار پر پیش کر دی تھیں۔ بلکہ حضرت کی مراد یہ تھی کہ تم ان سے نکاح کر لو۔ چونکہ اس وقت کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ اس لیئے اس میں کوئی قباحت نہ تھی۔ مجمع البیان طبرسی میں ہے۔ قال یا قوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم وکان یجوز فی

Marfat.com

شرعاً تزویج المومنۃ من الکافر۔ یعنے حضرت لوط نے کہا۔ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے واسطے پاکیزہ تر ہیں۔ اور حضرت لوط کی شریعت میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا۔ ان کنتم فاعلین ای ان کنتم متزوجین۔ یعنے فعل سے مراد نکاح ہے۔ پس معنے یہ ہوئے۔ کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ خلاصۃ المنہج میں ہے۔ گفت لوط اے گروہ من اینہا دختران من اند۔ ایشان را بجہت آنکہ ایشان پاکیزہ اند شمارا۔ وتزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات بکفار جائز بود۔ الحاصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مناسبت ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت لوط کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا۔ اور ان کا کہنا زنا کے لیئے نہ تھا۔ بلکہ نکاح کے واسطے تھا۔ اور پیغمبر خدا کی شریعت میں اجنبی کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا۔ اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہل بیت اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا۔ علاوہ بریں حضرت لوط کی بیٹیوں کو کوئی غصب کر کے لے نہیں گیا۔ نہ ان کی عفت و عصمت میں خلل آیا۔ اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے کہ حضرت عمرؓ نے نکاح بھی بجبر کرالیا جو کہ شرعاً جائز نہ تھا۔ اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور چند سال تک رکھا اور ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ پس دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (آیات بینات)۔

(۳) کبھی حضرت ابراہیم علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی حضرت سارہ کا قصہ بطور نظیر پیش کر کے کہا جاتا ہے۔ منصف فہیم اس جگہ سے تقیہ اور شعار انبیا ایسے مقام مجبوری و اضطرار میں خیال کر سکتا ہے کہ اوصیا کو اسوہ و اقتدا بانبیا ہوتی ہے۔ (اور مومنین کو اسوہ ان سے)۔ (سیف صارم صفحہ ۲۰۶)۔ ملا باقر مجلسی نے بحوالہ شیخ علی بن ابراہیم لکھا ہے۔ کہ جب آگ حضرت ابراہیم پر سرد ہو گئی۔ تو نمرود ڈر گیا۔ اس نے حضرت کو حکم دیا کہ میرے ملک سے نکل جاؤ۔ چنانچہ حضرت بوجہ غیرت اپنی بیوی سارہ کو صندوق میں بند کر کے مع اسباب اپنے ساتھ لے گئے۔ ایک جگہ نمرود کے ایک عامل پر آپ کا گزر ہوا۔ وہ گزرنے والوں سے عشر لیا کرتا تھا۔ اس نے حضرت سے اس اسباب کا عشر لیا جو آپ کے پاس تھا۔ پھر صندوق کی طرف بڑھا اور بولا کہ اسے کھولو۔ حضرت نے فرمایا کہ جس طرح چاہو حساب کر کے اس کا عشر لے لو۔ اس نے کہا تمہیں یہ صندوق کھولنا پڑے گا۔ اور جبراً صندوق کو جو کھولا۔ تو سارہ کے حسن و جمال سے متعجب ہو کر پوچھا۔ یہ کون ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ میری بہن ہے۔ جس سے حضرت کی مراد یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے۔ اس عامل نے سارہ کو نمرود کے پاس بھیج دیا۔ نمرود نے سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا۔ سارہ نے کہا۔ میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں یہ کہنا تھا کہ نمرود کا ہاتھ خشک ہو گیا اور سینہ سے چمٹ گیا۔ اور اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ اس نے سارہ سے کہا کہ یہ کیا بلا مجھے عارض ہو گئی ہے۔ سارہ نے جواب دیا کہ تیری نیت بد کے سبب ایسا ہوا ہے۔ نمرود نے کہا کہ میں نے تیری نسبت

Marfat.com

نیت نیک کرلی ہے۔ خدا سے دعا کرکہ میں بحال سابق ہوجاؤں۔ سارہ نے یوں دعا کی۔ خداوندا۔ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اسے بحال سابق کردے۔ چنانچہ نمرود بحال سابق ہوگیا۔ اور سارہ کو ہاجرہ خدمت کے لیئے عطا کی (حیات القلوب۔ جلد اوّل صفحہ ۱۷۷۔۱۷۸)۔ اب اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے مقابلہ کرکے دیکھ لو کہ مطابق ہے یا مخالف۔ اگر حضرت ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا۔ اور ام کلثوم خدا کی پناہ مانگتیں جس سے حضرت عمرؓ کا ہاتھ خشک ہوکر سینہ سے چمٹ جاتا۔ پھر ان کی درخواست پر ام کلثوم دعا کرتیں تو بحال سابق عود کر آتا۔ اور حضرت عمرؓ یہ کرامت دیکھ کر ایک لونڈی خدمت کے لیئے پیش کرتے۔ جسے ام کلثوم ساتھ لے کر اپنے والد بزرگوار کے گھر آجاتیں۔ تو اس صورت میں سارہ کا قصہ ام کلثوم کے حال کے مطابق ہوتا۔ حالانکہ بخلاف اس کے حضرت عمرؓ نے بقول شیعہ زبردستی ام کلثوم کا نکاح کرالیا۔ اور ان کو اپنے گھر رکھا۔ اور ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور جب تک وہ زندہ رہے۔ ام کلثوم ان کے گھر رہیں۔ اور بعد وفات کے جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ مرتضےٰ تو حسب عقیدہ اثنا عشریہ حضرت ابراہیم سے افضل تھے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی آبرو کی حفاظت کے لیئے ایک کافر بادشاہ کا ہاتھ خشک کردیا۔ مگر حضرت امیرؓ کے ناموس کی حفاظت کے لیئے کوئی معجزہ ظاہر نہ کیا۔ جس سے ایک منافق مرتد اپنے ارادہ بد سے باز آتا۔ کیا شیعہ کا خدا بھی حضرت عمرؓ سے ڈر گیا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات۔

(۴) کبھی کہا جاتا ہے کہ وصیت نامہ آسمانی میں جو ائمہ کے لیئے دستور العمل تھا۔ حضرت امیرؓ کے لیئے یہ ہدایت تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تم صبر سے کام لینا۔ خواہ تمہاری بیٹی غصب کرلی جائے۔ خواہ احکام خدا و رسول معطل ہوجائیں خواہ قرآن پارہ پارہ کیا جائے۔ خواہ کعبہ منہدم کردیا جائے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہاں شیعہ نے خدا کی خدائی کا کیا خاکہ اڑایا ہے۔ کہ وصی کو یہ ہدایت ہو رہی ہے کہ خواہ کتنا ہی فسق و فجور اور ظلم و ستم پھیل جائے۔ مگر تم ٹس سے مس نہ ہونا۔

(۵) کبھی کہا جاتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے ازروئے تقیہ یہ نکاح کردیا تھا۔ شیعہ کی عقل کہاں گئی۔ حیدر کرار اور ذوالفقار آبدار تقیہ کی کیا ضرورت تھی۔ اسد اللہ الغالب کو نہ خوف جان تھا۔ نہ ان کی عزت کو خطرہ تھا کہ تقیہ کا خیال ہوتا۔ حضرت مولےٰ مرتضےٰ نے جو قتال کیا اور آپ کے صاحبزادے امام حسین علیہ السلام نے جو کربلا میں جنگ کیا اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تقیہ محض ایک تہمت ہے شیعہ کے تقیہ کو ہمارے کا جواب سمجھنا چاہیئے۔

اب ہم منکرین وقوع عقد کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کے پیشرو شیخ مفید اور قطب

Marfat.com

راوندی ہیں۔ یہ دونوں اپنے دعوے کے ثبوت میں روایت عمر بن اذینہ پیش کرتے ہیں۔ جس کو خود اثنا عشریہ رد کرتے ہیں۔ چنانچہ سید غلام حسن بلگرامی روایت مذکورہ کو نقل کرکے لکھتا ہے یہی اصل روایت ہے جس کو میں نے کتاب الخرایج والجرایح سے نقل کیا۔ اب اس کی حالت ملاحظہ فرمایئے جس کو میں تین بحثوں میں عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ اہل سنت کا اعتراض تو اس پر مدتوں سے چلا آتا ہے مگر علمائے اعلام شیعہ نے ادھر زیادہ توجہ نہ کی۔ الا جناب لسان المتکلمین مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ دامت برکاتہ نے جلد ہفتم ذوالفقار حیدری میں اس کی وہ تحقیقات واقعی فرمائی ہے۔ کہ جس کے بعد پھر کسی مخالف و مؤالف کو جائے دم زدن نہ رہی۔ اسی کتاب سے خلاصہ کرکے میں یہاں عرض کرتا ہوں۔

بحث اوّل :- جواب تحقیقی یہ ہے۔ کہ اولاً یہ کتاب معجزات ائمہ کے بارے میں ہے جس میں صحت کا التزام نہیں۔ ضعاف بھی داخل ہیں۔ مصنف اس کے شیخ اجل قطب الدین راوندی ابوالحسین سعید بن ہبۃ اللہ ہیں۔ المتوفی ۵۷۳ھ ہجری۔ درمیان ان کے اور راوی اول ابوبصیر کے سلسلہ ساقط ہے جس سے نہیں معلوم ہو سکتا کہ واسطہ اس روایت کے کیسے راوی ہیں۔ نہ جناب شیخ نے اس کتاب کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ روایت نقل کی۔ کہ اس کی حالت کتب رجال میں دیکھی جائے۔ کیونکہ فریقین کی روایت کی جانچ کا دارومدار رجال پر ہے۔ کہ راویوں کے اعتماد سے اس روایت کی صحت معلوم ہوتی ہے۔

ثانیاً راوی اول ابوبصیر نام مشترک ہے پانچ یا چار یا تین آدمیوں میں۔ جن میں مقدوح بھی ہیں۔ ممدوح بھی۔ اسی وجہ سے علمائے نے حکم عام دیا ہے۔ کہ جس روایت کے سلسلہ میں ابوبصیر ہوں وہ روایت ضعیف ہے۔ قابل اعتماد نہیں۔ عبداللہ مکنی بہ ابوبصیر ممدوح نہیں۔ لیث بختری مکنی بہ ابوبصیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ چند روایتیں مذمت میں وارد ہیں۔ شمار ان کا اصحاب امام جعفر صادق میں ہے۔ یحییٰ بن ابوالقاسم رزاز ازدی واقفی بھی اسی کنیہ ابوبصیر کے مکنی تھے۔ اسدی کی وفات ۱۵۳ھ میں ہے۔ مقدوح و ممدوح ان میں غیر ممیز ہیں۔ توضیح المقال صفحہ ۳۳۔ منتہی المقال صفحہ ۶۔

ثالثاً باقی رہے جذعان بن نصر۔ محمد بن ابی مسعدہ۔ محمد بن حمویہ بن اسمٰعیل۔ ابی عبداللہ الزینبی کا پتہ قطب رجال میں باوصف تفحص و تلاش نہیں ملتا جو واسطہ ہیں درمیان ابوبصیر و عمر بن اذینہ کے جس کے لئے منتہی المقال امل الامل توضیح المقال کی زیارت کرنی پڑی۔ ہاں عمر بن اذینہ راوی ثقہ ہیں صحابی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام۔ ان کے رواۃ یہ لوگ ہیں۔ ابن ابی عمیر۔ صفوان۔ حسین۔ خدیر۔ احمد بن میثم۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ۔ عثمان بن عیسیٰ۔ اسماعیل بن دراج۔ حماد بن عیسیٰ۔ جن سے معلوم ہوا کہ ابی عبداللہ زینبی اس سلسلہ رواۃ میں نہیں ہیں۔

Marfat.com

ت ہوا کہ ابان بن عثمان اور عمرو بن اذینہ دونوں صحابی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام تھے متحد
بتقلید ان تھے تو انہوں نے ائمہ سے روایت کرنا محض خلاف عقل ہے۔ واسطے بھی کیسے جو سب مجہول
ال ہیں۔ کہ ایک کا نام بھی کتب رجال میں نہ ملے۔ پس ایسی روایت بے سروپا ہے کہ جس کا نہ ابتدائی سلسلہ
ت ہے (کیونکہ مصنف خلاصہ اور علامہ میں کوئی واسطہ نہیں ہے) نہ انتہائی۔ کیونکر کوئی عاقل متدین
منصف استدلال کر سکتا ہے اور محققانہ رائے والوں کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ تمامی علمائے
امامیہ کا عام حکم ہو کہ تحقیق واقعہ میں نہایت درجہ غور و فکر لازم ہے۔ اور بغیر تحقیق واقعی حکم نہ لگانا چاہیئے
تو یہ روایت کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے:

دوسری بحث معنی و مطلب روایت میں ہے۔ جس میں خود اہل سنت کو مغالطہ ہوا یا عمداً
دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ روایت مذکورہ باوصف اختلال سند و عدم صحت کسی طرح مفید اہل سنت
نہیں ہے۔ نہ اصل واقعہ پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ اس لیئے کہ اگر اس میں کلام ہے تو صرف اسی قدر کہ "جو
کہا ہے بوقوع عقدہ گمراہ ہے۔ ہدایت سوا السبیل سے محروم ہے"۔ جس پر شیعہ و سنی دونوں کو ایمان
لانا لازم ہے۔ بعد اس کے جو مضمون متعلق واقعہ ہے اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ جملہ اِنَّ فلانا
سے جملہ مستانفہ شروع ہے۔ تب تو یہ مطلب ہوں گے کہ اصل واقعہ یہ ہے۔ اور دوسرا احتمال جو قوی
ہے وہ یہ ہے کہ یہ جملہ تحت نفی لم یکن ما قالوا میں داخل ہو۔ جو اس کے قائل ہیں۔ کہ اس طرح عقدہ
ہوا وہ بطلان ہے۔ تو اب یہ مقولہ اہل سنت ٹھیرا جس کی تکذیب امام فرماتے ہیں۔ کہ نہیں ہوا وہ جو کہا
ان لوگوں نے کہ عمر نے خواستگاری کی الخ کیونکہ اگر یہ بیان امام ہوتا۔ کہ اس طرح ہوا تو لا اقل
میں تعرض فرماتے وہ الاصل فی ذلک ان الخ یا اور کوئی لفظ جو اس مطلب کو واضح کرتا الخ (دفع الوثوق
فی القول الصحیح الموثق فی نکاح الفاروق مطبوعہ مطبع احمدی عظیم پورہ پٹنہ ۱۳۱۵ھ ہجری صفحہ ۷ تا ۱۱)
فی اعلان میں اسناد کے متعلق جو کچھ مصنف ذوالفقار حیدر نے لکھا ہے۔ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر عمر
بن اذینہ کو جو ثقہ لکھا ہے اس میں کلام ہے۔ رجال کشی۔ (مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ (ما روی فی
ھذین الاخبین وسبب خروجہ الی الموضع الذی مات فیہ) حمدویۃ بن نصیر قال سمعت شیاخی
یذکرون ھذا العین کذا وغیرہ ابن اذینۃ کوفی وکان ھرب من المھدی ومات بالیمن وذلک
حین ظھر کثیر وقال اسمہ محمد بن عمر بن اذینۃ غلب علیہ اسم ابیہ وھو کوفی مولی
بنی الحریش من تمیم۔ (جو کچھ عمر بن اذینہ کے بارے میں مروی ہے۔ اور اس کے بھاگ جانے کا سبب
اس بھاگ کی جگہ جہاں وہ مرا) حمدویہ بن نصیر نے کہا کہ میں نے اپنے شیوخ سے جن میں عبیدی وغیرہ

Marfat.com

ہیں سنا ہے کہ ابن اذینہ کوفی ہے۔ وہ مہدی سے بھاگ گیا۔ الدیبن میں مرگیا۔ اسی واسطے کثیر نے اس سے روایت نہیں کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام محمد بن عمر بن اذینہ ہے۔ اس پر اس کے باپ کا نام غالب آیا۔ اور وہ عبدالقیس کا آزاد کردہ غلام کوفی ہے۔ انتہٰی۔ کشی نے یہ نہیں بتایا کہ وہ مہدی سے کیوں بھاگ گیا۔ تاریخ الخلفاء سیوطی (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۱۸۵) میں مہدی کے حال میں لکھا ہے۔ تتبع الزنادقة واقتل منهم خلقًا وهو اول من امر بتصنيف كتب الجدل فى الرد على الزنادقة والملحدين یعنی مہدی (متوفی ۱۶۹ھ) نے زندیقوں کی خوب خبر لی اور ان میں سے بہت سوں کو ہلاک کر ڈالا۔ مہدی پہلا خلیفہ ہے جس نے زندیقوں اور ملحدوں کے رد میں کتب جدل کی تصنیف کا حکم دیا۔ انتہٰی۔ اس عبارت سے عمر بن اذینہ کے فرار کا سبب اس کا زندقہ یا الحاد معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم عند اللہ جب بلحاظ اسناد یہ روایت نامقبول ٹھہری تو عدم وقوع نکاح ثابت نہ ہوا۔ اگر اسناد سے قطع نظر کی جائے تو اس سے خواستگاری ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اور قصہ جنیہ کی نفی نہ ہوگی بلکہ صرف وقوع نکاح کی نفی ثابت ہوگی۔ سید علی اظہر نے جو یہ احتمال لکھا ہے۔ اور اس کو قوی بتایا ہے۔ کہ ان فلانًا تحت نفی لم یکن صاقالوا میں ہے یہ بالکل لغو ہے کیونکہ اس صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ عمر فاروق نے ام کلثوم بنت علی کی خواستگاری نہیں کی نہ اس نکاح کے لیئے حضرت عباسؓ نے حضرت امیرؓ پر زور ڈالا۔ اور نہ کوئی جنیہ بحران حضرت ام کلثوم کی ہمشکل بنا کر حضرت فاروق اعظم کے گھر بھیجی گئی۔ وھذا کما تری۔ اس میں شک نہیں کہ ان فلانًا استیناف ہی ہے۔ اس صورت میں والاصل فی ذلک کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ وہ استیناف نہ رہے گا۔ سید محمد باقر سوسوی اس روایت کا فارسی ترجمہ یوں کرتا ہے۔ ابن راوندی از عمر بن اذینہ روایت کردہ کہ گفت از حضرت امام جعفر صادق سوال کردند از تزویج ام کلثوم بعمر بن خطاب و گفتند اگر عمر مرضی آنحضرت نبود۔ چرا دختر خود را باو مے داد و بنکاح او راضی مے شد۔ در حالت این سوال آنحضرت تکیہ کردہ بود راست نشست و فرمود۔ ایا جماعتے ہستند کہ مے گویند این حال از امیر المومنین واقع شد و آنحضرت دختر خود را بعمر داد۔ گفتند بلے بعضے را اعتقاد اینست۔ حضرت فرمود ایشان را از حقیقت حال آگاہی نیست و از مسلک حق دور افتادہ اند دروغ مے گویند این حالت از علیؑ صادر نشد۔ چون آنحضرت الحاح عباس را مشاہدہ کرد و دانست کہ اگر این صورت واقع نشود عمر رضہ عزل عباس خواہد کرد کس بطلب جنیہ از اہل بحران فرستاد و تا آخر بنحویکہ مذکور شد بیان فرمود (ذخائر الجواہر صفحہ ۲۱۲)۔ اس ترجمہ فارسی سے ظاہر ہے کہ اس روایت میں صرف وقوع عقد کی نفی ہے۔ اور خواستگاری ام کلثوم بنت علی اور الحاح عباس اور قصہ جنیہ کا اثبات ہے۔ شیخ احمد اردبیلی حدیقۃ الشیعہ (مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱۳) میں روایت وقوع عقد کے بعد جسے سید امداد امام نے اردو میں بیان کیا ہے یوں لکھتا ہے۔ واک

Marfat.com

مجتہدین خصوصاً سید مرتضیٰ را اعتقاد آنست کہ جنیہ بصورت دختر بخانۂ عمر فرستادند و آن دختر بخانہ عمر نرفت بقول خصم اگر رفتہ باشد ہم چہ ضرر بشان حضرت امیر المومنین مے رساند چہ لوط با آنکہ پیغمبر خدا بود بکفار مے گفت ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ۔ واللہ اعلم۔ یعنے اکثر مجتہدین خصوصاً سید مرتضیٰ کا اعتقاد یہ ہے کہ ایک جنیہ بشکل ام کلثوم عمرؓ کے گھر بھیج دی گئی۔ اور ام کلثوم عمرؓ کے گھر نہیں گئی۔ اور بقول خصم اگر گئی بھی ہو۔ تو حضرت امیر المومنین کی شان کو کیا ضرر پہنچے گا۔ کیونکہ حضرت لوط باوجودیکہ پیغمبر تھے کفار سے یوں فرماتے تھے۔ ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ۔ شیعہ کے جناب مقدس اردبیلی کی عبارت سے پایا جاتا ہے۔ کہ اکثر مجتہدین وقوع نکاح کے قائل ہیں۔ مگر حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر فاروق کے گھر جانا تسلیم نہیں کرتے۔ جناب مقدس کو چاہیئے تھا کہ ان اکثر مجتہدین کے اقوال مع حوالہ و دلائل پیش کرتے جب احادیث صحیحہ سے ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا رونق افروز خانہ عمر فاروق ہونا اور آپ سے اولاد کا ہونا ثابت ہے۔ تو ایک اردبیلی کا مجرد قول کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ اور روایت عمر بن اذینہ ان احادیث کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔

دور حاضرہ کے اثنا عشریہ نے جب دیکھا کہ روایت عمر بن اذینہ نامقبول اور وقوع عقد برضامندی مرتضیٰؑ کا اعتراف ناگزیر ہے۔ اور جو اعذار باردہ اکراہ و غصب و تقیہ وغیرہ کے ان کے متقدمین نے پیش کئے ہیں وہ سب مردود و نامقبول ہیں۔ تو یہ نرالا پہلو اختیار کیا کہ اشتراک اسم کے سبب اشتباہ ہوا ہے یعنے جس ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا وہ بنت علی و فاطمہ نہ تھی۔ بلکہ اور ام کلثوم تھی۔ چنانچہ کتب ذیل میں یہ مضمون بدیں الفاظ مذکور ہے۔

(۱) تذلیل النصاب میں جس کے مصنف کو اپنے نام کے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی یوں لکھا ہے۔ بموجب روایات سنیہ مذکورہ اور بعض روایات امامیہ کے حقیقت حال یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ عمرؓ نے جناب امیرؑ سے خواستگاری کی۔ ام کلثوم بنت ابی بکر ربیبہ جناب امیرؑ کی صغیرہ تھی۔ اور اس جناب کے سایہ عاطفت میں ہمراہ اپنی مادر اسماء بنت عمیس کے کہ وہ بعد مرنے ابو بکر کے زوجہ جناب امیرؑ ہوئی تھی رہتی تھی۔ جناب امیرؑ کو اولاً تزویج اپنی ربیبہ کی بھی اس ہمعدد منکر کے ساتھ گوارا نہ تھی۔ اس واسطے عذر اس کی صغر سنی کا کیا۔ بالآخر جب اس ہمعدد منکر نے اصرار اور اس جناب کو ملجا کیا۔ تو تزویج ربیبہ مذکورہ کی باکراہ جس کو راویوں نے تعبیر بغصب کیا ہے۔ اس کے ساتھ کر دی۔ اشتراک نام ربیبہ و بنت کا باعث خلط و خبط سنیوں کا ہوا۔ اور مخفی نہیں عرف عرب و عجم میں ربیبہ کو بھی بنت کہتے ہیں۔ اس صورت میں راویوں نے ام کلثوم ربیبہ کو جو بنت علی تھا اس سے بنت حقیقی مراد نہیں ہو سکتی۔ اور اکراہ کو جو غصب کہا اس سے غصب حقیقی مراد نہیں ہے۔ بلکہ

Marfat.com

اکراہ مراد ہے۔ کس واسطے کہ غصب حقیقی کی کوئی روایت اور کوئی صورت نہ تو روایات سنیہ میں بعد تتبع روایات
شیعہ میں بلکہ روایات سنیہ مذکورہ میں تو کمال تصریح ہے کہ عمر خواستگاری کرتا تھا جناب امیر علیہ السلام
صغر سنی کا کرتے تھے۔ عمر اصرار کرتا تھا اس اصرار کی تعبیر بعض روایات میں بغصب ہوئی ہے مورد غصب
حقیقی کہ عبارت ہے چھین لینے چیز سے بجبر و قہر وقوع میں نہیں آیا۔ اور ہونا ایک دختر ابوبکر کا بنام ام کلثوم
کتاب استیعاب سے ترجمہ عمر میں اور کنز العمال میں اور ریاض النضرہ وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔ اور
مولیدات و معاضدات تزویج عمر سے ساتھ ام کلثوم بنت ابی بکر بسبب جناب امیر کے یہ ہے کہ یہ امر بوارق محرقہ
اور ہدایت السعداء وغیرہ کتب معتمدہ سنیہ میں مصرح ہے۔ عبارت کتاب ہدایت السعداء کی علی ما نقل
عنہ یہ ہے۔ ام کلثوم دختر ابوبکر بود۔ مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابوبکر در آمد
از ابوبکر پسرے عبدالرحمن نام و یک دختر ام کلثوم زائید۔ بعد ازاں بنکاح علی بن ابی طالب در آمد ام کلثوم ہم
مادر آمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہے۔ اور حق یہ ہے کہ حقیر نے جو سات روایتیں صواعق
محرقہ ابن حجر و شرح صحیح بخاری و استیعاب و کتاب المودۃ کتب معتمدہ سنیوں سے اوپر لکھی ہیں۔ کہ نص ہے
عدم امکان وقوع تزویج عمر میں ساتھ ام کلثوم بنت جناب امیرؑ کے عاقل و جاہل کو کافی ہیں۔ ہاں اگر مجنون
و مخبط خلافت اس کے کہے تو وہ مرفوع القلم ہے۔ الحاصل روایات تزویج ام کلثوم کی عمر کے ساتھ جس قدر
اور جہاں کہیں مروی ہوئی ہیں ان سب روایات میں یہی ام کلثوم ربیبہ جناب امیرؑ مراد ہے۔ مثلاً بعض
روایات امامیہ میں جو آیا ہے۔ کہ جناب امیرؑ بعد مرنے عمر کے ام کلثوم کو قبل انقضائے عدت کے اپنے
دولت خانہ ہدایت کاشانہ میں لے گئے تھے وہی ربیبہ مراد ہے۔ کیونکہ ابوبکر باپ اس کا فی النار ہو چکا
تھا۔ اور مادر اس کی اسماء بنت عمیس حبالہ نکاح جناب امیرؑ میں اور وہ خود بسبب ربیبہ ہونے کے سایہ
عاطفت آنجناب میں تھی اور وہ جناب ہی اس کے مربی و سرپرست تھے۔ اگر اس کو لے آئے تو مقتضا
سرپرستی تھا۔ و علی ہذا القیاس بعض روایات ضعیفہ میں جو استدلال جواز نکاح مومنہ میں سلطنت ابن
کے تزویج ام کلثوم کی ساتھ عمر کے وارد ہے یا بعض روایات میں جو آیا ہے۔ کہ ام کلثوم اور بیٹا اس کا زید بن
دونوں ساتھ ایک دن میں موئے۔ نماز دونوں جنازوں پر اکٹھی جناب سید الساجدین علیہ السلام نے پڑھی
سو سب ان روایات و ماشار بہما میں بھی ام کلثوم ربیبہ مراد ہے۔ اور یہ امر بھی بکمال ظہور ظاہر ہے کہ اگر ام
باللہ منہ ام کلثوم بنت جناب امیر علیہ السلام و خواہر عینی جناب امام حسین علیہ السلام زوجہ عمر بدگوہر
اور زید بن عمر خواہر زادہ امام حسینؑ۔ تو جس طرح اولاد حضرت زینب اور رقیہ کی کربلا میں ہمراہ اہلبیت حسین
علیہ السلام کے اور ہمراہ اپنی مادروں کے گئی تھی۔ اور شہید ہوئی تھی اسی طرح زید بن عمر بھی ہمراہ جناب

Marfat.com

[illegible] علیہ السلام کے ہمراہ ام کلثوم کے کربلا میں ہونا حال آنکہ ذکر معرکہ کربلا میں اصلاً و مطلقاً ذکر زید
[illegible] نہ روایات سنیہ میں نہ روایات شیعہ میں۔ وعلی تقدیر التنزل اس قدر تو ضرور تھا
[illegible] تشریف لے جانے اس مظلوم کے بہمت کربلا جس طرح عبداللہ بن عمر اور محمد حنفیہ اور عبداللہ بن
[illegible] وغیرہم اس امام مظلوم سے رخصت ہوئے اور موافق اپنے افہام کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مانع
[illegible] کربلا ہوئے۔ اسی طرح زید بن عمر بھی کہ موافق قول سنیوں کے بہ نسبت عبداللہ بن عمر کے امام حسین
علیہ السلام سے بخویت اور قرابت قریبہ رکھتا تھا ضرور رخصت کے لیئے حاضر حضور امام علیہ السلام ہوتا اور
اپنی مادر سے بھی رخصت ہوتا۔ حال آنکہ کسی روایت سنی و شیعہ میں پایا نہیں جاتا۔ کہ زید بن عمر رخصت
کے وقت امام حسین وام کلثوم کی خدمت میں حاضر ہوا یا کربلا کو ساتھ گیا۔ ورائے آن تواریخ سے اس
قدر بھی معلوم نہیں ہوتا کہ زید بن عمر بعد معاودت حضرت ام کلثوم کی کربلا سے ان کے پاس تعزیت
امام حسین علیہ السلام کے لیئے آیا ہو اور عذر اپنے ساتھ نہ جانے اور مدینہ منورہ میں رہ جانے کا کیا ہو۔
اگر یہ کوئی خود کالت فضولی کرکے یہ عذر کرے گا کہ زید بن عمر عہد حضرت امام حسنؑ میں مرچکا تھا جیسا
کہ اس نے کتاب نہایۃ الادب فی معرفت النسب سے روایت بے سروپا لکھی ہے۔ تو جواب دندان شکن
بلکہ گردن زن اس کا یہ ہے۔ کہ اس روایت میں مرنا ام کلثوم اس کی مادر کا بھی اس کے ساتھ مروی
ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ مادر زید بن عمر کی ام کلثوم بنت جناب امیرؑ نہ تھی کہ وہ تو معرکہ کربلا
میں زندہ اور ہمراہ جناب امام حسین علیہ السلام کے تھیں (تذلیل النصاب بتحقیق الکذاب فی رد القبقاب
مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ صفحہ ۲۷ تا ۲۹)۔

(۳) سید علی اظہر نے اپنے رسالہ کنز مکتوم میں لکھا ہے۔ کہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق جو اسماء
بنت عمیس کے بطن سے تھی۔ اور حضرت علی کی ربیبہ تھی۔ حضرت عمر سے بیاہی گئی لیکن بوجہ متارکت
اپنی کے ام کلثوم کا جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ محدثین کو
مغالطہ ہوا۔ (البحث المختوم فی حل عقد ام کلثوم مطبوعہ کریمی پریس لاہور ۱۳۴۴ھ صفحہ ۳۴)۔

(۴) ذاکر حسین جعفر نے تاریخ اسلام (جلد سوم مطبوعہ مقبول پریس دہلی [illegible]
صفحہ ۹۹۔ ۱۰۰) میں یوں لکھا ہے۔ اب ہم اس واقعہ عقد کی مختلف خبروں کو دیگر واقعات سے مقابلہ
کرکے نتیجہ نکالتے ہیں۔

(۱) تمام مورخین نے لکھا ہے کہ بوقت نکاح ۱۷ھ میں یہ ام کلثوم غیر سن تھیں [illegible]
[illegible] ضرور کم تھی۔ مگر صاحب شرح مواقف اور صاحب سیرۃ الحلبیہ نے ام کلثوم بنت علی کو گواہان فدک

Marfat.com

میں شمار کیا ہے جس کا مقدمہ ۱۱ھ میں حیات جناب سیدہ میں حضرت ابو بکرؓ کے دربار میں لایا گیا تھا۔ اور شمس الدین محمد جزری نے حدیث من کنت مولاہ کو جناب فاطمہ بنت محمدؐ کی زبانی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے سلسلہ سے بیان کیا ہے۔ چونکہ ۵ سال سے کم عمر کا بچہ لائق ادائے شہادت اور قابل تحمل روایت نہیں سمجھا جاتا۔ اس سبب سے جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ھ میں کم سے کم ۵ سال کی ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا ۱۱ھ میں جبکہ تمام مؤرخین نے بالاتفاق اس عقد کا ہونا لکھا ہے۔ ام کلثوم بنت فاطمہؓ کی عمر ۱۱ برس کی ہوتی ہے۔ یعنے اس وقت صغیر سن نہیں ہو سکتیں پس ثابت ہوا کہ وہ صغیر سن ام کلثوم جس سے حضرت عمر نے ۱۷ھ میں نکاح کا پیغام بھیجا وہ ام کلثوم بنت فاطمہ نہ تھیں۔ بلکہ کوئی دوسری ام کلثوم تھی۔

(۲) ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کا عہد معاویہ میں ایک ہی دن مرنا اور امام حسن کا ان کے جنازہ پر نماز پڑھنا۔ امام حسنؑ نے ۴۹ یا ۵۰ھ ہجری میں وفات پائی ہے۔ لہٰذا یہ ام کلثوم ۵۰ھ ہجری کے بعد زندہ نہ تھیں۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہ کا زندہ رہنا بعد واقعہ کربلا ۶۱ھ کے مقتل ابی مخنف مقتل ابو اسحاق اسفرائنی روضۃ الشہداء تحریر الشہادتین وغیرہ سے ثابت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ام کلثوم زوجہ عمر والدہ زید جو ۵۰ھ سے پہلے فوت ہوئی وہ ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی۔

(۳) تاریخ الخمیس اور استیعاب میں لکھا ہے۔ کہ عمر فاروق کے بعد ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا۔ اور ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور استیعاب اور کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ محمد بن جعفر تستر (شوستر) کی لڑائی میں ۱۷ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت عمر کی وفات سے ۷ سال پیشتر یعنے جس سال ام کلثوم بنت فاطمہ کا حضرت عمر سے نکاح ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ پھر لڑکی جننے کے بعد یہ ام کلثوم ۱۷ھ میں چار پانچ برس کی صغیرہ کیونکر ہو سکتی ہیں۔ پس یہ ام کلثوم صغیرہ جس سے مؤرخین نے حضرت کا نکاح ۱۷ھ میں لکھا ہے ضرور کوئی دوسری ام کلثوم ہوگی نہ کہ بنت فاطمہ۔

(۴) زینب بنت فاطمہ کا واقعہ کربلا (۶۱ھ) میں موجود ہونا متواترات سے ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ زینب بنت فاطمہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ اور ان سے دو لڑکے عون اور علی پیدا ہوئے۔ زینب کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہؑ سے نکاح کیا۔ اور عبداللہ بن جعفر ام کلثوم کو زندہ چھوڑ کر ہاں آیت تاریخ الخمیس و استیعاب ۸۰ھ میں فوت ہو گئے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ ام کلثوم بنت فاطمہؑ ۸۰ھ تک زندہ تھیں۔ اور وہ ام کلثوم زوجہ عمر جو اپنے بیٹے زید کے ساتھ ۵۰ھ یا اس سے پہلے مری جسے غلطی سے بنت فاطمہ سمجھا گیا۔ ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی۔

Marfat.com

بلکہ کوئی اور ام کلثوم زوجہ عمر۔ کیونکہ تین ام کلثوم حضرت عمر کے نکاح میں تھیں۔ اوّل ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم جس سے عاصم پیدا ہوئے۔ دوسرے ام کلثوم ملیکہ بنت جرول جو ایام جاہلیت سے حضرت عمرؓ کی زوجہ تھی۔ جس سے زید اور عبید اللہ پیدا ہوئے۔ تیسرے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ حضرت عمر کا نکاح کرنا لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مؤرخین کو ان تینوں میں بروئے اولاد و ہمرو سنہ وغیرہ بعض کو مغالطہ ہوا۔ اور بعض نے بغرض دھوکا دہی ام کلثوم بنت علی لکھ دیا۔ جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ نے موسم حج میں حضرت عمر کے پوچھنے پر ام جمیل زانیہ کو ام کلثوم بنت علی بتا دیا تھا۔

مگر اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر کی ایک لڑکی ابو بکر کی وفات کے چھ دن بعد بلکہ بروایتے اسی روز پیدا ہوئی تھی اس کا نام ام کلثوم رکھا گیا تھا۔ (دیکھو استیعاب۔ طبری۔ کامل ابن اثیر وغیرہ) اور حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکر نے حضرت علی سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے جو اس وقت دو ڈھائی برس کے تھے حضرت علی ہی کے پاس پرورش پائی۔ (استیعاب۔ طبری۔ کامل ابن اثیر) یہی ام کلثوم جو بنت ابی بکر ۱۳ھ میں صغیر سن چار پانچ برس کی ہوتی ہے تعجب نہیں کہ اسی ام کلثوم بنت ابی بکر کو بنت علی مؤرخین نے غلطی سے سمجھ لیا ہو۔ حالانکہ کامل ابن اثیر اور استیعاب میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ اسی ام کلثوم بنت ابی بکر کے لیئے حضرت عمر نے حضرت عائشہ کے پاس بحیثیت بڑی بہن ہونے کے اپنے نکاح کا پیام بھیجا بھی تھا جس پر عائشہ راضی ہو گئیں۔ تو اسی ام کلثوم نے کہا تھا کہ عمر خشن العیش اور عورتوں پر سختی کرنے والا ہے۔ اگر میری اس سے شادی کر دو گے۔ تو میں قبر رسولؐ پر جا کر شکایت کروں گی۔ پس ممکن ہے کہ بعد انکار اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا ہو اور یہ تمام قصہ اسی سے متعلق ہو نہ بنت علی سے جو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو مؤرخین نے لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا تھا ممکن ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد ہوا ہو۔ انتہیٰ۔

(۴) نواب سید امداد امام نے بھی وہی لکھا ہے جو سید علی اظہر نے لکھا [illegible]

اب بالترتیب عبارات مذکورہ بالا کے جوابات لکھے جاتے ہیں

عبارت مزیل الخصام کا جواب

جن روایات سنیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں [illegible] ام کلثوم بنت ابی بکر کا [illegible]

Marfat.com

ہاں ام کلثوم بنت علی مذکور ہے۔ حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں ام کلثوم و رقیہ کی نسبت نادان شیعہ کہا کرتے ہیں کہ وہ حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ آپ کی ربیبہ تھیں۔ اس لیئے مجازاً بنات الرسول کہلاتی تھیں۔ اسی طرح ام کلثوم بنت علی و فاطمہ زوجۂ عمر فاروق کی نسبت کہنے لگے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کی صلبی بیٹی بنت فاطمہ نہ تھی۔ بلکہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھی جو حضرت علیؓ کی ربیبہ تھی اور اپنی ماں اسماء بنت عمیس کے ساتھ آئی تھی۔ اسی ام کلثوم ربیبۂ علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہدایت السعداء کی فارسی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ ہم بغرض تعارف اس کتاب کی ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔ سید غلام حسن بلگرامی لکھتا ہے۔ "اب صریحی روایت سے ولادت زید کو باطل کرتا ہوں۔ کیونکہ جو حضرات اہل سنت عقد عمرؓ کے قائل ہیں وہی حضرات یہ روایت بھی لکھتے ہیں۔ چنانچہ ہدایت السعداء ملک العلماء دولت آبادی میں ہے۔ فی خزانۃ الجلالیۃ کانت لفاطمۃ الحسن والحسین والاحسن وام کلثوم واحسن مات فی الصغر ولا عقب لہ و کن لتلک ام کلثوم ماتت فی الصغر عند عمر بن الخطاب لا عقب لھما صفحہ ۲۵۹ نسخہ قلمی۔ یعنے وفات کیا ام کلثوم نے نزدیک عمرؓ کے اور کوئی اولاد اس کے نہ ہوئی۔ اب فرمائیے کہ جب بتصریح علماء ثابت ہے کہ کوئی اولاد ان سے نہ ہوئی۔ صغر سنی میں انتقال کیا۔ تو پھر کس منہ سے آپ اس کے قائل ہیں کہ زید بن عمر حضرت ام کلثوم کے بطن سے ہوئے۔ اب فرمائیے کہ بجز اقرار بہ اشتباہ علماء و رواۃ کیا چارہ ہے۔ جہاں ان کو انتساب تزوج ام کلثوم میں اشتباہ ہوا یا عمداً مرتکب کذب ہوئے۔ وہاں یہ جوڑ بھی لگا دیا کہ زید ان سے پیدا ہوئے اور دونوں نے ساتھ انتقال کیا۔ وفی ذلک کفایہ لاہل الدرایۃ (دفع الوثوق صفحہ ۶۱۔ حاشیہ کنز مکتوم صفحہ ۱۱۰) شیعہ اسی طرح کی ایک اور کتاب ملک العلماء دولت آبادی کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کا نام کتاب المودۃ بتاتے ہیں۔ اس کا حوالہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نقل کریں گے۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین جونپوری فضلائے عہد شاہ ابراہیم شرقی میں سے تھے۔ آپ کی اصل غزنی سے ہے۔ دولت آباد دکن میں آپ نے نشو و نما پایا۔ سلطان ابراہیم آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ آپ کی یہ تصانیف مشہور ہیں۔ حاشیہ کافیہ جسے حاشیہ ہندی لکھتے ہیں۔ مصباح و متن ارشاد۔ بدیع البیان۔ فتاوے ابراہیم شاہی۔ تفسیر بحر مواج۔ رسالہ مناقب سادات۔ رسالہ عقیدہ شہابیہ۔ آپ کی وفات ۸۴۰ھ یا بقول بعض ۸۴۲ھ میں ہوئی (دیکھو تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور۔ جلد دوم۔ مقالہ ہفتم صفحہ ۳۰۶)۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے ابجد العلوم میں ملک العلماء دولت آبادی کی تصانیف میں شرح قصیدہ بانت سعاد۔ شرح بزدوی فی اصول الفقہ

Marfat.com

ایک رسالہ فی تقسیم العلوم بھی لکھی ہیں۔ مگر ہدایت السعداء اور کتاب الموودۃ کو ہمارے کسی عالم نے ملک العلماء کی تصانیف میں ذکر نہیں کیا۔ ہماری رائے میں یہ دونوں کتابیں کسی رافضی نے لکھ کر ملک العلماء کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ تاکہ ملک العلماء کا نام سن کر عوام خیال کرنے لگیں کہ علمائے اہل سنت بھی ایسے امور کے قائل ہیں۔ کیا ملک العلماء کو اتنا بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ام کلثوم جس کے ساتھ حضرت عمر فاروق کا نکاح ہوا وہ بنت ابی بکر نہ تھیں بلکہ بنت علیؓ و فاطمہؓ تھیں جن کا ذکر صحاح ستہ میں بھی موجود ہے۔ ملک العلماء کی شان سے بعید ہے۔ کہ اپنی کتاب میں ایسے غلط تاریخی واقعات درج کریں۔ کہ ام کلثوم بنت ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھی۔ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی سگی بہن۔ اور حضرت علیؓ کی ربیبہ تھی۔ استیعاب ابن عبدالبر (جز ثانی صفحہ ۳۵۵) میں حبیبہ بنت خارجہ بن زید کے ترجمہ میں ہے۔ کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کی زوجہ تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے مرض موت میں فرمایا تھا۔ کہ میرے دل میں القا ہوا ہے کہ حبیبہ کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جس کا نام حضرت عائشہ رضؓ نے ام کلثوم رکھا۔ اس ام کلثوم کا نکاح حضرت طلحہ بن عبیدہ سے ہوا۔ اور ان سے دو بچے زکریا و عائشہ پیدا ہوئے۔ یہ اہل نسب کا قول ہے۔ ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس ام کلثوم کی خواستگاری کی تھی۔ ام کلثوم نے انکار کر دیا۔ اور طلحہ بن عبیداللہ سے نکاح کر لیا۔ ام کلثوم کی والدہ حبیبہ کا نکاح حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حبیب بن اساف سے ہوا۔ علامہ ذہبی کی تجرید اسماء الصحابہ (جز ثانی صفحہ ۴۷۲) میں ہے حبیبۃ بنت خارجۃ بن زید الخزرجی وقیل مبیکۃ ام ام کلثوم بنت الصدیق ثم تزوجھا بعد الصدیق حبیب بن یساف۔ یعنے حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجی اور کہا گیا ہے کہ مبیکہ ماں ہے ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق کی۔ پھر صدیق اکبر کے بعد حبیبہ سے حبیب بن یساف نے نکاح کیا۔ انتہے۔ استیعاب (جز ثانی صفحہ ۷۲۵) میں اسماء بنت عمیس کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔ کانت اسماء بنت عمیس من المھاجرات الی ارض الحبشۃ تحت جعفر بن ابی طالب فولدت لہ عبداللہ ومحمدا وعونا ثم ھاجرت الی المدینۃ فلما قتل جعفر بن ابی طالب تزوجھا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فولدت لہ محمد بن ابی بکر ثم مات عنھا فتزوجھا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فولدت لہ یحییٰ بن علی بن ابی طالب لاخلاف لھم فی ذلک۔ یعنے اسماء بنت عمیس نے اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں اس کے ہاں محمد و عبداللہ و عون پیدا ہوئے۔ پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جب جعفر بن ابی طالب شہید ہو گئے۔ تو ابوبکر صدیق نے اس سے

Marfat.com

نکاح کرلیا۔ پس اس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت صدیق کا انتقال ہوگیا۔ تو علیؑ بن ابی طالب نے اسماء کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اور اس سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ انتہٰے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ ام رومان کنانیہ کے بطن سے تھے (استیعاب جزء ثانی صفحہ ۷۹۲)۔ اب غور کیجئے کہ ہدائیت السعداء کی ایک روائیت میں کس قدر غلطیاں ہیں۔ (۱) ام کلثوم بنت ابی بکر کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس نہیں۔ بلکہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجی ہے۔ (۲) عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور ام کلثوم بنت ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہیں بلکہ عبدالرحمٰن کی والدہ کا نام ام رومان کنانیہ اور ام کلثوم کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید ہے (۳) حضرت عمر فاروق نے ام کلثوم بنت ابی بکر کے ساتھ نکاح نہیں کیا بلکہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہراء کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ (۴) ام کلثوم بنت ابی بکر حضرت علیؑ کی ربیبہ نہ تھی۔ کیونکہ اس کی والدہ حبیبہ حضرت صدیق اکبر کے بعد حبیب بن یسار کے نکاح میں آئی تھی۔ حبیبہ کا نکاح حضرت امیرؑ کے ساتھ کبھی نہیں ہوا۔ اسی طرح ہدائیت السعداء کی دوسری روائیت میں جو مذکور ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ ع حضرت عمر فاروق کے پاس صغر سنی میں لاولد انتقال فرماگئیں۔ وہ بھی بالکل غلط ہے۔ اور کتب احادیث فریقین اس پر شاہد ہیں۔ ایک زید کا کیا ذکر حضرت فاروق اعظم کے دو صاحبزادے اسی نام کے تھے ایک جو ام کلثوم بنت فاطمہ کے بطن سے تھے زید اکبر کہلاتے تھے۔ دوسرے زید اصغر جو ام کلثوم بنت جرول بن مالک خزاعی کے بطن سے تھے۔ (دیکھو طبقات ابن سعد۔ جز۔ ثالث قسم اول فی البدریین من المہاجرین صفحہ ۱۹۰)۔ بوارق محرقہ کو بھی ہدائیت السعداء پر قیاس کرلینا چاہیئے۔ تذلیل النصاریٰ کے مصنف کو شرم نہ آئی کہ اس قسم کی کتابوں کو کتب معتمدہ سنیہ میں شامل کردیا۔

مصنف نے جو سات روائیتیں صواعق محرقہ وغیرہ سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین کتاب المودۃ میں سے ہیں جو حقیقت میں دو ہیں۔ ان دو میں سے ایک میں تو صرف حضرت علی مرتضےٰ کی طرف صغر سنی کا عذر مذکور ہے۔ دوسری یوں ہے۔ ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر علی بصغرھا فقال عمر ما لی حاجۃ الی النساء لکن ابتغی الوسیلۃ الی محمد علیہ السلام وھو یقول کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی فزوجھا علی بمھر اربعین الف درھم فساق ذلک کلہ عمر وھی ابنۃ اربع سنین او ما بین الاربع والخمس وعمر عمر ستین سنۃ فاجلسھا عمر الی جنبہ فرفع میزرھا ومسح یدہ علی راسھا فجرد ساقھا فرفعت یدھا وکادت ان تلطمہ وقالت لولا انت امیر المومنین للطمت علی خدک فقال عمر دعوھا فانھا ھاشمیۃ

Marfat.com

شیعۃ۔ اس کا فارسی ترجمہ جو ملک العلماء دولت آبادی کی طرف منسوب ہے۔ اور جسے غلطی سے
لیحدہ روایت خیال کیا ہے۔ یہ ہے۔ عمر بعلی گفتہ فرستاد کہ ام کلثوم دختر کد بانوے جنت فاطمہ مرا
ذی وہ۔ ام کلثوم چار سالہ بود و عمر شصت سالہ۔ علی بعذرش پیش آمد و گفت۔ دختر خویش را بہ پسرم۔ اگر
راضی باشد بتو تسلیم کنم۔ عمر عذرش دریافت و گفت۔ یا علی مرا باز نان اکنون حاجت نماندہ۔ زیرا کہ
شیخ فانی گشتہ ام۔ لاکن مے خواہم کہ مرا وسیلتے باشد بسوئے پیغمبرؐ۔ پس امیر المومنین ام کلثوم را تسلیم
کرد و عمر رضہ مہر ام کلثوم کہ چہل ہزار درہم بود فرستاد۔ پس عمر رضہ آن را بزانوے خود نشاند و مقنعہ کہ
بر سرش بود عمر آن را دور کرد و دست بر سرش آورد و جامہ از ساقش برداشت۔ ام کلثوم دست برداشت
و خواست کہ طپانچہ زند و گفت۔ اگر امیر مومنان نہ بودی طپانچہ بر روئے تو مے زدم۔ عمر رضہ گفت نمے باید
کہ سخن او در دل گیرد و بگزارید کہ این از نسب و نسل ہاشم و قریش است (تذلیل النصاب۔ صفحہ ۲۵-۲۶
سیف صارم۔ صفحہ ۹ و ۱۲) یعنے عمر رضہ نے علیؑ کو کہلا بھیجا کہ خاتون جنت فاطمہ کی صاحبزادی ام کلثوم مجھے
زوجیت کے لیئے عنایت کیجئے۔ ام کلثوم چار سال کی تھی۔ اور حضرت عمر ساٹھ سال کے تھے۔ علیؑ نے اس
کی صغر سنی کا عذر کیا اور کہا کہ میں اپنی لڑکی سے دریافت کرتا ہوں۔ اگر وہ راضی ہوئی تو میں آپ کے حوالہ
کر دوں گا۔ عمر رضہ نے علیؑ کا عذر معلوم کر کے کہا۔ اے علیؑ مجھے اب عورتوں کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ
میں شیخ فانی ہو گیا ہوں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مجھے پیغمبرؐ کی طرف ایک وسیلہ حاصل ہو جائے۔ پس
امیر المومنین نے ام کلثوم حوالہ کر دی۔ اور عمر رضہ نے ام کلثوم کا تمام مہر جو چالیس ہزار درہم تھا بھیج دیا۔ پس
عمر رضہ نے اس کو اپنے زانو پر بٹھایا۔ اور اس کے سر پر سے مقنعہ اٹھا دیا۔ اور ہاتھ اس کے سر پر پھیرا۔ اور
پنڈلی ساق سے کپڑا اٹھا دیا۔ ام کلثوم نے ہاتھ اٹھایا۔ اور چاہا کہ طپانچہ مارے۔ کہنے لگی۔ اگر تو امیر المومنین
نہ ہوتا۔ تو میں تیرے منہ پر طپانچہ مارتی۔ حضرت عمر رضہ نے کہا کسی کو دل میں اس کی بات کا خیال نہ
کرنا چاہیئے۔ جانے دو۔ کیونکہ وہ ہاشم و قریش کے نسب و نسل سے ہے۔ انتہے۔

عدم امکان تزویج ام کلثوم بنت فاطمہؑ پر مصنف تذلیل النصاب نے یوں استدلال کیا ہے کہ
استگاری کے وقت ام کلثوم مخطوبہ عمر رضہ چار سال کی تھی۔ اور حضرت عمر فاروق ساٹھ سال کے
حضرت عمر رضہ کی شہادت تریسٹھ سال کی عمر میں سنہ ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے مخطوبہ عمر رضہ
کی استگاری سنہ ۱۰ھ میں ہوئی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ سنہ ۱۰ھ میں ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا سن کیا تھا
اصحاب مواقف نے ہبہ فدک کے گواہوں میں ام کلثوم کا نام بھی لکھا ہے۔ لہذا سنہ ۱۱ھ کے اوائل میں
کلثوم بنت فاطمہ جوان اور قابل ادائے شہادت تھیں۔ پس وہ سنہ ۱۰ھ میں بیس سال کی عمر سے بھی

Marfat.com

زیادہ عمر کی تھیں۔ اور نظر بقول صاحب استیعاب کہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ رسول اللہ کی وفات شریف سے پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ سنہ ۱۰ھ میں ان کی عمر گیارہ سال کی ضرور ہوگی جو بلوغ عمر کا وقت ہے۔ اس عمر کی ہاشمیہ لڑکی اجنبی کے پاس دیکھنے کے لیئے شرعاً بھی نہیں جا سکتی۔ بہر صورت سنہ ۱۰ھ میں ام کلثوم بنت فاطمہؓ صغیرہ نہ تھیں۔ لہٰذا ان کی خواستگاری و تزویج حضرت عمرؓ کے ساتھ ہرگز نہیں ہوئی جس ام کلثوم کے ساتھ نکاح ہوا اور جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے وہ ام کلثوم اور تھی۔ جس کے جنازے کی نماز امام حسنؓ نے بھی پڑھی۔ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ نے امام حسنؓ کی زندگی میں وفات نہیں پائی۔ بلکہ وہ تو معرکہ کربلا میں موجود تھیں۔ اس استدلال کا مدار روایت کتاب المودۃ اور قول صاحب مواقف پر ہے۔ مگر صاحب مواقف نے تو قول روافض نقل کیا ہے اور کتاب المودۃ ملک العلماء دولت آبادی کی تصنیف نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اگر بفرض محال اسے ملک العلماء کی تصنیف تسلیم کیا جائے۔ تو ایسی نادر الوجود کتاب کی روایت اور وہ بھی بلا اسناد ہماری کتب مشہورہ معتمدہ کی روایت مستندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر اس روایت کی صحت بھی تسلیم کی جائے تو اس سے روافض کو چنداں فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس میں تصریح موجود ہے۔ کہ مخطوبہ عمر فاروق ام کلثوم بنت علیؓ ہاشمیہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر ہاشمیہ نہیں قطع نظر ازیں اگر مخطوبہ و منکوحہ فاروق اعظم ام کلثوم بنت ابی بکر ہ جلیبہ خزرجیہ ہوتی۔ تو علمائے شیعہ اس نکاح کے جواز و عدم جواز میں کیوں کلام کرتے۔ اور غصب و اکراہ و تقیہ وغیرہ و اعتذار بارد کیوں ایجاد کیئے جاتے۔ اور مجتہدین شیعہ اس تزویج سے جواز نکاح ہاشمیہ بغیر ہاشمی کیوں استنباط کرتے۔ اور حضرت امیرؓ وصیت نامہ آسمانی کی عبارت سن کر منہ کے بل کیوں گرتے۔ اور حضرت عباسؓ بوجہ وکالت فضولی کیوں سب و شتم کیا جاتا۔ اور شیخ مفید و قطب راوندی اس عقد کے وقوع سے کیوں انکار کرتے۔ اور قصہ رجلیہ کیوں وضع کیا جاتا۔ آخر کچھ بات تو ہے۔ جس کی اس قدر پردہ داری کی جاتی ہے۔ چار سال والی روایت تو اس واسطے وضع کی تھی۔ کہ یہ معاملہ کسی طرح ام کلثوم بنت ابی بکر پر چسپاں کیا جائے۔ کیونکہ یہ ام کلثوم سیدنا ابو بکر صدیق کی وفات کے بعد سنہ ۱۳ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ اور سنہ ۱۷ھ میں جبکہ حضرت عمر فاروق کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ کے ساتھ ہوا۔ (کامل ابن اثیر ص) چار سال کی تھی۔ مگر دروغ کو فروغ ہو نہیں سکتا۔ کتب احادیث فریقین سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ہوا اور بے شک ہوا۔ اور ان سے اولاد ہوئی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کو بوقت خواستگاری جو بالغہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ان

Marfat.com

کربلا کے بعد زندہ رہنا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب عنقریب آئے گا۔

کنز المکتوم کی عبارت کی تردید

مصنف تذلیل النصاب کی تردید کے ضمن میں کنز المکتوم کی عبارت کی تردید بھی آگئی۔ کیوں کہ ام کلثوم بنت ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھی۔ اور نہ حضرت علیؓ کی ربیبہ تھی۔ اور نہ حضرت عمر فاروقؓ سے بیاہی گئی تھی۔ پس محدثین کو مغالطہ نہیں ہوا بلکہ سید علی اظہر اور اس کے ہم خیال اصحاب کو مغالطہ ہوا ہے۔

"تاریخ اسلام کی عبارت کا جواب

(۱) صاحب مواقف اور صاحب سیرت حلبیہ نے ام کلثوم کو سالمۃ میں گواہان ہبہ فدک میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ وہ دونوں روافض کا قول مع تردید نقل کر رہے ہیں۔ جو قائل ہیں کہ ہبہ فدک وقوع میں آیا۔ اور اس بارے میں حسنؓ و حسینؓ و ام کلثومؓ نے دربار صدیقی میں شہادت بھی دی۔ اہل السنت ہبہ فدک کے قائل نہیں۔ اور نہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت زہراؓ نے دربار صدیقی میں ہبہ فدک کا دعوے کیا تھا۔ صاحب مواقف کے خیال میں روافض ام کلثوم کو گواہان ہبہ فدک میں شمار کرتے ہیں۔ مگر شارح مواقف نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ والصحیح انہا لیست۔ یعنے صحیح یہ ہے۔ کہ روافض ام کلثوم کو گواہان ہبہ میں شمار نہیں کرتے۔ بلکہ ام ایمن کو منجملہ گواہان بتاتے ہیں۔ سیرت حلبیہ (مطبوعہ مصر جلد ثالث صفحہ ۴۷۸) میں یوں ہے۔ واعترض علیہ الرافضۃ بان فاطمۃ معصومۃ بنص انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت وقد قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی وقد شھد لھا بذلک الحسن والحسین وام کلثوم۔ ترجمہ۔ اس پر روافض نے اعتراض کیا ہے۔ کہ فاطمہ معصومہ ہیں بفحوائے آیہ تطہیر۔ اور حدیث فاطمۃ بضعۃ منی (فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے)۔ اسلئے وہ بوجہ معصومہ ہونے کے اپنے دعوے میں سچی ہیں۔ علاوہ ازیں حسنؓ و حسینؓ و ام کلثوم (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں شہادت دی۔ انتہے۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ واما زعمہ انہ شھد لھا الحسن والحسین وام کلثوم فباطل، لم ینقل عن

Marfat.com

اسد ممن یعتمد علیہ۔ یعنے روافض کا یہ کہنا کہ امام حسنؓ وحسینؓ وام کلثومؓ نے فاطمہؓ کے حق میں شہادت دی باطل ہے۔ اور کسی ایسے راوی سے منقول نہیں جس پر اعتماد کیا جائے۔ انتہے۔ استیعاب میں ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کی پیدائش قبل از وفات سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم لکھی ہے۔ پس صغیر سن ام کلثومؓ جس کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ۱۷ھ میں ہوا یہی بنت فاطمہؓ تھیں۔

(۱۴) ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کو واقعہ کربلا کے بعد زندہ ثابت کرنے کے لیئے جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ان میں ایسا ہی لکھا ہے۔ تو ان کی روایت بلا اسناد جو روایت صحاح کے مخالف ہے۔ ہم پہ بطور حجت پیش نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان کتابوں میں صحت کا التزام نہیں رکھا گیا۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ مشہور اخباری شیعی ہے۔ دوسروں نے غالباً اسی کا اتباع کیا ہوگا۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ ایک ام کلثومؓ بنت علیؓ واقعہ کربلا کے بعد زندہ تھی۔ مگر وہ بنت فاطمہؓ نہ تھی۔ نہایہ ابن اثیر اور مجمع البحار میں لغت فرث کے تحت میں جو لکھا ہے۔ فی حدیث ام کلثومؓ بنت علیؓ قالت لاھل الکوفۃ اتدرون ای کبد فرثتم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث میں ہے کہ ام کلثومؓ بنت علیؓ نے اہل کوفہ سے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کیسے جگر کو پارہ پارہ کیا ہے) ۔ وہاں بھی بنت فاطمہؓ ہرگز مراد نہیں توضیح مقام یوں ہے۔ کہ ام کلثومؓ بنت علیؓ بن ابی طالب دو ہیں۔ کبریٰ وصغریٰ۔ ام کلثوم کبریٰ بنت فاطمۃ الزہراؓ حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان کی وفات ۵۰ھ سے کچھ پہلے ہوئی۔ ام کلثومؓ صغریٰ بنت علیؓ ایک ام ولد کے بطن سے تھیں۔ جن سے عطاء بن سائب (متوفی ۱۳۶ھ) نے سماع حدیث کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما۔ عن مھدائی مولی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعنہا عطاء بن السائب۔ قلت ھی الصغری وللعلی بنت اخری یقال لہا ام کلثوم وھی الکبری امہا فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتزوجہا عمر فولدت لہ والصغری عمرت وسمع منہا عطاء بن السائب وامہا ام ولد ذکرھا ابن سعد (تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ صفحہ ۵۶۳) ترجمہ۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام مہران سے روایت کی ہے۔ اور ام کلثوم سے عطاء بن سائب نے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ام کلثوم صغریٰ ہیں۔ حضرت علیؓ کی ایک اور صاحبزادی ام کلثوم نام تھی۔ وہ ام کلثوم کبریٰ ہیں جن کی والدہ حضرت فاطمہ بنت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور جن کے ساتھ حضرت عمر فاروق نے نکاح کیا۔ اور ان سے اولاد ہوئی۔ ام کلثوم صغریٰ زمان طویل تک زندہ رہیں۔ اور ان سے عطاء بن سائب نے سماع کیا۔ ام کلثوم صغریٰ کی والدہ ام ولد تھی۔ جس کا ذکر ابن سعد

Marfat.com

(متوفی ۲۳۰ھ) نے کیا ہے۔ انتہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ام کلثوم بنت علیؓ جو واقعہ کربلا کے بعد زندہ تھیں وہ بنت فاطمہؓ نہ تھیں۔ یہی صحیح ہے۔

(۲۴۴) استیعاب میں محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ترجمہ میں ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ مگر ان سے لڑکی کا پیدا ہونا مذکور نہیں۔ بعد ازاں یہ قول واقدی لکھا ہے۔ کہ محمد بن جعفر تستر میں شہید ہوئے۔ اسی طرح کامل ابن اثیر (جزو ثانی۔ صفحہ ۲۱۴) میں واقعات ۱۷ھ میں لکھا ہے۔ قتل محمد بن جعفر بن ابی طالب شہیداً علی تستر فی قول بعضهم۔ یعنے محمد بن جعفر بن ابی طالب بقول بعض تستر میں شہید ہوئے۔ اس بعض سے مراد وہی واقدی ہے۔ جو متروک ہے۔ یہ قول واقدی صریح البطلان ہے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔ اور آپ کے بعد ام کلثوم کا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ پس محمد بن جعفر طیار کی شہادت ۱۷ھ میں کس طرح ممکن ہے۔ اسی واسطے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں اس قول واقدی کی تردید کی ہے۔ عبارت اصابہ کا اردو ترجمہ سید غلام حسن بلگرامی اثنا عشری نے یوں کیا ہے "محمد بن جعفر برادر عبداللہ و عون فرزندان جعفر بن ابی طالب اول شخص ہیں جو اسلام میں مسمّٰی بہ محمد ہوئے مہاجرین سے۔ پیدائش ان کی حبشہ میں ہے۔ کنیت ان کی ابوالقاسم ہے۔ ان کا عقد ہوا تھا ام کلثوم بنت علیؓ سے بعد عمرؓ کے۔ شہادت ان کی تستر میں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ شریک صفین تھے علیؓ کے ساتھ۔ اور دار قطنی نے کہا ہے۔ باہم جنگ کیا محمد بن جعفر و عبیداللہ بن عمر نے صفین میں۔ ایک نے دوسرے کو مارا۔ ڈالا۔ مرزبانی نے معجم شعراء میں لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ مصر میں مختفی ہوئے تھے۔ جب محمد بن ابی بکر قتل ہوئے۔ تو محمد بن جعفر مخفی ہو گئے جس کی ایک شخص نے جو ملک سے تھا پھر مخافت سے مخبری کی۔ تب وہ بھاگ کر فلسطین چلے گئے۔ اور اپنے ماموں کے پاس پناہ لی جس نے اس کو بچایا معاذ سے۔ اور انہوں نے اس مادہ میں شعر بھی کہا ہے۔ یہ قول محقق ہے جو رد کرتا ہے واقدی کے اس قول کو کہ جنگ تستر میں شہید ہوئے۔ صفحہ ۷۵۳ - ج ۳" (دفع الوثوق صفحہ ۱۶۱-۱۶۲)۔ جنگ صفین کی ابتدا ۳۶ھ میں ہوئی۔ اور حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت مصر میں ۳۸ھ میں تھی۔ اس طرح محمد بن جعفر طیار کا کم سے کم ۳۶ھ تک زندہ رہنا ثابت ہے۔ اور یہی قول محقق ہے۔ لہٰذا ۱۷ھ میں حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ درست ہے۔ چار پانچ سال والی روایت کا حال حوالہ پر معلوم ہو چکا ہے۔

(۲۴۴) یہاں بحث طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا ام کلثوم بنت علی و فاطمہ کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ کے

Marfat.com

ساتھ ہوا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہوا جیسا کہ طبقات ابن سعد اور معارف ابن قتیبہ اور استیعاب ابن عبدالبر اور کامل ابن اثیر اور اصابہ ابن حجر عسقلانی اور تاریخ الخمیس وغیرہ کتابوں میں بصراحت تمام مذکور ہے۔ رہا حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا سال وفات۔ سو بروے روایت صحاح ستہ ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ یہی قول معتبر و مستند ہے۔ اگر ہم بطریق تنزل ان کی حیات ۵۸ھ یا بعد تک بھی تسلیم کرلیں۔ تو اس کا اصل بحث پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ مصنف نے استیعاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر اس میں تو اتنا بھی مذکور نہیں کہ عبداللہ بن جعفر طیار کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ تاریخ الخمیس میں اگر یہ لکھا ہے۔ کہ زینب بنت فاطمہؓ کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفر کا نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ہوا۔ تو وہاں یہ بھی صاف لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلے ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہوا تھا۔ ان دونوں قولوں میں کوئی منافات نہیں۔ غرض اہل سنت کی کسی کتاب سے نکاح زیر بحث کی نفی ثابت نہیں۔

سید ذاکر حسین نے جو تین ام کلثوم حضرت عمر فاروق کی ازواج میں لکھی ہیں ان میں کلام ہے۔

قولہ اول ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم جس سے عاصم پیدا ہوئے انتہے۔ مگر سوائے تاریخ الخمیس کے اور کسی کتاب میں اس جمیلہ کی کنیت ام کلثوم مذکور نہیں۔ علاوہ ازیں جمیلہ کو بنت عاصم بتانا بھی قول ضعیف ہے۔ چنانچہ استیعاب ابن عبدالبر میں ہے۔ عاصم بن عمر بن الخطاب امہ جمیلۃ بنت ثابت بن ابی الافلح الانصاری وقد قیل ان امہ جمیلۃ بنت عاصم والاول اکثر۔ یعنے عاصم بن عمر بن الخطاب کی ماں جمیلہ ثابت بن ابی الافلح انصاری کی بیٹی ہے۔ اور کہا گیا کہ اس کی ماں جمیلہ عاصم کی بیٹی ہے۔ ..... اور پہلا قول اکثر ہے انتہے۔ اسی قول کو تجرید اسماء الصحابہ للذہبی اور طبقات ابن سعد میں اختیار کیا گیا ہے۔ تجرید میں یہ الفاظ ہیں۔ جمیلۃ بنت ثابت بن ابی الافلح اخت عاصم ام عاصم بن عمر بن الخطاب۔ یعنے جمیلہ بنت ثابت بن ابی الافلح عاصم کی بہن اور عاصم بن عمر بن الخطاب کی ماں تھی انتہے۔ استیعاب میں عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کے ترجمہ میں ہے۔ واحسن اسانید خبرہ فی ذلک ما ذکرہ عبدالرزاق عن معمر عن الزہری عن عمرو بن ابی سفیان الثقفی عن ابی ہریرۃ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ عینا لہ وامر علیہم عاصم بن ثابت وہو جد عاصم بن عمر بن الخطاب۔ اسی طرح صحیح بخاری (کتاب المغازی۔ غزوہ بدر) میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ عینا وامر علیہم عاصم بن ثابت الانصاری جد عاصم

Marfat.com

معز بن الخطاب الحدیث۔

قولہ۔ دوسرے ام کلثوم ملیکہ بنت جرول جو ایام جاہلیت سے حضرت عمر کی زوجہ تھی۔ جس سے زید اور عبید اللہ پیدا ہوئے۔ انتہے۔ مگر ملیکہ کی کنیت ام کلثوم نہ تھی۔ بلکہ ملیکہ اور ام کلثوم دونو جرول خزاعی کی لڑکیاں تھیں۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں اولاد ازواج عمر فاروق کے ضمن میں لکھا ہے۔ وتزوج ملیکة بنت جرول الخزاعی فی الجاهلیة فولدت له عبید الله بن عمر فطلقها فتزوجها بعده ابوجهم بن حذیفة وقتل عبید الله بصفین مع معاویة وقیل کانت امه ام زید الاصغر ام کلثوم بنت جرول الخزاعی وکان الاسلام فرق بینها وبین عمر۔ ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے جاہلیت میں ملیکہ بنت جرول خزاعی سے نکاح کیا۔ اور اس سے عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ملیکہ کو صلح حدیبیہ میں علیحدہ کر دیا۔ پھر ابوجہم بن حذیفہ نے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ عبید اللہ جو حضرت معاویہ کے ساتھ تھے صفین میں مقتول ہوئے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ عبید اللہ کی ماں زید اصغر کی والدہ ام کلثوم بنت جرول خزاعی تھی۔ اسلام نے حضرت عمر اور اس کے درمیان تفریق کر دی تھی۔ انتہے۔ طبقات ابن سعد میں زید اصغر اور عبید اللہ دونوں کی ماں کا نام ام کلثوم بنت جرول بن مالک خزاعی لکھا ہے۔

قولہ۔ تیسرے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ حضرت عمر کا نکاح کرنا لکھا ہے انتہے۔ یہ حوالہ تفسیر کبیر میں سورہ ممتحنہ کی آیہ امتحان کے تحت میں مذکور ہے۔ وقوله تعالى لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن وآتوهم ما انفقوا اى اعطوا ازواجهن مثل ما دفعوا اليهن من المهور وذلك ان الصلح عام الحديبية كان على ان من اتاكم من اهل مكة يرد اليهم ومن اتى مكة منكم لم يردوا اليكم وكتبوا بذلك العهد كتابا وختموا فجاءت سبيعة بنت الحرث الاسلمية مسلمة والنبى صلى الله عليه وسلم بالحديبية فاقبل زوجها مسافر المخزومى وقيل صيفى بن الراهب فقال يا محمد اردد على امرأتى فانك قد شرطت لنا شرطا ان ترد علينا من اتاك منا وهذه طيبة انك لم تجف فنزلت بيانا لان الشرط انما كان للرجال دون النساء وعن الزهرى انه قال انها جاءت ام كلثوم بنت عقبة بن ابى معيط وهى عاتق فجاء اهلها يطلبون من رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يرجعها اليهم و كتب هربت من زوجها عمرو بن العاص ومعها اخواها هاشم وعمارة والوليد فردد رسول الله صلى الله عليه وسلم اخويها وحبسها فقالوا اردد علينا فقال عليه السلام كان الشرط فى الرجال

Marfat.com

دون النساء وعن الضحاك ان العهد كان ان يا تك منا امرأة ليست على دينك الا رددتها الينا وان دخلت في دينك ولها ما انفقت على زوجها الذي انفق عليها للنبي صلى الله عليه وسلم من الشرط مثل ذلك ثم نسخ هذا الحكم وهذا العهد واستحلفها الرسول عليه السلام فحلفت وا اعطى زوجها ما انفق ثم تزوجها عمر (تفسیر کبیر مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ ۱۳۰۸ھ۔ جزء ثانی صفحہ ۱۳۵)۔ ترجمہ۔ قولہ تعالےٰ۔ نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان مردوں کو اور نہ وہ مرد حلال ہیں ان عورتوں کو اور دے دو ان مردوں کو جو ان کا خرچ ہوا۔ یعنے ان کے شوہروں کو دے دو مثل ان مہروں کے جو انہوں نے اپنی عورتوں کو دئے۔ اور وہ یوں ہے کہ حدیبیہ کے سال صلح اس شرط پر ہوئی تھی۔ کہ اہل مکہ میں سے جو مسلمانوں کے پاس مدینہ میں آجائے۔ وہ کفار کی طرف پھیر دیا جائے۔ اور جو مسلمانوں میں سے مکہ میں چلا جائے۔ وہ مسلمانوں کی طرف نہ پھیرا جائے۔ یہ عہدنامہ لکھ کر مہر لگا دی گئی تھی پس سبیعہ بنت حارث اسلمیہ مسلمان ہو کر (مکہ سے)۔۔۔۔۔ آئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ ہی میں تھے۔ اس کا شوہر مسافر بخزدی یا صیفی بن راہب آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے محمدؐ میری زوجہ مجھے واپس کر دیجئے۔ کیونکہ آپ نے ہم سے شرط کی ہے۔ کہ ہم سے جو آپ کے پاس آئے گا۔ آپ اسے واپس کر دیں گے۔ اور اس عہدنامہ کی چھپیدگی ابھی خشک نہیں ہوئی۔ پس یہ آیت اس امر کے بیان کے لئے نازل ہوئی۔ کہ وہ شرط مردوں کے لئے تھی نہ کہ عورتوں کے۔ اور زہری کا قول ہے۔ کہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط آئی تھی۔ جو عاتق تھی پس اس کے گھر والے آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا۔ کہ آپ ام کلثوم کو ہماری طرف واپس کر دیں۔ وہ اپنے شوہر عمرو بن عاص سے بھاگ کر آئی تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کے دو بھائی عمارہ و ولید تھے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو واپس کر دیا۔ اور ام کلثوم کو روک لیا۔ وہ بولے کہ ام کلثوم کو ہم پر واپس کر دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا۔ کہ وہ شرط مردوں کے لئے تھی نہ کہ عورتوں کے لئے۔ اور ضحاک کا قول ہے۔ کہ عہد یہ تھا۔ کہ کفار کی طرف سے جو عورت کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر نہ ہو آپ کے پاس آئے۔ اسے آپ کفار کی طرف واپس کر دیں۔ اور اگر وہ مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر ہو۔ تو آپ اس کے شوہر کو دیدیں جو کچھ اس نے اپنی زوجہ پر خرچ کیا ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مثل اس شرط کے تھی۔ پھر یہ عہد اور یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (سبیعہ) کو حلف دیا پس سبیعہ نے سوگند کھائی اور آپ نے اس کے شوہر کو وہ جو کچھ اس نے سبیعہ پر خرچ کیا تھا۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ انتہے

Marfat.com

علمائے شیعہ سید علی اظہر وغیرہ واستحلفھا کی ضمیر مؤنث کو ام کلثوم بنت عقبہ کی طرف راجع سمجھتے ہیں۔ اور قائل ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسی ام کلثوم بنت عقبہ کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ام کلثوم بنت عقبہ کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا۔ سیرت ابن ہشام میں یہ قول ابن اسحاق مذکور ہے۔ کہ ام کلثوم بنت عقبہ صلح حدیبیہ میں ہجرت کر کے آئی۔ اور اس کے دو بھائی عمارہ و ولید اس کے واپس لینے کو مدینہ میں آئے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس قول ابن اسحاق کو نقل کر کے آگے یوں لکھا ہے۔ قال ابوعمر یقولون انہا مشت علی قدمیہا من مکۃ الی المدینۃ تزوجہا زید بن حارثۃ فقتل عنہا یوم موتۃ فتزوجہا الزبیر بن العوام فولدت لہ زینب ثم طلقہا فتزوجہا عمرو بن العاص فمکثت عندہ شہرا وماتت وھی اخت عثمان لامہ یعنے مورخین کہتے ہیں۔ کہ ام کلثوم بنت عقبہ مکہ سے مدینہ تک پیدل آئی۔ جب وہ مدینہ میں پہنچی تو زید بن حارثہ نے اس سے نکاح کیا۔ وہ اس کی زندگی میں یوم موتہ میں مقتول ہوا۔ پس زبیر بن عوام نے اس سے نکاح کیا۔ اور اس سے زینب پیدا ہوئی۔ پھر زبیر نے اسے طلاق دے دی پس عمرو بن عاص نے اس سے نکاح کیا۔ وہ عمرو کے ہاں ایک مہینہ رہی اور وفات پا گئی۔ اور وہ عثمان کی مادری بہن تھی۔ قریبًا یہی مضمون ہجرت و تزوج کا تجرید اسماء الصحابہ للذہبی، و تہذیب التہذیب للعسقلانی میں موجود ہے۔ کامل ابن اثیر میں ام کلثوم کا ہجرت کر کے آنا اور اس کے دو بھائیوں کا واپس لینے آنا مذکور ہے۔ مگر تزوج کا ذکر نہیں۔ تفسیر درمنثور کی ایک روایت میں ام کلثوم کے اہل کا آنا مذکور ہے اور دوسری روایت میں دو بھائیوں کا آنا۔ اور ایک اور میں ایک بھائی کا آنا۔ اور زید بن حارثہ کے ساتھ نکاح اور زید کے بعد زبیر بن عوام سے نکاح کا ہونا وارد ہے۔ غرض کسی کتاب میں حضرت عمر فاروق کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ کے ساتھ مذکور نہیں۔ اور روایت زہری میں جو درمنثور سے کہ وہ اپنے شوہر عمرو بن عاص سے بھاگ آئی تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کے دو بھائی تھے۔ کسی اور کتاب میں موجود نہیں حتے کہ روایت زہری جو درمنثور میں ہے۔ اس [illegible] بظاہر یہ الحاق ہے۔ کیونکہ تفسیر کبیر ہی میں اسی روایت میں ام کلثوم کو عاتق لکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ عورت جس نے شوہر نہ کیا ہو۔ علاوہ ازیں طبقات ابن سعد (جزء ثامن صفحہ ۱۶۷) میں یوں ہے۔ ام کلثوم بنت عقبۃ خرجت من مکۃ وحدھا وصاحبت رجلا من خزاعۃ حتی قدمت المدینۃ فی الھدنۃ الحدیبیۃ..... ولم یکن لام کلثوم بنت عقبۃ بمکۃ

Marfat.com

زوج فلما قدمت المدينة تزوجها زيد بن حارثة بن شراحيل الكلبي فولدت له وقتل عنها يوم موتة فتزوجها الزبير بن العوام بن خويلد فولدت له زينب ۔ ترجمہ ۔ ام کلثوم بنت عقبہ مکہ سے اکیلی نکلی ۔ اور قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ ہولی ۔ یہاں تک کہ صلح حدیبیہ میں مدینہ آئی ..... اور ام کلثوم بنت عقبہ کا مکہ میں کوئی شوہر نہ تھا ۔ جب مدینہ میں آئی ۔ تو اس سے زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی نے نکاح کر لیا ۔ اور اس سے اولاد ہوئی ۔ جب زید اس کی زندگی میں یوم موتہ میں مقتول ہوا ۔ تو زبیر بن عوام بن خویلد نے اس کے ساتھ نکاح کیا ۔ اور اس سے زینب پیدا ہوئی ۔ انتہے ۔ اس عبارت سے تو صاف ظاہر ہے ۔ کہ ام کلثوم کا کوئی شوہر قبل ہجرت مکہ میں نہ تھا ۔ لہٰذا ام کلثوم بنت عقبہ کا قصہ ضحاک کے تحت میں آ ہی نہیں سکتا ۔ پس جس عورت کے خاوند کو اس کا خرچ دیا گیا وہ سبیعہ ہے جس کے شوہر مسافر مخزومی کا آنا عبارت زیر بحث میں مذکور ہے ۔ اسی کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہوا تھا ۔ جیسا کہ کتب تفسیر میں بصراحت تمام مذکور ہے ۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے ۔ واٰتوھم ما انفقوا ما دفعوا الیہن من المھور وذٰلک لان صلح الحدیبیۃ جری علی ان من جاءنا منکم رددناہ فلما تعذر علیہ ردھن لورود النھی عنہ لزمہ رد مھورھن اذ روی انہ علیہ السلام کان بعد بالحدیبیۃ اذ جاءتہ سبیعۃ بنت الحرث الاسلمیۃ مسلمۃ فاقبل زوجھا مسافر المخزومی طالبا لھا فنزلت فاستحلفھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحلفت فاعطی زوجھا ما انفق وتزوجھا عمر ۔ ترجمہ ۔ اور دے دو ان مردوں کو جو ان کا خرچ ہوا ۔ یعنے جو مہر ان مردوں نے اپنی عورتوں کو دیئے ہیں ۔ اور مہروں کے واپس دینے کا حکم اس واسطے تھا ۔ کہ صلح حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ کفار میں سے جو مسلمانوں کے پاس آ جائے مسلمان اسے واپس کر دیں گے ۔ جب عورتوں کا واپس کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر متعذر ہوا ۔ کیونکہ اس سے نہی وارد ہو گئی (فلا ترجعوھن) ۔ تو آپ پر ان کے مہروں کا رد کرنا لازم ہو گیا ۔ کیونکہ مروی ہے ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی حدیبیہ میں تھے کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں آئی ۔ پس اس کا شوہر مسافر مخزومی اس کی طلب میں آیا ۔ اور یہ آیت نازل ہوئی ۔ لہٰذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سبیعہ کو سونپ دی ۔ اور اس نے سوگند کھائی ۔ پس آپ نے سبیعہ کے شوہر کو اس کا مہر عطا کیا ۔ اور سبیعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا ۔ انتہے ۔ تفسیر خازن و تفسیر ابی السعود و تفسیر حسینی میں بھی سبیعہ کا قصہ اور اس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کرنا مذکور ہے ۔ نظر بر اختصار ہم ان کی عبارتیں یہاں نقل نہیں کرتے ۔ شیعہ اثنا عشریہ کی معتبر تفسیر خلاصۃ المنہج میں آیہ امتحان کے شان نزول میں ام کلثوم بنت عقبہ

Marfat.com

[illegible] سبیعہ کا قصہ یوں مذکور ہے۔ آوردہ اند کہ در حدیبیہ صلح واقع شد۔ یکے از جملہ
شروط این بود کہ ہر مسلمانے کہ از مکہ بمدینہ رود آن حضرت اورا بکفار باز فرستد و اگر مسلمانے روئے
از مدینہ برتافتہ بجانب مکہ شتابد قریش اورا باز نگردانند۔ ہنوز آنحضرت در حدیبیہ بود کہ جمعے
مسلمانان از مکہ گریختہ بملازمت آمدند۔ از جملہ سبیعہ اسلمیہ دختر حارث بحدیبیہ آمد و اسلام آورد
و شوہر او مسافر مخزومی بیامد و گفت زوجہ مرا بمن رد کن کہ شرط صلح برین وجہ بود کہ ہر کہ از ما بتو آید بما
رد کنی۔ جبرئیل آمد و گفت۔ آن شرط بر مردان واقع شدہ نہ بر زنان۔ روا نیست کہ مومنات را
بمشرکان دہند و این آیہ بر رسول خواند۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات الآیۃ۔
منقول است کہ عہد مشرکان با رسول در بارہ زنان باین طریق شدہ بود کہ ہیچ زنے از ما نزد تو نیاید
کہ بر دین تو نباشد الا کہ اورا بسوئے ما رد کنی و اگر بدین تو در آمدہ باشد و شوہر داشتہ آنچہ شوہر
انفاق او کردہ باشد از صداق بدو رد نمائی۔ و آنحضرت نیز باین طریقہ بایشان عہد بستہ بود سبیعہ
را سوگند داد و مہرے کہ مسافر باو دادہ بود گرفتہ باز گشت۔ مضمون اس عبارت کا بھی وہی ہے۔ جو
ہماری تفاسیر میں ہے۔ مگر فرق صرف اتنا ہے۔ کہ سوگند سبیعہ و رد مہر کے بعد یہ مذکور نہیں۔ کہ حضرت
عمر فاروق نے سبیعہ سے نکاح کر لیا۔ اس حذف کی وجہ محتاج بیان نہیں۔ بہر حال کتب فریقین
سے حضرت عمر کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ کے ساتھ ثابت نہیں۔ بعض کتابوں میں جو مذکور ہے
کہ حضرت عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر کی خواستگاری کی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس کا پورا اسناد
میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ تاریخ طبری میں بحوالہ مدائنی مذکور ہے۔ مگر ابو الحسن مدائنی اخباری
اور ضعیف ہے۔ کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر منقول ہے۔ جو ضعف روایت کی طرف اشارہ ہے
جیسا کہ دیباچہ کنز العمال میں بتا دیا گیا ہے۔ استیعاب میں صرف انتہائے اسناد کا راوی مذکور
ہے۔ اور کامل ابن اثیر میں بلا اسناد بیان ہوا ہے۔ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو
اس سے فقط خطابۃ ثابت ہوگی۔ نہ کہ وقوع نکاح۔ باقی جو کچھ مصنف نے لکھا ہے وہ ایک دیوانہ
کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔

قال السید امداد امام

ہم ذیل میں اپنے خیالات اہل سنت کی تحریرات کی بنا پر حوالہ قلم کرتے ہیں۔ اگر حضرات

Marfat.com

اہلسنت کی تحقیق درست ہے۔ تو یہ معاملہ عقد کا بہت سے زشت پہلو رکھتا ہے۔ واہ قطعی جنتی بننے کی حضرت عمرؓ نے خوب راہ نکالی۔ ساٹھ برس سے متجاوز سن میں ایک نہایت صغیر سن بے مادر لڑکی سے اس کے باپ کی مرضی کے خلاف صدآں حالے کہ اس غریب لڑکی کی ایک مناسب جگہ نسبت ہو چکی تھی عقد فرمالیا۔ خدا کے واسطے اے ساکنان دنیا سن وسال بھی معاملات عقد و نکاح میں قابل لحاظ ہوتے ہیں۔ اپنے قطعی جنتی بننے کے لیئے اگر کوئی دوسرا شخص جیتے جی دوزخ میں چلا جائے تو چلا جائے ایک حد تک مضمون ہے۔ ایسے عقد سے ام کلثوم اس دنیا کے دوزخ میں تو ضرور پڑ گئیں۔ گو ان پر آخرت کا دوزخ بالیقین حرام ہے۔ لاریب ایسی حرکت کوئی خیر اندیش بنی آدم کا نہیں کر سکتا۔ ایسے فعل کے مرتکب ہونے کے لیئے بڑی شقاوت قلبی کی ضرورت ہے۔ یہ امر کہ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کی منت و سماجت پر اس آسان طور سے جیسا کہ کتاب اسعاف الراغبین میں لکھا ہے "ام کلثوم کو بطور عروس آراستہ کر کے حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا" نہایت توقع کے باہر ہے۔ ضرور ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے ساتھ نہایت درشتی کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت عمرؓ نے الزام زنا کا حضرت علیؑ پر عائد کیا یا نہیں مگر اس میں خس برابر شک نہیں ہے کہ ایسی درشت کارروائی کی گئی۔ کہ علیؑ کو اپنی مرضی کے خلاف اس معاملہ میں سکوت اختیار کرنا پڑا۔ خیر۔ اگر کتاب بالا کا مضمون صحیح ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنی ہاشم اس قدر کمزور ہو گئے تھے۔ اور ان کی شان اس قدر کم ہو گئی تھی۔ کہ حضرت خلیفہ اس وقت کے سردار بنی ہاشم کی ایک نہایت صغیر سن لڑکی کو اس آسانی کے ساتھ اپنے عقد میں لے آئے۔ اس کتاب میں اسی قدر دکھلانا ہے۔ کہ آل محمدؐ کی ہر طرح کی ذلتیں کیونکر وجود میں آتی گئیں۔ یہ کہ واقعہ کربلا ظہور میں آیا۔ اور اس کے بعد سادات کشیاں اور طرح طرح کی آل محمدؐ کے ساتھ بے اعتنائیاں واقع ہوتی گئیں۔ یہ واقع عقد ام کلثوم کا حسب بیان علمائے اہلسنت ایک ملال انگیز واقعہ ہے۔ اور بالیقین آل محمدؐ کی بڑی ذلت اور کمزوری کی خبر دیتا ہے۔ اس واقعہ کے وحشت انگیز ہونے میں کیا گفتگو ہو سکتی ہے۔ ہر چند مولوی سید مہدی علی صاحب عرف نواب محسن الملک بہادر نے حضرت عمرؓ کی اس حیرت انگیز کارروائی کی بڑی تائید کی ہے۔ مگر چونکہ نواب ممدوح خود لاولد تھے۔ اس عقد بے سروپا کی ایذا رسانیوں کو اپنے اوپر قیاس کرنے سے مجبور رہے۔ اے ساکنان دنیا عام اس سے کہ تم یہود ہو یا ہندو، عیسائی ہو یا مسلمان، لامذہب ہو یا بامذہب تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارا دل کیا کہے گا، اگر تمہاری کوئی چار یا پانچ برس کی بیٹی ہو۔ اور باوجود اس کے تم اسے ایک معقول اور مناسب دولہا سے بیاہنا چاہتے ہو۔ لیکن کوئی ایک بوڑھا

Marfat.com

ں کا بیچ میں کود پڑے۔ اور زور دکھا کر تمہاری معصوم بچی کو اپنے پاس بلوالے۔ اور جب وہ صغیر سن بچی
ں بوڑھے کے پاس پہنچ جائے۔ تو وہ قبل از نکاح اس کو اپنی گود میں بٹھلائے اور پھر وہ بوڑھا اس کا بوسہ
ے اور اس کو اس کے گھر واپس آنے کے وقت اس کی ران تھام لے۔ اے دنیا میں صغیر سن بیٹی رکھنے
والو سچ کہو۔ آیا تم کو یہ سب عمری کارروائیاں کبھی پسند آسکتی ہیں۔ ضرور تمہاری شرافت اور نجابت
ا اٹھے گی۔ کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جائے رفتن ہے کہ ابن حجر صاحب نے حضرت عمر کے بوسہ لینے
ی توجیہ تو اس طور پر کرادی کہ یہ بوسہ لینا براہ اکرام و تعظیم تھا۔ مگر ران تھامنے کی کوئی توجیہ نہیں کر سکے
ائید ابن حجر کے قبیلہ میں غیر محرم سے عورتوں کا ران تھموانا ایک رسمی امر تھا جو اس محقق نامی کو قابل
جیہ نہیں معلوم ہوا۔ مصباح الظلم صفحہ ۶۳ - ۶۴۔

اقول

اوراق سابقہ میں ہم دکھا چکے ہیں۔ کہ ازروئے کتب اثنا عشریہ حضرت عمر فاروق کا نکاح حضرت
ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے ساتھ ثابت ہے۔ یہاں اس نکاح کے متعلق کتب اہل سنت کے حوالے
بھی نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔ حدثنا
عبدان انا عبداللہ انا یونس عن ابن شہاب قال ثعلبۃ بن ابی مالک ان عمر بن الخطاب
قسم مروطا بین نساء من نساء المدینۃ فبقی مرط جید فقال لہ بعض من عندہ یا امیر
المومنین اعط ھذا ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی عندک یریدون ام کلثوم بنت
علی فقال عمر ام سلیط احق وام سلیط من نساء الانصار ممن بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال عمر فانہا کانت تزفر لنا القرب یوم احد (صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب
حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو) ترجمہ۔ حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے۔ کہ خبر
دی ہم کو عبداللہ بن مبارک نے۔ کہ خبر دی ہم کو یونس بن یزید الایلی نے ابن شہاب (محمد بن مسلم
زہری) سے۔ کہ کہا ثعلبہ بن ابی مالک نے کہ عمر بن الخطاب نے مدینہ کی عورتوں میں سے کچھ عورتوں
کے درمیان چادریں تقسیم کیں۔ ایک عمدہ چادر باقی رہ گئی۔ حاضرین میں سے بعضوں نے حضرت
عمر سے کہا۔ اے امیر المومنین یہ چادر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کلثوم جو آپ کی زوجیت
میں ہے، عطا فرما دیجئے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علیؓ تھی۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ام سلیط زیادہ

Marfat.com

حق دار ہے۔ ام سلیط انصار کی عورتوں میں سے تھی جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا حق اس لیے زیادہ ہے۔ کہ وہ احد کے دن ہمارے واسطے مشکیں اٹھا کر لاتی تھی۔ انتہٰے۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی باب ذکر ام سلیط میں بھی بروایت یحییٰ بن بکیر عن لیث عن یونس عن الزہری مذکور ہے۔

(۳) امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) اپنی سنن میں فرماتے ہیں

اخبرنا محمد بن رافع قال انبانا عبد الرزاق قال انبانا ابن جریج قال سمعت نافعا یزعم ان ابن عمر صلی علی تسع جنائز جمیعا فجعل الرجل یلون الامام والنساء یلین القبلة فصفهن صفا واحدا ووضعت جنازة ام کلثوم بنت علی امرأة عمر بن الخطاب وابن لها یقال له زید وضعا جمیعا والامام یومئذ سعید بن العاص وفی الناس ابن عمر وابو هریرة وابو سعید وابو قتادة فوضع الغلام مما یلی الامام فقال رجل فانکرت ذلک فنظرت الی ابن عباس وابی هریرة وابی سعید وابی قتادة فقلت ما هذا قالوا هی السنة (سنن نسائی۔ کتاب الجنائز۔ باب اجتماع جنائز الرجال والنساء)۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو محمد بن نافع نے۔ کہا کہ خبر دی ہم کو عبد الرزاق نے۔ کہا کہ خبر دی ہم کو ابن جریج نے۔ کہا کہ سنا میں نے نافع کو کہ کہہ رہے تھے کہ ابن عمر نے نو جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی۔ پس مردوں کے جنازوں کو امام کے قریب رکھا۔ اور عورتوں کے جنازوں کو قبلہ کی طرف ایک صف میں رکھا۔ اور ام کلثوم بنت علی زوجۂ عمر بن الخطاب اور ان کے بیٹے زید ان دونوں کا جنازہ ایک ساتھ رکھا گیا۔ اور حضرت سعید بن عاص اس وقت امام تھے۔ اور حاضرین میں ابن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ تھے۔ پس لڑکے کا جنازہ امام کے قریب رکھا گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے یہ ناپسند ہے اور ابن عباس و ابو ہریرہ و ابو سعید و ابو قتادہ کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ وہ بولے کہ یہ سنت ہے۔ انتہٰے۔

(۴) امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) اپنی سنن میں یوں نقل فرماتے ہیں۔ حدثنا یزید بن خالد بن موهب الرملی حدثنا ابن وهب عن ابن جریج عن یحییٰ بن صبیح قال حدثنی عمار مولی الحارث بن نوفل انه شهد جنازة ام کلثوم وابنها فجعل الغلام مما یلی الامام فانکرت ذلک وفی القوم ابن عباس وابو سعید الخدری وابو قتادة وابو هریرة فقالوا هذه السنة (سنن ابو داؤد مجلد ثانی کتاب

Marfat.com

یقال لہا ام کلثوم اذا خرجت جائزۃ جمال ونساء من یقدم۔) ترجمہ۔ حدیث بیان کی ہم سے یزید بن خالد نے کہا ہم سے لیث نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن وہب نے ابن جریج سے۔ اس نے یحییٰ بن صبیح سے کہا حدیث بیان کی مجھ سے عارث بن نوفل کے آزاد کردہ غلام عمار نے کہ میں ام کلثوم اور اس کے بیٹے کے جنازے پر حاضر ہوا۔ پس لڑکے کو امام کے قریب رکھا گیا۔ میں نے اسے ناپسند کیا۔ اور حاضرین میں ابن عباس و ابو سعید خدری و ابو قتادہ و ابو ہریرہ تھے۔ وہ بولے کہ یہ سنت ہے۔ انتہے۔

(۴) ابو عبداللہ محمد بن سعد زہری (متوفی ۲۳۰ھ) طبقات میں لکھتے ہیں۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی وامہا فاطمۃ بنت رسول اللہ صوامہا خدیجۃ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی تزوجہا عمر بن الخطاب وہی جاریۃ لم تبلغ فلم تزل عندہ الی ان قتل وولدت لہ زید بن عمر ورقیۃ بنت عمر (طبقات ابن سعد۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۳۳۹)۔ ام کلثوم بیٹی ہے علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کی۔ اور ام کلثوم کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہے اور فاطمہ کی ماں خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزے بن قصی ہے۔ حضرت عمر نے ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا۔ اور وہ نابالغہ تھی پس وہ حضرت عمر کے ہاں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر قتل ہونے سے شہادت پائی۔ اور اس سے پیدا ہوئے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر انتہے۔

(۵) ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ) حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ کی صاحبزادیوں کی تفصیل یوں لکھتے ہیں۔ (بنات علی بن ابی طالب) واما زینب الکبرے بنت فاطمۃ فکانت عند عبد اللہ بن جعفر فولدت لہ اولادا قد ذکرناہم۔ واما ام کلثوم الکبری وہی بنت فاطمۃ فکانت عند عمر بن الخطاب وولدت لہ اولادا قد ذکرناہم ثم قتل عمر وتزوجہا محمد بن جعفر بن ابی طالب فماتت عنہا ثم تزوجہا عون بن جعفر بن ابی طالب فماتت عندہ وکان سائر بنات علی عن ولد عقیل وولد العباس خلا ام الحسن فانہا کانت عند جعدۃ بن ہبیرۃ المخزومی وخلا فاطمۃ فانہا کانت عند سعید الاسود من بنی الحرث بن اسد (کتاب المعارف۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۷۰)۔ ترجمہ (علی بن ابی طالب کی صاحبزادیاں) زینب کبرے بنت فاطمہ عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں تھیں۔ ان کے اولاد پیدا ہوئی۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ام کلثوم کبرے بنت فاطمہ عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھیں۔ ان کے اولاد پیدا ہوئی۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت عمر شہید کر دئے گئے۔

Marfat.com

تو ام کلثوم کا نکاح محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے ام کلثوم کی زندگی میں انتقال کیا۔ بعد ازاں ام کلثوم عون بن جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں اور ان کی زندگی میں انتقال کر گئیں۔ حضرت علیؓ کی باقی صاحبزادیاں عقیل و عباس کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ سوائے ام الحسن کے جو جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ اور سوائے فاطمہؓ کے جو بنو حارث بن اسد میں سے سعید بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ انتہٰی۔ کتاب المعارف صفحہ ۶۰ میں اولاد عمر فاروق کے ضمن میں ہے۔ وولد عمر بن الخطاب فاطمۃ وزیدا وامھما ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقال ان اسم بنت ام کلثوم من عمر رقیۃ یعنے عمر بن الخطاب کے ہاں پیدا ہوئے فاطمہ اور زید جن کی ماں ام کلثوم ہے جو بیٹی ہے علی بن ابی طالب کی فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک سے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ام کلثوم کی بیٹی کا نام جو حضرت عمرؓ سے تھی رقیہ تھا انتہٰی۔

(۶) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی سنہ ۳۱۰ھ) کی تاریخ کبیر میں ہے۔ وتزوج ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصدقھا فیما قیل اربعین الفا فولدت لہ زیدا ورقیۃ (تاریخ الامم والملوک۔ مطبوعہ مصر۔ جزو خامس صفحہ ۱۶۹)۔ ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا۔ جن کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا مہر چالیس ہزار مقرر تھا۔ پس حضرت عمرؓ کے ہاں ام کلثوم سے زید و رقیہ پیدا ہوئے۔ انتہٰی۔

(۷) ابو عمر احمد بن محمد معروف بہ ابن عبد ربہ (متوفی سنہ ۳۲۸ھ) جس کے تشیع کا حال پہلے آچکا ہے یوں رقمطراز ہے۔ وکان علی قد عزل بناتہ لولد جعفر بن ابی طالب فلقیہ عمر فقال یا ابا الحسن انکحنی ابنتک ام کلثوم ابنۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد حبستھا لابن جعفر قال انہ واللہ ما علی الارض احد یرضیک من حسن صحبتہ بما ارضیک بہ فانکحنی یا ابا الحسن قال قد انکحتکھا یا امیر المومنین فاقبل عمر فجلس فی الروضۃ بین القبر والمنبر واجتمع الیہ المھاجرون والانصار فقال رفئونی قالوا بم یا امیر المومنین قال بام کلثوم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وقد تقدمت لی صحبۃ فاحببت ان یکون معھا سبب فولدت لہ ام کلثوم زید بن عمر ورقیۃ بنت عمر (عقد الفرید مطبوعہ

Marfat.com

تاریخ الخلفاء سیوطی۔ مطبوعہ ۱۳۱۸ھ۔ جزو ثالث صفحہ ۱۹۴)۔ ترجمہ۔ اور حضرت علی نے اپنی بیٹیاں جعفر بن ابی طالب کے لڑکوں کے لیئے الگ کر رکھی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان سے ملے اور کہا۔ اے ابوالحسن آپ اپنی صاحبزادی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ میں نے اس کو جعفر کے بیٹے کے لیئے روک رکھا ہے۔ حضرت فاروق نے کہا۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو آپ کو ام کلثوم کے ساتھ حسن سلوک سے ایسا خوش کرے جیسا کہ میں آپ کو خوش کروں گا۔ پس اے ابوالحسن آپ میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیں۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین میں نے آپ کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر آئے اور روضہ جنت میں قبر شریف و منبر شریف کے درمیان بیٹھ گئے۔ مہاجرین و انصار آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے نکاح میں دعائے خیر و برکت کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ کس کے ساتھ۔ فرمایا کہ ام کلثوم کے ساتھ۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن سوائے میرے سبب اور میرے نسب کے ہر ایک سبب و نسب منقطع ہے۔ مجھے صحبت کا شرف تو حاصل ہے۔ میں نے چاہا کہ صحبت کے ساتھ سبب بھی حاصل ہو جائے پس حضرت عمرؓ کے ہاں ام کلثوم سے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے۔ انتہیٰ۔

(۸)۔ حافظ محمد بن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے کتاب الثقات میں واقعات ۱۷ھ میں یوں لکھا ہے۔ ثم تزوج عمر ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب وھی من فاطمۃ ودخل بھا فی شھر ذیقعدۃ ترجمہ۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا۔ جو حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے تھیں۔ اور ماہ ذیقعدہ میں ان سے مقاربت کی۔ انتہیٰ۔

(۹) حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ) نے جن کا تشیع مشہور ہے۔ اس واقعہ تزویج کو یوں ذکر کیا ہے۔ حدثنا الحسن بن یعقوب وابراھیم بن عصمۃ العدلان قالا ثنا السری بن خزیمۃ ثنا علی بن راشد ثنا وھیب بن خالد عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خطب الی علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم فقال الکحنیھا فقال علی انی ارصدھا لابن اخی عبداللہ بن جعفر فقال عمر انکحنیھا فوا للہ ما من الناس احد یرصد من امرھا ما ارصدہ فانکحہ علی فاتی عمر المھاجرین فقال الا تھنونی قالوا بلی یا امیر المومنین فقال بام کلثوم بنت علی وابنۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول کل نسب وسبب ینقطع

Marfat.com

یوم القیامۃ کلما کان من سببی ونسبی فاحببت ان یکون بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسب وسبب ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (مستدرک علی الصحیحین مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ جزء ثالث صفحہ ۱۴۲)۔ ترجمہ (بخذف اسناد) امام جعفر صادق نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے امام زین العابدین سے روایت کی۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کی خواستگاری کی اور کہا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے علیؓ نے کہا۔ کہ میں نے ام کلثوم کو اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے لئے روک رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی مجھ سے زیادہ ام کلثوم کی کرامت کا امیدوار نہیں۔ پس حضرت علی نے حضرت عمر کا نکاح کر دیا۔ حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کہ تم مجھے نکاح کی مبارک باد کیوں نہیں دیتے۔ وہ بولے کہ کس کے ساتھ اے امیرالمومنین فرمایا۔ کہ ام کلثوم بنت علی و فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے سوا ہر ایک نسب و سبب منقطع ہوگا۔ اس لیئے میں نے چاہا۔ کہ درمیان میرے اور درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب و سبب ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اسے اخراج نہیں کیا۔

(۱۰)۔ امام ابوبکر احمد بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے اس قصہ تزویج کو اس سند کے ساتھ جس کے رجال اکابر اہلبیت میں سے ہیں۔ اخراج کیا ہے۔ ان علیاً عزل بناتہ لولد اخیہ جعفر فلقیہ عمر رضی اللہ عنہما فقال لہ یا ابا الحسن انکحنی ابنتک ام کلثوم بنت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال قد حبستہن لولد اخی جعفر فقال عمر انہ واللہ ما علی وجہ الارض من یرصد من صحبتہا ما ارصد فانکحنی یا ابا الحسن فقال قد انکحتہا فعاد عمر الی مجلسہ بالروضۃ مجلس المہاجرین والانصار فقال ھنونی قالوا بمن یا امیرالمومنین قال بام کلثوم بنت علی واخرج بحدیث انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل صہر وسبب ونسب ینقطع القیامۃ الا صہری وسببی ونسبی وانہ کان لی صحبۃ فاحببت ان یکون لی معہا سبب (صواعق محرقہ۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۹۳)۔ اس کا اردو ترجمہ قریباً وہی ہے۔ جو روایت علامہ ابن حجر مکی کا ہے۔

مذکورہ بالا عشرہ کاملہ سے ان علمائے شیعہ کی تردید اظہر من الشمس ہے جو کہتے ہیں۔ کہ اہلسنت سے یہ نکاح ثابت نہیں۔ شیعہ ان مستند و معتبر حوالوں کو پس انداز کرتے ہیں اور

Marfat.com

نقل کرتے ہیں جن سے نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ تو ثابت ہے۔ مگر ان میں ایسے امور (گود میں بٹھانا۔ بوسہ لینا وغیرہ) مذکور ہیں۔ جن کے سبب شیعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر طعن کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں بغرض تنقید کئی روایتیں نقل کرتے ہیں۔

(۱) طبقات ابن سعد (جزء ثامن۔ ترجمہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب) میں ہے۔ اخبرنا انس بن عیاض اللیثی عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عمر بن الخطاب خطب الی علی بن ابی طالب ابنتہ ام کلثوم فقال علی انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال عمر انکحنیہا یا علی فواللہ ما علی ظہر الارض رجل یرصد من حسن صحابتہا ما ارصد فقال علی قد فعلت فجاء عمر الی مجلس المہاجرین بین القبر والمنبر وکانوا یجلسون ثم علی وعثمان والزبیر وطلحۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فاذا کان الشیء یاتی عمر من الآفاق جاءہم فاخبرہم ذلک واستشارہم فیہ فجاء عمر فقال رفئونی فرفئوہ وقالوا بمن یا امیر المومنین قال بابنۃ علی بن ابی طالب ثم انشأ یخبرہم فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل نسب وسبب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی وکنت قد صحبتہ فاحببت ان یکون ہذا ایضا۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو انس بن عیاض لیثی نے جعفر بن محمد سے۔ اس نے اپنے باپ محمد باقر سے کہ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے ان کی صاحبزادی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ علیؓ نے جواب دیا۔ کہ میں نے اپنی بیٹیاں جعفر کے بیٹوں کے لیئے روک رکھی ہیں۔ عمرؓ نے کہا۔ اے علی۔ ام کلثوم کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔ اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو ام کلثوم کے ساتھ حسن سلوک سے اس امر کا امیدوار ہو جس کا میں امیدوار ہوں۔ علیؓ نے کہا۔ کہ میں نے کر دیا۔ پس عمرؓ قبر شریف و منبر شریف کے درمیان مجلس مہاجرین میں آئے۔ اور وہاں علیؓ و عثمانؓ و زبیر و طلحہ و عبد الرحمٰن بن عوف بیٹھا کرتے تھے۔ جب ملک کے کسی حصہ سے حضرت عمرؓ کو کچھ خبر آتی۔ تو ان کے پاس آتے اور ان کو خبر دیتے۔ اور اس میں ان کا مشورہ طلب کرتے۔ پس عمرؓ آئے اور کہنے لگے کہ مجھے نکاح کی مبارکباد دو۔ پس انہوں نے مبارکباد دی۔ اور پوچھا کہ کس کے ساتھ اے امیر المومنین۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ علی بن ابی طالب کی بیٹی کے ساتھ۔ پھر آپ انہیں خبر دینے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن سوائے میرے نسب و سبب کے ہر ایک نسب و سبب منقطع ہوگا۔ مجھے صحبت کا شرف حاصل ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ یہ بھی حاصل ہو جائے انتہےٰ۔

(۲) طبقات ابن سعد ہی میں ہے۔ قال محمد بن عمر وغیرہ لما خطب عمر بن الخطاب الی علی ابنتہ ام کلثوم قال یا امیر المومنین انہا صبیۃ فقال انک واللہ ما بک ذاک ولکن قد علمنا

Marfat.com

ما بك فامر علی بها فصنعت ثم امر ببرد فطواه وقال انطلقی بهذا الی امیر المومنین فقولی ان سنی ابی یقرئك السلام ویقول ان رضیت البرد فامسکه وان سخطته فرده فلما اتت عمر قال بارك الله فیك وفی ابیك قد رضینا قال فرجعت الی ابیها فقالت ما نشر البرد ولا نظر الا الی فزوجها ایاه فولدت له غلاما یقال له زید۔ ترجمہ۔ محمد بن عمر واقدی وغیرہ کا قول ہے۔ کہ جب عمر بن الخطاب نے علیؑ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ تو علیؑ نے کہا۔ اے امیر المومنین وہ نابالغہ ہے عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ اس کا خیال نہ کریں ہمیں آپ کا مطلب معلوم ہے (۶) پس علیؑ نے ام کلثوم کے لیئے حکم دیا۔ پس وہ آراستہ کی گئی۔ پھر آپ نے ایک چادر منگوا کر لپیٹ دی۔ اور ام کلثوم سے کہا کہ اسے لے کر امیر المومنین کے پاس جاؤ۔ اور کہہ دیجو کہ مجھے میرے باپ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اگر آپ کو یہ چادر پسند ہے تو اس کو رکھ لیں۔ اور اگر ناپسند ہے تو واپس کر دیں۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو آپ نے کہا۔ اللہ تجھ میں اور تیرے والد میں برکت دے۔ ہمیں پسند ہے۔ پس وہ اپنے باپ کے پاس واپس آکر کہنے لگی۔ کہ امیر المومنین نے چادر کو پھیلایا نہیں۔ اور نہ میرے سوا کسی چیز کی طرف دیکھا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا اور حضرت عمر کے ہاں ام کلثوم سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام زید تھا۔ انتہیٰ۔

(۳) استیعاب ابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ) میں ترجمہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب میں ہے۔ خطبها عمر بن الخطاب الی علی ابن ابی طالب فقال له انها صغیرة فقال له عمر زوجنیها یا ابا الحسن فانی ارصد من کرامتها ما لا یرصده احد فقال له علی رضی الله عنه انا ابعثها الیك فان رضیتها فقد زوجنکها فبعثها الیه ببرد وقال لها قولی هذا البرد الذی قلت لك فقالت ذلك لعمر فقال قولی له قد رضیت رضی الله عنك ووضع یده علی ساقها فکشفها فقالت اتفعل هذا لولا انك امیر المومنین لکسرت انفك ثم خرجت حتی جاءت اباها فاخبرته الخبر وقالت بعثتنی الی شیخ سوء فقال یا بنیة انه زوجك فجاء عمر الی مجلس المهاجرین فی الروضة وکان یجلس فیها المهاجرون الاولون فجلس الیهم فقال لهم رفئونی فقالوا بماذا یا امیر المومنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کل نسب وسبب وصهر منقطع یوم القیامة الا نسبی وسببی وصهری فکان لی به علیه السلام النسب والسبب فاردت ان اجمع الیه الصهر فرفئوه۔ ترجمہ۔ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ علیؑ نے ان کو جواب دیا۔ کہ وہ نابالغہ ہے۔ عمرؓ نے کہا

Marfat.com

ابوالحسن میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجئے۔ کیونکہ میں اس کی کرامت سے اس چیز کا امیدوار ہوں جس کا کوئی دوسرا امیدوار نہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں اسے آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اگر آپ اسے پسند فرمائیں۔ میں اسے آپ کے ساتھ بیاہ دوں گا۔ پس حضرت علیؓ نے اسے ایک چادر دے کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور کہہ دیا کہ عمرؓ سے کہنا کہ یہ چادر جس کا میں نے ذکر کیا آپ کے واسطے ہے۔ ام کلثوم نے حضرت عمرؓ سے اسی طرح کہہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ سے کہہ دینا کہ میں راضی ہوں۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ اور اپنا ہاتھ اس کی ساق پر رکھا اور کشف ساق کیا۔ ام کلثوم نے کہا کیا آپ ایسا کرتے ہیں۔ اگر آپ امیرالمومنین نہ ہوتے۔ تو میں آپ کی ناک توڑ دیتی۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے نکلی۔ یہاں تک کہ اپنے باپ کے پاس آئی۔ اور انہیں سب ماجرا کہہ سنایا۔ اور کہا کہ آپ نے مجھے برے شیخ کے پاس بھیجا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے پیاری بیٹی وہ تیرے شوہر ہیں۔ پس عمرؓ روضہ میں مہاجرین کے پاس آئے جہاں مہاجرین اولین بیٹھا کرتے تھے۔ آپ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے مجھے مبارکباد دو۔ انہوں نے پوچھا۔ اے امیرالمومنین کس بات کی مبارکباد۔ فرمایا۔ کہ میں نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن سوائے میرے نسب وسبب وصہر کے ہر ایک نسب وسبب وصہر منقطع ہوگا۔ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب وسبب.... حاصل تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کے ساتھ صہر بھی جمع ہو جائے۔ یہ سن کر مہاجرین نے حضرت عمرؓ کو مبارکباد دی اھ۔

(۴۴) استیعاب ہی میں ہے۔ حدثنا عبدالوارث حدثنا قاسم حدثنا الخشنی حدثنا ابن ہبل عمر حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی ان عمر بن الخطاب خطب الی علی ابنته ام کلثوم ذکر له صغرها فقیل له انه یردك فعاوده فقال له علی ابعث بها الیك فان رضیت فهی امرأتك فارسل بها الیه فکشف عن ساقها فقالت لو لا انك امیرالمومنین للطمت عینیك۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی ہم سے عبدالوارث نے کہ حدیث بیان کی ہم سے قاسم نے کہ حدیث بیان کی ہم سے خشنی نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن ابی عمر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے عمرو بن دینار سے۔ اس نے امام محمد باقر سے کہ عمر بن الخطابؓ نے علیؓ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ حضرت علیؓ نے صغر سنی کا عذر پیش کیا۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ علیؓ نے آپ کو رد کر دیا۔ پس حضرت عمر دوبارہ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر پسند آئی تو وہ آپ کی زوجہ ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ نے اسے حضرت

Marfat.com

عمر کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم کی ساق کو ننگا کیا۔ ام کلثومؓ نے کہا۔ دیکھ اللہ کی قسم اگر آپ امیر المومنین نہ ہوتے۔ تو میں ضرور آپ کی آنکھوں پر طپانچہ مارتی۔ انتہے۔

(۵) الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی (متوفی ستہ ۸۵۲ھ) میں ترجمہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب میں ہے۔ قال ابن ابی عمر المقدسی حدثنی سفیان عن عمرو عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم فذکر لہ صغرھا فقیل لہ انہ یردك فعاودہ فقال علی ابعث بہا الیك فان رضیت فھی امرأتك فارسل بہا الیہ فکشف عن ساقھا فقالت لہ لولا انك امیر المومنین لطمت عینیك۔ یہ وہی روایت نمبر (۴) ہے۔

(۶) روایت کتاب المودۃ پہلے آچکی ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم کو اپنے زانو پر بٹھایا۔ اور اس کے سر پر سے مقنع اور ساق پر سے جامہ اٹھا دیا۔ اس وقت ام کلثوم چار سالہ اور حضرت عمر شصت سالہ تھے۔

(۷)۔ اسعاف الراغبین کی روایت سید امداد امام نے ذکر کردی ہے جس میں حضرت عمر کا ام کلثوم کو گود میں بٹھانا اور بوسہ لینا۔ اور بوقت رخصت اس کی ساق کو تھام لینا مذکور ہے۔

اب روایت نمبر (۱) طبقات ابن سعد۔ روایت نمبر (۴) استیعاب۔ روایت نمبر (۵) اصابہ اور عشرہ کاملہ سابقہ میں سے روایت نمبر (۹) مستدرک اور روایت نمبر (۱۰) بیہقی پر نظر غور ڈالو۔ ان پانچوں کے اسناد میں انقطاع ہے۔ خواہ انتہائے اسناد میں امام محمد باقر (متوفی ستہ ۱۱۷ھ) ہوں یا امام زین العابدین (متوفی ستہ ۹۴ھ)۔ کیونکہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ستہ ۱۷ھ کا ہے۔ روایت مستدرک و بیہقی کے راویوں میں وصیب بن خالد۔ امام جعفر صادق۔ امام محمد باقر۔ امام زین العابدین ہیں۔ اور روایت طبقات میں انس بن عیاض۔ امام جعفر صادق۔ امام محمد باقر ہیں۔ اسی طرح روایت استیعاب و اصابہ میں سفیان۔ عمرو بن دینار۔ امام محمد باقر ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ ایک ہی روایت کے مختلف طریق ہیں۔ یہ محال ہے کہ امام محمد باقر اپنے صاحبزادے امام جعفر صادق سے ایک ہی واقعہ میں کچھ بیان کریں اور عمرو بن دینار سے اسی واقعہ میں کچھ اور ہی ذکر کریں۔ روایت ابن سعد میں امام صادق سے نیچے کا راوی انس بن عیاض ثقہ ہے۔ اور روایت حاکم بھی صحیح الاسناد ہے۔ پس بفحوائے اہل البیت ادری بما فیہ طریق امام صادق کا مضمون صحیح ہے جس میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر کی خواستگاری پر حضرت علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ اس میں اس بات کا ذکر تک نہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے ام کلثوم کو حضرت عمر فاروق کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے کشف ساق کیا۔ اور ام کلثوم نے یوں سخت جواب

Marfat.com

یہ بھی نظر روایت کے لیا اور روئے روایت بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروق کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ علاوہ ازیں طریق عمرو بن دینار جس میں یہ امر مذکور ہے۔ مخدوش ہے۔ پہلا راوی عبدالوارث دوسرا قاسم ہے۔ ہر دو نام کے کئی راوی ہیں۔ تیسرا راوی حشنی ہے۔ مگر حشنی دو ہیں مسلمہ بن علی حشنی اور حسن بن یحییٰ حشنی۔ مسلمہ کی نسبت تہذیب التہذیب میں ہے۔ کہ ابن معین و رحیم کا قول ہے کہ مسلمہ ضعیف ہے۔ امام بخاری و ابوزرعہ کا قول ہے۔ کہ مسلمہ منکر الحدیث و متروک ہے۔ جوزجانی کا قول ہے۔ کہ مسلمہ ضعیف اور اس کی حدیث متروک ہے۔ امام نسائی و دارقطنی و برقانی کا قول ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ ابو احمد حاکم کا قول ہے۔ کہ وہ ذاہب الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے۔ کہ وہ اسانید کو مقلوب کر دیتا تھا۔ اور ثقات کے نام سے حدیثیں روایت کرتا تھا جو ان کی نہ تھیں۔ ابن عدی کا قول ہے۔ کہ مسلمہ کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ ابن جنید نے بروایت ابن معین بیان کیا کہ ہر دو حشنی یعنے مسلمہ اور حسن بن یحییٰ ضعیف و لاشئے ہیں۔ حسن بن یحییٰ حشنی کا مزید حال یہ ہے۔ کہ ابو حاتم کا بیان ہے کہ حسن صدوق مگر اس کا حافظہ خراب ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ حسن متروک ہے عبدالغنی بن سعید کا قول ہے۔ کہ حسن لاشئے ہے۔ چوتھا راوی ابن ابی عمر یعنے محمد بن یحییٰ بن ابی عمر عدنی ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے۔ قال ابن ابی حاتم عن ابیہ کان رجلا صالحا وکان یغلط ورأیت عندہ حدیثا موضوعا حدث بہ عن ابن عیینۃ وکان صدوقا۔ یعنے ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کی زبانی بیان کیا۔ کہ ابن ابی عمر نیک شخص تھا۔ مگر اس میں غفلت تھی۔ میں نے اس کے پاس ایک موضوع حدیث دیکھی جس کو اس نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا۔ اور وہ صدوق تھا تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ طریق عمرو بن دینار مجروح اور درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ کتاب المودۃ کی نسبت ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اس کی روایت اور وہ بھی بلا اسناد کیا وقعت رکھ سکتی ہے یہی حال اسعاف الراغبین کی روایت بلا اسناد کا ہے۔ اسعاف الراغبین ۱۱۸۹ھ کی تصنیف ہے۔ وہ ہماری کتب معتمدہ میں شامل نہیں۔ نہ اس میں صحت کا التزام ہے۔ روایت طبقات نمبر (۲) اور روایت استیعاب نمبر (۳) میں ام کلثوم کو چادر دے کر بھیجنا مذکور ہے ہر دو بلا اسناد ہیں۔ اگرچہ واقدی متروک ہے۔ مگر اس کی روایت میں نہ کشف ساق مذکور ہے اور نہ ام کلثوم کی درشت کلامی۔ پس روایت استیعاب میں جو یہ امر مذکور ہے وہ وضع یا الحاق پر محمول ہے۔ ابن الصلاح نے یہ بجا اعتراض کیا ہے کہ ابن عبدالبر محدثین کو چھوڑ کر اخباریوں کی روایات لاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ایسے امور ہماری کسی معتبر و مستند روایت سے ثابت نہیں۔ جو کچھ روایات معتمدہ اہلسنت سے ثابت ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

بیان بالا سے واضح ہو گیا کہ سید امداد امام نے تزویج ام کلثوم کے متعلق جو اپنے خیالات حال کئے ہیں۔ وہ اہلسنت کی تحریرات معتمدہ کی بنا پر نہیں۔ اور نہ کتب معتمدہ اثنا عشریہ کی بنا پر ہیں۔ بنا بر تحقیق اہلسنت اس معاملہ عقد میں کوئی زشت پہلو نہیں۔ چار سال والی روایت موضوع ہے۔ اصل واقع عقد پر جو حواشی چڑھائے گئے ہیں۔ وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اس عقد سے پہلے حضرت ام کلثوم کی نسبت کسی جگہ نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولے مرتضٰے کا یہ محض ارادہ تھا۔ کہ ان کو جعفر طیار کے بیٹے سے بیاہ دیں۔ مگر بعد ازاں ان کو ایک بہتر جگہ مل گئی۔ اس لیئے اس ارادہ کو بدل دیا۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ عرفت ربی بفسخ العزائم خود حضرت امیرؓ کا قول ہے۔ تعجب کا مقام ہے۔ کہ روافض خدا کے متعلق تو یہ اعتقاد رکھیں۔ کہ وہ اپنے ارادہ کو بدل دیا کرتا ہے۔ مگر ایک بندۂ خدا اگر اپنے ارادہ کو بدل دے تو اسے مورد طعن ٹھیرائیں۔ حضرت ام کلثوم اس نکاح سے دنیا کے دوزخ میں نہیں گریں۔ حضرت عمر فاروق کے ہاں ان کے بطن مبارک سے اولاد ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کوئی مجبور نہ کر سکتا تھا۔ انہوں نے برغبت و رضامندی یہ نکاح کر دیا تھا۔ اس میں کسی طرح آل محمدؐ کی مذلت نہیں ہوئی۔ آل محمدؐ کو اگر ذلیل کیا ہے تو شیعہ نے۔ واقعہ کربلا کی ساری ذمہ داری شیعہ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ کتب شیعہ سے ظاہر ہے۔ اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ مگر اتنا بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس نکاح سے جو کتب فریقین سے ثابت ہے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے درمیان کوئی عداوت و کراہت نہ تھی۔ بلکہ ایسی دلی محبت تھی۔ کہ اپنی بیٹی دینے میں بھی جناب امیرؓ نے دریغ نہ فرمایا۔ دوم یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عمر فاروق کے ایمان میں ذرہ برابر بھی نقصان نہ تھا۔ اگر معاذ اللہ کچھ نقصان ہوتا تو اسد اللہ الغالب ہرگز اپنی پیاری صاحبزادی جو حضرت فاطمہ زہرا کے بطن مبارک سے تھیں نہ دیتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امیرؓ کو حضرت عمرؓ کے تقوٰے و دینداری و پرہیزگاری پر پورا اعتماد تھا۔ سوم اس نکاح سے یہ بھی یقیناً معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عمر فاروق نے کبھی کسی طرح کا رنج حضرت زہرا کو نہیں دیا۔ جیسا کہ کتب شیعہ میں مرقوم ہے۔ ورنہ حضرت مولے مرتضٰے قیامت تک رضامند نہ ہوتے۔ اور اپنی صاحبزادی کا نکاح نہ کر دیتے۔ پس جو کوئی حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے داماد کی بے ادبی کرے گا وہ آخر ندامت اٹھائے گا ✦

Marfat.com

قال السید امداد امام

تبرا

لغوی معنے تبرا کے بری ہونا ہے یعنے کسی فریق سے کنارہ کش ہونا۔ عرف میں تبرا سب وشتم ولعن کا مترادف ہو گیا ہے۔ حالانکہ تبرا کو ان امور سے درحقیقت کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے اپنے عہد گرامی میں جناب علیؑ ابن ابی طالب پر سب وشتم ولعن کی کارروائی کو جزو مذہب قرار دے دیا تھا۔ اور اس کارروائی کا نام تبرا ہو گیا تھا۔ اس لیئے سب وشتم ولعن کی کارروائی عرفاً تبرا کہی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ لغوی معنے سے تبرا کے فرقہ امامیہ کو چارہ نہیں۔ اس لیئے کہ اگر تبرا کا مضمون شیعوں میں سے دور ہو جائے۔ تو ان کا مذہب ہی غائب ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے ان کو حضرات اہلسنت کے ساتھ ہمخیال ہونا ایک امر مجبوری ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ تبرا کا الزام فرقہ امامیہ ہی کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیئے کہ اگر اس فرقہ کو حضرات اہل سنت کے مقتداؤں کے ساتھ تولا نہیں ہے۔ تو اس فرقہ پر عند العقل تولا کی فرمائش نہیں کی جا سکتی۔ تبرا اور تولا ایسے امور ہیں۔ کہ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر سکتا ہے۔ لاریب کچھ سمجھ کر شیعوں نے اہل سنت کے مقتداؤں سے تبرا کا پہلو اختیار کیا ہے اسی طرح کچھ سمجھ کر اہل سنت اپنے مقتداؤں کے ساتھ تولا کے متمسک ہوئے ہیں یہاں تک تو شیعوں پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ لیکن حرف گیری ان پر اس وقت ہوتی ہے۔ جب یہ فرقہ حضرت معاویہ کے طریقہ کار پر بند ہوتا ہے۔ یعنے جس طرح کہ آپ سردار و مقتدایان امامیہ کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اسی طرح فرقہ مقتدایان اہل سنت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اس حرف گیری کا راقم تمامتر شریک ہے۔ اس لیئے راقم کو ہر سنت امیر معاویہ سے تمامتر احتراز ہے۔ یہ طریقہ سب وشتم ولعن کا امیر معاویہ صاحب کے لیئے روا تھا۔ اس واسطے کہ وہ صاحب تمام غیر مطبوع کارروائیوں کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ہم اور جمیع پیروان جناب مرتضیٰ علیؑ کو ایسے مقدوح امر کے اختیار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ سب وشتم ولعن کوئی اچھی چیز نہیں ہے جو ہم اختیار کریں۔ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے مذہب امامیہ میں بڑا فتور پڑا ہے۔ لازم ہے کہ خواہان مذہب جناب علیؑ مرتضیٰ اس مسئلہ پر غور کو راہ دیں۔ ہمارے پیشوائے مذہب غفران

Marfat.com

مآب تاج العلما جناب سید علی محمد صاحب قبلہ اس طریقہ سب وشتم کو مقدوح جانتے تھے اور مروج طریقہ لعن وطعن کو بھی نامحمود سمجھتے تھے۔ میری دانست میں جو مروج طریقہ تبرا کا ہے۔ وہ مذہب امامیہ کو داغی بنائے ہوئے ہے۔ بہی خواہان مذہب امامیہ اس کی اصلاح میں جس قدر کوشاں ہوں بہتر ہے جاننا چاہیئے۔ کہ حضرت معاویہ نے حضرت علیؑ پر سب وشتم ولعن کی کارروائی کسی خاص غرض سے قایم کی تھی۔ وہ غرض فرقہ امامیہ کو نزلاحق تھی اور نہ ہے۔ پس ایسی کارروائی کی پابندی سے اس فرقہ کو کنارہ کش ہی رہنا چاہیئے۔ امیر معاویہ کو جناب علیؑ مرتضےٰ پر سب وشتم ولعن جاری کرنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ امیر صاحب جو حضرت امام حسن علیہ السلام سے خلع خلافت کرا کے خلیفہ بن بیٹھے تھے۔ اس بات کو جانتے تھے کہ آپ کو کسی طرح پر بمقابلہ حسنین علیہما السلام کے حق خلافت نہیں ہے۔ پس اگر آپ کی ہدایت کے مطابق سلسلہ سب وشتم ولعن کا علیؑ مرتضےٰ پر جاری رہے گا۔ تو ان کے دونوں صاحبزادوں کو بھی مسلمانان وقت بری آنکھ سے دیکھا کریں گے جس کے باعث آپ کی خلافت کو استحکام حاصل رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس سب وشتم ولعن کی بدولت امیر معاویہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خلفائے بنی امیہ کے عہد کے مسلمان آل محمدؐ کو بہت کچھ بھول گئے۔ حقوق آل محمد کا خیال سب وشتم کی دھوم سے جاتا رہا۔ مصباح الظلم۔ صفحہ ۳۷۹-۳۸۰۔

القول

تبرا متقابل ہے تولا کا جس کے معنی دوستی کے ہیں۔ پس تبرا کے معنے دشمنی وبیزاری کے ہوئے مصنف کا تبرا کی تائید کرنا باطل ہے۔ صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے مناقب وفضائل قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ ان سے تبرا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جو سلسلہ سب وشتم کا بادی بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حسب بیان کتب شیعہ سلسلہ لعن کی ابتدا حضرت علیؑ تقیہ سے ہوئی۔ اس وقت سے آج تک شیعہ سب وشتم کو مذہب امامیہ کا جزء لاینفک سمجھتے اور ضروریات مذہب میں شمار کرتے چلے آئے ہیں۔ بغرض توضیح ہم ذیل میں کتب شیعہ ہی کی عبارتیں نقل کرتے ہیں

(۱) اثنا عشریہ کے نزدیک سوائے تین چار کے تمام صحابہ کرام العیاذ باللہ مرتد ومنافق تھے (دیکھو تحفہ شیعہ۔ حصہ اول۔ صفحہ ۸۵ تا ۸۷)۔

(۲) ۔امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب کے مزار مبارک پر جو دعا شیعہ پڑھتے ہیں۔ اس میں ہیں۔ لعن اللہ من ظلمک وتقدم علیک وصد عنک لعنا کثیرا یلعنہم بہ کل ملک مقرب

Marfat.com

نبی مرسل و کل عبد مومن (فروع کافی مطبوعہ نولکشور۔ جزء اول صفحہ ۵۹۳)۔ یعنے جنہوں نے تجھ پر ظلم کیا اور تجھ سے متقدم ہو گئے۔ اور تجھ سے باز رہے۔ خدا ان پر بہت سی لعنت کرے جس کے ساتھ ہر ایک فرشتہ مقرب اور ہر ایک نبی مرسل اور ہر ایک بندہ مومن ان پر لعنت بھیجے۔

(۳) حضرت امیرؑ کی زیارت پر شیعہ کو حکم ہے کہ غسل و وضو کر کے حاضر ہوں اور یہ دعا پڑھیں لعن اللہ من خالفک ولعن اللہ من افتری علیک وظلمک وغصب حقک ومن بلغہ ذلک فرضی بہ انا الی اللہ منہم بریٔ ولعن اللہ امۃ خالفتک وامۃ جحدت ولایتک وامۃ تظاہرت علیک وامۃ قتلتک وامۃ قاتلتک وامۃ خذلتک وخذلت عنک الحمد للہ الذی جعل النار مثواہم (تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران۔ مجلد ثانی۔ کتاب المزار صفحہ ۹)۔ ترجمہ۔ لعنت کرے خدا اس پر جس نے تیری مخالفت کی۔ اور لعنت کرے خدا اس پر جس نے تجھ پر افترا کیا۔ اور تجھ پر ظلم کیا اور تیرا حق غصب کیا اور اس پر بھی جس کو یہ خبر پہنچی اور وہ اس پر راضی ہو گیا۔ ہم ان سے اللہ کی طرف بیزار ہیں۔ اور لعنت کرے خدا اس گروہ پر جنہوں نے تیری مخالفت کی۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تیری ولائیت کا انکار کیا۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تیرے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تجھ سے لڑائی کی۔ اور اس گروہ پر جنہوں نے تیری یاری و نصرت چھوڑ دی۔ سب ستائش خدا کو ہے جس نے دوزخ ان کا ٹھکانا بنا دیا۔ انتہے۔

(۴) دعائے زیارت عاشور میں ہے۔ یا ابا عبد اللہ لقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ بک علینا وعلی جمیع اہل الاسلام وجلت وعظمت مصیبتک فی السموٰت علی جمیع اہلی السموٰت فلعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اہل البیت ولعن اللہ امۃ دفعتکم عن مقامکم وازالتکم عن مراتبکم التی رتبکم اللہ فیہا ولعن اللہ امۃ قتلتکم ولعن اللہ الممہدین لہم بالتمکین من قتالکم برئت الی اللہ والیکم منہم ومن اشیاعہم واتباعہم واولیائہم یا ابا عبد اللہ انی سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم الی یوم القیامۃ ولعن اللہ آل زیاد وآل مروان ولعن اللہ بنی امیۃ قاطبۃ ولعن اللہ ابن مرجانۃ ..... ولعن اللہ عمر بن سعد ولعن اللہ شمرا ولعن اللہ امۃ اسرجت والجمت وتنقبت وتہیات لقتالک اشقاء الصدور فی زیارت عاشور صفحہ ۹)۔ ترجمہ۔ اے ابو عبد اللہ (حسینؑ) آپ کے سبب ہم پر اور تمام اہل اسلام پر سوگواری مصیبت بڑی ہے۔ اور تمام آسمانوں والوں پر آسمانوں میں آپ کی سوگواری بڑی ہے۔ خدا لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے اے اہل بیت تم پر جور و ظلم کی بنیاد رکھی۔ اور خدا لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے

Marfat.com

تم کو اپنے مقام سے ہٹا دیا۔ اور ان مراتب سے دور کر دیا جن میں اللہ تعالےٰ نے تم کو رکھا تھا۔ خدا لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے تم کو قتل کیا۔ اور لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے تمہارے قاتلین کے لیے سامان مہیا کر دیا جس سے وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر قادر ہو گئے۔ میں ان سے اور ان کی پیروی کرنے والوں اور ان کے ہمراہیوں اور ان کے دوستوں سے خدا کے آگے اور تمہارے آگے بیزاری ظاہر کرتا ہوں۔ اے ابو عبداللہ روز قیامت تک میری صلح ہے اس سے جو آپ کے ساتھ صلح سے ہے۔ اور میری لڑائی ہے اس سے جو آپ سے لڑتا ہے۔ خدا لعنت کرے آل زیاد پر اور آل مروان پر۔ اور لعنت کرے تمام بنی امیہ پر اور لعنت کرے ابن مرجانہ پر اور لعنت کرے عمر بن سعد پر، اور لعنت کرے شمر پر اور لعنت کرے اس گروہ پر جنہوں نے گھوڑوں پر زین ڈالے اور لگامیں دیں اور چل پڑے اور آپ کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انتہٰی۔

(۵) محمد بن علی بن محبوب عن محمد بن الحسین عن محمد بن سنان عن عمار بن مروان عن المنخل بن جمیل عن جابر عن ابی جعفرؑ قال اذا انحرفت عن صلوٰۃ مکتوبۃ فلا تنحرف الا بانصراف لعن بنی امیۃ (تہذیب الاحکام۔ مجلد اول۔ باب کیفیۃ الصلوٰۃ وصفتہا صفحہ ۲۲۷)۔ ترجمہ۔ (بحذف اسناد) امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ جب تو نماز فریضہ سے فارغ ہو۔ تو فارغ نہ ہو۔ مگر لعن بنی امیہ کے ساتھ۔ انتہٰی۔ شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور صفحہ ۱۷۱ میں ہے۔ اخبار در لعن عموم بنی امیہ از طریق اہل بیت زیاد است و مستحب است کہ بعد از ہر نماز فریضہ بنی امیہ را لعن کنند چنانچہ شیخ طائفہ در تہذیب روایت کردہ بسند خود از ابو جعفر باقر علوم النبیین علیہم السلام کہ بجابر جعفی فرمود۔ اذا انحرفت عن صلوٰۃ مکتوبۃ فلا تنحرف الا بانصراف لعن بنی امیۃ۔ یعنے چون از نماز فریضہ باز گردی باز نگردد، مگر بلعن بنی امیہ اللھم العن بنی امیۃ قاطبۃ انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اثنا عشریہ کے ہاں ہر نماز فریضہ کے بعد تمام بنی امیہ پر لعنت کرنا مستحب ہے۔

(۶) عن الحسین بن ثویر و ابی سلمۃ السراج قالا سمعنا ابا عبداللہ علیہ السلام وھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعا من النساء فلانا وفلانا ومعاویۃ ویزید وفلانۃ وفلانۃ وھندا وام الحکم اخت معاویۃ۔ (فروع کافی۔ جزء اول۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب التعقیب بعد الصلوٰۃ والدعاء۔ صفحہ ۳۰۳)۔ یعنے امام جعفر صادق ہر نماز فریضہ کے بعد چار مردوں خلفائے ثلاثہ اور معاویہ پر اور چار عورتوں یعنے عائشہ و حفصہ و ہند و ام الحکم ہمشیرہ معاویہ پر نام بنام لعنت کیا کرتے تھے۔ انتہٰی۔

Marfat.com

(۷)۔عن الحسین بن ثویر وابی سلمۃ السراج قالا سمعنا ابا عبد اللہ وھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعا من النساء الیتمی والعدوی وفلان ومعاویۃ وسیمیھم وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ۔(تہذیب الاحکام۔مجلد اوّل۔باب کیفیۃ الصلوٰۃ وصفتھا۔صفحہ ۲۲۷)۔یہ وہی روایت نمبر ۶ ہے شیعہ کا فخر المحققین میرزا ابوالفضل طہرانی لکھتا ہے۔واز انچہ نوشتیم کفر وظلم وجواز لعن این چہار کالشمس فی رابعۃ النہار روشن وہویدا شد واز ین جہت امام صادق علیہ السلام ملتزم بود کہ عقب ہر نماز واجب این چہار تن وچہار زن را لعنت کند واز برائے شیعیان ایشان سنت شد بحکم تاسی چنانچہ کلینی وشیخ الطائفہ بحسین بن ثویر وابو سلمہ سراج رساندند کہ شنیدیم حضرت صادق را کہ لعنت مے کرد در عقب ہر نماز واجب چہار نفر از مردان را وچہار نفر از زنان را ونام مے برد ایشان را وآیات متولہ واخبار مصرحہ بلعن ایشان بسیار است واین از ضروریات مذہب شیعہ واز مطاعن معروفہ ایشان نزد دشمنانست وہیچ یک از منتسبین باین مذہب انکار این نکردہ جز یک نفر جاہل ضال مضل کہ در ایام ما در کشمیر انگیختہ شدہ ورسالہ در منع سب شیخین پرداختہ وباسینان ہمداستان شدہ (شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور صفحہ ۳۷)

ترجمہ۔ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان چاروں کا کفر وظلم اور ان پر لعنت کا جواز کالشمس فی رابعۃ النہار روشن وظاہر ہے۔اسی واسطے امام صادق علیہ السلام نے التزام کیا تھا۔کہ ہر نماز واجب کے بعد ان چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے۔اور بحکم اقتدا یہ ان کے شیعوں کے لئے سنت ہوگئی۔چنانچہ کلینی اور شیخ الطائفہ نے حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج تک سند پہنچائی ہے۔کہ ہم نے حضرت صادق کو سنا کہ ہر نماز واجب کے بعد مردوں میں سے چار پر اور عورتوں میں سے چار پر نام لے کر لعنت کیا کرتے تھے۔اور آیات قرآن واحادیث ان کی لعنت کے بارے میں بہت ہیں۔یہ لعنت کرنا مذہب شیعہ کی ضروریات اور دشمنوں کے نزدیک ان کے مطاعن معروفہ سے ہے۔اور جو لوگ مذہب شیعہ کی طرف منسوب ہیں ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔سوائے ایک جاہل گمراہ، گمراہ کنندہ کے جو ہمارے زمانہ میں کشمیر میں اٹھا ہے۔اور اس نے سب شیخین سے منع کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔اور سنیوں سے متفق ہوگیا ہے انتہٰے۔اس سے ظاہر ہے کہ لعن وتبرا بالاتفاق ضروریات مذہب شیعہ سے ہے۔جو اس سے منع کرے وہ خود گمراہ ہے۔اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

(۸)۔خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اہلبیت پر جو احسانات کیئے وہ محتاج بیان

Marfat.com

نہیں۔ مگر شیعہ ان کو بھی لعن و تبرا سے مستثنیٰ نہیں کرتے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں۔ لعن اواز اوضح واضحات واو
واجبات است چہ معصیتے بالاتر از غصب خلافت وادعائے امامت کہ او کرد و در حال زندگی و مردگی محتمل ایں
وزر عظیم را نمود نیست (شفاء الصدور۔ صفحہ ۱۶۹) یہ عبارت مع ترجمہ اردو پہلے آچکی ہے۔

(۹) نصر بن مزاحم شیعی امامی نے کتاب صفین (مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۰ھ صفحہ ۴۶۲) میں لکھا ہے
کہ حضرت علی نماز فجر و مغرب کے بعد حضرت معاویہ وغیرہ پر لعنت کیا کرتے تھے۔ جب یہ خبر حضرت معاویہ
کو پہنچی۔ تو وہ بھی قنوت میں حضرت علی وغیرہ پر لعنت کرنے لگے۔ یہ روایت پہلے آچکی ہے۔ اس سے ظاہر
ہے۔ کہ لعن کے سلسلہ کا آغاز حضرت علیؓ سے ہوا۔ اور یہ شیعہ کے لئے سنت ہو گئی۔

(۱۰) ابن ذاکر حسین جعفریوں لکھتا ہے۔ بروایت مستقصی اس واقعہ (محاکمہ صفین) کی خبر سن کر
جناب امیرؓ نے حکم دیا کہ منبروں پر خطیب معاویہ، عمرو عاص اور ابو الاعور سلمی اور حبیب ابن مسلمہ فہری اور
ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ اور ابو موسیٰ اشعری پر لعنت کیا کریں۔ معاویہ نے یہ سن کر حکم دیا۔ کہ علی
اور حسن اور حسین اور ابن عباس اور مالک اشتر پر لعنت ہوا کرے۔ (حبیب السیر و کامل ابن اثیر)۔ صاحب
روضۃ الصفا نے اپنی تاریخ میں جناب امیرؓ کا لعنت کا حکم دینا نہیں لکھا۔ ابن کثیر لعنت کرنے کا فعل علیؓ
کی طرف منسوب سمجھ کر کہتا ہے۔ کہ علیؓ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ انتہے۔ (تاریخ اسلام حصہ سوم صفحہ ۲۱۰)
صاحب روضۃ الصفا نے روایت مستقصی میں سے حضرت علی کا امر باللعن عمداً حذف کر دیا ہے۔ اور
یوں لکھدیا ہے۔ و در مستقصی مذکور است کہ چون خلق از محاکمہ مراجعت نمودہ بخدمت امیر المومنین پیوستند
بر رؤس منابر زبان بلعن معاویہ و عمرو عاص و ابو لاعور و حبیب بن مسلم فہری و ضحاک بن قیس و ولید
بن عقبہ و ابو موسیٰ اشعری بکشادند۔ چون این خبر بمعاویہ رسید۔ امر کرد تا امیر المومنین و حسن و حسین
کرم اللہ وجہہ و ابن عباس و مالک اشتر را بر منبر ہا لعن کنند (روضۃ الصفا۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۵۴) مصنف
نے ابن کثیر کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ تاکہ دیکھ لیا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ روایت مستقصی میں مراجعت
ہے۔ کہ لعن کا سلسلہ حضرت علیؓ سے شروع ہوا۔ اگر حضرت علیؓ سے لعنت کرنے کا فعل ثابت نہیں
ہو سکتا۔ تو حضرت معاویہ سے بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) نصر عمر بن سعد عن عبد الرحمٰن عن الحارث بن حصیرۃ عن عبد اللہ بن شریک قال
خرج حجر بن عدی و عمرو بن الحمق یظہران البراءۃ و اللعن من اہل الشام فارسل الیہما معاویۃ
ان کفا عما یبلغنی عنکما فاتیاہ فقالا یا امیر المومنین السنا محقین قال بلی قالا فلم منعتنا من
شتمہم قال کرہت لکم ان تکونوا لعانین شتامین تشتمون وتتبرؤن ولکن لو وصفتم مساوی

Marfat.com

اعمالهم فقلتم من سیرتهم کذا وکذا ومن عملهم کذا وکذا کان اصوب فی القول وابلغ فی العذر
وقلتم مکان لعنکم ایاهم وبرائتکم منهم اللهم احقن دمائنا ودمائهم واصلح ذات بیننا وبینهم
واهدهم من ضلالتهم حتی یعرف الحق منهم من جهله ویرعوی عن الغی والعدوان من
لهج به کان هذا احب الی وخیرا لکم فقالا یا امیر المومنین نقبل عظتک ونتادب بادبک (کتاب
صفین۔ مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۵۵۔ وقعۃ صفین۔ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۸۲ھ صفحہ ۴۷) ۔ ترجمہ (بحذف
باسناد) عبداللہ بن شریک سے روایت ہے۔ کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حمق اہل شام سے براءت و لعن
ظاہر کرتے ہوئے نکلے۔ حضرت علیؓ نے ان کو کہلا بھیجا۔ کہ تم اس سے باز آجاؤ۔ پس وہ حضرت علیؓ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اے امیر المومنین کیا ہم حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم حق پر ہو۔ انہوں
نے عرض کی کہ پھر آپ نے ہم کو اہل شام پر سب و شتم سے کیوں منع فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے
یہ پسند نہیں۔ کہ تم لعنت کرنے والے اور سب و شتم کرنے والے بنو کر سب و شتم و برائت کرتے رہو
لیکن اگر تم ان کے برے اعمال بیان کرتے اور یوں کہتے کہ ان کی سیرت ایسی ایسی ہے۔ اور ان کا عمل
ایسا ایسا ہے۔ تو یہ قول اصوب اور یہ تنبیہ بلیغ ہوتی۔ اور اگر تم ان پر لعنت و برائت کی بجائے یوں کہتے
کہ خدایا ہم کو اور ان کو قتل سے بچا۔ اور ہمارے اور ان کے معاملہ کی اصلاح کر دے۔ اور ان کو گمراہی
سے ہدایت دے۔ یہاں تک کہ ان میں سے جو حق سے جاہل ہے وہ حق کو پہچان لے۔ اور جو گمراہی
اور تعدی پر شیفتہ ہے وہ اس سے باز آجائے۔ تو یہ میرے نزدیک محبوب تر اور تمہارے واسطے
بہتر ہوتا۔ یہ سن کر ان دونوں نے عرض کی۔ کہ اے امیر المومنین ہم آپ کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔
اور آپ کے ادب کو اختیار کرتے ہیں۔ انتہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ لعن علیؓ یا لعن معاویہؓ میں بر تقدیر
صحت روایت سب و شتم نہ تھا۔ بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی۔ کہ خدایا میرا مخالف جو ناحق پر ہے۔
اسے خراب کر واللہ اعلم۔ مگر امامیہ نے بجائے اس کے سب و شتم اور گالی گلوچ شروع کر دیا۔ اور وہ بھی
ان کامل الایمان بزرگوں پر جن کے فضائل پر قرآن مجید شاہد ہے۔

(۱۳) نہج البلاغہ (مطبوعہ بیروت۔ جزء اول صفحہ ۲۳۱) میں ہے۔ ومن کلام لہ علیہ السلام
وقد سمع قوما من اصحابہ یسبون اهل الشام ایاهم حربهم بصفین الی اکره لکم ان تکونوا
سبابین ولکنکم لو وصفتم اعمالهم وذکرتم محاسنهم کان اصوب فی القول وابلغ فی العذر وقلتم
مکان سبکم ایاهم اللهم احقن دماءنا ودماءهم واصلح ذات بیننا وبینهم واهدهم من
ضلالتهم حتی یعرف الحق من جهله ویرعوی عن الغی والعدوان من لهج به۔ ترجمہ۔ حضرت

Marfat.com

امیرؑ نے ایام جنگ صفین میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو اہل شام پر سب وشتم کرتے سنا۔ تو فرمایا کہ
پسند نہیں۔ کہ تم سب وشتم کرنے والے بنو۔ لیکن اگر تم ان کے اعمال بیان کرتے اور ان کا حال بتاتے
یہ قول اصوب اور عذر ابلغ ہوتا۔ اور تم بجائے ان پر سب وشتم کے یوں کہتے۔ یا اللہ ہم کو اور ان کو قتل سے
بچا۔ اور ہمارے اور ان کے معاملہ ... کی اصلاح کر دے۔ اور ان کو گمراہی سے ہدایت دے یہانتک
کہ جو حق سے جاہل ہے وہ حق کو پہچان لے۔ اور جو گمراہی اور تعدی پر شیفتہ ہے وہ اس سے باز آجائے
انتہے۔ حضرت امیرؑ اہل شام کی نسبت دوسری جگہ (نہج البلاغہ۔ جزء اول۔ صفحہ ۱۳۸) فرماتے ہیں۔ ولکنا
انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہم من الزیغ والاعوجاج الخ۔ یعنے
لیکن ہم اپنے اسلامی بھائیوں سے قتال کرنے لگے باین وجہ کہ ان میں کجی اور نارراستگی آگئی ہے الخ اس
سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان بھائی پر سب وشتم نہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیرؑ کے ساتھ
محاربہ کفر نہیں۔ کاش اثنا عشریہ اس پر غور کریں۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ شیعہ شیعہ مہاجرین
وانصار بالخصوص حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین پر سب وشتم ولعن کو بہت بڑی عبادت
سمجھتے ہیں۔

ہم ذیل میں ان کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں اس عبادت کا ثواب مذکور ہے۔
شیعہ کا فخر المحققین میرزا ابوالفضل اسے یوں ذکر کرتا ہے۔ بالجملہ خاتمہ این بحث شد انچہ نقل یک
حدیث در ثواب لعن جبت وطاغوت کہ در عرف اہل بیت عبارت از تیم و عدی است وگاہ بمطلق غاصبین
حقوق عترت زاکیہ تاویل شدہ اختصارے کنم۔ فاضل زاہد ورع آخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی کہ از تلامذہ
استاد اعظم آقائے بہبہانی قدس سرہٗ بودہ۔ وخود از فضلائے محدثین وعرفائے محصلین است در کتاب
جمع الفضائح از ابو حمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ حدیث مے کند کہ وے از امام ہمام زین العابدین وسید الساجدین
علیہ السلام روایت کردہ۔ قال من لعن الجبت والطاغوت لعنۃ واحدۃ کتب اللہ لہ سبعین الف
الف حسنۃ ومحی عنہ سبعین الف الف سیئۃ ورفع لہ سبعین الف الف درجۃ ومن امسی
یلعنہما لعنۃ واحدۃ کتب لہ مثل ذلک قال فمضی مولانا علی بن الحسین فدخلت علی مولانا
جعفر محمد الباقر فقلت یا مولای حدیث سمعتہ من ابیک فقال ھات یا ثمالی فاعدت علیہ
الحدیث فقال نعم یا ثمالی اتحب ان ازیدک فقلت بلی یا مولای فقال من لعنہما لعنۃ واحدۃ
فی کل غدوۃ لم یکتب علیہ ذنب فی ذلک الیوم حتی یمسی ومن امسی ولعنہما لم یکتب لہ
فی لیلۃ حتی یصبح قال فمضی ابو جعفر فدخلت علی مولانا الصادق فقلت حدیث سمعتہ

Marfat.com

بیك وجدك فقال هات يا ابا حمزة فاعدت عليه الحديث فقال حقا يا ابا حمزة ثم قال عليه
السلام ويرفع له الف الف درجة ثم قال ان الله واسع كريم۔ حاصل مؤدی این حدیث شریف
آنکه درحقیقت سه حدیث است بلکه پنج حدیث واول را از هر سه امام روایت کرده وحدیث باعتبار وی
متعدد می شود بلکه بملاحظه شش حدیث می شود چه زیاده حضرت باقر را نیز از حضرت صادق علیهما
السلام روایت کند آنست که امام فرمود که هر که جبت وطاغوت را در روزی یک دفعه لعنت کند خدا تعالیٰ
هفتاد هزار هزار حسنه برائے او بنویسد وهفتاد هزار هزار گناه ازاو محو کند وهفتاد هزار هزار درجه برائے او
بلند کند وهر که شب یک دفعه آن دو را لعنت کند همین ثواب در دیوانش نوشته شود۔ ابو حمزه گوید چون
علی بن الحسین علیهما السلام درگذشت واصل شدم بر مولائے خود ابو جعفر امام محمد باقر علیه السلام۔ گفتم اے
مولائے من حدیثے از پدر تو شنیدم۔ فرمود بگو۔ من اعاده حدیث کردم۔ فرمود چنین است اے ثمالی
دوست داری که من زیاده براین بگویم۔ عرض کردم بلے اے مولائے من۔ فرمود هر که یک بار لعنت کند
آن دو را در هر صبح آن روز را براو گناهے نوشته نشود تا شام کند وهر که شب کند یک بار آن دو را لعنت
نماید آن شب را براو گناهے نوشته نشود تا صبح کند۔ ابو حمزه گوید چون باقر علوم النبیین درگذشت
بخدمت مولائے خود صادق آل محمد علیهم السلام شتافتم وگفتم مولائے من حدیثے از پدر تو
شنیده ام فرمود بیار اے ابو حمزه۔ من حدیث را خواندم۔ فرمود حق است اے ابو حمزه آنگاه فرمود
دبلند می شود برائے او هزار هزار درجه یعنے علاوه بر آنچه ذکر شد این نیز هست۔ آنگاه بملائے دفع
استبعاد از کثرت ثواب فرمود خدا جواد واسع العطا است یعنے از عموم کرمت وسعهٔ دائره رحمت
خدا دور نیست که بموجب یک عمل قلیل المقدار ثوابے چندان نمایان وعطائے چنین شایان درحق بنده
خالص العقیده موالی اهلبیت علیهم السلام مقرر فرماید۔ تمام شد محصل حدیث شریف (شفاء الصدور
فی شرح زیارة العاشور۔ صفحه ۳۷۰ - ۳۷۱)۔ ترجمه۔ حاصل کلام یه که هم اس بحث کے خاتمه کو ایک
حدیث کے نقل کرنے پر اقتصار کرتے ہیں۔ جو جبت وطاغوت پر لعنت کے ثواب میں ہے۔ جن سے
مراد اہل بیت میں مراد تیم (ابو بکر صدیق) اور عدی (عمر فاروق) ہیں۔ اور کبھی مطلق غاصبین حقوق
حضرت سے ان کی تاویل ہوتی ہے۔ فاضل زاہد پرہیزگار آخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی جو کہ استاد
اعظم آقائے بہبہانی قدس سرہٗ کے شاگردوں میں سے ہے۔ اور خود بھی فضلائے محدثین وعرفائے
مصلین میں سے ہے کتاب جمع الفضائح لارباب القبائح میں ابو حمزه ثمالی رضی اللہ عنہ سے حدیث
بیان کرتا ہے۔ اور ابو حمزه امام همام زین العابدین سید الساجدین علیه السلام سے روایت کرتا ہے

Marfat.com

قال من لعن الجبت والطاغوت الخ۔ یہ حدیث حقیقت میں تین بلکہ پانچ حدیثیں ہیں پہلی حدیث کو ابوحمزہ نے تینوں اماموں سے روایت کیا ہے۔ اور حدیث باعتبار مروی عنہ کے متعدد ہوتی ہے ایک لحاظ سے یہ چھ حدیثیں ہیں۔ کیونکہ حضرت باقر کی زیادتی کو بھی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ اس حدیث کا ماحصل یہ ہے۔ کہ امام زین العابدین نے فرمایا کہ جو شخص دن میں ایک بار جبت و طاغوت پر لعنت کرے۔ خدا تعالےٰ اس کے لیئے سات کروڑ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اس کے سات کروڑ گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے۔ اور جو شخص رات کو ایک بار ان دونوں پر لعنت کرے۔ اتنا ہی ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ ابوحمزہ کہتا ہے کہ جب امام زین العابدین گذر گئے۔ میں اپنے آقا ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ اے میرے آقا میں نے آپ کے والد سے ایک حدیث سنی ہے۔ فرمایا کہ بیان کرو۔ میں نے اس حدیث کا اعادہ کیا۔ فرمایا کہ اے ثمالی درست ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں اس سے زیادہ بیان کروں میں نے عرض کی کہ ہاں میرے آقا۔ فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت ایک بار ان دونوں پر لعنت کرے اس دن شام تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اور جو شخص رات کو ایک بار ان دونوں پر لعنت کرے۔ اس رات صبح تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ ابوحمزہ کا بیان ہے۔ کہ جب امام محمد باقر گذر گئے۔ میں اپنے آقا امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اے میرے آقا میں نے آپ کے والد اور دادا سے ایک حدیث سنی ہے۔ فرمایا کہ بیان کرو۔ میں نے وہ حدیث بیان کی۔ فرمایا کہ اے ابوحمزہ درست ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ علاوہ اس ثواب کے جو مذکور ہوا اس کے واسطے دس لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس وقت بدیں خیال کہ مبادا اس قدر ثواب بعید سمجھا جائے امام صادق نے فرمایا کہ خدا جواد واسع العطا ہے۔ یعنے رحمت خدا کے دائرے کی وسعت اور اس کے عموم مکرمت سے بعید نہیں کہ ایک قلیل المقدار عمل پر اپنے بندہ خالص عقیدہ محب اہل بیت علیہم السلام کے لیئے اس قدر بڑا ثواب اور اس قدر عنایت شایاں عطا فرمائے۔ انتہیٰ۔ یہ ہیں سبز باغ جو نادان امامیہ کو دکھائے جاتے ہیں۔ اور ان کو سب وشتم ولعن پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں کفار کے معبودان باطل پر بھی سب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (انعام۔ ع ۱۳)۔ احادیث میں بھی سب وشتم کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۵۴۷ میں ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سباب المومن فسوق وقتالہ کفر واکل لحمہ معصیۃ وحرمۃ مالہ کحرمۃ دمہ۔ یعنے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ

Marfat.com

کو گالی دینا بڑا گناہ ہے۔ اور اس کے ساتھ لڑائی کرنا کفر ہے۔ اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) گناہ ہے۔ اور اس کے مال کا غصب کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ اس کا قتل کرنا حرام ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان رجلا من بنی تمیم اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ فقال اوصنی فکان فیما اوصاہ ان قال لا تسبوا الناس فتکتسبوا العداوۃ منہم۔ یعنے امام محمد باقر علیہ السلام کا بیان ہے۔ کہ بنی تمیم میں سے ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ آپ مجھے وصیت کیجئے۔ پس آپ کی وصیت میں ایک بات یہ تھی۔ کہ تم لوگوں کو سب مت کرو۔ اس سے تم ان کو اپنا دشمن بنا لوگے اسی طرح لعنت کے متعلق یہ روائیت وارد ہے۔ عن علی بن ابی حمزۃ عن احدھما قال سمعتہ یقول ان اللعنۃ اذا خرجت من فی صاحبہا ترددت فان وجدت مساغا والا رجعت علی صاحبہا۔ ترجمہ۔ علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق میں سے ایک کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ لعنت جب لعنت کرنے والے کے منہ سے نکل جاتی ہے۔ تو متردد ہوتی ہے۔ اگر راہ پاتی ہے فبہا۔ ورنہ لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے انتہے۔ صافی میں اس حدیث کی شرح میں ہے۔ مراد اینست کہ اگر آن مرد کہ لعنت بر او شدہ مستحق آنست مے رود بسوئے او والا بر مے گردد و آنکہ گفتہ ملعون مے شود۔

قال السید امداد امام

تقیہ

تقیہ کے لغوی معنے ہیں اپنے کو کسی ضرر انگیز امر سے بچانا۔ اور اصطلاحی معنے ہیں وہ فعل جس کو امامیہ اپنی حفاظت جانی و مالی وغیرہ کی بنا پر حلال جانتے ہیں۔ اور ان کے مخالفین یعنے حضرات اہلسنت حرام۔ گو اپنی تمام کارروائیوں میں حضرات اہل سنت اشخاص [illegible] مرتکب نہیں ہوتے۔ ان کی روزانہ کی ایسی کارروائیاں اس امر کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ تقیہ ایک فطری امر ہے اور اس سے کسی شخص یا قوم کو ہرگز کسی زمانہ میں گریز ممکن نہ تھا۔ نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ فطری امر ہونے کے باعث صرف دنیا کے سلاطین اور مدبران زمانہ ہی اس کے پابند نہیں رہے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس کی پابندی سے خالی نہیں دیکھے جاتے ہیں۔ توریت سے معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے۔کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لے گئے۔ تو بادشاہ کی ضرر رسانی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیئے آپ کو اپنی بی بی کو بہن کہنا پڑا۔ اور اسی طرح یوسف علیہ السلام نے گو اپنے بھائیوں کو مصر میں پہچانا۔ مگر اس امر کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھ کر ان کارروائیوں کے پابند ہوئے۔ جن سے ہر شخص قرآن خواں پوری واقفیت رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح یہود اکی بدطینتی سے واقف تھے۔ مگر اپنی رفاقت میں اسے اپنا خازن بنائے ہوئے تھے۔ حضرت رسالت مآب کا مکہ سے ہجرت فرمانا اور غار میں جا چھپنا اور قبل ترک وطن کرنے کے علیؑ کو اپنے بستر پر سو رہنے کی ہدایت کر جانا اگر یہ سب کام تقیہ نہیں کہلائیں گے تو کیا کہلائیں گے۔ میں اس طرح کی سینکڑوں مثالیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی پیش کر سکتا ہوں۔ جس سے تقیہ کا فطری اور مذہبی پابندی کے ساتھ اخلاقی سوشل اور تمدنی بنا پر قرین حق ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ خود قول خداوندی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ تقیہ کا ہادی ہے۔ اور کیوں ہادی نہ ہو جب افتاد فطرت اس کی ہر زمان و ہر مکان میں اسکے متقاضی پائی جاتی ہے۔ اسی تقاضائے فطرت کی بنا پر حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ نے بروایت مقداد یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی مومن اپنے ایمان کو کفار سے پوشیدہ کرے پس اس کا یہ فعل بہترین ایمان متصور ہے۔ اور یہ وہ فعل اخفا کا ہے۔ کہ جسے تم مکہ میں کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اور تقیہ کے امر حق ہونے کی کامل طور پر مثبت ہے۔ اہل سنت تقیہ کی جگہ لفظ توریہ استعمال فرماتے ہیں۔ اور توریہ کو حلال سمجھتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ تقیہ اور توریہ کوئی دو شئے نہیں ہیں بلکہ شئی واحد ہیں۔ مگر تقیہ چونکہ ایک امامیہ لفظ ہے۔ یعنے ایسا لفظ ہے۔ جو مطبوع اشخاص امامیہ ہے۔ اس لیئے حضرات اہل سنت اس سے اکراہ رکھتے ہیں۔

عموماً اہلسنت تقیہ کو دروغ گوئی کا مترادف جانتے ہیں۔ حالانکہ تقیہ کو فعلاً اور قولاً دروغ گوئی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تقیہ اور دروغ گوئی کے اغراض ایک دوسرے سے تمامتر علیحدگی رکھتے ہیں۔ اگر دونوں کے اغراض واحد ہوتے۔ تو نعوذ باللہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دروغ گو ٹھیرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بی بی کو بہن کہہ دینا استحفاظ آبرو کے خیال سے تھا۔ ایسا فرمانا آپ کا ایک فعل تقیہ کا تھا۔ دروغ گوئی کا نہ تھا۔

اب ذیل میں تقیہ کی حقیقت کتب اہل سنت سے دکھلاتا ہوں۔ تب ظاہر ہو جائے گا کہ اہل سنت کے مذہب میں تقیہ اتنا ہی امر جائز ہے جتنا کہ اہل تشیع کے مذہب میں ہے۔

واضح ہو کہ خدائے تعالےٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے۔ لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من

Marfat.com

دون المومنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئی الا ان تتقوا منھم تقٰۃ ط یعنے جائز نہیں ہے کہ مومنین کافرین سے دوستی کریں مگر بحالت تقیہ۔ بیضاوی لکھتے ہیں کہ یعقوب قاری نے تقٰۃ کو تقیہ پڑہا ہے۔ اور بحالت خوف کفار سے دوستی جائز ہے۔ (دیکھو بیضاوی صفحہ ۱۳۴)۔ سورہ مومن میں یہہ آیت ہے۔ وقال رجل مومن من اٰل فرعون یکتم ایمانہ۔ یعنے کہا ایک شخص مومن نے آل فرعون سے جو پوشیدہ رکھتے تھے اپنے ایمان کو۔ یہ شخص حزقیل تھے جو فرعون کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے ایک سو برس تک چھپاتے رہے۔ (دیکھو تفسیر بیضاوی اور تفسیر ابن عباس) سیرۃ المحمدیہ کے صفحہ ۲۹۴ میں قصۂ ابو جندل کے متعلق مذکور ہے۔ کہ ان اللہ تعالیٰ قد اباح التقیۃ للمسلم اذا خاف الھلاک۔ یعنے خدا تعالےٰ نے مباح کیا ہے تقیہ کو مسلمان کے واسطے جب اسے خوف ہلاکت ہو۔ اس کے آگے کی عبارت کا یہ مفہوم ہے۔ کہ رسول اللہ ص نے یہ اجازت دی ہے کہ تقیہ میں اندر دل کے ایمان رکھے۔ اور زبان سے کفر بولے۔ جیسا کہ قصہ ابو جندل صحابی کا ہے۔ اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۴۴۸ میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ ص نے فرمایا۔ کہ اے ابو ذر۔ جب تمہیں لوگ مدینہ سے نکال دیں گے۔ تو تم کیا کرو گے۔ ابو ذرؓ نے عرض کی کہ مکہ کو چلا جاؤں گا۔ تب آنحضرت ص نے پوچھا کہ اگر لوگ مکہ سے بھی تمہیں نکال دیں گے تو کیا کرو گے۔ اسپر ابو ذر نے عرض کی کہ تب تلوار سے لڑوں گا۔ یہ سن کر آنحضرت ص نے فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ تم باتیں سن لینا۔ اور ان کی تابعداری کرنا۔ اگرچہ وہ ظالم حبشی غلام بھی ہوں۔ سیرۃ النبویہ سید احمد دحلان کی جلد ۱ صفحہ ۳۸۴ میں درج ہے۔ کہ کفار قریش مکہ نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ حالانکہ اس میں شک نہیں کہ حضرت امیر جانتے تھے کہ جناب رسول خدا غار ثور میں پناہ گزیں تھے۔ یہ تقیہ نہ تھا تو کیا تھا۔ اہل سنت اس کو کذب کہیں تو کہیں۔ بیچارے شیعہ تو کذب کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کا معاملہ تاریخ خمیس کی جلد ۱ صفحہ ۳۳۵ میں مسطور پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب کفار نے پوچھا حضرت رسول خدا کی نسبت۔ کہ اے ابو بکر یہ شخص جو تمہارے ساتھ ہے۔ کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ شخص راستہ بتانے والا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اس جگہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی تقیہ کی [illegible] اختیار کی۔ سیرۃ الحلبیہ۔ جلد ۱ صفحہ ۴۶۶ میں حلبی کہتے ہیں۔ کہ جس جگہ پر کفار کا غلبہ اور اسلام کا ضعف ہو تبہائے کفار پر لعنت نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ حکم اس وقت تک باقی ہے۔ سیرۃ المحمدیہ کے صفحہ ۱۹۱ اور بخاری کی جلد اول صفحہ ۳۵۱ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول ص مکہ میں پندرہ برس رہے۔ اور اس میں سے صرف چار

Marfat.com

یا پانچ برس مخفی اور خوف زدہ طور پر دعوت اسلام فرمائی ۔حال یہ تھا کہ کفار قرآن نبیؐ اور خدا پر لعن کرتے تھے ۔اس لیئے خدائے پاک نے یہ آیت بھیجی کہ آہستہ نماز پڑھو تاکہ مشرکین تمہیں نماز پڑھتے نہ سن سکیں مگر اصحاب سے اخفا کرنا ضرور نہیں ہے لیکن اس قدر آواز بلند سے نہ پڑھو کہ تم سے کفار قرآن مجید کو چھین لیں ۔اسعاف الراغبین کے صفحہ ۱۵ میں مذکور ہے ۔کہ حضرت رسول خداؐ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو گوشہ خلوت میں ادائے نماز فرماتے ۔ایک روز ایسا اتفاق ہوا ۔کہ کسی مشرک نے سعد بن ابی وقاص کو نماز پڑھتے دیکھ لیا ۔اس پر وہ مشرک سعد کو سخت و سست کہنے لگا ۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سعد میں اور اس مشرک میں لڑائی ہوگئی ۔اور سعد نے اس مشرک کو مارا ۔ظاہر ہے کہ حسب ہدایت جناب رسول خداؐ اگر احتیاط کی جاتی تو ایسے فساد کی نوبت نہ پہنچتی ۔ترمذی کی جلد ۲ صفحہ ۱۶ میں درج ہے کہ بروز قیامت لوگ پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بامید شفاعت آویں گے ۔مگر حضرت ابراہیم فرمائیں گے ۔جاؤ مجھ سے کیا ہو سکتا ہے میں تین بار جھوٹ بول چکا ہوں ۔ظاہر ہے ۔کہ آپ تقیہ کی پابندی سے ایسے اقوال کے کاربند ہوئے تھے ۔اس لیئے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے جھوٹ ابراہیمؑ کو بحکم شرع جائز تھے ۔بخاری کی جلد ۱ صفحہ ۵۵ میں بروایت ابن عباس یہ حدیث درج ہے ۔کہ جناب رسول خداؐ نے مقداد سے فرمایا کہ مومن کا اپنے ایمان کو قوم کفار سے مخفی کرنا بہترین ایمان ہے ۔جیسا کہ تم مکہ میں اخفائے ایمان کیا کرتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔کہ جب قوم کفار سے صدمہ پہنچنے کا خوف ہو تب اخفائے ایمان کرنا چاہیئے لاریب یہ ایک مناسب موقع تقیہ کے اختیار کرنے کا ہے ۔صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۴ میں حذیفہ سے روایت ہے ۔کہ میں جناب رسالت مآبؐ کے پاس تھا ۔کہ آپؐ نے فرمایا ۔کہ پوشیدہ کرو اپنے اسلام کو ۔میں نے عرض کی ۔یا حضرت آپؐ کیوں خوف رکھتے ہیں ۔میرا قبیلہ چھ سات سو آدمیوں پر مشتمل ہے ۔اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شاید تم کبھی اپنے اعدائے دین سے تن تنہا ملاقی ہو جاؤ ۔جب ایسا وقت کسی کو لاحق ہو جائے ۔تو لازم ہے کہ نماز آہستہ آواز سے پڑھے ۔قسطلانی لکھتے ہیں ۔کہ اصحاب جناب رسول خدا اکثر ایسے تھے کہ اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے ۔اور نماز چپکے چپکے پڑھتے تھے ۔تاکہ فتنہ و فساد کی صورت نہ پیدا ہو ۔بیضاوی جلد ۲ ۔صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں ۔کہ سورہ شعراء کی آیت کے مطابق حضرت موسےٰ علیہ السلام تیس برس تک تقیہ کے پابند رہے ۔قسطلانی شرح بخاری جلد ۵ ۔صفحہ ۲۷۹ میں کہتے ہیں کہ ظالم اور دشمن دین کے مقابلہ میں اپنی جان کو ضرر سے بچانے کے لیئے حرف ناراست کو زبان پر لانا صورت جواز رکھتا ہے ۔بیضاوی کی جلد ۱ صفحہ ۹۹ سے ظاہر ہوتا ہے ۔کہ آیت لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تقیہ کی اجازت دیتی ہے ۔تفسیر معالم التنزیل بھی تفسیر بیضاوی کے اس مادے میں

Marfat.com

ہمخیال ہے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ تقیہ ابتدائے اسلام میں ضعف اسلام کی وجہ سے ایک ضروری امر سمجھا جاتا تھا۔ اب اس کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ الّا عند الحاجت۔ تفسیر جلالین و تفسیر ابن عباس و تفسیر نیشاپوری و تفسیر کبیر رازی ان سب تفاسیر میں تقیہ کا جواز عند الضرورت دیکھا جاتا ہے۔ المختصر تقیہ اہل تشیع ہی کی خاص چیز نہیں ہے۔ اہل سنت بھی مساوی درجہ میں اس کے شریک ہیں۔ یہ اہل سنت کی غائیت درجہ کی حق کشی ہے۔ کہ تقیہ کو اہل تشیع کے بدنام کرنے کا ایک عوام فریب ذریعہ پیدا کر لیا ہے مصباح الظلم۔ صفحہ ۳۷۱-۳۷۲- وصفحہ ۳۷۷-۳۷۹ +

اقول

مصنف تقیہ شیعہ کی حقیقت نہیں سمجھا۔ تقیہ شیعہ تو اخفاء حق و اظہار باطل کا نام ہے۔ یعنے جو امر حسب مذہب شیعہ حق ہے۔ اُسے چھپانا۔ اور جو باطل ہے اسے ظاہر کرنا تقیہ کہلاتا ہے۔ اہلسنت ایسے تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ انبیاء و ائمہ تو درکنار عامۂ مسلمین کے لیئے بھی ایسا تقیہ جائز نہیں۔ مصنف نے اس تقیہ کے ثبوت میں جو دلائل کتب اہل سنت سے پیش کئے ہیں۔ ہم بالترتیب ان کا جواب باصواب لکھتے ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی زوجہ کو بہن کہنا توریہ ہے نہ کہ تقیہ۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

(۲)۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینے کے بعد کسی سے ذکر نہ کرنا تقیہ نہیں۔

(۳)۔ حسب بیان اناجیل مروجہ یہودا حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھا جب تک وہ مستقیم رہا۔ خازن بنا رہا۔ مگر جب طمع دنیوی کے لیئے اس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کرانا چاہا۔ تو آپ نے اس کے بعد جو عید فسح کی اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرما دیا۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۶۔ آیہ ۱۹ تا ۲۳ میں ہے "سو جیسا یسوع نے شاگردوں کو حکم کیا کھانے بجالائے۔ اور فسح تیار کیا۔ جب شام ہوئی۔ وہ ان بارہ کے ساتھ کھانے بیٹھا۔ جب وے کھا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوا دے گا۔ تب وے نہایت دلگیر ہوئے اور ہر ایک ان میں سے اس کو کہنے لگا۔ اے خداوند کیا میں ہوں۔ اس نے جواب میں کہا۔ جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے وہی مجھے پکڑوا دے گا" ظاہر ہے۔ کہ یہ قصہ تقیہ

Marfat.com

کی مثال نہیں بن سکتا۔

(۴) جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا ہجرت فرمانا اور غار میں چھپنا اور حضرت امیرؑ کو اپنے بستر پر سو رہنے کی ہدایت فرمانا ان میں سے کوئی بھی تقیہ نہیں۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

(۵)۔ آیہ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (بقرہ۔ ع ۲۴) سے جواز تقیہ ثابت نہیں ہوتا۔ تفسیر حسینی میں اس آیت کے متعلق یوں لکھا ہے۔ ونفقہ کنید اے توانگران در راہ خدا کہ جہاد است ومیفگنید خودرا بدستہائے خود بورطہ ہلاکت یعنے بخل مکنید۔ کہ مودی بہ ہلاکت دل است کہ البخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ قریب الی النار۔ انتہے۔ المیہ کی تفسیر خلاصۃ المنہج میں ہے۔ ونفقہ کنید اے توانگران در راہ خدا کہ جہاد است ومیفگنید بدستہائے خود نفسہائے خودرا بورطہ ہلاکت اخروی یعنے بخل مکنید کہ منجر بہ ہلاکت دنیویست چہ بحبت آن مسلمانان بے قوت مے شوند ودشمنان قوت گرفتہ غالب مے شوند۔ ودر سبب نزول این آیہ آوردہ اند۔ کہ چون حضرت رسالت صلعم عزم قضائے عمرہ فرمود بعضے گفتند کہ ما توشہ نداریم۔ کسانیکہ دسترس دارند بما چیزے دہند حق این آیہ فرستاد کہ باید کہ توانگران بدرویشان نفقہ بدہند وخودرا در ہلاکت ابدی نیندازند۔ امام حسن فرمود کہ رسول خدا فرمود کہ ہر کہ در خانہ نشستہ یک درم در راہ خدا بدہد یعنے در حج وجہاد ثواب ہفت صد درہم برائے او بنویسند۔ واگر بحج وجہاد رود ومال را در راہ خدا خرج کند ہر درمے بہ ہفت صد ہزار درہم بنویسند انتہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تم بخل اختیار نہ کرو جو باعث ہلاکت دل یا ہلاکت ابدی ہے۔ اگر تہلکہ سے عموم مراد نہ لے کر اسے حالت اکراہ پر محمول کیا جائے۔ تو بھی انبیاء وائمہ کے لیئے جن کا منصب تبلیغ احکام الٰہی ہے تقیہ کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ورنہ کوئی باقی نہ رہے گا جو بلا خوف خدا کا صحیح حکم سنائے اور حق کو باطل سے جدا کرے۔ اسی واسطے انبیاء سختیاں جھیلتے رہے اور شہید ہوتے رہے۔ مگر تقیہ کسی نے نہیں کیا۔ اور ائمہ کو تو خوف جان ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ان کو علم ماکان ومایکون ہوتا ہے۔ اور ان کی حیات وممات خود ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔ رہے عام مسلمان سو ان کا حال مختلف ہے۔ اگر اکراہ ایسے عذاب کے ساتھ ہو جس کی برداشت کی طاقت نہیں مثلاً یا تحریق بالنار۔ تو اس حالت میں توریہ کرنا چاہیئے۔ اگر توریہ ممکن نہ ہو تو رخصت ہے۔ کہ خلاف عقیدہ ظاہر کر دے۔ تفسیر خازن (جزء ثالث صفحہ ۱۳۶) میں ہے۔ اجمعوا علی ان من اکرہ علی الکفر فلا بأس لہ ان یتلفظ بکلمۃ تصریحا بل یاتی بالمعاریض وبما یوہم انہ کفر فلو اکرہ علی التصریح بما

Marfat.com

لہ ذٰلک بشرط طمانینۃ القلب علی الایمان غیر معتقد ما یقولہ من کلمۃ الکفر ولو صبر حتی قتل کان افضل لان یاسرا وسمیۃ قتلا ولم یتلفظا بکلمۃ الکفر ولان بلالا صبر علی العذاب ولم یلم علی ذٰلک۔ ترجمہ۔ علمائے اہلسنت کا اجماع ہے کہ جو شخص کفر پہ مجبور کیا جائے۔ اس کے لیئے جائز ہیں کہ صریح کلمہ کفر کہے۔ بلکہ معاریض اور کلمات موہمہ کفر سے کام لے۔ اگر کلمہ کفر کی تصریح پر مجبور کیا جائے۔ تو اس کے لیئے یہ مباح ہے بشرطیکہ اس کا دل مطمئن بالایمان ہو۔ اور وہ اس کلمہ کفر کا معتقد نہ ہو۔ اگر صبر کرے یہاں تک کہ شہید کر دیا جائے۔ تو یہ افضل ہے۔ کیونکہ حضرت یاسر اور سمیہ دونو شہید ہوگئے۔ مگر کلمہ کفر زبان پر نہ لائے۔ اور حضرت بلال رضؓ نے عذاب پر صبر کیا اور ان کو اس پر ملامت نہ کی گئی۔ انتہے۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ رفع عن امتی اربع خصال خطائہا ونسیانہا وما اکرہوا علیہ وما لم یطیقوا وذٰلک قول اللہ تعالیٰ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ الایۃ وقولہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (اصول کافی۔ باب مارفع عن الامۃ صفحہ ۵۸۹)۔ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ چار خصلتیں میری امت سے مرفوع ہیں۔ خطا۔ نسیان۔ جس امر پر وہ مجبور کیئے جائیں۔ جس امر کی ان میں طاقت نہ ہو۔ چنانچہ قول باری تعالےٰ ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا الایۃ۔ اور ارشاد الٰہی ہے۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ انتہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حالت اکراہ میں جو کلمہ کفر زبان سے نکل جائے وہ امت کے لیئے معاف ہے۔

(۶) مصنف کا یہ قول کہ تقیہ و توریہ شئی واحد ہیں۔ غلط ہے۔ مصباح منیر للعلامۃ الفیومی میں ہے۔ وریت الحدیث توریۃ سترتہ واظہرت غیرہ وقال ابو عبید لا اراہ الا ماخوذا من وراء الانسان فاذا قال وریتہ فکانہ جعلہ وراءہ حیث لا یظہر فالتوریۃ ان تطلق لفظا ظاہرا فی معنی وتریبہ معنی اخر تنیا ولہ ذٰلک اللفظ لکنہ خلاف ظاہرہ۔ ترجمہ وریت الحدیث توریۃ کے معنے ہیں۔ کہ میں نے اس بات کو چھپایا۔ اور اس کے غیر کو ظاہر کیا۔ ابو عبید کا قول ہے۔ کہ میری رائے میں توریہ وراء انسان سے موخوذ ہے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے۔ وریتہ (میں نے اس کو چھپایا)۔ تو گویا اس نے شئی کو پس پشت کر لیا کہ ظاہر نہیں ہوتی۔ پس توریہ یہ ہے کہ تم ایک لفظ بولو جو ایک معنی میں ظاہر ہے اور تمہاری مراد دوسرے معنے ہوں جس کو وہ لفظ متناول ہے۔ مگر وہ دوسرے معنی خلاف ظاہر ہوں انتہی چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو بہن کہا۔ بہن کے دو معنے ہیں ایک ظاہر اور دوسرے

Marfat.com

خلاف ظاہر یعنے دینی بہن۔ پس حضرت خلیل اللہ کی مراد بہن کہنے سے دینی بہن تھی۔ یہ ہے توریہ۔ اس پر تقیہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

(۷) مصنف نے جواز تقیہ میں سورہ آل عمران کی جو آیت پیش کی ہے وہ یہ ہے:۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط

مومن مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس قال نھی اللہ المومنین ان یلاطفوا الکفار ویتخذوھم ولیجۃ من دون المومنین الا یکون الکفار علیھم ظاھرین فیظھرون لھم اللطف ویخالفونھم فی الدین وذلک قولہ تعالیٰ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ کہ خدا نے مومنوں کو روک دیا ہے۔ کہ کفار سے اظہار ملاطفت کریں اور مومنوں کے سوا ان کو اپنا راز دار بنائیں۔ مگر یہ کہ... کفار ان پر غالب آجائیں تو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اظہار ملاطفت کے ساتھ دینی معاملات میں ان کے مخالف بنے رہیں۔ اور یہی مطلب ہے خدا تعالےٰ کے کلام اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط کا۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا۔ کہ غلبہ کفار کے وقت ان سے اظہار ملاطفت کی اجازت ہے۔ نہ کہ اظہار بے دینی کی۔ اگر یعقوب قاری نے تُقٰىةً کو تقیۃً پڑھا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تقاۃ اور تقیہ کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنے اظہار دین سے بچنا۔ نہ کہ اظہار بے دینی کرنا۔ پس تقیۂ شیعہ پھر بھی ثابت نہیں ہوتا۔ سورہ مومن کی آیت کا جواب انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ آئے گا۔

(۸) قصہ ابو جندل سے بھی تقیہ ثابت نہیں ہوتا۔ جب حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالےٰ عنہ مکہ میں ایمان لائے۔ تو ان کے والد سہیل بن عمرو نے لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ان کو کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ اور طرح طرح کی ایذا دی۔ مگر حضرت ابو جندل ثابت قدم رہے۔ اور موقع پا کر بیڑیوں سمیت قید خانہ سے نکل گئے۔ اور راستہ چھوڑ کر پہاڑوں میں سے ہوتے ہوئے حدیبیہ میں اس وقت پہنچے جب کہ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ مگر بنا بر شرط صلح حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے والد سہیل کے حوالہ کر دیا۔ اور حسب روایت کلینی (کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۲) یوں دعا فرمائی۔ اللھم اجعل لابی جندل مخرجا۔ (خدایا تو ابو جندل کے لیئے کوئی نکلنے کی راہ بنا دے) اس قصہ کے متعلق علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ

Marfat.com

(مطبوعہ مصر۔ جزء اول صفحہ ۱۳۰) میں یوں لکھتے ہیں۔ قال الخطابی فاول العلماء ما وقع فی قصۃ ابی جندل علی وجھین احدھما ان اللہ تعالیٰ قد اباح التقیۃ للمسلم اذا خاف الھلاک ورخص لہ ان یتکلم بالکفر مع اضمار الایمان ان لم یمکنہ التوریۃ فلم یکن ردہ الیھم اسلاما لابی جندل الی الھلاک مع وجود السبیل الی الخلاص من الموت بالتقیۃ والوجہ الثانی انما ردہ لابیہ والغالب ان اباہ لا یبلغ بہ الی الھلاک وان عذبہ او سجنہ فلہ مندوحۃ بالتقیۃ ایضاً ترجمہ خطابی نے کہا کہ جو کچھ قصہ ابو جندل میں واقع ہوا۔ علماء نے دو وجہ پر اس کی تاویل کی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جب ہلاکت کا خوف ہو۔ تو خدا تعالےٰ نے مسلمان کے لیئے تقیہ مباح کر دیا ہے۔ اور بصورت عدم امکان توریہ اس کو رخصت دی ہے۔ کہ کلمہ کفر زبان پر لائے اور ایمان کو پوشیدہ کرے پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ابو جندل کو کفار پر رد کیا۔ یہ اس کو ہلاکت کی طرف تسلیم کرنا تھا کیونکہ اس کے لیئے بذریعہ تقیہ موت سے نجات کی سبیل موجود تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو جندل کو اس کے باپ پر رد کیا۔ بدین خیال کہ باپ اس کو غالباً ہلاک نہ کرے گا۔ اور اگر اسے ایذا دے گا۔ یا قید میں رکھے گا۔ تو بھی اس کے لیئے تقیہ کی گنجائش ہے۔ انتہےٰ۔

اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بصورت خوف ہلاک عامہ مسلمین کے لیئے تقیہ کی رخصت ثابت ہے یعنی اظہار دین سے بچے اور توریہ سے کام لے۔ اگر توریہ ممکن نہ ہو۔ تو رخصت ہے کہ کلمہ کفر زبان پر لائے مگر دل مطمئن بالایمان ہو۔ لیکن انبیاء و ائمہ کے لیئے یہ رخصت نہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

(۹) مصنف نے جو الفاظ حضرت ابو ذر رضہ کی نسبت لکھے ہیں۔ وہ کتب شیعہ کی روایت میں سے ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی بحوالہ تفسیر قمی ایک طویل روایت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ابو ذر گفت۔ اللہ اکبر حبیب من رسول خدا روزے بمن گفت کہ اے ابو ذر چگونہ باشد حال تو در روزے کہ از تو پرسند بہترین بلاد را و تو مکہ را گوئی و قبول سکنائے تو در آنجا نمایند و بدترین شہر ہا را از تو پرسند و تو گوئی ربذہ و ترا بآنجا فرستند۔ گفتم یا رسول اللہ چنین زمانے خواہد بود۔ فرمود کہ آرے بحق آن خدائے کہ جان من در قبضہ تصرف اوست کہ این امر خواہد بود۔ گفتم یا رسول اللہ در آن روز شمشیر بر دوش بگیرم و مردانہ از برائے خدا بایشان جہاد کنم۔ حضرت فرمود کہ نہ بشنو و خاموش باش و متعرض کسے مشو اگرچہ غلام حبشی باشد بدرستیکہ حق تعالےٰ در ماجرائے تو و عثمان آیہ چند فرستاد و آن آیات را کہ گذشت حضرت بخواند حیات القلوب۔ جلد دوم۔ صفحہ (۸۲)۔ ترجمہ۔ حضرت ابو ذر نے کہا۔ اللہ اکبر! میرے حبیب رسول خدا نے ایک دن مجھ سے فرمایا۔ کہ اے ابو ذر اس دن تیرا کیا حال ہوگا کہ تجھ سے پوچھیں گے۔ کہ شہروں میں سب سے

Marfat.com

اچھا شہر کونسا ہے۔ تو کہے گا کہ مکہ اور وہ مکہ میں تیری سکونت منظور نہ کریں گے۔ اور تجھ سے پوچھے کہ شہروں میں سب سے بڑا شہر کونسا ہے۔ اور تو کہے گا کہ ربذہ اور وہ تجھے وہیں بھیجیں گے۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ کیا ایسا وقت آئے گا؟ فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ تصرف میں میری جان ہے کہ یہ امر ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ میں اس دن تلوار کندھے پر رکھ کر دوں خدا کے واسطے جہاد کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا بلکہ سن لینا اور خاموش رہنا اور کسی سے متعرض نہ ہونا اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ بے شک خدا تعالےٰ نے تیرے اور عثمان کے ماجرا میں چند آیتیں بھیجی ہیں اور حضرت نے ان آیتوں کو پڑھا جو اوپر آچکی ہیں۔ (واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم الآیۃ۔ بقرہ ع ۱۰) ہم اس روائت شیعہ کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ کامل ابن اثیر (جزء ثالث صفحہ ۱۴۳) میں ہے وفی ھذہ السنۃ کان ما ذکر فی امر ابی ذر واشخاص معاویۃ ایاہ من الشام الی المدینۃ وقد ذکر فی سبب ذلک امور کثیرۃ من سب معاویۃ ایاہ وتھدیدہ ایاہ بالقتل وحملہ الی مدینۃ من الشام بغیر وطاء وتغیبہ من المدینۃ علی الوجہ الشنیع لا یصح النقل بہ ولو صح لکان ینبغی ان یعتذر عن عثمان فان للامام ان یودب رعیتہ وغیر ذلک من الاعذار لا ان یجعل ذلک سببا للطعن علیہ کرھت ذکرھا۔ ترجمہ۔ اور اس سال (سنہ ۳۰ھ) میں تھا وہ جو حضرت ابوذر کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنے حضرت معاویہ کا اس کو شام سے مدینہ بھیجنا جس کے سبب میں حضرت معاویہ کا اس کو گالی دینا اور قتل کی دھمکی دینا وغیرہ بہت سے امور ذکر کئے گئے ہیں۔ اور شام سے مدینہ تک اسکو بے سازاونٹ پر سوار کرکے لے جانا اور مدینہ سے بری طرح اس کا جلاوطن کرنا جس کو نقل کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر صحیح ہو تو مناسب ہے۔ کہ حضرت عثمان کی طرف سے عذرخواہی کی جائے۔ کیونکہ خلیفہ وقت کا حق ہے کہ وہ اپنی رعیت کو تادیب کرے اور اس کے سوا اور عذر ہیں۔ نہ یہ کہ الٹا اس کو خلیفہ پر طعن کا سبب قرار دیا جائے جس کا ذکر میں نے پسند نہیں کیا۔ انتہےٰ۔ یہ طعن اور اس کا مفصل جواب تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔

(۱۰ا) سیرۃ النبویہ سید احمد دحلان جلد ا صفحہ ۳۸۴ کے حوالہ سے جو لکھا گیا ہے۔ وہ تقیہ کی صورت نہیں۔ کتاب مذکور میں یہ قصہ یوں درج ہے۔ کہ جب کفار نے دارالندوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا ..... فیصلہ کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی حضور کو اس ماجرا کی خبر دی اور فرمایا کہ آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ کفار نے رات کے وقت حضور کے دولت خانہ کو آگھیرا۔ آپ نے حضرت علی مرتضےٰ سے فرمایا۔ اتشح ببردی ھذا الحضرمی الاخضر فنم فیہ فانہ لن یخلص

Marfat.com

تکیوں تکرھہ منھم یعنے میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو جایئے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی
کر حضور دروازے سے نکل گئے اور کفار کو نظر نہ آئے۔ صبح کو حضرت علی مرتضےٰ جاگے۔ تو کفار نے دریافت
کہ این صاحبك (آپ کا ساتھی کہاں ہے) آپ نے جواب دیا۔ لا ادری۔ (میں نہیں جانتا)
حضرت امیرؓ کا یہ جواب درست تھا کیونکہ ان کو واقعی معلوم نہ تھا کہ حضورؐ اس وقت غار ثور میں ہیں۔
ر نہ حضورؐ نے جاتے وقت حضرت امیرؓ سے فرمایا تھا۔ کہ ہم غار ثور میں جا کر چھپیں گے۔ اگر بقول سید
داد امام حضرت علیؓ کو معلوم تھا۔ کہ رسولؐ خدا غار ثور میں پوشیدہ ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ جواب کہ
ں نہیں جانتا کہاں ہیں" صریح کذب ہے۔ جسے شیعہ کی اصطلاح میں تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ہم اہلسنت
یسے تقیہ کی نسبت حضرت امیرؓ کی طرف تسلیم نہیں کرتے۔

(۱۱) بحوالہ تاریخ الخمیس جو لکھا گیا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کفار کے جواب میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ شخص راستہ بتانے والا ہے۔ یہ تقیہ نہ تھا۔ بلکہ توریہ تھا۔ جو
ند الضرورت جائز ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۲۰۶) میں حضرت انس بن
لک ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابو بکر صدیقؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فیلقی الرجل
ابکر فیقول یا ابا بکر من ھذا الرجل الذی بین یدیك فیقول ھذا الرجل یھدی السبیل
قال فیحسب الحاسب انہ انما یعنی الطریق وانما یعنی سبیل الخیر۔ یعنے راستہ میں کوئی شخص
ابو بکر سے ملتا۔ تو پوچھتا۔ کہ اے ابو بکر یہ شخص جو آپ کے سامنے ہے کون ہے؟ ابو بکر جواب دیتے کہ
یہ شخص راستہ بتانے والا ہے۔ وہ خیال کرتا کہ ابو بکر کی مراد طریق ہے۔ حالانکہ ان کی مراد سبیل
خیر تھی۔ انتہے۔

(۱۲)۔ سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶ کا پورا حوالہ یوں ہے۔ وفی النھر ان سبب نزول ھذہ
الآیۃ ان کفار قریش قالوا لابی طالب اما ان تنھی محمدا عن سب الھتنا والنقص منھا واما
ان نسب الھہ ونھجوہ قال فیہ وحکم ھذہ الآیۃ باق فی ھذہ الامۃ فاذا کان الکافر فی
منعۃ وخیف ان یسب الاسلام او الرسول فلا یحل للمسلم ذمردین الکافر ولا یتعرض لما یؤدی
الی ذلك لان الطاعۃ اذا کانت تؤدی الی مفسدۃ خرجت عن ان تکون طاعۃ فیجب النھی
عنھا کما ینھی عن المعصیۃ ھذا کلامہ۔ ترجمہ۔ نہر میں ہے۔ کہ اس آیت (ولا تسبوا الذین یدعون
من دون اللہ الآیۃ) کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ کفار قریش نے ابو طالب سے کہا۔ کہ تم محمدؐ
کو منع کرو کہ وہ ہمارے معبودوں کو گالی نہ دیں۔ اور ان کی تنقیص نہ کریں۔ ورنہ ہم ان کے خدا کو گالی

Marfat.com

دیں گے اور ہجو کریں گے۔ مصنف نہر کا قول ہے۔ کہ اس آیت کا حکم اس امت میں باقی ہے۔ پس جب کافر کثیر الاعوان ہو۔ اور اس بات کا ڈر ہو کہ وہ اسلام یا پیغمبر اسلام کو گالی دے گا۔ تو مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس کافر کے دین کی مذمت کرے اور نہ ایسا کام کرے جو اس کا موجب ہو۔ کیونکہ طاعت جب کسی مفسدہ کا باعث ہو تو وہ طاعت نہیں رہتی۔ لہٰذا اس سے منع کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ گناہ سے منع کیا جاتا ہے یہ صاحب نہر کا کلام ہے۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دین کفار کی مذمت نہ کرنا تقیہ نہیں۔ کیونکہ ترک ذم دین کفار مستلزم مدح دین کفار نہیں۔

(۱۳) ۔ بخاری۔ جلد اول صفحہ ۳۵۱ کے حوالہ سے جو کچھ مصنف نے لکھا ہے اس میں کلام ہے۔ صحیح بخاری میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ برس رہے۔ اس میں سے صرف چار یا پانچ برس مخفی اور خوف زدہ طور پر دعوت اسلام فرمائی۔ بلکہ اس میں (بخاری مطبوعہ مصر جزء ثانی صفحہ ۱۹۷) بروایت ابن عباس مذکور ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ آپ تیرہ برس مکہ میں رہے۔ بعد ازاں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں دس برس رہے۔ اور وہیں وفات پائی۔ دوسری روایت (جزء ثالث صفحہ ۹۵) میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ تعالیٰ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجھر بصلاتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بھا عن اصحابک فلا تسمعھم وابتغ بین ذلک سبیلا۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آیہ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلا (بنی اسرائیل۔ ع ۱۲) نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ تھے۔ آپ جب اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے۔ تو قرآن کے ساتھ اپنی آواز بلند فرماتے۔ جب مشرکین سنتے۔ تو قرآن اور خدا اور رسول خدا کو گالی دیتے پس خدا تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ آواز بلند نہ کیجئے اپنی نماز یعنے قرارت کے ساتھ کہ مشرکین سن کر قرآن کو گالی دیں اور نہ بہت آہستہ کیجئے اس کے ساتھ اپنے اصحاب سے کہ وہ نہ سن سکیں۔ بلکہ آپ اس کے درمیان راہ ڈھونڈیئے۔ انتہٰی۔ ظاہر ہے کہ نماز میں قرارت کا آہستہ پڑھنا تقیہ نہیں۔

(۱۴) اسعاف الراغبین (بہامش نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷-۱۸) میں ہے۔ کہ جب یا یہا

Marfat.com

لمدثر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تو آپ مخفی طور پر لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے
یونکہ آپ مامور بہ اظہار نہ تھے۔ جب مسلمان نماز پڑھنا چاہتے۔ تو کسی گھاٹی میں مشرکین سے پوشیدہ
ہو کر پڑھتے۔ ایک روز مشرکین نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو مع چند مسلمانوں کے کسی گھاٹی میں نماز
پڑھتے دیکھ لیا۔ اور قتال کی نوبت پہنچی۔ حضرت سعد نے ان میں سے ایک کو مار ڈالا۔ اس وقت
جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دار ارقم میں داخل ہوئے اور اپنی نماز و عبادت
پوشیدہ بجا لاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اظہار احکام کا حکم دیا۔ اور سنہ نبوت
میں حضرت امیر حمزہ کے تین دن بعد حضرت عمر فاروق کو بھی اسلام کی ہدایت دی۔ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے اخفاء کی مدت تین سال تھی۔ اس مدت میں قریش حضرت کو اور حضرت پر ایمان لانے والوں
کو ایذا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مغلوبین کی ایک جماعت کو سخت ایذا دی انتہے۔ اس اخفاء
کو تقیہ سمجھنا سخت غلطی ہے۔ انبیاء کرام ہر امر میں حکم الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ جب تک اظہار دین کا
حکم نہ ہوا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب پوشیدہ عبادت کرتے رہے۔ مگر اس
مدت اخفاء میں بھی حضرت نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ دین اسلام حق نہیں۔ یا معاذ اللہ میں خدا کا رسول
نہیں۔ جب فاصدع بما تؤمر کا حکم آیا۔ تو آپ برملا اظہار کلمۃ الحق فرمانے لگے۔

(۱۵) روایت کذبات ثلاثہ کا جواب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۰ میں یوں دیا ہے۔ کہ اس روایت
میں کذب بمعنی تعریض ہے۔ کہ ظاہر میں کذب معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں صدق ہے۔ چنانچہ حضور
پیغمبر آخر الزمان کے مطاعنات میں منقول ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ العجائز لا تدخلن الجنۃ والی حاملہ
علی ولد ناقۃ وغیرہ۔ اور حضرت امیرؓ سے بھی اس قسم کی تعریضات بہت منقول ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ
کے کذبات ثلاثہ اسی قبیل سے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک جبار کے خوف سے اپنی زوجہ کو بہن کہا۔
اور اخوت اسلامی مراد رکھی۔ اور انی سقیم کہا۔ اور مراد بے مزگی و کدورت روحانی تھی جو مرض جسمانی
سے بڑھکر ہے۔ اور فعلہ کبیرھم بطریق فرض الزام کفار کے لیئے ذکر کیا۔ پس کذب کا اطلاق ان
امور پر محض بنا بر مشاکلت و مشابہت ہے۔ اور اتنا بھی بنا بر مصلحت ضروری تھا۔ کیونکہ تعریضات تو
کفار اگر اپنے مال و جان و ناموس سے ایک جابر کا دفع کرنا منجر بکذب صریح ہو وہ بھی اس وقت
واجب ہوتا ہے۔ کافروں کو الزام دینا اور بتوں کی پوجا سے کنارہ کشی کرنا ہی حکم رکھتا ہے۔ بالجملہ ان
روایات صحیحۃ المضامین کو محل طعن قرار دینا اور اپنی روایتوں کو جو صراحۃً انبیاء و رسل کے حق میں
قبائح و قبائح پر دلالت کرتی ہیں بھول جانا حیا سے بہت بعید ہے۔ اور باب نبوت میں معلوم ہوگا

Marfat.com

کہ روافض بعض انبیاء کو وحی الٰہی کے منکر جانتے ہیں۔ اور بعض کو حسد و بعض و عناد سے منسوب کرتے ہیں اور بعضوں کی طرف گناہان کبیرہ کی نسبت دیتے ہیں جن پر موت ہلاک ہے۔ اور اس فرقہ کے عقائد میں موجود ہے۔ کہ انبیاء پر تقیہ اظہار کفر واجب ہے۔ اپنی ان روایات و عقائد کو ان تعریفات ثلاثہ کے ساتھ موازنہ کرکے انصاف کرلیں۔

(۱۶) بخاری کی جلد ۱۰ صفحہ ۳۵ کا جو حوالہ دیا ہے۔ اس میں جلد دہم سے معلوم نہیں کیا مراد ہے صحیح بخاری کے چار جزء اور تیس پارے ہیں۔ اگر فرض کرلیا جائے۔ کہ بخاری شریف میں یہ روایت ابن عباس موجود ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہوگی کہ جہاں غلبہ کفار ہو اور ہجرت پر قدرت نہ ہو وہاں اخفائے ایمان بہتر ہے جیسا کہ صدر اسلام میں مکہ میں تھا۔ مگر ایسے اخفاء کو تقیہ نہیں کہہ سکتے۔

(۱۷) مصنف نے روایت حذیفہ کا مطلب غلط بیان کیا ہے۔ وہ روایت صحیح مسلم میں یوں ہے حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ومحمد بن عبداللہ بن نمیر وابوکریب واللفظ لابی کریب قالوا حدثنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن شقیق عن حذیفۃ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال احصوا لی کم یلفظ الاسلام قال فقلنا یا رسول اللہ اتخاف علینا ونحن ما بین الستمائۃ الی السبع مائۃ فقال انکم لا تدرون لعلکم ان تبتلوا قال فابتلینا حتی جعل الرجل منا لا یصلی الا سرا۔ ترجمہ (بحذف اسناد) حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ گن کر مجھے بتاؤ کہ اسلام کے نام لیوا کتنے ہیں۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو ہم پر خوف ہے۔ حالانکہ ہم چھ سات سو ہیں۔ فرمایا کہ تم نہیں جانتے۔ شاید تم ابتلاء میں پڑ جاؤ۔ راوی کا قول ہے کہ ہم ایسے ابتلاء میں پڑے کہ ہم میں سے بعضے پوشیدہ نماز پڑھتے تھے۔ انتہٰی۔ یہ حدیث صحیح بخاری (کتاب الجہاد والسیر باب کتابۃ الامام الناس) میں بھی ہے۔ ہم بخوف طوالت اسے نقل نہیں کرتے۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی و امام قسطلانی یوں لکھتے ہیں۔ لعلہ اشار الی بعض ما وقع فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ من ولایۃ بعض امراء الکوفۃ کالولید بن عقبۃ حیث کان یؤخر الصلاۃ او لا یقیمہا علی وجہہا فکان بعض الورعین یصلی وحدہ سرا ثم یصلی معہ خشیۃ الفتنۃ۔ ترجمہ۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض واقعہ یعنے بعض امراء کوفہ مثلاً ولید بن عقبہ کی ولایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو نماز میں تاخیر کرتا تھا یا اس کو ٹھیک طور پر ادا نہ کرتا تھا اس لئے بعضے پرہیزگار پوشیدہ اکیلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر فتنہ کے خوف سے اس امیر کے ساتھ پڑھ لیتے تھے۔ انتہٰی۔ کیا ایسی احتیاط کو تقیہ کہہ سکتے ہیں۔ کیا بخوف فتنہ پوشیدہ نماز پڑھنا تقیہ ہے؟

Marfat.com

ہرگز نہیں۔

(۱۸) بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ کا پورا حوالہ یوں ہے۔ ولبثت فینا من عمرک سنین قیل لبث فیہم ثلاثین سنۃ ثم خرج الیٰ مدین عشر سنین ثم عاد الیھم بنی عوھم الی اللہ تعالیٰ ثلثین ثم بقی بعد الغرق خمسین سنۃ وفعلت فعلتک التی فعلت یعنی قتل القبطی ونجہ بہ معظمًا ایاہ بعد ما عدد علیہ نعمتہ وانت من الکافرین بنعمتی حتی عدت الی قتل خواصی او ممن تکفرھم الاٰن فانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یعایشھم بالتقیۃ۔ ترجمہ۔ اور تو رہا ہم میں اپنی عمر کے بہت سے سال کہا گیا ہے کہ حضرت موسےٰ ان کے درمیان تیس سال رہے۔ پھر مدین کی طرف نکلے۔ اور دس سال وہاں رہے۔ پھر ان کی طرف واپس آئے۔ اور تیس سال ان کو دعوت حق فرماتے رہے۔ بعد ازاں غرق فرعون کے بعد پچاس برس زندہ رہے۔ اور تو نے وہ کام کیا جو کیا۔ یعنے قبطی کا قتل کرنا۔ فرعون نے اپنی نعمت کے اظہار کے بعد حضرت موسےٰ کو قتل قبطی کی سبب توبیخ کی جسے اس نے بڑا گناہ سمجھا۔ اور تو تھا کافروں سے۔ یعنے تو نے میری نعمت کا کفران کیا یہاں تک کہ تو نے میرے خواص کے قتل کا قصد کیا یا یہ معنے ہیں۔ کہ تو ان میں سے تھا جن کو اب کافر خیال کر رہا ہے۔ کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے درمیان تقیہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ انتہےٰ۔ حاشیہ شیخ زادہ میں ہے۔ وھذا من غایۃ جھل اللعین لان الانبیاء لم یزالوا علی التوحید والبراءۃ من الشرک واللہ تعالیٰ عاصم من یستنبئہ من کل کبیرۃ فما ظنک بالکفر۔ ترجمہ۔ یہ فرعون لعین کی غایت درجہ کی جہالت ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام ہمیشہ توحید پر اور شرک سے برارت پر رہے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ جس کو نبی بنانا چاہتا ہے۔ اسے ہر ایک کبیرہ سے کفر کا تو کیا ذکر بچاتا ہے۔ انتہےٰ۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام قبل نبوت و رسالت کے عقیدہ توحید پر تھے۔ اس عقیدہ کو انہوں نے پوشیدہ رکھا۔ کیونکہ مامور باظہار نہ تھے۔ اس عقیدہ توحید کے اخفاء کو قاضی بیضاوی نے تقیہ سے تعبیر کیا ہے۔ مگر اسے تقیہ مصطلحہ شیعہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ باوجودیکہ حضرت موسےٰ فرعونیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر آپ کی زبان سے کبھی فرعون کی مدح یا اس کے دعوے کی تائید یا تصدیق نہ نکلی۔

(۱۹) بیضاوی۔ جلد ۱۔ صفحہ ۹۹ میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ آیہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تقیہ کی اجازت دیتی ہے۔

(۲۰) کسی تفسیر سے اس تقیہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا جو نفاق و کذب کا مترادف ہے ابتدائے اسلام میں بھی تقیہ جائز نہ تھا۔ محض اخفاء ایمان و عبادت کی اجازت تھی۔ مگر جب ہجرت کا حکم آیا۔ اور

Marfat.com

جہاد فرض ہو گیا۔ تو جواز اخفاء بھی جاتا رہا۔ المختصر تقیہ اہل تشیع ہی کی خاص چیز ہے۔ اہل سنت اس سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ اب ہم ذیل میں کتب شیعہ سے تقیہ کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں۔

(۱) تقیہ کی تاریخ

تبرا کی طرح تقیہ بھی شیعہ کے ہاں ایک کثیر الثواب عبادت ہے۔ اس کی اصل دریافت کرنے کے لیئے ہم تاریخ اسلام پہ اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔ سیدنا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی دشمنان اسلام علانیہ طور پہ اس دین کے مٹانے کے درپے ہو گئے۔ حضور انور بابی ہو وامی نے تیرہ سال تک مکہ میں اپنی ہی قوم کے ہاتھوں وہ تکالیف اٹھائیں۔ کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے نہ اٹھائی تھیں قبائل عرب نے جب دیکھا کہ باوجود مخالفانہ کوششوں کے اسلام حدود مکہ سے باہر بھی لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جاتا ہے۔ تو متفقہ طور پہ دارالندوہ میں یہ فیصلہ کیا کہ پیغمبر اسلام کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے دین کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ بذریعہ وحی آپ کو اس فیصلہ کی جو خبر ملی۔ تو آپ نے بحکم الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مگر آپ کو آرام وہاں بھی نہ ملا۔ بلکہ آپ کی مخالفت میں اضافہ ہو گیا۔ یہود کی ایک جماعت نے باقتضائے مصلحت وقت اسلام ظاہر کیا۔ اور دل میں کفر رکھا۔ یہ لوگ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے تھے۔ ان کی مخالفت دیگر کفار کی علانیہ مخالفت سے زیادہ خطرناک تھی۔ مگر یہ دوست نما دشمن جب نور اسلام کے بجھانے کے لیئے کوئی منصوبہ یا سازش کرتے تھے۔ تو خدا تعالےٰ بذریعہ وحی اپنے حبیب پاک کو آگاہ کر دیتا تھا جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے۔ اس طرح عہد نبوی میں ان منافقین کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ دور نبوت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کی خلافتوں میں بھی اسلام ترقی کرتا رہا۔ اور کبھی مخالف کو مخالفت کا موقع نہ ملا۔ مگر تیسری خلافت کے آخری حصہ میں ضعف کے کچھ آثار پا کر منافقین یہود نے پھر سر اٹھایا۔ اس وقت ان کا سرغنہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ ابن سبا کی تعلیم اور اس کے فتنہ کا حال اور نتیجہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

ابن سبا اور اس کے ہم مشربوں کا نفاق مصلحت کے درجہ میں تھا۔ اس نفاق کو اس کے جانشینوں نے اس قدر اہمیت دی۔ کہ اسے اصل مذہب قرار دیا۔ اور اسے ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ پہلے انہوں نے دفع وحشت کے لئے اس کا نام بدلا اور اس کے لیئے بظاہر ایک خوشنما نام یعنے تقیہ تجویز کیا۔ پھر تقیہ کے فضائل میں روایات وضع کر کے خاندان نبوت کی طرف منسوب کر دیں۔

Marfat.com

(۲) تقیہ کے فضائل

نیل میں تقیہ کے فضائل شیعہ کی نہایت معتبر کتابوں سے بیان ہوتے ہیں۔

(۱) امام جعفر صادق کا قول ہے کہ دس حصوں میں سے نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جس کا تقیہ نہیں اس کا کوئی دین نہیں (اصول کافی صفحہ ۴۸۲)۔

(۲)۔ ابو بصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تقیہ دین خدا میں سے ہے۔ میں نے عرض کی دین خدا میں سے ہے۔ امام نے فرمایا۔ ہاں قسم بخدا کہ تقیہ دین خدا میں سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ قسم بخدا کہ انہوں نے کچھ نہ چرایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ میں بیمار ہوں قسم بخدا کہ وہ بیمار نہ تھے۔ (اصول کافی صفحہ ۴۸۳)۔

(۳)۔ امام محمد باقر کا قول ہے۔ کہ تقیہ میرے دین ہے اور میرے آباؤ اجداد کے دین ہے جس شخص میں تقیہ نہیں اس کا ایمان نہیں۔ (اصول کافی صفحہ ۴۸۴)۔

(۴) من سلیمان بن خالد قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (اصول کافی صفحہ ۴۸۵)۔ ترجمہ سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے سلیمان۔ بے شک تم ایسے دین پر ہو جس نے اسے چھپایا خدا نے اسے عزت دی۔ اور جس نے اسے ظاہر کیا۔ خدا نے اسے ذلیل کیا انتہے

(۵)۔ عن ابن ابی یعفور قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام من اذاع علینا حدیثنا سلبہ اللہ الایمان (اصول کافی صفحہ ۵۵۱)۔ ترجمہ۔ ابن ابی یعفور سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہمارے خلاف ہماری حدیث کو ظاہر کیا۔ خدا نے اس سے ایمان چھین لیا انتہے۔

(۶)۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من اذاع علینا شیئا من امرنا فھو کمن قتلنا عمدا او قتلنا خطأ (اصول کافی۔ صفحہ ۵۵۲) یعنے امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جس نے ہمارے خلاف ہمارے امر میں سے کوئی چیز ظاہر کر دی۔ وہ مثل اس شخص کے ہے جس نے ہم کو عمداً قتل کیا۔ اور خطاً قتل نہ کیا انتہے۔

(۷) قال رسول اللہ مثل مومن لا تقیۃ لہ کمثل جسد لا راس لہ (تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ مطبع جعفری۔ صفحہ ۱۶۳) یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے تقیہ مومن کی مثل

Marfat.com

مانند جسم بے سر کے ہے۔

(۸)۔ قال امیر المومنین التقیۃ من افضل اعمال المومن یصون بھا نفسہ واخوانہ فمن الفاجرین (تفسیر عسکری۔ صفحہ ۱۶۳) یعنے حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ مومن کے افضل اعمال میں سے ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی جان کو اور اپنے بھائیوں کو فاجروں سے بچاتا ہے۔

(۹) قال الحسین بن علی لولا التقیۃ ما عرفت ولینا من عدونا (تفسیر عسکری صفحہ ۱۶۳) امام حسین بن علی مرتضےٰ فرماتے ہیں کہ اگر تقیہ نہ ہوتا۔ تو ہمارے دوست اور ہمارے دشمن میں امتیاز نہ رہتا۔

(۱۰)۔ قال علی بن الحسین زین العابدین یغفر اللہ للمومن کل ذنب ویطھرہ منہ فی الدنیا والاخرۃ ما خلا ذنبین ترک التقیۃ وترک حقوق الاخوان (تفسیر عسکری صفحہ ۱۶۴) یعنے امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ کہ خدا مومن کا ہر ایک گناہ بخش دے گا اور اس کو دنیا و آخرت میں اس سے پاک کر دے گا سوا دو گناہوں کے۔ ایک تقیہ کا ترک کرنا۔ دوسرے اپنے بھائیوں کے حقوق کا ترک کرنا۔

(۱۱)۔ نظر الباقر الی بعض شیعتہ وقد دخل خلف بعض المنافقین الی الصلوٰۃ واحس الشیعی بان الباقر قد عرف ذلک منہ فقصدہ وقال اعتذر الیک یا بن رسول اللہ من صلاتی خلف فلان قال انی اتقیہ ولولا ذلک لصلیت وحدہ قال لہ الباقر انما کنت تحتاج ان تعتذر لو ترکت یا عبد اللہ المومن ما زالت ملائکۃ السمٰوٰت السبع والارضین السبع یصلی علیک وتلعن امامک ذاک وان اللہ تعالیٰ امر ان یحسب لک صلوٰتک خلفہ للتقیۃ بسبع مائۃ صلوٰۃ لو صلیتہا وحدک فعلیک بالتقیۃ (تفسیر عسکری۔ صفحہ ۲۸۸) ترجمہ امام محمد باقرؑ نے اپنے بعض شیعہ کو دیکھا کہ ایک منافق کے پیچھے نماز میں شامل ہو گیا ہے۔ اور اس شیعی نے بھی محسوس کیا۔ کہ امام باقرؑ نے میرا یہ فعل معلوم کر لیا ہے۔ اس لیئے اس نے امام کی زیارت کا قصد کیا۔ اور عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ میں آپ سے عذر خواہی کرتا ہوں کہ میں نے جو فلاں منافق کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ میں اس سے تقیہ کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں نماز اکیلا پڑھتا۔ امام باقرؑ نے اس سے فرمایا۔ کہ تجھے عذر خواہی کی ضرورت تب ہی تھی۔ کہ تو ترک تقیہ کرتا۔ اے خدا کے مومن بندے! ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے فرشتے تجھ پر درود بھیجتے اور تیرے اس امام پر لعنت کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس منافق کے پیچھے تقیہ سے تیری نماز

Marfat.com

سات سو نمازوں کے برابر شمار کی جائے جن کو تو اکیلا پڑھے پس تو تقیہ کو لازم پکڑ انتہے۔

(۱۲) شیخ صدوق اپنے رسالہ اعتقادات میں لکھتا ہے۔ وقال الصؑ من صلی معھم فی الصف الاول فکانما صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول۔ یعنے امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جو شیعی مخالفین کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھے اس نے گویا رسول اللہؐ کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھی۔ انتہے۔

(۱۳)۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ ہم تقیہ سے جو فتوے صادر فرماتے ہیں۔ جو شخص اس پر عمل کریگا اس کو ثواب ملے گا۔ اور جو اسے ترک کرے گا۔ وہ قسم بخدا کہ گنہگار ہوگا۔ ان اخذ بہ اوجر وان ترکہ فاللہ اثم (اصول کافی۔ صفحہ ۳۷)۔

(۱۴) شیخ صدوق کے رسالہ اعتقادات میں ہے۔ والتقیۃ واجبۃ لایجوز رفعھا الی ان یخرج القائمؑ فمن ترکھا قبل خروجہ فقد خرج عن دین اللہ تعالیٰ وعن دین الامامیۃ وخالف اللہ ورسولہ والائمۃ وسئل الصؑ عن قول اللہ عزوجل ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم قال اعلمکم بالتقیۃ۔ ترجمہ۔ تقیہ واجب ہے۔ اور تا خروج امام قائمؑ اس کا ترک جائز نہیں جس نے ان کے خروج سے پہلے اسے ترک کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے اور امامیہ کے دین سے خارج ہو گیا۔ اور خدا و رسول و ائمہ کا مخالف بن گیا۔ امام صادقؑ سے دریافت کیا گیا۔ کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲) میں اتقاکم سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ اس سے مراد اعلمکم بالتقیہ ہے۔ انتہے۔ یعنے خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تقیہ کا زیادہ عامل ہے۔

(۱۵) کشف الغمہ اردبیلی صفحہ ۳۴۱ میں ہے۔ عن الحسین بن خالد قال قال الرضا علیہ السلام لا دین لمن لا ورع لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ وان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فقیل لہ یا ابن رسول اللہ الی متی۔ قال الی یوم الوقت المعلوم وھو یوم خروج قائمنا فمن ترک التقیۃ قبل خروج قائمنا فلیس منا۔ ترجمہ حسین بن خالد کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص میں پرہیزگاری نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ اور جس میں تقیہ نہیں۔ اس کا ایمان نہیں۔ خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تقیہ کا زیادہ عامل ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ اے فرزند رسول تقیہ کب تک ہے۔ فرمایا کہ ہمارے قائمؑ کے خروج کے دن تک ہے۔ جس نے ہمارے قائم کے خروج سے پہلے تقیہ چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۶)۔ کتاب الروضہ کلینی صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ عن علی بن الحسین علیہما السلام قال واللہ لایخرج

Marfat.com

واحد منا قبل خروج القائم کان مثله مثل فرخ طار من وکرہ قبل ان یستوی جناحاہ فاخذ الصبیان فبعثوا بہ۔ یعنی امام علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا امام قائم کے خروج سے پہلے ہم میں سے جو خروج کرے گا۔ وہ مثل پرندے کے بچے کے ہے جو اپنے بازوؤں کی تکمیل سے پہلے اپنے گھونسلے سے اڑ گیا۔ پس لڑکوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ کھیلنے لگے انتہٰی۔

(۱۷) جامع الاخبار للشیخ الصدوق میں ہے۔ قال جابر قلت یا رسول اللہ اذا الناس یقولون ان ابا طالب مات کافرا قال یا جابر ربک اعلم بالغیب انہ لما کانت اللیلۃ التی اسری بی الی السماء انتھیت الی العرش فرایت اربعۃ انوار فقیل لی ھذا عبد المطلب وھذا عمک ابو طالب وھذا ابوک عبد اللہ وھذا ابن عمک جعفر بن ابی طالب فقلت الھی لم نالوا ھذہ الدرجۃ قال بکتمانھم الایمان واظھارھم الکفر حتی ماتوا علی ذلک (تنقیح المسائل صفحہ ۴۱)

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ تب لوگ کہیں گے کہ ابو طالب کفر پر مرا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر تیرا رب غیب کو خوب جانتا ہے۔ میں جب شب معراج میں عرش تک پہنچا تو میں نے چار نور دیکھے۔ مجھ سے کہا گیا۔ یہ عبد المطلب ہے۔ اور یہ تیرا چچا ابو طالب ہے۔ اور یہ تیرے والد عبد اللہ ہیں۔ اور یہ تیرا چچیرا بھائی جعفر بن ابی طالب ہے۔ پس میں نے کہا۔ خدایا انہوں نے یہ درجہ کس عمل سے حاصل کیا۔ خدا نے فرمایا کہ ایمان کے چھپانے اور کفر کے ظاہر کرنے سے یہاں تک کہ کفر پر ہی مر گئے۔ انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اگر تمام عمر کفر میں گزرے اور تقیہ مرتے وقت تک مانع اظہار اسلام رہے۔ تو عند الامامیہ خدا کے ہاں نہایت اعلےٰ درجہ ملتا ہے۔

(۳) تقیہ سے سب وشتم وغیرہ کا جواز

(۱) زرارہ جو امام صادق کے مخلص اصحاب میں سے ہے۔ امام موصوف کی نسبت کہتا ہے۔ فی قلبی علیہ لعنۃ (رجال کشی صفحہ ۹۶) یعنے میرے دل میں امام صادق پر لعنت ہے۔

(۲) عن مسعدۃ بن صدقۃ قال قیل لابی عبد اللہ علیہ السلام ان الناس یروون ان علیا علیہ السلام قال علی منبر الکوفۃ ایھا الناس انکم ستدعون الی سبی فسبونی ثم تدعون الی البرائۃ منی فلا تبرؤا منی فقال ما اکثر ما یکذب الناس علی علی علیہ السلام ثم قال انما قال انکم ستدعون الی سبی فسبونی ثم ستدعون الی البرائۃ منی وانی لعلی دین محمد صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ ولم یقل ولا تبروا منی الحدیث (اصول کافی صفحہ ۴۸۴)۔ ترجمہ۔ مسعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کوفہ کے منبر پر فرمایا۔ کہ اے لوگو تم جلدی میرے سب وشتم کی طرف بلائے جاؤ گے پس تم مجھے سب کرنا۔ بعد ازاں تم مجھ سے تبرا کی طرف بلائے جاؤ گے۔ سو تم مجھ سے تبرا نہ کرنا۔ یہ سن کر امام صادق نے فرمایا۔ کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام پر کتنا زیادہ جھوٹ تھوپتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے تو یوں فرمایا تھا۔ کہ تم جلدی میرے سب وشتم کی طرف بلائے جاؤ گے پس تم مجھے سب کرنا۔ پھر تم مجھ سے تبرا کی طرف بلائے جاؤ گے۔ بے شک میں طریق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر ہوں۔ اور یہ نہ فرمایا تھا کہ تم مجھ سے تبرا نہ کرنا انتہٰے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر تقیہ سے حضرت امیرؑ پر سب وشتم کیا جائے اور ان سے تبرا کیا جائے۔ تو جائز ہے۔

(۳)۔ ابو بصیر امام جعفر صادقؑ کے دولتخانہ پر گیا۔ اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ تو کہنے لگا کہ اگر ہمارے پاس خوان ہوتا۔ تو امام ضرور بلا لیتے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۱۶)۔

(۴)۔ امام جعفر صادق نے مسئلہ استطاعت میں زرارہ پر تین باریوں لعنت کی۔ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ۔ لعن اللہ زرارۃ۔ اور زرارہ نے بھی کہہ دیا کہ امام کو شعور اور بصیرت بکلام الرجال نہیں۔ (رجال کشی صفحہ ۹۸)

(۵)۔ زرارہ نے سوال وجواب کے اثنا میں امام باقر کی نسبت دل میں یوں کہا۔ شیخ لا علم لہ بالخصومۃ (اصول کافی صفحہ ۵۵۷)۔ این پیر و بے دماغ شدہ نمے داند روش گفتگو با خصم (صافی شرح کافی)۔

(۶) ملا باقر مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں اور اپنے مقتدائے مذہب زرارہ کی سنت ادا کرتے ہیں۔ حیث قال وہمچنین در سب حضرت رسولؐ وائمہ جائز است واز بعضے اخبار ظاہر مے شود کہ تقیہ در بیزاری از ایشان نمے باشد واز بعضے ظاہر مے شود کہ مے باشد ومقتضائے جمع بین اخباران است کہ مخیر است میان آنکہ تقیہ نکند در ناسزا گفتن بایشان وکشتن را بر خود بگذارد چنانکہ عمار کرد یا تقیہ کند چنانکہ عمار کرد انتہٰے بلفظہ۔ سبحان اللہ سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم وائمہ علیہم السلام برابر مسح موزہ وغیرہ کے بھی نہ ٹھیرا جس میں تقیہ بحالت خوف بادشاہ کے بھی جائز نہیں۔ (تنقیح المسائل۔ صفحہ ۱۴۰)۔

Marfat.com

(۴) تقیہ کی مثالیں اور اس کی وسعت

(۱) زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اس کا جواب دیا بعد ازاں ایک اور شخص نے وہی مسئلہ دریافت کیا۔ مگر آپ نے کچھ اور ہی جواب دیا۔ جو پہلے جواب کا منافی تھا۔ پھر ایک اور شخص نے وہی مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ نے ایسا جواب دیا جو پہلے ہر دو جواب کا منافی تھا۔ جب وہ دونوں سائل چلے گئے۔ تو میں نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ یہ دونوں کوفہ کے رہنے والے آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔ انہوں نے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ مگر آپ نے ایک کو جو جواب دیا وہ منافی ہے اس جواب کے جو دوسرے کو دیا۔ امام نے فرمایا کہ یہ ہمارے واسطے بہتر اور ہماری اور تمہاری بقا کے لیئے زیادہ پائیندہ ہے۔ بعد ازاں میں نے امام صادق کے آگے اعتراض کیا۔ کہ آپ کے شیعہ آپ کے فرمانبردار ہیں۔ مگر آپ کے ہاں سے وہ مختلف جواب پاتے ہیں۔ یہ سن کر امام صادقؑ نے وہی جواب دیا جو ان کے والد امام محمد باقرؑ نے دیا تھا۔ (اصول کافی۔ کتاب العلم صفحہ ۳۴)

(۳) حمران بن اعین جو حسب شہادت امام جعفر صادق خالص مومن اور مطیع امام ہے۔ بیان کرتا ہے۔ کہ امام صادقؑ نے فرمایا کہ میں ایک مسئلہ میں متعدد وجہ پر کلام کرتا ہوں۔ اور ہر ایک وجہ میں اپنے نکلنے کی راہ رکھ لیتا ہوں۔ (بصائر الدرجات)۔

(۴) عن سلمۃ بن محرز قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا ارمانیا مات واوصی الی فقال لی وما الارمانی قلت بنطی من انباط الجبال مات واوصی الی بترکتہ وترک ابنتہ قال فقال لی اعطھا النصف قال فاخبرت زرارۃ بذالک فقال لی اتقاک انما المال لھا قال فدخلت علیہ بعد فقلت اصلحک اللہ ان اصحابنا زعموا انک اتقیتنی فقال لا واللہ ما اتقیتک ولکنی اتقیت علیک ان تضمن فھل علم بذالک احد قلت لا قال فاعطھا ما بقی (فروع کافی۔ جلد ثالث باب میراث الولد۔ صفحہ ۴۸) ترجمہ۔ سلمہ بن محرز کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کی۔ کہ ایک ارمانی شخص مرگیا اور اس نے میرے حق میں وصیت کی ہے۔ امام نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ارمانی کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ پہاڑوں کے انباط میں سے ایک بنطی مرگیا۔ اس نے میرے واسطے اپنے ترکہ کی وصیت کی۔ اور ایک لڑکی چھوڑی۔ امام نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو نصف دے دو۔ سلمہ کا قول ہے۔ کہ میں نے زرارہ کو یہ بتایا۔ اس نے کہا کہ امام نے تجھ سے تقیہ کیا۔ سارا مال اس لڑکی کا ہے۔ سلمہ کا بیان ہے کہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ خدا آپ کی اصلاح کرے۔ ہمارے

Marfat.com

ہیں۔ کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا۔ امام نے فرمایا نہیں قسم بخدا کہ میں نے تجھ سے تقیہ نہیں کیا لیکن میں ڈر گیا
تجھ پر مواخذہ ہوگا۔ کیا کسی کو یہ معلوم ہے میں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا کہ باقی نصف بھی اس لڑکی کو دیدو
انتہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ائمہ فرائض میں محض مصالح وقت پر فتوے دیا کرتے تھے۔ اور حق باطل میں مخلوط
ہوتا تھا۔ اور جھوٹی قسمیں بھی کھاتے تھے۔ اور غلط احکام بھی بتاتے تھے۔ اور اصحاب ضرعو میں امامیہ اصلاح
بھی دے دیتے تھے جس کی قسمت اچھی ہوتی ہوگی اس کو دوبارہ تحقیقات میں صحیح بات کبھی معلوم ہو جاتی
ہوگی۔ باین ہمہ اس احتمال کا رفع کرنا اب بھی مشکل ہے کہ جائز ہے کہ حکم اول امام کا صحیح اور بلا تقیہ ہو۔
بعدہ بخوف زرارہ وغیرہ مفسدین کے دوسرا حکم محمول بہ تقیہ ہو فافہم۔

(۴) عن عبد اللہ بن محوز قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن رجل اوصی الی وھلک
وترک ابنتہ فقال اعط الابنۃ النصف واترک للموالی النصف فرجعت فقال اصحابنا لا
واللہ ما للموالی شیئ فرجعت الیہ من قابل فقلت ان اصحابنا قالوا لیس للموالی شیئ وانما اتقاک فقال
لا واللہ ما اتقیتک ولکن خفت علیک ان توخذ بالنصف فان کنت لا تخاف فارفع النصف الآخر
الی بنتہ فان اللہ سیودی عنک (فروع کافی۔ جلد ثالث صفحہ ۴۸) اس حدیث میں بھی قریباً وہی مسئلہ
فرائض کا مذکور ہے جو نمبر (۳) میں بیان ہوا اور نتائج بھی وہی ہیں۔

(۵) عن زرارۃ قال سألت ابا جعفر علیہ السلام عن الجد فقال ما اجد احدا قال
فیہ الا برایہ الا امیر المومنین علیہ السلام قلت اصلحک اللہ فما قال فیہ امیر المومنین فقال ما
کان غدا فالقنی حتی اقرئکہ فی کتاب قلت اصلحک اللہ حدثنی فان حدیثک احب الی من ان
تقرئنیہ فی کتاب فقال لی الثانیۃ اسمع ما اقول لک اذا کان غدا فالقنی حتی اقرئک فی کتاب
فاتیتہ من الغد بعد الظہر وکانت ساعتی التی کنت اخلو بہ فیہا بین الظہر والعصر وکنت اکرہ
ان اسألہ الا خالیا خشیۃ ان یفتینی من اجل من یحضرہ بالتقیۃ فلما دخلت علیہ اقبل علی ابنہ
جعفر فقال اقرأ زرارۃ صحیفۃ الفرائض ثم قام لینام فبقیت انا وجعفر فی البیت فقام فاخرج
الی صحیفۃ مثل فخذ البعیر فقال لست اقرئکہا حتی تجعل لی اللہ علیک ان لا تحدث بما تقرأ
منہا احدا ابدا حتی اذن لک ولم یقل حتی یاذن لک ابی فقلت اصلحک اللہ ولم تضیق علی ولم
یامرک ابوک بذلک فقال لی ما انت بناظر فیہا الا علی ما قلت لک فقلت فذاک لک وکنت رجلا
عالما بالفرائض والوصایا بصیرا بہا حاسبا لہا لبثت الزمان اطلب شیئا یلقی علی من الفرائض
والوصایا لا اعلمہ فلا اقدر علیہ فلما القی الی طرف الصحیفۃ اذا کتاب غلیظ یعرف انہ من

Marfat.com

کتبہ الاولین فنظرت فیہا فاذا فیہا خلاف ما بایدی الناس من الصلوٰۃ والامر بالمعروف الخ
لیس فیہ اختلاف واذا عامۃ کذلک فقرأتہ حتی اتیت علی اخرہ بخبث نفس وقلۃ تحفظ واستخفاف
رای وقلت وانا اقرأہ باطل حتی اتیت علی اخرہ ثم ادرجتہا ورفعتہا الیہ فلما اصبحت لقیت
اباجعفر علیہ السلام فقال لی اقرأت صحیفۃ الفرائض فقلت نعم فقال کیف رأیت ما قرأت قال
فقلت باطل لیس بشیئ ہو خلاف ما الناس علیہ قال فان الذی رایت واللہ یا زرارۃ ہو الحق
الذی رایت املاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وخط علی علیہ السلام بیدہ فاتانی الشیطان
فوسوس فی صدری فقال وما یدریہ انہ املاء رسول اللہ وخط علیؑ بیدہ فقال لی قبل ان
انطق یا زرارۃ لا تشکن وہ الشیطان واللہ انک شککت وکیف لا ادری انہ املاء رسول اللہ
وخط علیؑ بیدہ وقد حدثنی ابی عن جدی ان امیر المومنین علیہ السلام حدثہ ذلک الحدیث
(فروع کافی۔ جلد ثالث۔ باب میراث الولد مع الابوین صفحہ ۵۲)۔ ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے
امام محمد باقر علیہ السلام سے میراث جد کا مسئلہ پوچھا۔ امام نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس
مسئلہ میں سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے خود کسی نے کچھ کہا ہے۔ اپنی رائے سے کہا ہے۔ میں نے عرض
کی خدا آپ کی حالت درست کرے۔ امیر المومنین نے اس مسئلہ میں کیا فرمایا ہے۔ امام نے جواب دیا کہ
کل مجھ سے ملنا تاکہ میں کتاب میں تجھے یہ مسئلہ پڑھا دوں۔ میں نے عرض کی۔ خدا آپ کی حالت درست
کرے۔ آپ مجھ سے زبانی فرما دیجئے۔ کیونکہ آپ کا زبانی فرمانا میرے نزدیک کتاب میں پڑھانے سے
پسندیدہ تر ہے۔ پس امام نے دوسری دفعہ مجھ سے فرمایا کہ سن جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں۔ کل مجھ سے
ملنا تاکہ میں تجھ کو کتاب میں پڑھا دوں۔ اس لیئے میں دوسرے روز ظہر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ میں امام سے خلوت میں ظہر و عصر کے درمیان ملا کرتا تھا۔ اور سوائے خلوت کے آپ سے کوئی مسئلہ
دریافت کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ کہ مبادا آپ کی خدمت میں کوئی غیر شخص حاضر ہو۔ اور آپ اس کے سبب
سے مجھے تقیہ سے فتوے دیں۔ جب میں آپ کے پاس گیا۔ تو آپ اپنے صاحبزادے جعفر صادق کی طرف
متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ زرارہ کو صحیفہ فرائض پڑھا دو۔ پھر آپ سونے کے لیئے اٹھے۔ اور میں اور
گھر میں باقی رہ گئے۔ جعفر نے اٹھ کر اونٹ کی ران کی مثل ایک صحیفہ میرے واسطے نکالا۔ اور فرمایا کہ میں
تجھے یہ صحیفہ نہیں پڑھانے کا۔ یہاں تک کہ تو خدا کی قسم کھائے۔ کہ جو کچھ تو اس میں پڑھے گا وہ کبھی کسی کو
بتائے گا۔ یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دوں۔ اور یوں نہ کہا۔ کہ میرا باپ تجھے اجازت دے میں نے
عرض کی کہ خدا آپ کی حالت درست کرے۔ آپ مجھے کیوں تنگ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے والد

Marfat.com

آپ کو ایسا حکم نہیں دیا۔ پس آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اس صحیفہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ مگر اسی شرط پر جو میں نے تجھ سے بیان کی۔ میں نے عرض کی۔ کہ آپ کی وہ شرط مجھے منظور ہے۔ میں فرائض و وصایا کا ایسا عالم نہ تھا۔ کہ عرصہ دراز تک میں فرائض و وصایا کے ایسے مسئلہ کی تلاش میں رہا جو مجھے معلوم نہ ہو۔ مگر نہ مل سکا۔ جب جعفر صادق نے میری طرف صحیفہ فرائض پھینکا تو ناگاہ وہ ایک ضخیم کتاب تھی جو کتب اولین میں سے معلوم ہوتی تھی۔ میں نے جو اس میں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں خلاف ہے اس صلہ وامر بالمعروف کا جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جس میں اختلاف نہیں۔ اس صحیفہ کا عام حصہ ایسا ہی تھا۔ پس میں نے اس کو شروع سے آخر تک خباثت نفس کے ساتھ پڑھا۔ اور کم یاد رکھا اور غلط سمجھا۔ جب میں اسے پڑھ رہا تھا تو میں نے کہا کہ باطل ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اسکو ختم کیا۔ پھر میں نے اسے لپیٹ لیا۔ اور اٹھا کر جعفر صادق کو دے دیا۔ جب صبح کو میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے صحیفہ فرائض پڑھا۔ میں نے عرض کی کہاں۔ فرمایا کہ تو نے جو پڑھا اس کی نسبت تیری کیا رائے ہے۔ میں نے عرض کی کہ باطل لاشئے ہے۔ اور جو مذہب لوگوں کا ہے اس کے خلاف ہے۔ امام نے فرمایا کہ اے زرارہ خدا کی قسم کہ جو کچھ تو نے دیکھا وہی حق ہے۔ جو کچھ تو نے دیکھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا لکھایا ہوا اور علی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں بولوں امام نے کہا۔ کہ اے زرارہ تو ہرگز شک نہ کر قسم بخدا کہ شیطان نے چاہا کہ تو شک کرے۔ مجھے کیونکر معلوم نہ ہو کہ وہ رسول اللہ کا لکھایا ہوا اور علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مجھ سے ایسا ہی بیان کیا۔ انتہے۔ اس سے امور ذیل معلوم ہوئے

اوّل ائمہ مخالفین کے سامنے تقیہ سے غلط فتوے دیتے تھے۔

دوم۔ ائمہ اپنے اصحاب سے بھی مسائل دین چھپاتے تھے۔ چنانچہ امام صادقؑ نے صحیفہ فرائض چھپانے کے لیئے زرارہ پر یہ شرط پیش کی کہ وہ کسی موافق یا مخالف کے سامنے بغیر اجازت کے اسکے مسائل کبھی بیان نہ کرے گا۔ زرارہ نے ہر چند چاہا کہ اس شرط سے پہلوتہی کرے۔ اور گستاخانہ لہجہ میں کہا کہ آپ نے آپ کو ایسا حکم نہیں دیا۔ مگر امام صادقؑ نے اصرار کیا۔ یہاں تک کہ زرارہ اس شرط کے قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔

سوم۔ زرارہ جو علم فرائض و وصایا میں ایسا ماہر تھا کہ مدتوں اس امر کی تلاش میں رہا۔ کہ کوئی ایسا فرائض ملے جو اسے معلوم نہ ہو مگر نہ ملا۔ اور امام سے خلوت ہی میں مسائل دریافت کیا کرتا تھا۔ اس نے

Marfat.com

جب صحیفہ فرائض پڑھا۔ تو کہا کہ باطل و لاشئے ہے۔ جب خاص اصحاب سے بھی کتمان مسائل کیا جائے۔ [illegible] رکھا جائے۔ تو جس قدر احادیث ائمہ فرائض وغیرہ کے متعلق ہیں کوئی احتمال تقیہ سے خالی نہیں۔

چہارم جب امام باقرؑ نے قسم کھا کر کہا کہ یہ صحیفہ رسولؐ اللہ کا لکھا یا ہوا اور حضرت علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہے۔ تو بھی زرارہ نے باغوائے شیطان اس کے تسلیم کرنے میں تامل کیا۔

پنجم جب صحیفہ فرائض کے احکام خلاف معلومات زرارہ و دیگر علماء تھے۔ تو یا تو وہ قرآن کریم کے موافق تھے یا مخالف۔ شق اول میں بسبب کتمان ما انزل اللہ کے ائمہ معاذ اللہ مصداق ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون (بقرہ۔ ع ۱۹) کے ٹھیرے۔ شق ثانی میں معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ہدیٰ خلوت میں قرآن کے خلاف تعلیم کرتے تھے۔ غرض دونوں شق میں شیعہ نے ائمہ ہدیٰ کو ائمہ یدعون الی النار کا مصداق بنا رکھا ہے۔

(۶)۔ عن ابان بن تغلب قال سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیۃ ان ما قتل البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو ما قتل (فروع کافی۔ مجلد ثانی۔ جزء ثانی۔ باب صید البزاۃ والصقور وغیر ذلک صفحہ ۸۰) ترجمہ۔ ابان بن تغلب کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ میرے والد علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ میں تقیہ سے یہ فتوے دیتے تھے کہ جسے باز یا شکرا مار ڈالے وہ حلال ہے۔ اور میں تقیہ نہیں کرتا اور فتوے دیتا ہوں کہ وہ مقتول حرام ہے انتہیٰ۔ اس کے متعلق تنقیح المسائل صفحہ ۱۳۴ میں یوں لکھا ہے مسلمانو! کیا غضب کا مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کہ ایک امام بخاطر بادشاہ وقت کے حرام کو حلال بتاتے رہے۔ دوسرے اس کو حرام فرماتے ہیں اور تقیہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ تقیہ کیا ہے۔ ایک تماشا ہے۔ جو لوگ مطابق [illegible] فتاوے امام باقرؑ کے عمل کرتے رہے۔ وہ تو مفت میں حرام خوار رہے۔ خدا جانے امام صاحب حرام کر ٹھیرانے کا کیا جواب دیں گے۔ امت تو قیامت کے دن امام کا فتوے دکھا دے گی۔ کیوں حضرات! اسی کا نام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ اور اسی کو لا یخافون لومۃ لائم کہتے ہیں اور یہی عمل ہے آخری رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور یہی مضمون ہے کتاب محتوم کا۔ کاش حلال و حرام میں موزہ کے برابر لحاظ ہوتا کہ بادشاہ سے بھی نہ ڈرتے۔ فتدبر۔ انتہیٰ۔

(۷) عن زرارۃ قال قلت لہ ھل فی مسح الخفین تقیۃ فقال ثلاثۃ لا اتقی فیھن شرب المسکر ومسح الخفین ومتعۃ الحج (استبصار۔ مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ۔ جزء اول صفحہ ۹۳ کافی۔ باب مسح الخف۔ جزء اول صفحہ ۷۱) ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا

Marfat.com

[redacted] میں تقیہ جائز ہے [redacted] جواب [redacted] کہ تین چیزوں میں سے کسی سے تقیہ نہیں کرتا یعنے شرب مسکر و مسح خفین
[redacted] انتہے۔ اسی طرح من لایحضرہ الفقیہ (مطبوعہ مطبع جعفری۔ جزء اول صفحہ ۱۶) میں ہے۔ قال العالم
علیہ السلام ثلاثۃ لا تقیۃ فیہا احد اشرب المسکر والمسح علی الخفین ومتعۃ الحج۔

(۸) حاجی محمد کریم خاں کرمانی نے ارشاد العوام۔ (مطبوعہ ایران۔ جلد سوم۔ صفحہ ۱۱۱) میں لکھا ہے۔ کہ
[redacted] شرائع جو ائمہ نے بیان کیں ان میں تقیہ کی آمیزش تھی۔ اور یہ امر فقہائے اہل بیت کے نزدیک بدیہی
[redacted] ہے۔ کہ ان کا تقیہ اعلےٰ درجہ کا تھا۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ تقیہ سے روزہ کھا جایا کرتے تھے اور مخالفین
[redacted] کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور ان کے دل خواہ احکام بیان فرماتے تھے۔ رہے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و
[redacted] سوا اہل سنت اور ہمارے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ آپ تقیہ نہ فرماتے تھے۔ مگر مذہب حق یہ ہے
[redacted] آپ نہایت سخت تقیہ فرماتے تھے۔ یہ حوالہ اصل فارسی میں پہلے نقل ہو چکا ہے۔

(۹) عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال التقیۃ فی کل ضرورۃ وصاحبہا اعلم بہا حین
[redacted] نزل بہ (اصول کافی۔ صفحہ ۴۸۴)۔ ترجمہ۔ زرارہ کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تقیہ ہر ضرورت
[redacted] میں ہے۔ اور صاحب ضرورت اس کو جانتا ہے۔ جب کہ اس کو ضرورت لاحق ہوا انتہے۔ اس سے ثابت ہے
[redacted] تقیہ ہر ایک ضرورت میں جائز ہے خواہ وہ کیسی ہی خفیف ہو۔

(۱۰) عن سفیان بن مصعب العبدی قال دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فقال قولوا
[redacted] لام فروۃ تجئ فتسمع ما صنع بجدہا قال فجاءت فقعدت خلف الستر ثم قال فانشدنا قال فقلت
[redacted] فروجدی بدمعک المسکوب۔ قال فصاحت وصحن النساء وقال ابو عبد اللہ علیہ السلام
[redacted] الباب الباب فاجتمع اہل المدینۃ علی الباب قال فبعث الیہم ابو عبد اللہ علیہ السلام وصبی
[redacted] فاغشی علیہ فصحن النساء (کتاب الروضہ کلینی صفحہ ۱۰۲)۔ ترجمہ سفیان بن مصعب عبدی کا بیان
[redacted] ہے۔ کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ام فروہ سے کہہ دو۔ کہ
[redacted] کر اپنے جد بزرگوار کی شہادت کا واقعہ سن لیں۔ راوی کا قول ہے۔ کہ وہ آئیں اور پردے کے پیچھے بیٹھ
[redacted] گئیں۔ پھر راوی کا بیان ہے۔ کہ امام نے ہم کو اشعار پڑھ کر سنائے۔ اس پر میں نے کہا اے ام فروہ تو خوب
[redacted] نوحہ کیا۔ یہ سن کر ام فروہ چیخ اٹھیں۔ اور دوسری عورتیں بھی چلا اٹھیں۔ امام نے فرمایا کہ دروازے
[redacted] خبر لو۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اہل مدینہ دروازے پر جمع ہیں۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام نے ان کو کہلا بھیجا
[redacted] کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیئے عورتیں رونے لگیں۔ انتہے۔ ائمہ بنا بر اصول شیعہ عالم
[redacted] الغیب ہوتے ہیں۔ اس لیئے امام صادق کو معلوم تھا۔ کہ اگر مجلس عزا قائم کی گئی۔ اور اس میں عورتوں

Marfat.com

یہتدون سبیلا ۝ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنہم ۝ وکان اللہ عفوا غفورا (نساء۔ ع

بے شک وہ لوگ جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ ظلم کر رہے تھے اپنی
کی تھی۔ اس میں فرشتے کہ تم کس دین میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ناتواں تھے زمین میں۔ فرشتے
(۱۱) راکی زمین کشادہ کہ وطن چھوڑ کر اس میں چلے جاتے۔ سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ۔ اور و
غسل کتنی بار ہونے کی۔ مگر ناتوان مرد اور عورتیں اور بچے جو کوئی حیلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی راہ پاتے
رسول اللہ کو قریب ہے کہ خدا معاف کر دے اور خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ انتہیٰ۔ تفسیر صا
داؤد رقام پر ہے۔ اقول وفی الایۃ دلالۃ علی وجوب الھجرۃ من موضع لا یتمکن الرجل فیہ من ا
جواب یعنے میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں دلالت ہے اس امر پر کہ آدمی پر ایسی جگہ سے ہجرت واجب
ابو جعفر اپنا دین قائم رکھنے پر قادر نہ ہو انتہیٰ۔ جب باوجود اس حکم الٰہی کے ائمہ نے ہجرت نہ کی۔ تو ثابت
ہوا کہ وہ تقیہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ اظہار حق فرماتے رہے۔ ائمہ بڑھیا عورت یا بوڑھے مرد یا بچے نہ تھے۔ کہ
راہ چلنا اور گھر سے نکلنا ان کے لیئے محال تھا تاکہ معذور سمجھے جاتے۔ اس سے شیعہ کے ساختہ پرداختہ
تقیہ کی تردید اظہر من الشمس ہے۔

دوم۔ کتب شیعہ میں روایات ذیل موجود ہیں۔

(۱) عن الاصبغ بن نباتۃ قال قال امیر المومنین علیہ السلام لا یجد عبد طعم الایمان حتی
یترک الکذب ھزلہ وجدہ (اصول کافی۔ باب الکذب)۔ ترجمہ۔ اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ
السلام نے فرمایا۔ کہ بندہ ایمان کا ذائقہ نہیں پاتا جب تک کہ کذب کو ہزل ہو یا جد نہیں چھوڑتا انتہیٰ

(۲) عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان علی بن الحسین علیہما السلام یقول لولدہ اتقوا الکذب
الصغیر منہ والکبیر فی کل جد وھزل فان الرجل اذا کذب فی الصغیر اجترئ علی الکبیر اما علمتم
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قال ما یزال العبد یصدق حتی یکتبہ اللہ صدیقا وما یزال العبد یکذب
حتی یکتبہ اللہ کذابا (اصول کافی۔ باب الکذب)۔ ترجمہ۔ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے بیٹوں سے
فرماتے تھے۔ کہ تم ہر جد و ہزل [illegible] ے جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ آدمی جب چھوٹا جھوٹ بولتا ہے تو
بڑے جھوٹ کی جرأت ہو جاتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ
سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اس کو صدیق لکھ لیتا ہے۔ اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ
اس کو کذاب لکھ لیتا ہے۔ انتہیٰ۔

(۳) عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ عز وجل جعل للشر اقفالا وجعل [illegible]

Marfat.com

62
61
60
59
58
57
56
55
54
53
11
10
09
08
07
06
199
198
202
198
202
200
216
214
209
206
210
215

Marfat.com